اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ
سُنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصہ دوئم

ملفوظات
امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی
مخدوم حضرت میر اوحد الدین سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات
حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم
پروفیسر ایس۔ ایم لطیف اللہ

مدیر و ناشر
نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی
سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کمرشل بینک لیمٹڈ پاکستان
خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانیؒ
سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

ابو المسعود سید محمد مختار اشرف [illegible]

محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ المختار

تمام اہلسنت جماعت کیلئے عموماً اور عزیزانِ سلسلۂ اشرفیہ کیلئے خصوصاً باعث مسرت ہے کہ لطائف اشرفی جس کے ترجمہ کا مدتوں سے اہل ذوق انتظار کر رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ میں مخلص شیخ ہاشم رضا صاحب اشرفی جن کو آستانۂ اشرفیہ سے انتہائی عقیدت ہے زر کثیر سے پوری کتاب کا ترجمہ کرالیا ہے اور اب آپ لوگوں کی آرزو کے مطابق منظر عام پر آگئی ہے جو سب کیلئے نادر تحفہ ہے میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آنموصوف کی خدمات کو قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے اور مقبول عام فرمائے جو لوگ استفادہ حاصل کریں آنموصوف کے حق میں دعائے خیر کریں (آمین)

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

Abul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashrfa Ashrafi-ul-Jilani
SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD, (U.P.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامع اشرف

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں
درگاہ کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد (یو.پی)

JAM - E - ASHRAF

DARGAH KICHHAUCHHASHARIF-FAIZABAD (U.P.)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

"لطائف اشرفی" تارک السلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات مبارکہ اور آپکے حالات وواقعات پر مشتمل ایک مستند وبے مثال تصنیف ہے جس کو کتب تصوف میں ایک نمایاں اور خصوصی مقام حاصل ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد آج تک فن تصوف میں ایسی مکمل اور جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد کے اکثر صوفیائے کرام نے اپنی کتابوں میں لطائف اشرفی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ کتاب مذکورہ کو مخدوم پاک کے مرید خاص اور چہیتے خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکی حیات مبارکہ ہی میں مرتب کرکے آپکی بارگاہ میں سنایا ہے اس لئے اس کے مستند ومحقق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچہ سے ظاہر ہے۔ کتاب مذکور فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام طور پر لوگ اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کا اردو ترجمہ شائع کر دیا جائے تاکہ تصوف کی اس گرانمایہ تصنیف سے عامۃ المسلمین بھی فائدہ حاصل کر سکیں اور اس کے مطالعے سے ان کے اندر ایمانی شعور وادراک اور روحانی جذب وکیف پیدا ہو۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس عظیم کام کو گرامی قدر الحاج نذر اشرف ہاشم رضا صاحب اشرفی خلیفہ سرکار کلاں نے انجام دیا اور اسکا اردو ترجمہ کروا کر شائع کیا ۔ یہ حقیقت ہے کہ اس راہ میں جناب موصوف کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی ایسے عظیم کام کا بیڑا اپنے سر لیا ہو ۔ ظاہر ہے کہ ایک چھ سو سالہ قدیم تصنیف جو بشکل مخطوط محفوظ ہے اور جس کے گنے چنے چند مخطوط و مطبوعہ نسخے لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں اور اس کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کروانے کے لئے مختلف نسخوں کی فراہمی لائق و فائق مترجم کا انتخاب اس کی تکمیل کے لئے مسلسل تگ و دو اور جہد پیہم پھر اس کی اشاعت کے اخراجات کے بار گراں کو برداشت کرنا بہت حوصلہ مندی کا کام ہے ۔ جس پر موصوف کو جتنی مبارکباد پیش کی جائے کم ہے ۔ یقیناً موصوف کا یہ مثالی کارنامہ انکے ایثار و اخلاص کی واضح دلیل ہے اور غوث العالم محبوب یزدانی سے انکی والہانہ عقیدت اور شبیہ غوث الثقلین اعلیحضرت مولانا الحاج سید علی حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے محبت کا بین ثبوت ہے ۔ موصوف کے مخلصانہ فکر و عمل کا روشن نتیجہ ہے کہ وہ مخدومی مشن کے فروغ میں رات و دن لگے ہوئے ہیں اور بحمدہ تعالیٰ انکے ذریعہ فیضان مخدوم سمنان جاری ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی خانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں سے کسی عظیم کام کی ابتدا ہوئی ہے تو انہوں نے بھرپور حصہ لیا ہے جسکی واضح مثال جامع اشرف ہے ۔

موصوف کو اپنے پیر و مرشد مخدوم المشائخ حضرت مولانا الحاج سید محمد مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے ایسی والہانہ عقیدت ہے جو ایسے دور میں کم ہی نظر آتی ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب بھی وہ اپنے مرشد کا ذکر کرتے ہیں تو انکی آنکھیں فرط محبت سے اشکبار ہو جایا کرتی ہیں موصوف کے اس عظیم کارنامے پر مبارکباد دیتے ہوئے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انکی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس ترجمہ لطائف اشرفی کو مقبول عام بنائے (آمین)

[illegible]

سید لطیف اشرف اشرفی جیلانی

فہرست

لطیفہ ۲۱: اختیار، قضا و قدر، خیر و شر اور صوفیہ کے بعض عقائد سے متعلق مسئلے کی تفصیل ۱
مطلع اوّل یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا: ۲
(۱) کوکب اول: ذات کی تعریف ۷
(۲) کوکب دوم: صفات کا بیان ۱۰
(۳) کوکب سوم: افعال کا بیان ۱۴
مطلع دوم: یعنی نبوت پر ایمان لانا: ۱۸
کوکب اوّل: ۔ نبوت کی صنف، خصوصیت، عجائب اور مقدمات احکام سے متعلق امور کا بیان ۱۸
کوکب دوم: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بیان میں ۲۰
مطلع سوم: یعنی آخرت کے دن پر ایمان لانا: ۲۱
کوکب اوّل: ۔ روح کی بقاے ابدی ۲۱
کوکب دوم: برزخ، حشر، قیامت اور آخرت کے عمومی احوال پر ایمان لانے کے بیان میں ۲۲

لطیفہ ۲۲: بادشاہت کو ترک کرنے اور تختِ سلطنت کو ٹھکرانے کے بیان میں ۳۱
حضرت قدوۃ الکبراؒ کے والدین اور آپ کی ولادت ۳۲
تحصیلِ علوم ۳۳
قدوۃ الکبراؒ کے عدل و انصاف کا مختصر ذکر ۳۵
عبادت اور حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم حاصل کرنا ۳۷
ترکِ سلطنت اور بشارت حضرت خضر علیہ السلام ۳۸
شہر بخارا میں آمد ۴۳
اوچہ شریف میں حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے ملاقات ۴۴

آپ کا دہلی اور بہار پہنچنا اور شرف الدین منیری کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا ۴۵
آپ کا حضرت مخدومؒ کی خدمت میں بندور پہنچنا، بیعت کرنا اور جہانگیر کا خطاب پانا ۴۸

لطیفہ ۲۳: مقامِ اشرفی کے تعین اور مراتبِ عالی کا بیان ۶۰
حضرتؒ کی ظفر آباد میں آمد اور حاسدوں کا اعتراض کرنا ۶۵
مسخروں کے نقل کا واقعہ جو زندہ شخص کا جنازہ لائے اور آپ کا کرامت ظاہر کرنا ۶۶
شیخ کبیر کا خواب اور حصول بیعت ۶۷
حاجی چراغ ہند اور قدوۃ الکبراؒ کا اظہار کرامت ۷۰
حضرت قدوۃ الکبراؒ کا شہر جون پور میں تشریف لانا شہزادوں کا مرید ہونا اور
ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا آپ سے ملاقات کے لیے آنا ۷۳
آپ کا روح آباد پہنچنا، کمال جوگی کے مقابلے میں کرامت کا ظاہر ہونا اور خانقاہ تعمیر کرانا ۷۷

لطیفہ ۲۴: امیروں، بادشاہوں، مسکینوں اور محتاجوں سے ملاقات اور سیف خاں کے اوصاف کا بیان ۸۲
سیف خاں کی خوبیوں کا بیان ۹۷

لطیفہ ۲۵: ایمان اور صانع کے اثبات اور صانع کی وحدت پر دلائل اور ازل و ابد
نیز اصول شریعت وطریقت کا بیان ۹۹
کفر کی تین قسموں کا بیان ۱۰۹

لطیفہ ۲۶: ارباب علم واستدلال اور اصحاب کشف ومشاہدہ دونوں گروہ کی حیرانی اور اہل کشف کے
شوق وحیرت کا ذکر نیز شریعت، طریقت، حقیقت اور وحدت کی بحث جنھیں ایک ہی کہتے ہیں۔ ۱۱۲
حیرت کی تعریف اور اس کی اقسام ۱۱۹

لطیفہ ۲۷: وحدتِ وجود کی دلیلوں اور مرتبۂ شہود کی وضاحتوں کے بیان میں
نیز بعض مشائخ کے وحدتِ وجود سے اختلاف کرنے اور ان کی تردید وتائید کی تفصیل ۱۳۲
مکتوب شیخ عبدالرزاق کاشیؒ بنام شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ ۱۵۲
جواب مکتوب ۱۵۹

شیخ علاء الدولہ سمنانی کی تحقیق پر قدوۃ الکبرؒا کا تبصرہ ۱۶۴
محی الدین ابن عربیؒ کے قول سے وحدت الوجود کے مسئلے کی تاویل ۱۶۵

لطیفہ ۲۸: توبہ کے بیان میں ۱۷۵
ایک پیر سے چور کے مرید ہونے کا قصہ ۱۷۵
اصحابِ طریقت کی توبہ و انابت کا طریقہ ۱۷۸
کبیرہ گناہوں کی تفصیل ۱۸۰

لطیفہ ۲۹: نماز کی معرفت کے بیان میں ۱۸۴

لطیفہ ۳۰: روزے کی معرفت کا بیان ۱۹۱
ایک عورت کی تمثیلی حکایت جو علاقہ بہار میں تھی ۱۹۴

لطیفہ ۳۱: زکوٰۃ کا بیان ۱۹۵
حضرت قدوۃ الکبرؒا کی کرامت ۱۹۸

لطیفہ ۳۲: حج و جہاد کا بیان ۱۹۹
اس جوان کا قصہ جو ظاہری حج سے محروم ہو گیا تھا ۲۰۴

لطیفہ ۳۳: امت کے فرقوں کی خصوصیات اور ان کے مذاہب کثیرہ کی تفصیل ۲۱۹
صنف اوّل۔ اہل سنت والجماعت کے مذہب کے اعتقاد اور مجتہدوں کے اجتہاد کا بیان ۲۲۰
صنف دوم۔ رافضیوں کے بارہ فرقوں کی تفصیل ۲۲۰
صنف سوم۔ فرقۂ خارجیہ کے بیان میں ۲۲۱
صنف چہارم۔ فرقۂ جبریہ کے بیان میں ۲۲۲
صنف پنجم۔ فرقۂ جہمیہ کے بارہ فرقوں کا بیان ۲۲۲
صنف ششم۔ مرجیہ کے بارہ فرقوں کا بیان ۲۲۳
مراتب انسانی کا بیان ۲۲۴

لطیفہ ۳۴: سفر کے فائدوں اور شرطوں کا بیان ۲۲۷

سفر کے اسباب کا ذکر ۲۳۳

لطیفہ ۳۵: دنیا کے ان عجیب وغریب آثار کے بیان میں جو سیّد اشرف جہاں گیر سمنانیؒ نے ملاحظہ فرمائے اور کوہستان معمر کے گوناگوں مقامات جو آپ کے مشاہدے میں آئے ۲۳۷

پہلا معائنہ، شجر الوقواق ۲۳۷

دوسرا معائنہ، جزیرۂ صحف کے حالات ۲۳۸

تیسرا معائنہ۔ ایلاک کے نواح میں شہر کا حال جس میں صرف عورتیں تھیں کوئی مرد نہ تھا ۲۳۹

چوتھا معائنہ۔ سیلان کے سفر میں چیونٹوں کے بادشاہ نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کی دعوت کی ۲۴۰

پانچواں معائنہ۔ جبل الفتح کے متوکل درویشوں سے ملاقات ۲۴۱

چھٹا معائنہ۔ ایک پاؤں کے انسان ۲۴۱

ساتواں معائنہ۔ گلبرگہ شریف میں قیام کا ذکر ۲۴۲

آٹھواں معائنہ۔ بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت ۲۴۳

نواں معائنہ۔ صالحیۂ دمشق، دمشق کی مسجد میں بارہ ہزار محراب ہیں ۲۴۳

دسواں معائنہ۔ کوہِ لبنان، کوہ نہاوند اور کوہ طور کا مشاہدہ۔ شیطان سے ملاقات اور سوال وجواب ۲۴۳

گیارھواں معائنہ۔ جبل القدم میں حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت ۲۴۵

بارھواں معائنہ۔ بصرہ، بغداد شریف اور گازرون کا سفر ۲۴۵

تیرھواں معائنہ۔ ملک کوہِ قاف اور دیوار سکندری ۲۴۶

چودھواں معائنہ۔ مدینۃ الاولیاء، کوہِ ابواب اور جزیرۂ طلسم کا بیان ۲۴۷

پندرھواں معائنہ۔ علاقہ جھنکر کا ذکر اور ولایت قپچاق میں ایک درویش سے نعمت پانے کا بیان ۲۴۹

سولھواں معائنہ۔ نواحِ عراق میں جبل القرون کی سیر اور شیخ عبداللہ سے ملاقات کا ذکر ۲۵۱

سترھواں معائنہ۔ کوہِ البد میں ایک درویش کو خلافت عطا کرنا۔ ملک کا نورد کا سفر اور وہاں ایک جادوگرنی کے جادو سے قاضی حجت کا گائے بن جانا اور حضرت قدوۃ الکبراؒ کی دعا سے اصل صورت میں آنا ۲۵۲

لطیفہ ۳۶: بزرگوں کے طعام اور ضیافت کا طریقہ، بعض کھانے اور پینے کی چیزوں کے فائدے... ۲۵۵
رات کے کھانے کا فائدہ اور ایک پہلوان کا قصہ ۲۵۶
کھانا کھانے کے آداب ۲۵۷
کھانے کو سونگھنے کی ممانعت کا بیان: ۲۵۹
اس عورت کا ذکر جس نے اپنا بیٹا حضرت غوث الثقلین کے سپرد کیا تھا ۲۶۲
ایک بزرگ کا ذکر جنھوں نے خرگوش کا گوشت نہ کھایا ۲۶۳
بادشاہ کی دعوت میں قدوۃ الکبراؒ کی کرامت کا ذکر ۲۶۴
حضرت قدوۃ الکبراؒ کی چلہ کشی کا ذکر ۲۶۵
حضور علیہ السلام کے کھانے اور پینے کی چیزوں کا بیان ۲۶۶
مہمان داری کی فضیلت میں حدیث ۲۷۰
ایک عورت کا قصہ جس نے ایک بزرگ کی دعوت کے لیے بکری ذبح کی تھی۔
اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا نعم البدل عطا فرمایا ۲۷۱
جبریل کے جنت سے لائے ہوئے اس ہریسے کا ذکر جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائے تھے ۲۷۵
پیاز، دھنیا رائی، اسپغول، ہڑ، روغن زیتون، انجیر اور منقّی کے اوصاف کا ذکر ۲۷۶
کھجور، امرود، ککڑی، مچھلی، اور خربوزے کی خوبی، خربوزہ کھانے کا طریقہ
اور بینگن، کدو، گاجر، انار اور انگور کے اوصاف ۲۷۸

لطیفہ ۳۷: اعتکاف کی شرائط، خلوت اور گوشہ نشینی کی حقیقت نیز تجرید اور تفرید کے بیان میں ۲۸۰
خلوت و عزلت اور چلہ کشی کے طریقے کا ذکر ۲۸۶
مردانہ اور زنانہ چلے کا ذکر ۲۸۶
ایک مکار چلہ کش کا قصہ ۲۸۷
قیامت کے دن مولا اور بندے کے درمیان معاملے کا ایک عجیب نکتہ ۲۸۹
چلے کے دنوں کے تعین اور ان کی ادائیگی کا بیان ۲۹۰
شرائط اعتکاف ۲۹۱
غذا میں کمی کرنا اور طے کا روزہ رکھنا ۲۹۳
تجرید و تفرید کا بیان ۲۹۵

لطیفہ ۳۸: صبح وشام کے وظائف، اہل اسلام کی پانچ نمازوں اور نوافل کا ذکر نیز ایام متبرکہ اور روزوں میں صوفیہ کی مشہور دعاؤں کے بیان میں۔ ۲۹۷
صاحب الورد ملعون اور تارک الورد ملعون والی حدیث شریف کی شرح ۲۹۸
پہلا شرف ۳۰۰
دوسرا شرف مسبعات عشر کے ذکر میں ۳۱۰
تیسرا شرف۔ نماز اشراق کا بیان ۳۱۳
چوتھا شرف نماز زوال اور نماز ظہر کا بیان ۳۲۱
پانچواں شرف نماز عصر کا بیان ۳۲۲
چھٹا شرف نماز مغرب کا بیان ۳۲۲
ساتواں شرف نماز عشا کا بیان ۳۲۵
آٹھواں شرف ماہ محرم کا بیان ۳۳۱
نواں شرف ماہ صفر کا بیان ۳۳۹
دسواں شرف ماہ ربیع الاوّل کی نماز اور دعا کے ذکر میں ۳۴۱
گیارھواں شرف، ماہ ربیع الثانی کا بیان ۳۴۱
بارھواں شرف، ماہ جمادی الاولی کا بیان ۳۴۲
تیرھواں شرف، ماہ جمادی الثانی کی نماز اور دعا کا بیان ۳۴۲
چودھواں شرف، ماہ رجب کا بیان ۳۴۲
پندرھواں شرف، لیلۃ الرغایب کا ذکر ۳۴۳
سولھواں شرف، ماہ شعبان کا بیان ۳۴۳
سترھواں شرف، ماہ رمضان کا بیان ۳۴۵
اٹھارواں شرف، شب قدر کا بیان ۳۴۸
انیسواں شرف، ماہ شوال کا بیان ۳۵۱
بیسواں شرف۔ ذکر نوافل واوادعیہ ماہ ذی القعدہ ۳۵۲
اکیسواں شرف۔ ماہ ذی الحجہ کا بیان ۳۵۲

لطیفہ ۲۱

اختیار، قضا و قدر، خیر و شر اور صوفیہ کے بعض عقائد سے متعلق مسئلے کی تفصیل

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے فرمایا کہ اختیار دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک مجازی اور دوسرا حقیقی۔ اختیار مجازی کی نسبت مخلوق سے ہے اور اختیار حقیقی کی نسبت حق تعالیٰ سے ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ متکلمین نے مسئلہ اختیار کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) وہ صوفیہ کی بہ نسبت اس مسئلے کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکے۔ (علمائے حق نے) اختیار کے مسئلے میں حد سے بڑھ جانے کے لئے منع کیا ہے، چنانچہ کہا گیا ہے کہ متکلم کی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ بہر حال تصوف کے کل عقائد میں سے مسئلہ اختیار کا جاننا ضروری ہے نیز ایک صوفی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقیدہ حافظیہ[۱] سے واقف ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار کی تشریح خاصی طویل ہے تاہم ایک تیز طبیعت شخص مندرجہ ذیل حکایت سے (اس مسئلے کی حقیقت) معلوم کر سکتا ہے۔

> "بیان کرتے ہیں کہ کسی نے کاغذ سے پوچھا کہ تیرا چہرہ تو سفید تھا سیاہ کیسے ہو گیا۔ کاغذ نے جواب دیا کہ یہ بات روشنائی سے معلوم کرو کہ اس نے کس بنا پر میرے چہرے کو سیاہ کیا۔ روشنائی بولی کہ میں تو دوات کے اندر تھی اور قطعی طور پر میرا باہر آنے کا خیال نہ تھا کیونکہ میں (دوات کے) تیرہ و

---

[۱] ۔ عقیدہ حافظیہ: اس تصنیف کا موضوع اور دیگر تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں، خیرالمجالس (ملفوظات حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ) مجلس ۶۷ میں رویت باری تعالیٰ کے مسئلے پر حضرت قدس سرہ نے جو گفتگو فرمائی ہے، اس میں مولانا حافظ الدین اور اس تصنیف کا بھی ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کا نام "شرح عقیدہ مولانا حافظ الدین" بیان فرمایا ہے۔ یہ غالباً ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ہیں جن کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی۔ مولانا حافظ الدین کی تصانیف حنفی اصول فقہ سے متعلق ہیں شاید اس تصنیف کا موضوع بھی فقہی مسائل ہو، جس میں سراجی کے مانند رویت باری تعالیٰ پر بحث کی گئی ہو۔ ملاحظہ فرمائیں فہرست عربی مخطوطات جلد سوم رضا لائبریری رامپور (بھارت) ص ۸ نیز خیرالمجالس (فارسی) مرتبہ حمید شاعر قلندر علی گڑھ ۱۹۵۹، ص ۲۳۹۔

تاریک گوشے سے مانوس ہوگئی تھی۔ قلم سے دریافت کیا جائے کہ اس نے فضول کی ہوس کی اور ظلم اختیار کرتے ہوئے مجھے گھر سے باہر نکالا قلم نے کہا یہ بات ہاتھ سے پوچھو جس نے مجھ پر جبر کیا اور مجھے جنگل سے باہر لا کر جڑ بنیاد سے اکھاڑا۔ پھر میرا سر چاقو سے پارہ پارہ کیا اور گردن اڑا دی میرے سینے میں شگاف ڈالا اور (دوات کی) تاریکی میں ڈال دیا۔ اس قدر زخم مجھے دیئے اور اب میرے زخموں پر نمک چھڑکتا ہے سائل نے ہاتھ سے پوچھا کہ تو نے قلم پر کیوں ظلم کیا۔ ہاتھ نے جواب دیا کہ مجھ میں کھال اور ہڈی کے سوا کچھ نہیں ہے میری حیثیت یہی ہے کہ کھال اور ہڈی سے ترتیب دیا گیا ہوں۔ کھال اور ہڈی کسی پر ظلم کرنے کے قابل نہیں ہوتے (کیونکہ) وہ خود سے حرکت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ مجھے دستِ قدرت نے حیران کیا جب دستِ قدرت سے دریافت کیا گیا تو دستِ قدرت نے کہا، تم لوگ اکثر (ایک دوسرے کو) ملامت کرنے کے عادی ہو۔ (اصل) محرک سے دریافت کرو، اور وہ ارادہ ہے۔ جب ارادے سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ حضرت دل نے میرے پاس قاصدِ علم بھیجا اس نے عقل کی زبان میں مجھے حکم دیا کہ قدرت کو ہلاؤ جلاؤ اور متحرک کرو میں بہ حالتِ اضطراب قدرت کو حرکت میں لایا کیونکہ میں سدا کا حیرت زدہ ہوں اور مجھ پر علم و عقل ہمیشہ غالب رہتے ہیں۔ میں کسی پر حکم نہیں چلاتا جب مجھے دل کی جانب سے حکم ملتا ہے تو میں اسے بجالاتا ہوں آپ مجھ پر غصہ نہ ہوں بالآخر علم، عقل اور دل سے حقیقت دریافت کی گئی عقل نے کہا کہ میں ایک چراغ ہوں۔ چراغ خود بخود روشن نہیں ہوتا جس نے مجھے روشن کیا ہے اس سے معلوم کرو۔ دل نے کہا میں محض صورت ہوں اور خود سے خارج میں نہیں آیا مجھے اس طرح کا بنایا گیا ہے کہ اپنے آپ میں رہوں۔ جلائے ہوئے اور بنائے ہوئے کا حال جلانے والے اور بنانے والے سے پوچھنا چاہیے علم نے کہا کہ میں لوحِ دل پر تحریر کردہ ایسا نقش ہوں (جس سے) بہت سے نقوش پیدا ہوتے ہیں۔ حقیقت قلم سے معلوم کرو کیونکہ میں اپنے باطن میں ایک تحریر دیکھتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ قلم کا کام ہے کیونکہ بغیر قلم کے کوئی تحریر وجود میں نہیں آتی سائل نے کہا کہ میں سوائے اس کے کچھ نہیں جانتا کہ قلم محض نرکل ہے، لوح صرف لکڑی ہے تحریر سیاہی ہے اور چراغ صرف آگ ہے (مجھے میرے سوال کا جواب دو) تب علم نے کہا اے شخص جان لے کہ یہ تمام گفتگو قیل وقال سے زیادہ نہیں حقیقت وہی جانتا ہے جو صاحبِ حال ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط (آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے)۔ رباعی:

پارہ ۵۔ النساء: ۷۸۔

تو آلہ فعلی و جز آں ہیچ نہ
وز فاعل فعل جز نشان ہیچ نہ
تو عالمی و مراد نز علم نہ
چوں درنگری ازاں میاں ہیچ نہ

ترجمہ: (اے مخاطب) تو فعل کے اوزار کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تیرا وجود فاعل فعل کی جانب ایک مبہم اشارہ ہے۔ تو عالم ہے لیکن مراد علم نہیں ہے (بلکہ) حقیقت پر غور کرے تو معلوم ہوگا کہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیا کے بعض عقائد "مطلع الایمان" سے جو حضرت شیخ صدرالدین قونوی[1] کی تصنیف کہی جاتی ہے نقل کیے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے (کائنات کی) ابتدا اور آخرت کی تصدیق کی ہے اور اجماعاً ہر شے کے وجود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج یقین کرتے ہیں نیز جسموں کے فنا ہونے کے بعد انسان (کی زندگی) کا تصور رکھتے ہیں، وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جنھوں نے فانوس رسالت مآب ﷺ سے روشنی حاصل کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو دل سے قبول کیا ہے دوسرے وہ کہ جنھوں نے اپنی فکری صلاحیت سے ان مسائل کو سمجھا ہے اور عقلی قیاسات سے اس راہ کو طے کیا ہے۔ پہلا گروہ ارباب ملل اور دوسرا اصحاب نحل کا ہے، لیکن اصحاب نحل نے اس باب میں جس قدر عقلی دلائل قائم کیے ہیں، اسی اعتبار سے مسئلے کی تحقیق میں ناکام رہے ہیں۔ وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا[2] (اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات میں) ذرا بھی مفید نہیں)۔ شعر

لقد طفت فی تلک المعاهد کلها
وسیرت طرفی بین تلک المعالم
فلم ارہ واضعاً کن جابراً علیٰ ذقن
او قار عابس مطیۃ الرجل زعمہ

ترجمہ: البتہ تحقیق میں ان تمام معابدوں میں قریب ہوا اور ان نشانیوں کے درمیان چلا گیا۔ پس میں نے اس شخص کو یہ وضع کرتا ہوا نہیں پایا کہ تو اپنے معاملات میں سخت ہو جا۔ اس شخص کی سواری نے بوجھ سے منہ پھیر لیا۔

---

[1] صدرالدین محمد بن اسحاق قونوی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے سوتیلے بیٹے اور ان کے نظریہ وحدت الوجود کے عظیم شارح تھے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کے قریبی مراسم تھے۔ آپ کی تصنیفات میں "تاویل سورۃ فاتحہ"، "مفتاح الغیب"، "نصوص"، "فکوک"، "شرح الحدیث"، "تبصرۃ المبتدی" اور "الفاوضات" مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۷۳ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ "محی الدین ابن عربی۔ حیات و آثار" مصنفہ ڈاکٹر محسن جہانگیری" اردو ترجمہ از احمد جاوید و سہیل عمر۔ لاہور طبع اول ۱۹۸۹ء، ص ۵۸۷۔۵۸۸۔

[2] پارہ ۱۱ یونس۔ ۳۶

پارہ ۵۔ النساء: ۸۷۔

ایک مستعد صاحب عزم طالب کے لئے یہ عظیم غیبی امر ہوتا ہے کہ وہ ابتداء ہی میں اپنی صلاحیتوں کو برباد کردے اور متابعت کی راہ سے سرکشی اختیار کرے۔ نظم:

خواہی طیراں بطور سینا
پیوست مکن بپور سینا

(اگر تو کوہ سینا پر پرواز کرنے کا خواہش مند ہے تو اپنے آپ کو ابن سینا[1] سے منسلک نہ کر)۔

دل در سخن محمدی بند
اے پور علی زبوعلی چند

(اپنے دل کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی سے پیوستہ کر۔ اے علی کے بیٹے کب تک بوعلی (ابن سینا) کے (بے اصل) خیالات میں محو رہے گا)۔

چوں دیدہ راہ بیں نداری
قائد قرشی بہ از بخاری

(جب تو راستہ دیکھنے والی آنکھوں سے محروم ہے (تو تیرے لیے) قرشی رہنما[2] بخاری سے بہتر ہے)۔

بہر حال ارباب ملل انبیاء علیہ السلام کے قدم بہ قدم چلتے ہیں اور رسولوں کی شریعتوں کے توسط سے غیب کا اقرار کرتے ہیں نیز انھوں نے اپنی عقل کو (ان احکامات کی) رسّی سے باندھ دیا ہے جن کے کرنے کا حکم ہے یا جن سے منع کیا گیا ہے۔ اب ان شریعتوں میں (ہمارے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی جو تمام شریعتوں کی ناسخ ہے، روئے زمین پر لاثانی ہے۔

اس امت کے محقق تین قسم کے ہیں (جن کی تفصیل یہ ہے)

صنفِ اول: ۔ یہ غیب پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ یہ لوگ ہر اس امر کی تصدیق کرتے ہیں جو نبیوں اور رسولوں پر حضرت ربوبیت کی جانب سے بتوسط روح القدس مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اور کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِمَا جَآءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَلٰى مُرَادِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اللہ

---

[1] ابن سینا۔ ابوعلی الحسین ابن عبداللہ، حکمائے اسلام میں "ابن سینا" کے نام سے معروف ہیں۔ ابن سینا، جامع العلوم، فلسفی، ریاضی داں، ماہر طبیب اور فلکی تھے۔ صفر ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان ۴۲۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں الشفا، النجات، الارشادات، الہدایہ اور القانون بے حد مشہور ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد اول صفحہ ۵۶۰۔ ۵۶۲

[2] یہ اشعار خاقانی کی مثنوی "تحفۃ العراقین" میں ہیں۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے میں تیسرے شعر کا دوسرا مصرع "قائل قرشی بہ از بخاری" نقل ہوا ہے جب کہ صحیح مصرع "قائد قرشی بہ از بخاری" ہے۔ اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے اور متن کی تصحیح کی گئی ہے۔

کے رسول کی مراد کے مطابق)۔ اس باب میں یہ اہل ایمان کسی قسم کی بحث اور مناظرے کو روا نہیں رکھتے نیز انھوں نے عقل کو اس کے لغو اور پست رویوں کے باعث برطرف کر کے سلامتی کی راہ اختیار کی ہے۔ وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ۔ فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ[۱] ۔(اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا، آؤ تیرے لیے امن و امان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے)۔

صنفِ دوئم :۔ اہل اعتبار اور صاحب نظر علما ہیں۔ (ذاتی) خواہش کی طرف ان کا میلان بہت کم ہوتا ہے اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ۔[۲] (ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے) ان لوگوں نے پوری تصدیق کے ساتھ کتاب و سنت کے ان اصولوں سے جن پر اجماع ہے، عقائد حقہ کو اخذ کیا ہے اور شریعت کی تفصیل میں موجوداتِ عالم پر پوری توجہ سے غور و فکر کر کے آیتِ پاک قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[۳] (آپ کہہ دیجیے کہ تم غور کرو اور دیکھو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں) کا حق ادا کیا ہے۔ معلومات کے ذریعے سے نامعلوم حقائق تک پہنچے ہیں نیز اپنے فکری سفر کو ایمان کے نور اور اعمالِ صالحہ کی قوت سے پرورش کیا ہے اور عالم یقین کی فضا میں متمکن ہوئے ہیں، یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ[۴] ۔(اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا)

صنفِ سوئم :۔ اصحابِ کشف اولیاء ہیں جنھوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ[۵] (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں) کی بزم میں یُحِبُّهُمْ[۶] (جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی) کی شراب نوش کی اور اس میں مست ہیں۔

رباعی:

ما ز خراباتِ عشق مست الست آمدیم
نام بلی چوں بریم چوں ہمہ مست آمدیم
پیش ز ما جانِ ما خورد شرابے ز عشق
ماہمہ زاں یک شراب دست پرست آمدیم

---

[۱] پارہ ۲۷۔ الواقعۃ ۹۰۔۹۱

[۲] پارہ ۲۸، الحشر۔ ۲۲

[۳] پارہ ۱۱، یونس ۱۰۱

[۴] پارہ ۲۸۔ المجادلۃ ۱۱

[۵] اشارہ ہے سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۲ کی طرف: "اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انھیں کے متعلق اقرار لیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں۔"

[۶] اشارہ ہے سورۃ المائدہ کی آیت ۵۴ کی طرف۔

ترجمہ: ہم عشق کے میخانے سے مست الست ہو کر آئے ہیں۔ بلیٰ کہتے ہی سب مدہوش ہو گئے۔

ہمارے وجود سے پہلے ہماری روح نے شرابِ عشق پی لی تھی۔ ہم سب اسی شراب کی مستی کے زیرِ اثر ہیں۔

جب ندائے اِهْبِطُوْا[1] (اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو) سنی تو اس تاریک آشیانے میں آ گئے اور بشریت کے قالب میں رہ کر ملا جلا لباس پہن لیا۔ شعر:

اظها بنت ابا العمى
و مناز لا بغر اقها ولم تقع[2]

ان عاشقانِ الٰہی نے ابتدا میں طویل زمانے تک ایمان بالغیب کی لوح کو پڑھا ہے اور مدتوں قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[3] (آپ فرما دیجئے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا) کی شاہراہ پر تقویٰ کے قدموں سے سفر کیا ہے۔ ایمان و تقویٰ کے صیقل سے آئینۂ دل کو ممکنات و کائنات اور اس کی تاریکیوں کے زنگ سے کلی طور پر پاک کیا ہے اور حق تعالیٰ کی تجلیات اور قِدَم[4] کے اشراقات کی قبولیت کے لائق ہوئے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ[5] (یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کا رب ان سے بوجہ ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچائے گا) پھر جمال کا ایک نگاہ بھر مشاہدہ کیا، واپس ہوئے تو ملکوت کے ساکنوں سے یہ ندا سنی سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ[6] (السلام علیکم تم مزے میں رہے سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ)۔ بیت

خاتم گم کردہ سلیماں بیافت
یوسف گم گشتہ بہ کنعاں رسید

ترجمہ: (الحمدللہ) حضرت سلیمان علیہ السلام کو گم کردہ انگوٹھی مل گئی، حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تھے پھر کنعان پہنچ گئے)

مطلع اول: ۔ یعنی اللہ پر ایمان لانا، یہ تین کواکب پر مشتمل ہے۔ کوکب اوّل ذات کی تعریف، کوکب دوم صفات کا

---

[1] اشارہ ہے سورۂ بقر کی آیت ۳۶ کی طرف، "اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو"۔

[2] یہ شعر الفاظ کے اعتبار سے نامکمل ہے۔ اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

[3] پارہ ۳، آل عمران ۔ ۳۱

[4] حق تعالیٰ کے وجود کا مخلوقات کے وجود پر مقدم ہونا قِدَم ہے اور مخلوقات کا اپنی ایجاد میں ایک موجد کا محتاج حدوث ہے۔ ملاحظہ فرمائیں "سرِ دلبراں" مصنفہ شاہ محمد ذوقیؒ کراچی طبع ثانی ۱۳۸۸ھ ص ۷۴۔

[5] پارہ ۱۱۔ سورہ یونس آیت ۹۔

[6] پارہ ۲۴۔ سورہ زمر آیت ۷۳

بیان، کوکب سوم افعال کا بیان وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ [1] (اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے)۔

(۱) کوکب اول: ذات کی تعریف

جان لیں کہ وجود تعالیٰ مطلقاً تمام موجودات کا قیوم ہے۔ اس کی ذات کی عزت وکبریائی میں نیستی (عدم) کا گزر نہیں ہے۔ وہ اللہ ایک ہے اور بے نیاز ہے۔ وہ تھا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ وہ ہوگا اور کوئی اس کے ساتھ نہیں ہوگا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ [2] (اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اس لیے کہ) سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ سوائے اس کی ذات کے)۔ بیت

با خدا غیر او محال بود
درو درباں و پاسباں ہمہ ہیچ

ترجمہ: خدا کے ساتھ اس کے غیر کا ہونا محال ہے (اس کی بارگاہِ عزت میں) دروازہ، دربان اور پہرے دار سب بے حقیقت ہیں۔

سُبْحَانَ الْمُتَجَلِّی مِنْ کُلِّ جِھَۃٍ وَالْمُتَجَلِّی من کُلِّ جُھۃ [3] (وہ اللہ پاک ہے۔ ظاہر ہونے والا ہر جانب سے اور ظاہر ہونے والا ہر سبب سے)۔ بیت

بے جہت چنداں کہ بینی پیش و پس
از ہمہ سُویش یکے بینی و بس

ترجمہ: (اے مخاطب) تو ذات الٰہی کا جتنا چاہے آگے پیچھے سے مشاہدہ کر لے، تجھے اس کی ذات ہر جانب سے ایک ہی نظر آئے گی)۔

پہلی کیفیت اس کے مرتبہ وحدت کے جلالِ غیب کی ہے جسے "حضرتِ ذات" کہتے ہیں کہ کسی مقرب ولی اور نبی مرسل کا وہاں گزر نہیں ہے، سُبْحَانَہٗ مَا قَدَرُو اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ یعنی اللہ پاک ہے۔ لوگوں نے جیسا کہ حق ہے اس کو نہ پہچانا، ہر ہستی جو حادث ومخلوق کے نام سے موسوم ہے خواہ عالم ہو یا جاہل، بلند مرتبہ ہو یا پست مرتبہ، ذات الٰہیہ کی حقیقت نہ

---

[1] پارہ ۲۱۔ الاحزاب آیت ۴

[2] پارہ ۲۰۔ القصص آیت ۸۸

[3] مطبوعہ نسخے میں غالباً سہوِ کتابت کے باعث دونوں جگہ "جہۃ" (تائے گرد) سے نقل ہوا ہے (سبحان المتجلی من کل جہۃ والمتجلی من کل جہۃ) اس طرح عبارت کا مفہوم مبہم ہو جاتا ہے۔ اس ابہام کو دور کرنے کے لیے احقر مترجم نے ایک مقام پر "جہت" (تائے دراز) سے اور دوسرے مقام پر "جہۃ" (تائے گرد) سے نقل کیا ہے۔ جہت کے معنی جانب ہیں اور جہۃ کے معنی سبب ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں غیاث اللغات۔

جاننے میں یکساں ہے، اَلخَلقُ کُلُّھُم حَمقٌ فِی ذَاتِ اللّٰہِ یعنی تمام مخلوق حق تعالیٰ کی معرفت کے باب میں نادان ہے۔ بیت

اے پدید آور جہاں کہ توئی
کہ شناسد ترا چناں کہ توئی

ترجمہ: (اے اللہ) تو کہ عالم کو پیدا کرنے والا ہے کسی کو معلوم نہیں کہ تیری ذات کی حقیقت کیا ہے۔

رضوان اللہ تعالیٰ علی الصدیق الاکبر **نعم ما ارشاد الیہ فی ھذا المشھد سبحان من لم یجعل فی خلقہ سبیلا الی معرفۃ الا بعجز معرفتہ** (اللہ تعالیٰ صدیق اکبر سے راضی ہو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے باب میں کیا خوب فرمایا "اللہ پاک ہے" اس نے مخلوق کو اپنی معرفت کی راہ نہ بجھائی سوائے اس کے کہ اپنے عجز معرفت کا علم حاصل ہو) (حقیقت یہ ہے کہ ذات الٰہیہ) مخلوق کے وہم و خیال اور عقل میں نہیں سما سکتی بلکہ ان تمام سے بیش و برتر اور مختلف ہے۔ فَتَعٰلَی اللّٰہُ المَلِکُ الحَقُّ[1] (سو اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے اور بڑا عالی شان ہے)۔ بیت

ہیچ دل را بکنہ او رہ نیست
عقل و جاں از کمالش آگہ نیست

ترجمہ: اس کی حقیقت تک کسی دل کی رسائی نہیں ہے، عقل و جاں اس کے کمال سے واقف نہیں ہیں۔

کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا، **مالمعرفۃ فقال وجود تعظیم فی باطنک یمنعک عن التشبیہ و التعطیل** یعنی معرفت کیا ہے؟ فرمایا تیرے باطن میں (اللہ تعالیٰ کی) تعظیم کا احساس ہونا کہ تجھے تشبیہ[2] تعطیل[3] سے منع کیا گیا ہے۔ نیز کہا گیا ہے کہ معرفت کی ایک حد تشبیہ کے ساتھ اور ایک حد تنزیہہ[4] کے ساتھ ہے۔ تنزیہہ کا کنارہ (اللہ تعالیٰ کے) اسم باطن میں ہے اور تشبیہ کا تعلق اسم ظاہر سے ہے۔ بیت

گر بگویم مشبہ باشم
ور نگویم ز دیں تہی باشم

---

[1] پارہ ۱۶، سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۴۔

[2] یہاں تشبیہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ خیال کرنا۔ اسلام نے اس عقیدے کو ماننے سے منع کیا ہے۔ مذہب حقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اس درجے میں اقرار کرنا کہ وہ مخلوق کی صفات کے مشابہ نہ ہو جائے۔ ملاحظہ فرمائیں "رسالہ قشیریہ" مصنفہ ابوالقاسم قشیری ترجمہ پیر محمد حسن اسلام آباد ۱۹۷۰ء ص ۳۳ مقدمہ۔

[3] تعطیل، اللہ تعالیٰ کی صفات کا بالکلیہ انکار کرنا۔ ملاحظہ فرمائیں، رسالہ قشیریہ، ترجمہ پیر محمد حسن ص ۳۳ مقدمہ۔

[4] تنزیہہ سے مراد ہے، ذات اللہ تعالیٰ کا صفات نقص یا صفات ممکنات سے پاک و منزہ ہونا۔ سر دلبراں ص ۱۱۸۔

ترجمہ: اگر (اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مانند) کہوں تو مشبہ[۱] کے گروہ میں شامل ہو جاؤں اور اگر صفات کا انکار کروں تو دین سے محروم ہو جاؤں گا۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ[۲] (سب مخلوق سے وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے وہی ظاہر ہے وہی مخفی ہے۔) بیت:

ز پنہانی ہویدا در ہویدا
ز پیدائی نہاں اندر نہاں ست

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پردۂ غیب سے عالم خارجی میں ظاہر ہے اور عالم خارجی سے عیاں ہونے کے باوجود نہاں ہے۔

(آیات مبارکہ) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ[۳] (اس کو تو کوئی نگاہ محیط نہیں ہے اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے) اور لَنْ تَرَانِي[۴] (تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے) کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسم "الباطن" سے ہے جو تنزیہ کے موافق ہے اور "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ"[۵] (بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے) اور رَاَيْتُ رَبِّيْ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ (میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا۔ الحدیث) کا تعلق اسم "الظاہر" سے ہے جو تشبیہ کے قبیل سے ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَنِ التَّشْبِيْهِ وَالتَّنْزِيْهِ، یعنی اللہ تشبیہ اور تنزیہ سے پاک ہے۔ بیت

چو پیدا و نہاں دانستی اورا
یقیں می داں نہ این ست و نہ آنست

ترجمہ: جب تو نے یہ جان لیا کہ وہ عیاں بھی ہے اور نہاں بھی (اب) یقین کر لے کہ وہ یہ بھی نہیں ہے اور وہ بھی نہیں ہے۔

اس کے باوجود وہ جس طرح چاہے اپنی عزت و عظمت کا مشاہدہ کراتا ہے اور اہل معرفت و ایمان اسے چشم سر سے دیکھتے ہیں و ههنا تسكب العبرات یعنی اس مقام پر پختہ ہو جاتا ہے اور شکوک مٹ جاتے ہیں۔ اکابرین میں سے ایک بزرگ کا قول ہے اِنَّ الرَّسُوْلَ صلی اللہ علیہ وسلم رَاٰى رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ قَصْرِ الْفِرْدَوْسِ یعنی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کو جنت کے ایک قصر میں دیکھا۔ رباعی:

---

[۱] مشبہ زندیقوں کا وہ گروہ ہے جو حق تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ خیال کرتا ہے اور وہ گروہ جو صفات کا قطعی انکار کرتا ہے۔ معطلہ کہلاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں رسالہ قشیریہ ترجمہ پیر محمد حسن ص ۴۳

[۲] پارہ ۲۷، سورہ الحدید آیت ۳

[۳] پارہ ۷ سورہ الانعام آیت ۱۰۳

[۴] پارہ ۹ الاعراف ۱۴۳

[۵] پارہ ۲۹، سورہ القیامہ آیت ۲۳

از عشق اگرت بدل در آید دیدن
معشوق ترا سہل نماید دیدن
زنہار بہ سایہ اش قناعت ی کن
چوں سایہ مپندار کہ شاید دیدن

ترجمہ: اگر تیرے دل میں جذبہ عشق کے باعث دیدار کی خواہش پیدا ہو تو تجھ پر محبوب کا دیدار سہل ہو سکتا ہے۔ لیکن خبردار محبوب کے سایے کو دیکھنے سے مطمئن نہ ہو جانا کیونکہ سایہ تو محض سایہ ہوتا ہے سایے پر اصل کا گمان کیسے ہو سکتا ہے۔

سُبحَانَ مَنْ عَلیٰ فِیْ دنوہ و دنافی علوّہٖ و بطن فی ظھورہٖ وظھرفی بطونہ یعنی پاک ہے وہ ذات جو بلند ہے اپنی نزدیکی میں اور نزدیک ہے اپنی بلندی میں اور مخفی ہے اپنے ظہور میں اور ظاہر ہے اپنی پوشیدگی میں۔ تمام اشیا اس کی محتاج ہیں۔ لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ[1] (کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے) اور یہ انتہائی عظمت کا مقام ہے (حتیٰ کہ) کاملین اور مقربین کو بھی یہ مجال و قوت نہیں کہ وہ اس مقام کے باب میں اس سے زیادہ گفتگو کر سکیں، اللہ تعالیٰ عظیم و یکتا ہے۔ شعر:

انچہ دل داند حدوث است انچہ لب گوید حروف
من زدل چوں دانمت یا از زبان چوں خوانمت

ترجمہ: جسے دل جان لے وہ مخلوق ہے جسے لب ادا کریں وہ حروف ہیں میرا دل تجھے کس طرح جانے یا زبان تیرے بارے میں کیا کہے۔ (تیرا وجود پاک ان سب سے ماورئی ہے)۔

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ۚ وَ سَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۚ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ[2]

آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے۔ جو (یہ کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(۲) کوکب دوم: صفات کا بیان

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے، جان لیں کہ خدائے مہربان کامل صفات اور اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے، وَلِلّٰهِ

---

[1] پارہ ۲۵، سورۂ الشوریٰ آیت ۱۱

[2] پارہ ۲۳، الصفّٰت ۱۸۰

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی [1] (اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں) اگرچہ مخلوق کے لیے بھی ذات وصفات کے لفظ استعمال ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں لفظ کسی درجے میں اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کے مترادف ومماثل نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالٰی کی ذات وصفات پاک مخلوق کی صفات وذات نہیں ہوتی [2]۔ مشائخ میں سے کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ توحید کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالٰی کی ذات کا بغیر تشبیہ اقرار کرنا اور اس کی صفات کا انکار نہ کرنا۔ معرفت کے ارکان میں سے سب سے پہلے اللہ تعالٰی کی صفاتِ جمالیہ وجلالیہ کا اقرار واجب ہے جس کی شہادت کاملین انبیاء ورسل کا ذوق ثبوت کے ساتھ دیتا ہے۔

اللہ تعالٰی حی ہے۔ وہ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی احدیت کی عظمت میں زوال وفنا کا گزر نہیں ہے۔ وہ عالم (جاننے والا) ہے جو کچھ تھا، جو کچھ ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا ان کا کلی اور جزوی اجمال وتفصیل حق تعالٰی کے علم قدیم میں یکساں ہے۔ اس کے مرتبہ علم میں ماضی وحال اور مستقبل ایک جیسے ہیں، وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ط [3] (اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیا کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالٰی کے) جو کچھ تھا جو کچھ ہوگا اور جو نہ ہوگا، ان کا ارادہ کرنے والا اللہ تعالٰی ہے۔ ایمان اور کفر اس کے ارادے اور قضا کے تحت ہیں، اس کی قضا بھی ارادہ ہے [4]۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ [5] (اور اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں) اگرچہ اللہ تعالٰی بندوں کے کفر کرنے اور گناہوں میں ملوث ہونے کو پسند نہیں کرتا وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ [6] (اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا) ارادہ غیر رضائی ہے اور معرفت کی مشکلات میں سے ہے۔ اس کا بھرپور انکشاف رازِ قدرت کے منکشف ہونے پر موقوف ہے اور ہر شخص کو یہ دسترس نہیں ہے کہ وہ رازِ قدرت کے جمال کا ادراک کر سکے۔ بیت

هیزم دیگے کہ باشد شہپر روح الامیں
خانۂ اربابِ شیطاں را دراں مطبخ چہ کار

ترجمہ: جس دیگ کے لیے روح الامین کے شہپر کا ایندھن درکار ہو، اس پکوان سے اربابِ شیطان کے طعام خانے کا کیا تعلق ہے۔

(بہرحال) جن لوگوں کو دریائے تقدیر کے بھنور سے نکالا گیا، انھیں تقدیر کے راز ظاہر کرنے سے روک دیا گیا کہ القدر سرّ فلا تفشوهُ یعنی تقدیر رازِ الٰہی ہے اسے افشا نہ کرو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمام امور اللہ تعالٰی کے ارادے اور مشیت سے ظہور میں آتے ہیں۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ [7] (اور تم بدون اللہ تعالٰی کے چاہے کچھ نہیں کر سکتے)

---

[1] پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۸۰

[2] یہاں مطبوعہ نسخے کی عبارت میں ابہام ہے۔ احقر مترجم نے حتی الامکان عبارت کے مفہوم کی ترجمانی کی ہے۔

[3] پارہ ۷ الانعام آیت ۵۹

[4] یہ ترجمہ خطی نسخے کے مطابق ہے

[5] پارہ ۱۳، الرعد آیت ۴۱

[6] پارہ ۲۳، الزمر آیت ۷۔

[7] پارہ ۳۰، التکویر آیت ۲۹

مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَاءَ لَمْ یَکُنْ یعنی جو کچھ خدا چاہے وہی ظہور میں آئے گا اور جو نہ چاہے وہ ظہور میں نہ آئے گا۔ شعر:

وما شئت کان وان لم یشاء
وما شئت ان لم یکن

ترجمہ: (اے اللہ) جو بات تو چاہے وہ ہوگی اگرچہ ہم نہ چاہیں اور جو بات تو چاہے کہ نہ ہو وہ نہ ہوگی۔

وہ ایسا صاحب قدرت ہے کہ نابود اور لاشے سے (اشیاء) پیدا کرتا ہے۔ یہ امر اللہ تعالیٰ کے جلالِ قدرت سے خاص ہے۔ **لا شریک لہ فی ذالک سبحان الملک الحیّ القادر هل من خالق غیر اللّٰہ** یعنی اس امر میں کوئی شریک نہیں۔ پاک ہے، بادشاہ ہے، زندہ ہے، قادر ہے کیا سوائے خدا کے کوئی اور خالق ہے۔ آسمان و زمین، عرش و کرسی، جن و انس (بلکہ) کائناتِ عالم کے تمام ذرّات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے وجود میں آئے ہیں اور اگر وہ چاہے تو ایک لمحے میں ان سب کو ان کی اصل تک جو محض عدم ہے پہنچا دے اور از سر نو (اسی طرح کی) دوسری مخلوق پیدا فرمائے۔ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ [۱] (پس اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ مشکل نہیں) وہ سننے والا ہے، اندھیری رات میں زمین کے سات درجوں کے نیچے بندوں کے دلوں کی دھڑکن سن لیتا ہے۔ وہ دیکھنے والا ہے۔ کعبہ ہو یا گرجا، مسجد ہو یا میخانے سب مقامات پر اطاعت گزاروں کی اطاعتیں اور عاصیوں کے گناہوں کو دیکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ [۲] (بے شک اللہ تعالیٰ آسمان و زمین میں مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے) کلام کرنے والا ہے۔ فرشتے، نبی اور ولی (اس سے) کلام کرتے ہیں۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا [۳] (اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا) توریت، انجیل، زبور اور قرآن سب اسی کا کلام ہے، جب تک (کلامِ الٰہی) دل پر نازل ہو کر نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰى قَلْبِكَ [۴] (اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر) حرف و آواز سے پاک ہوتا ہے۔ جب روح القدس کے القا کرنے اور تعین پانے سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مظاہر میں سے کسی مظہر میں پہنچتا ہے تو حرف و آواز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت کے ذوق کا کمال سوائے ادّبنی ربّی (مجھے میرے رب نے ادب سکھایا) کے مکتب کے کہیں حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ (اس کے لیے) ایسی پاک روح چاہیے جو نورِ احدیت [۵] سے بینا ہو چکی ہو اور بے بصری و جہالت سے رہائی پا چکی ہو تا کہ قرآنِ عظیم کے عجیب اسرار اور نادر نشانیوں کو

---

[۱] پارہ ۱۳، ابراہیم ۱۹۔۲۰

[۲] پارہ ۲۶، الحجرات ۱۸

[۳] پارہ ۶، نساء ۱۶۴

[۴] پارہ ۱۹، الشعراء ۱۹۴

[۵] احدیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات محض جو اپنی کنہ اور حقیقت کے لحاظ سے نامعلوم اور ناقابل علم ہے۔

جان سکے نیز نفس اور حروف و کلمات کے پردوں کو ہٹا سکے۔ بیت:

عروسِ حجلہ و قرآں نقاب آنکہ براندازد
کہ دار لملکِ ایماں را مجرد یابد از غوغا
عجب نبود کہ از قرآں نصیبت نیست جز نقشے
کہ از خورشید جز گرمی نہ یابد چشم نا بینا

ترجمہ: قرآن کے حجلے کی دلہن کا نقاب وہی شخص الٹ سکتا ہے جو ایمان کے پایۂ تخت کو تنہا بہادری سے حاصل کرے۔ اگر تیرے نصیب میں قرآن حکیم سے سوائے نشان کے کوئی حصہ نہیں ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ آفتاب سے اندھی آنکھوں کو سوائے حرارت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں (یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلام اللہ) دلوں میں محفوظ ہے، زبان سے پڑھا جاتا ہے اور صحیفوں میں لکھا ہوا ہے (لیکن) تحریر اور صورت، حرف اور آواز حادث ہیں جبکہ (لوح محفوظ پر) تحریر ہونا اور پڑھا جانا (فی نفسہٖ) قدیم ہے۔ وَاِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ[۱] (اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبے کی اور حکمت بھری کتاب ہے)۔ بیت:

کتابِ حقائق ندارد نہایت
نہ صوتے درو ہست پیدا نہ آیت

ترجمہ: کتابِ حقائق (قرآن عظیم) کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ نہ اس میں آواز ہے اور نہ آیت ظاہر ہوتی ہے۔

اب تمام قرآن جبرئیل امین کے توسط سے نشر ہونے والا حرف ہے جو روایت کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ[۲] (اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے، اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جائیں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں) سچ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ جل جلالہٗ کے نام اور صفتیں کسی محدود دائرے میں نہیں سما سکتے۔ ان کی تفصیل سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا آگاہ ہونا محال ہے (البتہ) ان میں سے بعض اسما وصفات ایسے ہیں جنہیں صاحبانِ عقل بارگاہِ ربوبیت سے اس دنیا میں اور بعض آخرت میں سیکھتے ہیں اور بعض نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں جان سکتے ہیں، بعضے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ غیب میں خاص کیا ہے بہر حال ان سب کا خلاصہ اجمالی طور پر یہ ہے کہ نگاہِ عقل میں جو نورِ ایمان کے سرمے سے منور ہوئی ہے، تمام اسما و صفات چار اقسام پر مشتمل ہیں۔ اثباتی، منفی، اضافی اور خبری، تاہم دنیا کی پیدائش سے متعلق سالکوں کو جس قدر (اسما وصفات) کی معرفت ضروری

---

[۱] پارہ ۲۵، الزخرف ۴

[۲] پارہ ۲۱، سورۂ لقمٰن آیت ۲۷۔

ہے، اسے مختصر طور پر سورۂ حشر کے آخر میں بیان فرمایا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔[1]

(وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود (بننے کے لائق) نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا، وہی بڑا مہربان رحم والا ہے۔ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے، سالم ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے۔ زبردست ہے، خرابی کا درست کر دینے والا ہے، بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ (جس کی شان یہ ہے) لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہ معبود برحق ہے، پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے، وہ صورت بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں، سب چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے)۔

(اسی ضمن میں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ملک محمود جو فقیر کے بہت مخلص مریدوں میں سے تھا اور موضع اودھ پرگنہ سرور پور کا زمیندار تھا، امیر شیخا توچمن زمیندار موضع سکرہ کے ساتھ فقیر کے پاس آیا اور ایمان سے متعلق عقائد کے بارے میں سوالات کیے۔ ان کو ہدایت کی گئی کہ اگر تم کلی عقائد اور حقیقی فوائد کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو تمہیں کتاب "مطلع الایمان" کا جو حضرت شیخ صدرالدین قونوی سے منسوب ہے مطالعہ کرنا چاہئے، چنانچہ اس وقت سے یہ دونوں شخص مذکورہ کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ اس علاقے کے مریدوں میں سے جس قدر کامل اور سچا عقیدہ ملک محمود کا تھا کم ہی کسی اور کے حصے میں آیا ہوگا۔ روضہ روحاباد کی درستی اور دیگر کاموں کی تکمیل ان ملک محمود سے منسوب ہے۔ اپنے اصحاب سے متعلق قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دس منتخب افراد کو وحدت آباد کا اہم کام سپرد کیا گیا ان میں سے ایک ملک محمود ہیں۔

(۳) کوکب سوم: افعال کا بیان

ملک محمود کے ذکر کے بعد قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سورۂ حشر کی مذکورہ بالا آیات اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم ذات پر استدلال کیا ہے، اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ[2] (بلاشبہ

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، آیات ۲۲ تا ۲۴

[2] پارہ ۲، سورۃ بقرۃ، آیت ۱۶۴

آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں) یہ آیت اور اس کی مثل دیگر آیات (نازل) فرمائی ہیں، لیکن عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان جو عالم واسطہ ہے اسے عالمِ مثال کہتے ہیں اور شریعت میں اس کو برزخ کہتے ہیں۔ اہل بصیرت علماء اور صاحبِ کشف حضرات ملائکہ، انبیاء اور اولیا کی روحوں کو بصورت شخص اسی عالم (برزخ) میں دیکھتے ہیں۔ اس عالم کے عجائبات اور حیران کن باتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے، لیکن افعال الٰہی کا سب سے زیادہ عجیب و غریب، بزرگ اور مکمل شاہکار انسان ہے۔ انسان تمام عوالم کا مرکّب ہے، جو خصوصیات دونوں جہانوں میں ثابت ہیں سب اس میں جمع کر دی گئی ہیں۔ وہ (اس دنیا میں) اللہ تعالیٰ کا نائب اور الوہیت کا سایہ ہے۔ انسان ہی موجوداتِ عالم کا خلاصہ اور جوہر ہے۔ جو کچھ (کائنات میں) پیدا کیا گیا ہے اس کے مرتبے کی تکمیل کے لیے پیدا کیا گیا ہے، یاداؤُدَ اِنِّي خَلَقتُ مُحَمَّدًا لِاَجلِي وَ خَلَقتُ وَلَدَ آدَمَ لِاَجلِ مُحَمَّد، وَ خَلَقتُ مَا خَلَقتُ لِاَجلِ وَلَدِ آدَمَ. فَمَنِ اشتَغَلَ بِي سَتَرتُ مَا خَلَقتُهُ لِاَجلِه وَ مَنِ اشتَغَلَ بِمَا خَلَقتُ لِاَجلِه حَجَبتُه عَنِّی ، یعنی اے داؤد میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے لیے پیدا کیا اور اولاد آدم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے پیدا کیا اور اولاد آدم کے لیے پیدا کیا جو کچھ پیدا کیا۔ پس جو شخص میری یاد میں مشغول ہوا میں اس کے لیے اس چیز کو روا نہیں رکھتا جو میں نے اس کے لیے پیدا کی ہے اور جو شخص اس چیز پر متوجہ ہوا جو میں نے اس کے لیے پیدا کی ہے تو میں اپنی ذات کو اس سے چھپا لیتا ہوں[1]۔ شعر:

ترا از دو گیتی بر آوردہ اند
بچندیں میانجی پروردہ اند
نخستین فطرت پسین شمار (کذا)[2]
توئی خویشتن را بیازی مدار

ترجمہ: تجھ کو دونوں عالم سے (منتخب کرکے) پیدا کیا ہے۔ بہت سے سامان سے تیری پرورش کی ہے تو برتر ہے اور فطرت کم تر ہے۔ اپنے آپ کو (دنیا کے) کھیل میں مبتلا نہ کر۔

جب انسان اپنی تکمیل کر لیتا ہے تو اپنے عالم کی جانب متوجہ ہوتا ہے (حتیٰ کہ) آسمان عبور کر جاتا ہے۔ اس مقام پر

---

[1] اس عبارت کے اعتبار سے مخلوق کے تین زمرے ہوئے۔ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اللہ نے اپنے لیے پیدا کیا دوسرے اولاد آدم جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیدا فرمایا' تیسرے وہ اشیا جو اولاد آدم کے لیے پیدا کی گئیں یہی تیسری مخلوق سے مراد ہے کہ یاد الٰہی کے شغل میں تیسری مخلوق (حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ) کی طرف متوجہ ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ یاد الٰہی میں اخلاص پر اصرار کیا گیا ہے۔ اختر مترجم۔

[2] مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ سہو کتابت کے باعث مصرع مذکور بے وزن ہو گیا ہے اور مفہوم بھی کچھ نہیں نکلا۔ اختر مترجم نے یہاں ترجمانی پر اکتفا کیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ جَھَنَّمَ مِن فَضلِ رَحمَتِہٖ سَوطاً یَسُوقُ بِہٖ عِبَادِہٖ اِلَی الجَنَّۃِ (بے شک خدا نے اپنے فضل رحمت سے دوزخ کو پیدا کیا صرف ایک مدت کے لیے تا کہ اپنے بندوں کو جنت کی طرف لے جائے) کیا ہے اور سَیَاْتِی عَلیٰ جَھَنَّمِ زَمَانٌ یَنبُتُ فِی قَعرِھَا الجَرجِیرِ (قریب ہے کہ دوزخ پر وہ زمانہ آئے گا کہ اس کی تہہ میں ساگ اُگ آئے گا) کیا راز ہے؟ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فرماتے ہیں کہ اَلخَیرُ کُلُّہٗ فِی یَدَیکَ وَ الشَّرُّ لَیسَ اِلَیکَ (اے اللہ بھلائی تیرے دستِ قدرت میں ہے اور برائی تیری طرف سے نہیں ہے) حالانکہ لَا فَاعِلَا اِلَّا اللّٰہُ یعنی اللہ کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے تحقیق شدہ امر ہے۔ شعر:

غضب الکریم و ان تا حج نار
کدخان قدر لیس فیہ سواد

ترجمہ: اگرچہ کریم کا غضب جوش میں آتا ہے لیکن اس کی آگ دیگ کی بھاپ کے مانند ہوتی ہے جس میں سیاہی نہیں ہوتی۔

اس روز جسم روحوں میں گم ہو جائیں گے جس طرح موجودہ زندگی میں روحیں جسموں میں گم ہیں۔ یَومَ نَطوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلکُتُبِ کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلقٍ نُّعِیدُہٗ وَعدًا عَلَینَا اِنَّا کُنَّا فٰعِلِینَ[1] (اور وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے، جس روز ہم (نفخہ اولیٰ کے وقت) آسمانوں کو اس طرح سے لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے اور ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرتے وقت ہر چیز کی ابتدا کی تھی اسی طرح آسانی سے اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے) اس مسئلے کی مکمل تشریح رازِ قدرت کے منکشف ہونے اور امورِ الٰہی کی غایت کو جاننے کی مقتضی ہے اور اِنَّ اللّٰہَ کَرِہَ لَکُمُ البَیَانَاتِ کُلُّ بیّنات (بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے حق میں تمام بینات کو بیان کرنا پسند نہیں فرماتا) اگرچہ دیدۂ بینا رکھنے والوں کو یہ حقیقت قرآن میں آفتاب سے زیادہ روشن نظر آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جو دوسروں سے چھپائی گئی ہو، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کتاب (کے حقائق) کے ادراک کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ (اس مسئلے کی) اصل تشریح اور حقیقی مقصد کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، لیکن: شعر:

مرد باید کہ بوئے داند برد[2]
ورنہ عالم پر از نسیم صباست

ترجمہ: اہلِ ہمت کے لیے ضروری ہے کہ خوشبو کو جانے اور اسے پھیلائے ورنہ عالم تو نسیم صبا سے معمور ہی ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷، الانبیاء ۱۰۴۔

[2] غالباً مطبوعہ نسخے میں مصرع اولیٰ سہو کتابت کے باعث صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے۔ بہر حال قریب ترین مفہوم میں شعر کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] (یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں) (علاوہ ازیں ایک کہاوت ہے) کہ اِرجِع اِلیٰ مَا کُنتَ یَصدده یعنی ہم ہر اس چیز کی جانب رجوع کرتے ہیں جس کے ہم درپے تھے (حاصل کلام یہ ہے کہ) انسان اور اس کے افعال، حرکات خیالات نیز اس کے ظاہری و باطنی اقدام سب ارادۂ الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں۔ یہ سب کچھ دم بہ دم اللہ تعالیٰ کی قدرت سابق و لاحق کے مطابق رو بہ عمل رہتا ہے۔ بیت:

کار اگرچہ بمن است ولے بے من نیست
فاعل جان است و فعلِ او بے تن نیست

ترجمہ: کام اگرچہ مجھ سے متعلق ہے لیکن بغیر میرے انجام نہیں پاتا۔ (بے شک) روح فاعل ہے لیکن اس کے فعل کے لیے جسم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ[2] (ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا) اور مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ[3] (کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمھاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔ یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔) ان آیات سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ سابق کی جانب اشارہ ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ[4] (حالانکہ تم کو اور تمھاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا) اور هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ[5] (کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے) یہ آیات حق تعالیٰ کی قدرتِ لاحق سے عبارت ہیں، جو وہ ساعت بہ ساعت ایجاد کرتا ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ[6] (وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے) لیکن محض اس بناء پر کہ انسان افعال الٰہی کا ذریعہ ہے اس لیے بطور مجاز فعل کو اس سے منسوب کر دیتے ہیں وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی[7] (آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی)۔ (اس میں شک نہیں کہ) فعل انسان سے صادر ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت وہ اس کا فاعل نہیں ہے۔ (مثال کے طور پر) اگر یہ کہا جائے کہ یہ سطر کاغذ پر تو نے تحریر کی ہے تو یہ کہنا درست ہے اور اگر یہ کہیں کہ یہ تحریر قلم سے صادر ہوئی ہے تو بھی درست ہے لیکن یہ دونوں قول دو مختلف جہت رکھتے ہیں۔ درحقیقت یہاں جبر و قدر کے دریا کی موجوں کا تلاطم ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ لَا یَنْجُوْ امن صدمانه اِلَّا لاکمل وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یعنی اس کی مصیبتوں سے سوائے کاملین اور علم میں راسخ بندوں کے نجات نہیں پاتے ہیں۔ قدر پر ایمان واجب ہے اور ذات کا مشاہدہ

---

[1] سورہ البقرہ آیت ۱۶۴ یا سورہ آل عمران ۱۹۱ کے ابتدائی کلمات ہیں۔ دونوں آیات میں یہی ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اہل عقل کے لئے حقیقت آموز ہیں۔

[2] پارہ ۲۷، القمر ۴۹

[3] پارہ ۲۷، الحدید ۲۲

[4] پارہ ۲۳ الصافات ۹۶

[5] پارہ ۲۲ فاطر ۳

[6] پارہ ۲۷، الرحمٰن ۲۹

[7] پارہ ۹، الانفال ۱۷

اور اپنے قصور کا اعتراف تقاضائے ادب ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی پناہ کے اس کی نافرمانی سے واپسی نہیں ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے اطاعت گزاری کی قوت حاصل نہیں ہے سب کچھ اس کے ارادے اور اندازے سے ہوتا ہے مدد کی درخواست اللہ تعالیٰ سے ہے، اسی سے اس کی پناہ تلاش کرتا ہے اسی کی ذات پر توکل ہے۔ جو بات اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی وہ حکمت والا، عادل اور لطیف و خبیر ہے۔

مطلع دوم: یعنی اصلِ دوم کے حقائق کی تفصیل جو نبوت پر ایمان لانے سے متعلق ہے اس کے دو کوکب ہیں۔

کوکبِ اوّل: نبوت کی صنف، خصوصیت، عجائب اور مقدماتِ احکام سے متعلق امور کا بیان

اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے عجیب اسرار (کے مشاہدے) کی راہ دکھا دے اور اپنے نادر انوار و جذب کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خوب جان لیں کہ آدمی کی (متعدد) انواع ہیں۔ ہر نوع میں ایک خاص (اور محدود) ادراک ہوتا ہے (اس ادراک کی کیفیت یہ ہے) کہ اپنے سے برتر نوع کے مدرکات اس کے لیے غیب کا درجہ رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کے لیے شیر خوار بچے کے مدرکات غیب کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ طفلِ شیر خوار کی نوع پیٹ کے بچے کے لیے ماورائے عقل ہے، اسی طرح صاحبِ تمیز نوع کو طفلِ شیر خوار سے وہی نسبت حاصل ہوگی جو طفلِ شیر خوار کو پیٹ میں پرورش پانے والے بچے سے ہے۔ (یہی حال آدمی کی تمام انواع کا ہے کہ) عاقل کی نوع صاحبِ تمیز سے بالاتر ہے، ولایت کی نوع عقل کی نوع سے بالاتر ہے اور نوعِ نبوت نوعِ ولایت سے ماورا ہے۔ **فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْم** یعنی: ہر ذی علم سے بالاتر ذی علم موجود ہے۔

اب جان لیں کہ پیٹ کے بچے کے لیے محال ہے کہ وہ طفلِ شیر خوار کے مدرکات کا شمہ برابر بھی ادراک کر سکے کیونکہ وہ (رحم کی) جھلی کے عجائب خانے میں مقید ہے اور اس عالم کی فضا تک اس کی رسائی نہیں ہے۔ اسی پر دیگر انواع کو قیاس کریں۔ جو ہستی انواعِ انسانی کی کسی نوع میں قرار پکڑے ہوئے ہے وہ اپنی نوع سے بالاتر نوع کے مدرکات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، جیسے مجھے جو وہم و خیال اور اس کی تنگی کی نوع میں تقلید کی زنجیر سے جکڑے ہوئے ہیں وہ نوعِ عقل کے مدرکات کو کسی بھی درجے میں ادراک نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر وہ وہم خیال سے چھٹکارا حاصل کر کے عالمِ عقل کی فضا کا مشاہدہ کر سکیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ وہ کس مقام پر آ گئے ہیں: شعر:

بوقت صبح بود ہمچو روز معلومت
کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

ترجمہ: صبح کے وقت تجھے روزِ روشن کی مانند عیاں ہو جائے کہ تو نے تاریک رات میں کس سے عشق کیا۔

یہی معاملہ عقل کا ہے کہ (اہلِ عقل) نوعِ عقل کے معتکف ہیں۔ نوعِ ولایت سے ان کو ویسی ہی نسبت ہے جیسی

مجسوں کو نوعِ عقل سے ہے۔ نوعِ ولایت کے خاص مدرکات ہیں کہ اہلِ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ عالمِ عقل و وہم میں ان مدرکات سے متعلق سوائے تشبیہ اور مثال کے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ[1] (اور ان قرآنی مثالوں کو ہم لوگوں کے سمجھنے کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں)۔ فرد:

معانیست آنجا کہ در وہم ناید
و زد فہم ملکند خرد جز حکایت

ترجمہ: اس مقام پر ایسے حقائق ہیں جو وہم میں بھی نہیں سما سکتے، ان سے عقل سوائے تمثیل کے کچھ نہیں سمجھ سکتی۔

ہر نوع کے لیے ضروری ہے کہ جو نوع اس کی نوع سے ماورا ہے ایمان بالغیب کو نقدِ وقت بنائے ورنہ برتر نوع سے تعلق پیدا کرنا ممکن نہ ہوگا۔ ایمان بالغیب کے وظائف میں سے ایک یہ ہے کہ برتر نوع کے بارے میں قطعی طور پر قیاس سے فیصلہ نہ کرے اور رنگوں کے ادراک کے تعلق سے اپنے آپ کو مادر زاد اندھے کی مانند خیال کرے کیونکہ بینائی کی قوت حاصل ہونے سے پہلے مادر زاد اندھا اپنے قیاس سے رنگوں' خوشبوؤں اور آوازوں پر حکم لگائے گا تو یہ قیاس قطعی طور غلط ہوگا۔ فرد:

داند اکمہ کہ مادرے دارد
لیک چونی بوہم در نارد

ترجمہ: اندھا جانتا ہے کہ اس کی ماں ہے لیکن کیسی ہے وہ اپنے وہم میں نہیں لا سکتا۔

جب تک آدمی مادرِ طبیعت کے پیٹ سے چھٹکارا نہیں پاتا اور حجرِ بشریت سے اپنا ہاتھ چھڑا نہیں لیتا نیز (کوشش کر کے) عالمِ ملکوت میں قدم نہیں رکھتا وہ اس نوع کی حقیقت کو جو اس کی عقل سے ماورا ہے (تحقیقی) ذوق اور مشاہدے کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا۔ الا ان یومن بالغیب واذا انتم اجنة فی بطون امھتکم فلا تزکوا انفسکم (مگر یہ کہ تم جس وقت اپنی ماؤں کے پیٹ میں تھے غیب پر ایمان لائے پس اپنے نفسوں کو پاک نہ کہو)۔ بیت:

دلا تا کے دریں زندانِ فریب ایں و آں بینی
یکے زیں چاہِ ظلمانی بروں شو تا جہاں بینی

ترجمہ: اے دل تو کب تک ایں و آں کے زندانِ فریب کو دیکھتا رہے گا، ایک بار (جست کر کے) اس اندھیرے کنوئیں سے باہر آ تا کہ حقائقِ عالم کا مشاہدہ کر سکے۔

اس لطیفے میں جو کچھ ہے "مطلع الایمان" سے ماخوذ ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ تھا، اس لیے بیان کیا گیا کہ عقلا کی انتہا اولیاء کی ابتدا ہے اور اولیاء کی انتہا انبیاء کی ابتدا ہے ان پر سلامتی ہو۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ[2] (اور اللہ

---

[1] پارہ ۲۰، العنکبوت ۴۳

[2] پارہ ۱۴، النحل ۷۱

تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے) حدیث میں ہے کہ فرشتے جانتے ہیں کہ نعمت کے دو درجے کیا ہیں چنانچہ اس روایت میں جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ علما کا درجہ مومنین کے درجے سے بالاتر ہے، ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے، اسی حدیث کی نشان دہی کرتی ہے۔ اب ہر عاشق معشوق کی معیت میں ہوتا ہے اس کے بعد عاشق میں معشوق کی سیر ہوتی ہے۔

خلیلی قطاع انصافی الی الحمی
کثیر و اماالواصلون قلیل

ترجمہ: اے میرے دوست صحراؤں سے چراگاہوں تک قطع کرنے والے بہت ہیں لیکن جوڑنے والے بہت کم ہیں۔

نوعِ نبوت کے حیرت انگیز مدرکات اور ان کی تفصیل انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا، لیکن ان میں سے بعض (حقائق) جو نوعِ عقل اور نوعِ ولایت کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں، ان کا ایک شمۂ عقل اور علم کی ترجمانی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام بشری تعلیم و تعلّم کے بغیر ابتدا اور آخرت کی مکمل تفصیلات افقِ غیب سے حاصل کرتے ہیں اور اس ضابطۂ کلی کی جس سے دنیا کا نظام قائم ہے تعلیم دیتے ہیں۔ جو کچھ لوگوں کو خواب میں غیب کے ادراک سے متعلق مثالی صورت میں نظر آتا ہے اسے واضح طور پر بیداری میں دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو قدرت دیتا ہے کہ اگر وہ چاہیں کہ آسمانی و زمینی جسموں میں تصرف کریں تو اللہ کے حکم سے کر سکتے ہیں۔ ہر عمل جو دنیا میں آدمی سے صادر ہوتا ہے اس کے بارے میں انھیں علم ہوتا ہے کہ برزخ، قیامت اور آخرت میں اس کا کیا نتیجہ نکلے گا (انبیاء علیہم السلام) قطعی طور پر تحقیق کے ساتھ اعمال کے ثواب اور عذاب کی مقدار کو جانتے ہیں علاوہ ازیں روح القدس کے توسط اور پیغام رسانی کی بنا پر لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ انسانی روحوں کی ہدایت اور نفسِ بشری کی تکمیل کے لیے ان کو ابدی نیک بختی کی بشارت دیتے ہیں اور ہمیشہ کی بدبختی سے ڈراتے ہیں۔ وَمَانُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ[1] (اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرا دیں)۔

کوکب دوم: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بیان میں

(یہاں) نبوت کے راز کی جانب ایک اشارہ (کیا جاتا ہے)۔

جس طرح انواعِ انسانی (کے کمالات) کی انتہا نبوت ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذوق تمام انبیا و رسل کے اذواق کا منتہا ہے۔ آپ ﷺ مخلوق میں سب سے اکمل اور افضل ہیں۔ قیامت کے روز جب تمام کاملین میدان حشر میں حاضر ہوں گے آپ ﷺ ہی رسولوں کے سردار اور اولین و آخرین کا انتخاب ہوں گے بلند درجات میں فردوس

---

[1] پارہ ۷۔ سورۃ الانعام، آیت ۴۸

اعلیٰ ایسی زینت ہے کہ اس سے عظیم تر کوئی زینت نہیں ہے اسے "مقام محمود" کہتے ہیں، وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[1] (اور کسی قدر رات کے حصے میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجیے جو آپ کے لیے زائد چیز ہے۔ امید ہے کہ آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو مقام محمود میں جگہ دے گا) وہ مقام سوائے ایک ہستی کے کسی کے لائق نہیں ہے صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی کے لیے مخصوص ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور آپ ﷺ کا دین تمام ادیان سے اکمل ہے۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء اور بلند مرتبہ سادات کے بزرگ ہیں، آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا[2] (محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔) نظم:

تا شبے نیست صبحِ ہستی زاد
آفتابے چنیں ندارد یاد
ہر کہ چوں خاک نیست بردر او
گر فرشتہ است خاک بر سرِ او

ترجمہ: (جس رات کی صبح آپ صلی اللہ علیہ سلم کی ولادت باسعادت ہوئی) آج تک ایسی صبح زندگی پیدا کرنے والی رات وجود میں نہیں آئی نہ آفتاب کو کوئی ایسی رات یاد ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کے در مبارک کی خاک نہ ہوا، اگر وہ فرشتہ ہے تو اس کے سر پر خاک۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ حق کے ساتھ مخلوق کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا، روشن چراغ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کردی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کامل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا اظہار نادانی اور سرکشی ہے کیونکہ کمال پر زیادتی نقصان ہے۔

مطلع سوم: آخرت کے دن پر ایمان لانا ہے۔ یہ اس دن کے حقائق سے متعلق دو کوکبوں پر مشتمل ہے۔

کوکب اوّل:۔ انسان کی (موجودہ) صورت کے فنا ہونے کے بعد اس کی دائمی زندگی پر ایمان لانے سے متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحوں کو بقائے ابدی اور حیاتِ سرمدی کے لیے پیدا فرمایا ہے یہ دنیا تو اس منزل کی رہ گزر ہے۔ بیت:

راہیست ترا پیش کہ می باید رفت
زاں جا اگرت مراد بر ناید رفت

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹ [2] پارہ ۲۲، الاحزاب ۴۰

تن آلتِ تست تا بجائے بری
تو آلتِ تن شدی کجا شاید رفت

ترجمہ: تجھ کو ایک راہ طے کرنی ہے چلتا چلا جا، اگر وہاں سے مراد بر نہ آوے تب بھی چلتا رہ جسم تیرے لیے ایک ذریعہ ہے تاکہ تو منزل پر پہنچ سکے، اگر تو جسم کا ذریعہ بن گیا تو منزل پر کس طرح پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ کی وحی، انبیاء علیہ السلام کی شہادت، اولیا کے مشاہدات، علما اور حکما کے غور و فکر کے مطابق ان کو ناپیدی اور فنا نہیں ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ[1] (اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق دیے جاتے ہیں۔) بیت:

سطوتِ مرگ در جہان بہ تن است
مرگ را در جہانِ جان رہ نیست

ترجمہ: موت کا غلبہ دنیا میں جسم پر ہے، عالم روح میں اس کا گزر نہیں۔

وَ اِنَّكُمْ خَلَقَكُمْ للابد وانتم تنقلون من دار الی دار والقبر اما روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیر ان یعنی یقیناً تمھیں ہمیشہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور (موت کے بعد) تم ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلے جاتے ہو، اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ بیت:

اندراں بقعہ ز اہلِ نفس
مرگ میرد دگر نہ میرد کس

ترجمہ: اس مکان میں اہل ہستی رہیں گے۔ وہاں موت فنا ہو جائے گی دوسرا کوئی فنا نہ ہوگا۔

ان للہ عباد ا ابدا انھم فی الدنیا و قلوبھم فی الاخرہ یعنی یقیناً اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جن کے جسم دنیا میں ہیں (لیکن ان کے) دل آخرت میں ہیں۔ ایک بزرگ صحابی فرماتے ہیں کہ محتاجی اور دولت مندی دو سواریاں ہیں، مجھے ان میں سے کسی ایک پر سوار ہونے میں کوئی خوف نہیں ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر[2] نے فرمایا، میں نے اصطبل کی میخ زمین میں گاڑی ہے دل میں نہیں گاڑی۔ بیت:

---

[1] پارہ ۴، آل عمران ۱۶۹

[2] ابوسعید ابوالخیر۔ پورا نام ابوسعید فضل اللہ بن ابوالخیر مہنوی تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے عظیم بزرگ اور ان اولین فارسی شعرا میں تھے جنھوں نے فارسی شاعری کو تصوف کی تعلیمات کے لیے اختیار کیا۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہ (م ۷۲۵ھ) کے ملفوظات "فوائد الفواد" کی متعدد مجلسوں میں آپ کی کرامات اور بزرگی کا ذکر آیا ہے۔ وفات شب جمعہ ۴ شعبان ۴۴۰ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں "سرچشمہ تصوف در ایران" مصنفہ سعید نفیسی، تہران ۱۳۴۳ ش ص ۵۳ اور ۲۰۳۔

در دل بجز از یکے نشاید کہ بود
در خانہ اگر باشد شاید

ترجمہ: دل میں سوائے ایک ہستی کے کسی کو نہ ہونا چاہیے اگر مکان میں ہزار افراد رہتے ہوں تو رہتے رہیں۔

یَاتِی الْمَوْتُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی صُوْرَۃِ کَبْشٍ اَمْلَحَ فَذْبَحُ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارَ یعنی قیامت کے روز موت دو رنگ کے بکرے کی صورت میں آئے گی پس جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دی جائے گی۔

اس مسئلے کی فہم اور مثالوں کے بارے میں بھی فرمایا:

مقدماتِ عقلی، مِمّا اصلحت علیہا النظار و ذو یہا فی کتبھم یعنی کسی مسئلے سے متعلق اہل مناظرہ اور فن کے جاننے والوں نے اپنی کتابوں میں جو اصطلاحات وضع کی ہیں ان سے مسئلے کی تفہیم ممکن نہیں ہے۔

وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا[1] (اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ) عالم ملکوت کی مشرق سے صبح یقین کا پیدا ہونا، ایمان اور پرہیزگاری پر منحصر ہے، وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ[2] (اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے)۔

(حقیقت کے مشاہدے کے لیے) ایسے صاحب ہمت شخص کی ضرورت ہے جو (انسانی) طبیعت کی تاریکی کے پردوں سے رہا ہو چکا ہو، اور عرصہ دراز تک آفتاب ازل کی شعاعوں کے انعکاس سے مطابقت پیدا کر چکا ہوتا کہ وہ انسانی روحوں کی بقا کے متعلق شک مٹانے والے یقین اور تاریکی دور کرنے والے کشف کا ادراک کر سکے کیونکہ مخلوق (بہر صورت) بشریت کے شکنجے میں (کسی ہوئی) وہم و خیال کے پردوں میں گرفتار ہے، نہ داخل و خارج موجود نہ قریب و دور موجود (اس لیے) حقیقت کی فہم سے قاصر ہے۔ روح کی حقیقت کا انکشاف نوع عقل سے بالاتر نوع کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

اس کو (سالک کو) آفرینش کی ہر پیدائش میں اور مظہری عالموں کے ہر عالم میں ان کی پیدائش سے مطابقت پیدا کرنی چاہیے۔ مثال کے طور پر پانی اپنی فطرت کے اعتبار سے بے ظرف ہے، ازل (زمانے کی ابتدا پر) اس کی نظر نہیں پڑتی کیونکہ اس کی فطرت ایسی ہی ہے۔ روح کو بھی مظہر سے گریز کرنا ناممکن ہے اور چونکہ مثال و مثلیت سے مشروط ہے باہمہ وجوہ گریز ممکن نہیں ہے۔ شعر:

الروح واحدۃ والبشر مختلف
فی صورۃ للجسم ھذا الامر فاعتبروا

ترجمہ: روح ایک ہے اور آدمی صورتِ جسم میں جدا جدا ہیں اور اس امر کا اعتبار کرو۔

---

[1] پارہ ۲، سورہ البقرہ آیت ۱۸۹ [2] پارہ ۹، سورۂ اعراف، آیت ۹۶

فی الجسم کان اختلاف النشور فاعتبروا
علی الذی قلته فی ذالک و اذکروا

ترجمہ: جسم میں بالیدگی کا اختلاف ہے پس اعتبار کرو جو بات ہم نے کہی ہے قبول کرو۔

ھذا ھو العلم لا ریب تداخلہ
والشمس ما قلنا و القمروا

ترجمہ: یہ وہ علم ہے جس میں شک کا دخل نہیں ہے اس سے آفتاب واقف ہے اور چاند بھی۔

هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ [۱] (وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور تازہ کرے) ظاہر ہے کہ وہ شخص جو دو تین سال صرف خیال کی حد تک متحیّر رہا ہو احوالِ آخرت کا کیا ادراک کر سکتا ہے۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ [۲] (وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں) رباعی:

مرداں بے معرفت بہ اقبال کشند [۳]
نہ ہمچو زناں دردی اشکال کشند
ہر چہ بہ دلیل روشنت خواہد شد
آبیست کہ از چاہ بہ غربال کشند

ترجمہ: (اہلِ ہمت) مردِ معرفت کی شراب سامنے ہو کر پیتے ہیں عورتوں کی مانند مشتبہ تچھٹ نہیں پیتے۔ تجھے دلیل سے یہی کچھ ظاہر ہوگا۔ (کہ شک و شبہے میں مبتلا لوگ) کنویں سے پانی چھلنی سے کھینچتے ہیں۔

کوکبِ دوم: برزخ، حشر، قیامت اور آخرت کے عمومی احوال پر ایمان لانے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ تمھاری چشمِ بصیرت سے بشریت کا پردہ اٹھائے (جان لیں کہ) جب آدمی طبعی موت کے باعث اس محسوس دنیا سے قطع تعلق کرتا ہے تو پہلی منزل جو اس کے راستے میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی اجنبی دنیاؤں میں سے ایک دنیا ہے جسے "برزخ" کہتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ [۴] (ان

---

[۱] پارہ ۲۶، فتح ۴ [۲] پارہ ۸، انعام ۱۱۶

[۳] مطبوعہ نسخے میں یہ رباعی اس طرح نقل کی گئی ہے۔ رباعی:

مرداں بے معرفت با قبال کشند نہ ہمچو زناں دروی اشکال کشند
ہر چہ آں بدلیل روشنت خواہد شد کہ از چاہ بغربال کشند آبیست

احقر مترجم نے قیاسی صحیح کر کے ترجمہ کیا ہے۔

[۴] پارہ ۱۸۔ سورۃ المومنون، آیت ۱۰۰۔

لوگوں کے آگے آڑ ہے قیامت کے دن تک) اور منکر نکیر کے سوال میں جس کے بارے میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ اس عالم میں بصیرت جسمانی جو اس مذکورہ عالم کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے یہ ہے کہ آدمی نے اس دنیا میں جو نیک یا بد عمل کیا ہوگا وہاں اسی صورت میں دیکھے گا۔

یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّاعَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْاَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِیْدًا وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ[1] (جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کیے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کیے ہوئے کاموں کو بھی اور اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں)۔ نظم:

باش تابند زوئے بگشایند
باش تا با تو درحدیث آیند

ترجمہ: جب تک اس کی زنجیر کھولیں انتظار کر۔ جب تک تجھ سے بات کریں انتظار کر۔

تا کیانرا گرفتۂ در بر
تا کیانرا نشاندۂ بر در

ترجمہ: کب تک اس کو بغل میں دبائے رکھتا ہے۔ کب تک اس کو دروازے پر بٹھائے رکھتا ہے۔

آنچہ امروز روئے پوش نمود
آں ز بر پوش حشر خواہد بود

ترجمہ: جو کچھ آج چھپایا ہوا ہے حشر میں ظاہر ہو جائے گا۔

یحشر الناس علی نیاتھم یعنی لوگوں کے حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہوں گے۔ اس (دوبارہ) پیدائش سے متعلق امور کی تفصیل بہت طویل ہے۔ خواب اور ان کی تعبیر آخرت کے احوال کی مثل ہیں جیسے آئینہ راز فنا و توحید ہے۔ النوم اخ الموت نیند موت کا بھائی ہے۔ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا[2] (اللہ ہی قبض (یعنی معطل) کرتا ہے (ان) جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت) جس طرح سوتے ہیں مر جائیں گے اور جس طرح زندہ دکھائی دیتے ہیں۔ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (ان حقائق کو) اپنی ذات پر منطبق کر کے غور کرنا چاہیے کہ پیٹ کا بچہ کس طرح مذکورہ حقائق کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ البتہ اگر تمام

---

[1] پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۰۔ مطبوعہ نسخے میں سہو کتابت کے باعث یوم تجد کل نفس کے بجائے یومہ کل کنفس نقل کیا گیا ہے۔ ترجمے کے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے۔

[2] پارہ ۲۴۔ سورۂ زمر، آیت ۴۲

(مادّی) علائق منقطع ہو جائیں تو جملہ احوال، افعال، عقائد اور اخلاق کا علم ممکن ہے۔ والذی نفس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدہ انّ الجنتہ و النار اقرب الیکم من شراک نعلہ یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بے شک جنت اور دوزخ تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی نزدیک تر ہیں۔ بیت:

بہشت و دوزخت نقد است در باطن نگر تا تو
سقر با در جگر یابی جنا نہادر جاں بینی

ترجمہ: جنت اور دوزخ تیرے پاس ہیں، اپنے باطن میں نگاہ کر تو، تو دوزخ کو اپنے جگر میں پائے گا اور جنتوں کو اپنی روح میں دیکھے گا۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ [1]

اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔

اس عالم (برزخ کے عالم) کی عجیب و غریب باتیں حدِ بیان سے باہر ہیں۔ اس عالم کا وجود جسموں کے حشر تک باقی رہے گا، وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ [2] اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جاوے گا، سو وہ سب یکا یک قبروں سے (نکل نکل) کر اپنے رب کی طرف جلدی جلدی پہنچیں گے) وہ قیامت کبریٰ کا دن ہے قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ [3] (آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کیے جاویں گے ایک معین تاریخ کے وقت پر)۔ (حق تعالیٰ اس دن) انسانی روحوں کو جسم عطا کریں گے۔ آسمانوں کو لپیٹ دیں گے اور اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیں گے۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [4] (جس روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے) ستاروں کو نیچے گرا دیں گے اور سورج اور چاند کو تاریک کر دیں گے۔ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ يكوران فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی بے شک قیامت کے روز چاند اور سورج آگ میں لپیٹ دیے جائیں گے۔ بیت:

در قیامت شمس زاں گردد سیاہ
تا شود معلوم کو ہندوے تست

ترجمہ: قیامت میں آفتاب اس وجہ سے سیاہ ہو جائے گا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ تیرا غلام ہے۔

---

[1] پارہ ۲۲، یٰسین ۹

[2] پارہ ۲۳، یٰسین ۵۱

[3] پارہ ۲۷، واقعہ ۴۹۔۵۰

[4] پارہ ۱۳، ابراہیم ۴۸

عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، وَالْمَلَکُ عَلٰی اَرْجَآئِهَا وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ[۱] (اور فرشتے (جو آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں) اس کے کنارے پر آ جائیں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے جس روز (خدا کے روبرو) حساب کے واسطے پیش کیے جاؤ گے) اس روز اللہ تعالیٰ عظیم شان سے جلوہ فگن ہوگا۔ اہل بہشت اس کا دیدار کریں گے۔ (اس موضوع پر) ہر (صاحب علم) نے اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق گفتگو کی ہے۔ رباعی:[۲]

نظارہ کنانِ روئے خوبت
چوں در نگرند از کرانہا
در روئے تو روئے خویش بینند
زیں جاست تفاوت نشانہا

ترجمہ: تیرے روئے زیبا کا دیدار کرنے والے جب کناروں سے نظارہ کرتے ہیں تو تیرے چہرے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اس مقام پر ہر ایک کے عرفان میں فرق ہے۔

اس روز اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا فیصلہ کرے گا وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا ؕ وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَکَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ[۳] (اور قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے سو کسی پر اصلا ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں) اس کام کے لیے جو ترازو ہوگی وہ اس عالم کے مطابق نہ ہوگی بلکہ مخلوق کے ادراک کے مطابق پیدا کی جائے گی اور دوزخ پر ایک پل بنایا جائے گا جسے "صراط" کہتے ہیں۔ یہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز دھار ہوگا۔ اس پل سے گزرنے والے لوگوں کے درجات میں بڑا فرق ہوگا، فَمَنْ طَائِرٍ یَطِیْرُ وَمِنْ مَاءٍ یَسِیْرُ وَمَنْ خَابَ یُحْبُوا وَمَنْ سَاقِطٍ یَسْقِطُ اِلٰی ظُلْمَاتِ اَسْفَلِ الْجَحِیْم یعنی پس کوئی پرندہ ہے جو پرواز کرتا ہے، کوئی پانی ہے جو بہتا ہے، کوئی نامراد و ناکام رہتا ہے کوئی گرنے والا ہے جو دوزخ کے غار کی تاریکیوں میں گر جاتا ہے۔ جو شخص اس دنیا میں شریعت کی سیدھی راہ پر قائم رہا ہے وہاں اس کی اڑان اور بہاؤ کامل تر ہو

---

[۱] پارہ ۲۹، سورۃ الحاقہ، آیات ۱۷۔۱۸

[۲] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار سہو کتابت کے سبب اس طرح نقل ہوئے ہیں:

نظارہ کنان روے خوبت   چوں نگرید از کرانہا
در روے تو روے خویش بینند   زیکجا ست تفاوت نشانہا

احقر مترجم نے دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی قیاسی صحیح کر کے ترجمہ کیا ہے۔

[۳] پارہ ۱۷، سورہ الانبیاء، آیت ۴۷

گی۔ (ایسے لوگ) اس حوض پر پہنچیں گے جسے "کوثر" کہتے ہیں۔ وہ کوثر سے سیراب ہوں گے۔ پھر اولین و آخرین کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "مقام محمود" پر متمکن ہوں گے۔ یہ مقام شفاعت کے دروازے کے کھلنے کی جگہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں "لوائے حمد" ہوگا اور اولادِ آدم کی تمام بزرگ ہستیاں جن میں انبیا، اولیاء اور علماء شامل ہوں گے لوائے حمد کے نیچے آئیں گے۔ آپ ﷺ پہلے ان کی شفاعت فرمائیں گے اس کے بعد ہر صاحب ایمان کی اس کے رتبے کے مطابق شفاعت ہوگی۔ نیکوں کو نعیمِ ابدی میں بھیجا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اہلِ جنت، بہشت میں داخل ہوں گے تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: تم کو ہمیشہ کی زندگی ہے کبھی موت نہ آئے گی۔ تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے، تم جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ تمہیں ہمیشہ کی آسائش ہوگی کبھی تکلیف نہ ہوگی۔

نافرمانوں کو ہمیشہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ امت کے گناہ گاروں کو مدت تک نہ ختم ہونے والا عذاب ہوگا۔ کفار و مشرکین کو ابدی بدبختی اور سخت عذاب ملے گا اور انھیں دوزخ کے طبقات میں طرح طرح کی جسمانی اور روحانی تکالیف ہوں گی۔ ان تکالیف میں سب سے زیادہ سخت اور بڑی تکلیف یہ ہوگی کہ وہ ربوبیت کے مشاہدۂ جمال سے محروم رہیں گے۔ بیت:

ز دوزخ ترس و بیمے نیست مارا
بلائے جانِ ما اندر حجاب ست

ترجمہ: ہمیں دوزخ سے ڈر اور خوف نہیں ہے۔ ہماری جان کے لیے یہ مصیبت ہے کہ پردہ حائل ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ[1] (ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب کا دیدار دیکھنے سے روک دیے جائیں گے) اور بہشت کے عزت والے درجوں میں روحانی اور جسمانی لذتوں کی (مختلف) طرزیں اور چیزیں ہوں گی لیکن ان میں سب سے زیادہ اشرف اور عظیم لذت پروردگار یگانہ وحیٔ ودود اور رب العالمین کی دید ہوگی۔ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ[2] (ایک عمدہ مکان میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا[3] (سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) رباعی:

اے طالبِ دنیا تو یکے مزدوری   وے عاشقِ خلد ازیں حقیقت دوری
وے شاد بہ ہر دو عالم از بے خبری   شادی و غمش ندیدہ معذوری

---

[1] پارہ ۳۰۔ سورۃ المطففین، آیت ۱۵ [2] پارہ ۲۷، قمر ۵۵ [3] پارہ ۱۶، الکہف ۱۱۰

ترجمہ: اے دنیا کے طالب تو ایک مزدور ہے اور اے جنت کے عاشق تو اس حقیقت سے دور ہے۔ وہ (عاشق الٰہی) بے خبری میں دونوں عالم سے خوش ہے۔ اس کی خوشی اور ناخوشی نے معذوری کو دیکھا تک نہیں۔

اس لطیفے میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس باعث کہ اہل کشف اولیا اور کامل علما صاحبِ ذوق اور ملکِ قدس کے مسافر ہوتے ہیں (ان کی تحقیقات کو) ان اوراق میں بطور اجمال بیان کیا گیا ہے۔ ان حقائق کو تفصیل کے ساتھ صرف مکتبِ بسط [۱] میں سیکھا جا سکتا ہے، وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا [۲] (اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا) اس مکتب میں داخلے کا تنہا راستہ دونوں عالم کے نقوش جو لوحِ دل پر ہیں ان کو ایمان و تقویٰ کے صیقل سے جلا دینا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ [۳] (اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو، اور سب سے قطع کر کے اس کی طرف متوجہ رہو۔ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے) اور تو اس راز کو اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً مَسَحَ نَاصِيَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (جب اللہ چاہتا ہے کہ زمین میں خلیفہ پیدا کرے تو اس کی پیشانی پر داہنا ہاتھ پھیرتا ہے) اپنے دل کی آنکھ سے دیکھے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تو تقویٰ کی قینچی سے بشری زندگی کے تعلقات کے تاریک پردوں کو ایک ایک کر کے قطع کر دے، اور لطیفۂ ربانی کے شہباز کو یقینی علم کے بازو سے اڑائے تا کہ ازل و ابد کی سند جو ربانی کامرانی ہے نزول کرے۔ لَا يَسَعُنِيْ الْاَرْضُ وَلَا السَّمَاءُ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى جَنَّةً لَيْسَ فِيْهَا حُوْرٌ وَّ قُصُوْرٌ يَتَجَلّٰى رَبُّنَا ضَاحِكًا یعنی زمین آسمان گنجائش نہیں رکھتے بے شک اللہ تعالیٰ کی جنت ہے جس میں حور و قصور نہیں ہیں (وہاں) ہمارا رب خوشی کے ساتھ تجلی کرتا ہے۔

خاتمہ: ۔ علمائے دین کے گروہوں میں ہر گروہ کی اپنے فن میں اصطلاحات قاعدے اور معیار ہیں جو چار اصناف میں منقسم ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، امت کا اجماع اور دل (یہاں) دل سے مراد ایسا دل ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (حدیث قدسی) میری زمین اور میرے آسمان مجھ کو نہیں سما سکتے۔ لیکن میرے متقی بندے کا قلب مجھے سما لیتا ہے [۴] ہر عارف و سالک پر لازم ہے کہ جو کچھ اس کے لوحِ دل پر عالمِ ملکوت سے منعکس ہو اس کو اللہ کی کتاب سے ملائے اگر دونوں میں موافقت ہو تو قبول کرے ورنہ رد کر دے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مقابلہ کرے اگر سنت کے مطابق ہو تو بہتر ہے ورنہ توقف کرے

---

[۱] بسط ۔ واردات قلبی کے کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔ اس کے برعکس بند ہو جانے کو قبض کہتے ہیں۔ قبض و بسط کا تعلق امور حاضرہ سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں "سرِ دلبراں" مصنفہ حضرت شاہ محمد ذوقی۔ کراچی طبع ثانی ۱۳۸۸ھ ص ۲۷۸۔ ۲۷۹۔

[۲] پارہ ۱۶، سورۃ الکہف، آیت ۶۵

[۳] پارہ ۲۹، مزمل ۹

[۴] مطبوعہ نسخے میں صرف "لا یسعنی الیٰ آخر" تحریر ہوا ہے۔ احقر مترجم نے ترجمے کے متن کو مفید مطلب بنانے کے خیال سے اس حدیث قدسی کا پورا ترجمہ سرِ دلبراں سے نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۱۸۳۔

اسی طرح علماء اور مشائخ کے اجماع سے استفادہ کرے۔

حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ [1] سے منقول ہے، بعض اوقات مجھے چالیس روز میں حقیقت معلوم ہوئی لیکن میں نے دو گواہوں کے بغیر اسے تسلیم نہ کیا، وہ دو گواہ کتاب وسنت ہیں۔ اس راہ اور متشابہ آیات میں وہم وخیال کی غلطیاں اور گمراہیاں حدِ شمار سے باہر ہیں۔ ظاہری اور باطنی کشفیات کے دریاؤں کی موجوں کے تلاطم سے نجات حاصل نہیں ہوتی ہے۔ سوائے اس شخص کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھا جو بہت کم ہیں۔ ناچار ایک شیخ اور سالک محقق کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین [2] سے روایت کرتے ہیں۔ بیت:

آں را کہ رہ رفتن وے تامہ نیست
اوپر خطر وخلق از و آگہ نیست

ترجمہ: وہ شخص جس نے راہِ سلوک پورے طور پر طے نہیں کی وہ خطرات سے بھرا ہے لیکن خلقت اس کے پر خطر ہونے سے واقف نہیں ہے۔

یقین کرو کہ سلوک کا راستہ سوائے عنایتِ الٰہی کے طے نہیں ہو سکتا۔ جس نے یہ گمان کر لیا کہ وہ خدا تک پہنچ گیا ہے اس نے یقیناً کفر کیا۔ بیت:

عمریست کہ گشتہ است بر بندہ عیاں
کالبتہ بتو بے تو رسیدن نتواں

ترجمہ: مدت ہوئی کہ بندے پر (یہ راز) ظاہر ہو چکا ہے کہ تجھ تک بغیر تیرے پہنچنا ناممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ حدیث قدسی ہے: میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔

"مطلع الایمان" میں یہی ہے۔

---

[1] پورا نام ابوسلیمان عبد الرحمٰن دارانی تھا۔ ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں رسالہ قشیریہ اردو ترجمہ از پیر محمد حسن اسلام آباد، اشاعت اول ۱۹۷۰ء، ص ۳۶۔

[2] مطبوعہ نسخے میں، سلطان العارفین کے بارے میں صراحت نہیں ہے کہ کون بزرگ تھے۔ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامیؒ کے حالات میں تحریر فرمایا ہے۔ "اسم گرامی طیفور (ابن عیسیٰ بن آدم ابن شروسان) کنیت ابو یزید اور لقب سلطان العارفین ہے …… ۱۵ رشعبان ۲۶۱ھ کو بعمر تہتر سال، بسطام میں وفات پائی"۔ ملاحظہ فرمائیں "حضرت مجدد الف ثانیؒ" کراچی ۱۹۷۲ء، ص ۹۹۔۱۰۰۔ مطبوعہ نسخے میں غالباً سلطان العارفین سے حضرت بایزید بسطامی "ہی مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔

لطیفہ ۲۲

بادشاہت کو ترک کرنے اور تختِ سلطنت کو ٹھکرانے کے بیان میں

سیر و سیاحت اور اس کے دوران بعض مشائخ خاص طور پر حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ[1] سے ملاقات، حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شرکت، حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں باریابی اور مقصد حاصل ہونے، ان کے اپنے مقامات ایثار کرنے اور آپ کو جہانگیری کے لقب سے خطاب کیے جانے کی تفصیل۔

قال الاشرف :

الترک ھوالاعراض، عن النفس والالقوا من عن البشریت الدنس (حضرت اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ترک یہ ہے کہ نفس سے روگردانی کی جائے اور بشریت کے میل کچیل سے قطع تعلق کیا جائے۔)

ان عجیب و غریب نکات اور مقامات کے تحریر کرنے والے نے وقتاً فوقتاً بادشاہت چھوڑ دینے کے بارے میں دریافت کیا حضرت قدوۃ الکبرا (بربار) ٹال جاتے تھے۔ ایک مدت گزر جانے کے بعد ایک مرتبہ میں سمنان کے سفر میں ولایت مقامؒ کے ساتھ تھا۔ یہاں برادر عزیز سلطان محمد سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ[2] سے آپ کے بادشاہت ترک کرنے اور تختِ سلطنت کو ٹھکرا دینے کا سبب دریافت کیا گیا، چونکہ انھیں (شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ

---

[1] سید السادات، سید جلال الدین بخاری لقب مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ سید جلال الدین بخاری سرخ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ سن وفات ۷۸۵ھ ہے۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ "خزانہ جلالی" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ شیخ ابوالفتح رکن الدین سہروردی ملتانیؒ کے مرید اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں "اخبار الاخیار" مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اردو ترجمہ) از مولانا سبحان محمود اور مولانا محمد فاضل۔ کراچی سال ندارد۔ صص ۳۰۷ تا ۳۱۰۔

[2] علاؤالدولہ رکن الدین احمد بن محمد بن احمد بن محمد بیابانکی رحمۃ اللہ علیہ، سمنان کے قریب بیابانک میں ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۳۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں سب سے پہلے سلوک کی تعلیم آپ سے حاصل کی۔ وحدت الوجود کے مسئلے میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف رکھتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ "تصوف حصہ اول" مصنفہ ڈاکٹر سید وحید اشرف ویلور (بھارت) طبع اول ۱۹۸۸ء ص ۱۱۷

کو) اوّل سے آخر تک تمام حالات معلوم تھے، ایک ایک حال تفصیل سے بیان کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کے والدین اور آپ کی ولادت

جب حضرت ابراہیم سلطان کو زمانے کے باغ سے سلطنت کا چمن حاصل ہوا (یعنی بادشاہ ہوئے) تو ان کی عمر بارہ سال تھی۔ انھوں نے عدل وانصاف سے حکمرانی کی۔ جب پچیس سال کے ہوئے تو ان کا نکاح خدیجہ بیگم سے جو حضرت احمد خواجہ یسوی رحمۃ اللہ علیہ[1] کی اولاد سے تھیں کر دیا گیا۔ یہ بیگم بہت ہی صالحہ تھیں۔ چونکہ اُن کی پرورش پاک وپاکیزہ خاندان میں ہوئی تھی، رات دن قرآن پاک کی تلاوت اور نفل نماز میں گزارتی تھیں۔ اکثر راتوں میں قیام کرتیں اور دن میں روزہ رکھتی تھیں۔ تہجد کے نوافل کبھی اُن سے ترک نہ ہوئے۔ نظم:

نہ شب فارغ ست از پرستش گری
نہ روز از تماشائے دل پروری
بہ مقدار آں سر در آرد بخواب
کہ مرغے بروں آورد سرز آب

ترجمہ: رات کو عبادت گزاری سے فرصت نہیں، دن دل پروری کے تماشے سے فارغ نہیں ہوتا۔ بس اتنی دیر کے لیے نیند آتی ہے جتنی دیر کے لئے کوئی پرندہ پیاس بجھانے کے لئے پانی میں سر ڈالتا ہے اور اپنا سر پانی سے باہر نکالتا ہے۔

سلطان کی دو تین بیٹیاں (بیگم) سے پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد آٹھ سال تک کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ سلطان اس سبب سے پریشان ہوئے اور (اہل اللہ) کے اس گروہ میں سے جسے لائق خیال کرتے دعا کی درخواست کرتے۔

شعر:

ہر کہ درے ہمت مرداں زند
بر رُخِ او زود شود فتح باب
ہمت دلہا ست کلید مراد
گیر کلیدش کہ شوی گنج یاب

ترجمہ: جو شخص کہ مردوں کی ہمت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اُس پر کامیابی کا دروازہ کھل جاتا ہے دلوں کی ہمت مراد

---

[1] احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ: یہ بزرگ احمد اتا یسوی کے نام سے مشہور ہیں۔ اُتا ترکی زبان میں باپ کو کہتے ہیں۔ احمد یسوی سلسلہ خواجگان کے سرخیل ہیں۔ خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی "منطق الطیر" میں "پیر ترکستان" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ نے قریہ یسی کو اپنے ارشاد وتلقین کا مرکز بنایا۔ یہ قریہ اب قازقستان میں شامل ہے۔ ۵۶۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں "تاریخ مشائخ چشت" مصنفہ ڈاکٹر خلیق احمد نظامی مرحوم کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۷۱۔ ۱۷۲

پانے کی کنجی ہے۔ (اے مخاطب) تو اس کنجی کو حاصل کر لے تا کہ تجھے خزانہ مل جائے۔

حضرت ابراہیم مجذوب جو اُس علاقے کے دیوانے لوگوں کے فرزانوں میں تھے اور پوشیدہ داناؤں میں سے تھے اور سلطان کو اُن سے پوری عقیدت تھی، ایک روز صبح کے وقت جب کہ بیگم اور سلطان ایک ساتھ جاء نماز پر بیٹھے تھے، نمودار ہوئے۔ دونوں سخت حیران ہوئے کہ کس نے انھیں یہاں آنے دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم مجذوب خود سے یہاں آئے ہیں انھیں کسی نے پہنچایا نہیں ہے۔ قطعہ:

رہ ایشاں مبیں چوں راہِ خودرا
کہ ایشاں را بود راہے بہنجار
اگر در طرفۃ العینے بخواہند
بر آرند راہ از دریا و کہسار

ترجمہ: اُن کے راستے کو اپنا جیسا راستہ خیال نہ کر ان کے لئے راستے میں خلل پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یہ چاہیں تو پلک جھپکنے میں پہاڑ اور دریا عبور کر لیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم مجذوب کو دیکھتے ہی سلطان اُن کے استقبال کے لئے آگے بڑھے اور انھیں لے جا کر تختِ شاہی پر بٹھایا۔ سلطان اور بیگم دونوں کچھ وقت تک تخت کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہے۔ مجذوب نے کہا، اے ابراہیم! میں آپ کو بہت ہی مہربانی سے پیش آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں شاید بیٹے کے آرزومند ہو۔ مجذوب کی بات سُن کر دونوں خوش ہوئے سلطان نے جواب میں عرض کیا کہ آپ حاکم ہیں اگر عنایت فرمائیں (تو میری خوش نصیبی ہے) مجذوب صاحب نے فرمایا! کہ اس کی قیمت بہت زیادہ ہے کیوں کہ ہم تو آپ کو زمانے کی انوکھی چیز دیں گے۔ سلطان نے عرض کیا جو حکم ہو (بجا لاؤں گا) مجذوب صاحب نے فرمایا، ایک ہزار شاہی سکہ چاہئے اسی وقت (ایک ہزار شاہی سکے) لا کر دامن مبارک میں بکھیر دیے۔ مجذوب صاحب وہاں سے بہت ہی خوش ہو کر اٹھے اور کہنے لگے۔ اے ابراہیم (مجذوب) تو نے ابراہیم (سلطان) کو باز دیا اس نے سستا خرید لیا۔ سلطان مجذوب صاحب کے احترام میں چند قدم چلے۔ مجذوب صاحب نے پیچھے مُڑ کر دیکھا اور فرمایا، اب اور کیا چیز درکار ہے۔ آپ نے اپنا بیٹا لے لیا، کیا خوب بیٹا ہے۔ مختصر یہ کہ اُن بزرگوار کے دَم کی بدولت اللہ تعالیٰ نے (سلطان کو) بیٹا عطا فرمایا۔ اس مدّت میں حضرت ابراہیم مجذوب پھر کبھی تشریف نہیں لائے۔ جس وقت صبحِ صادق کے نمودار ہونے کی جگہ سے وہ خورشید رخسار طلوع ہوا، اُس وقت تشریف لائے۔

نظم:

سراج جہاں آں شب آمد پدید
کہ از مولدش صبحِ صادق دمید

چو خورشید از مشرقِ روزگار
برآمد جہاں گشت خورشید وار

ترجمہ: دنیا کی فجر سے وہ رات ظاہر ہوئی کہ جس کی پیدائش کی جگہ سے صبح صادق روشن ہوئی، آفتاب کی مانند زمانے کی مشرق سے وہ جہاں گشت آفتاب کے دبدبے کے ساتھ برآمد ہوا، اور فرمایا:

اے سلطان ہمیشہ اس لڑکے پر متوجہ رہنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔

(۱) سپردم بہ تو گوہرے دُرجِ راز
در دُرج گوہر تو بکشائے باز

(۲) نگہ دار گنجینہ کاں حق پرست
کلید درِ گنج دارد بدست

(۳) چوگردد خراماں بہ گلزارِ دہر
چو گل تازہ گردد عذارِ سپہر

ترجمہ: (۱) میں نے تجھے حقیقت کے موتیوں کے صندوقچے کا موتی دے دیا ہے۔ تو موتیوں کے صندوقچے کو پھر سے کھول۔ (۲) اس خزانے کی حفاظت کر کہ وہ حق پرست خزانے کی کنجی ہاتھ میں رکھتا ہے۔ (۳) جب تو زمانے کے باغ سے خراماں خراماں واپس لوٹے تو آسمان کا رخسار تازہ پھول کی طرح کھل اُٹھے۔

جب وہ باغِ بادشاہت کا پودا اور گلزارِ تاجداری کا بلبل پندرہ برس کا ہو گیا تو باغِ سلطنت کا سرو اور گلزارِ حکومت کا سکی (یعنی ابراہیم سلطان) گلشنِ فردوس میں تشریف لے گئے۔ شاہی تاج و تخت قدوۃ الکبرا کو حاصل ہوا۔ آپ کی اس حیثیت کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔

تحصیلِ علوم:

جب آپ سات سال کے تھے تو آپ نے قرآن مجید سات قرأتوں کے ساتھ حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ علوم درسیہ کی تکمیل اور ادبیات کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ چودہ سال کی عمر تک آپ نے معقولات و منقولات میں اس درجے مہارت حاصل کر لی کہ عراق کے مدرسوں میں آپ کا چرچا ہونے لگا اور ہر جگہ آپ کے علم کی وسعت کا ذکر کیا جانے لگا۔ بیت:

چناں مشہور گشت از درسِ تعلیم
کہ پیش اہلِ فنوں کردند تسلیم

بہ علم نادرہ از زور اقوال
شدہ در درس دیں حلاّل اشکال

ترجمہ: آپ طالب علمی کے زمانے ہی سے اتنے مشہور ہو گئے تھے کہ ارباب فن نے (آپ کی ذہانت کا) اعتراف کر لیا تھا، آپ اپنے نادر علم کے ساتھ زوردار دلائل سے دینی مسائل کی مشکلات کو حل کر دیتے تھے۔

قدوۃ الکبرأؒ کے عدل وانصاف کا مختصر ذکر:

آپ کی حکمرانی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ارادے اور بے پایاں تقدیر سے آپ کو سمنان کا تاج سلطنت وتختِ حکومت سپرد کر دیا گیا تو آپ نے اپنے عدل کی آبیاری اور انصاف کی بارش سے دنیا کے باغ اور زمانے کے چمن کو تازہ کر دیا حتیٰ کہ اطراف واکناف کے بادشاہ رشک کرنے لگے۔ مثنوی:

(۱) چو اورنگِ سمناں بدو تازہ گشت
جہاں از عدالت پر آوازہ گشت

(۲) بہ دورانِ عدلش ہمہ روزگار
گلستاں شدہ عدل آوردہ بار

(۳) زہے عدل و انصاف آں دادگر
کہ بر میش گرگے نہ بندد کمر

(۴) بشاہیں زند بال بازی کلنگ
کبوتر سوئے باز آوردہ چنگ

(۵) اگر فیل بر فرقِ مورے گذر
کند مور بر فیل آرد نظر

(۶) کہ ایں دورِ سلطان اشرف بود
چساں ظلم تو بر سر من رود

ترجمہ: (۱) جب سمنان کا تخت آپ کی ذات سے تر و تازہ ہوا تو دنیا میں آپ کے انصاف کا شہرہ ہو گیا۔

(۲) آپ کے عدل کے دور میں تمام عالم گلستان ہو گیا (گویا) عدل بارآور ہوا۔

(۳) آپ جیسے عادل کے عدل وانصاف کا کیا کہنا کہ بھیڑ پر بھیڑیے کو حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

(۴) کلنگ شاہین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا ہے، کبوتر باز پر پنجہ مارتا ہے۔

(۵) اگر ہاتھی چیونٹی کے سر پر سے گزرنا چاہے تو چیونٹی اسے سخت نگاہوں سے دیکھتی ہے۔

(۶) کہ یہ دور سلطان اشرف کی حکومت کا ہے، تیرا ظلم کس طرح مجھ پر روا ہو سکتا ہے۔

حضرت علاؤالدولہ سمنانی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ ایک روز سلطان (اشرف) شکار کے لیے نکلے۔ دو تین دن شکار میں رہے اور گاؤں دیہات میں شکار کھیلتے رہے۔ سپاہی ہر طرف شکار کے پیچھے گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ حضرتؒ جانور پکڑنے والے باز کے پکڑے ہوئے ایک جانور کو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ ایک بوڑھی عورت گاؤں سے آئی اور آپ سے انصاف کی طالب ہوئی۔ حکم ہوا کہ بڑھیا کو میرے سامنے پیش کریں بڑھیا کو پیش کیا گیا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ (لشکری) تیری کون سی چیز لے آئے ہیں۔ بڑھیا نے عرض کی کہ میرے پاس دہی تھی، زبردستی چھین کر لے آئے ہیں۔ فرمایا، ان جوانوں میں سے کس نے تیری دہی کھائی ہے۔ بڑھیا نے دیکھ کر بتایا کہ اِن لوگوں میں وہ شخص موجود نہیں ہے۔ یکایک ایک سوار شکار پکڑے ہوئے دور سے دکھائی دیا۔ بڑھیا نے کہا یہی سوار ظالم ہے جو ادھر آرہا ہے اتنے میں وہ سوار بھی آگیا آپ نے اس سے دریافت فرمایا، تو نے ظلم کر کے اس نامراد کی دہی کیوں کھائی۔ اس نے عرض کیا۔

اے میرے بادشاہ، یہ بڑھیا جھوٹ کہتی ہے۔ میں نے دہی نہیں کھائی۔ آپ نے ضعیفہ سے گواہ طلب کیے وہ پیش نہ کر سکی، آپ نے فرمایا۔ اب میں بڑی تدبیر سے جھوٹ سچ معلوم کرلوں گا۔ آپ نے حکم دیا کہ کچھ مکھیاں پکڑ کر لاؤ مکھیاں پکڑ کر لائی گئیں، سوار کو حکم دیا کہ انھیں کھاؤ اس نے حکم کی تعمیل کی قے ہوئی۔ چونکہ (دہی کھائے) اتنی دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ ہضم ہو، ویسی کی ویسی قے کے ساتھ نکل آئی۔ آپ نے فرمایا اب کیا تلافی کی جائے۔ بہرحال اس سوار کا گھوڑا مع زین اور زریں لگام اس ضعیفہ کو عطا کیا۔ سوار کی اس قدر ٹھکائی کی اور لاتیں رسید کیں کہ زندگی سے مایوس ہوگیا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ تختِ شاہی پر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور داد چاہی حکم ہوا کہ اس کو میرے سامنے لایا جائے تاکہ میں اُس کی فریاد کے بارے میں معلوم کروں۔ جب حاضر کیا گیا تو عرض کی کہ آج کی رات میں فلاں جماعت کے ساتھ سویا ہوا تھا، جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ چالیس سونے کے سکّے جو میری تھیلی میں تھے عیار قسم کے لوگ لے اڑے ہیں۔ اب انکار کرتے ہیں اور واپس نہیں کرتے، آپ نے حکم دیا کہ اُن لوگوں کو لے کر آؤ۔ سب لوگ لائے گئے فرمایا، درویش تمھارے درمیان پڑا ہوا تھا تم نے اُس کا اسباب کیوں برباد کیا۔ جماعت نے قسمیں کھائیں اور عاجزی کی کہ اس طرح کا کام ہم نے نہیں کیا ہے اور نہ اب کبھی کریں گے۔ آپ نے اہلِ دربار کی جانب دیکھا (اور فرمایا) کہ شرع کے مطابق ان پر قسم لینے کے سوا کچھ لازم نہیں آتا، لیکن ایک معقول تدبیر میرے خیال میں آئی ہے، شاید درویش کا مقصد حاصل ہو جائے۔ حکم ہوا کہ اس جماعت کے تمام آدمیوں کو خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے حاضر کریں۔ سب حاضر کیے گئے آپ نے جماعت کے ایک ایک فرد کو اپنے پاس بلایا اور اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا، اس طرح دس افراد کو ملاحظہ فرمایا۔ آخر میں ایک شخص کو بلایا، اس کے سینے پر ہاتھ رکھا تو سوچ میں پڑ گئے دوبارہ اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا، تھوڑی دیر کے

بعد حکم دیا کہ اُس درویش کا مال اِس شخص سے لے کر درویش کو دے دیں۔ تھوڑی سی پٹائی کے بعد اُس نے قبول کر لیا، اُسی وقت نقدی کی تھیلی لائی گئی۔ سکّے گنے گئے سونے کا ایک سکہ کم تھا۔ مختصر یہ کہ حضرتؒ نے اس قسم کا بہت عدل وانصاف کیا ہے، اس مجموعے میں اس سے زیادہ کی گنجایش نہیں ہے۔

عبادت اور حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم حاصل کرنا:

حضرت شیخ علاؤالدولہؒ فرماتے تھے کہ بادشاہت اور فرماں روائی کے زمانے میں اگرچہ آپ ملکی امور طے کرنے میں مشغول رہتے تھے لیکن فرائض، سنن، واجبات اور نوافل کی ادائیگی میں کوئی امر یہاں تک کہ آداب میں سے ایک ادب بھی آپ سے ترک نہ ہوا۔ آپ کی درگاہ عالم پناہ سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہ گیا۔ بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی راہ اور لامتناہی راستے کی سیر کا شوق آپ کے دل میں تھا اہل اللہ کے گروہ میں سے جس کسی سے آپ کی ملاقات ہوتی اس سے سلوک کے متعلق دریافت فرماتے لیکن مشائخ یا تو شرائط کی کمی کی وجہ سے جواب نہ دیتے یا اس باعث کہ آپ کا حصہ دوسری جگہ سے مقرر ہو چکا تھا بہرصورت آپ کو جواب نہ ملتا۔ آپ ہمیشہ اس سعادت کے متلاشی اور اس فائدے کے خواہش مند رہتے تھے کہ ایک رات ولایت کی دنیا آراستہ کرنے والے اور ہدایت کے جہان کے بادشاہ حضرت خضر علیہ السلام کا جمال اور صورت نظر آئی۔ فرمایا، ابھی آپ کا کام باقی ہے لیکن (فی الحال) زبان کے واسطے کے بغیر، اسم مبارک "اللہ" کے اجمالی معنی قلب پر دیکھتے رہیں اور انفاس سے بھی واقف ہونا چاہیے ان مشاغل کو ہرگز ترک نہ کریں، اس وقت سے آپ اِن مشاغل پر کاربند رہے، روز بروز اِن مشاغل کا نتیجہ ظاہر ہوتا رہا۔ آپ نے دو سال تک یہ مشاغل استقامت کے ساتھ جاری رکھے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت ظاہر ہوئی اور آپ کو اپنے سلسلے کے اذکار سے مشرف فرمایا۔ آپ تین سال تک اِن اذکار و افکار میں مشغول رہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اگرچہ اس طرح کے اشغال میں مشغول رہتے تھے لیکن ایک ایسے مرشد کے متلاشی تھے جو عالم ادراک سے ہو۔ نظم:

(۱) اگرچہ در ہمہ اوقاتِ انفاس
زروئے تربیت می دادہ اند پاس
(۲) ولیکن از ہمہ جویانِ ارشاد
بجان و دل ہمیں بودند دریاد
(۳) کہ تا حاصل نہ گردد پیر ظاہر
نیا بد کام جاں از لطف قادر

ترجمہ: ۱۔ اگرچہ (کارکنانِ تقدیر) سانسوں کے تمام لمحوں میں، پرورش کی راہ سے حفاظت کرتے ہیں۔

۲۔ لیکن ارشاد و ہدایت کے تمام ڈھونڈنے والے جان و دل سے اسی یاد میں تھے۔

۳۔ کہ جب تک ظاہری مرشد نہیں مل جاتا اس وقت تک لطفِ قادر (کے باوجود) کام نہیں بنتا۔

ترکِ سلطنت اور بشارتِ حضرت خضر علیہ السلام:

جب آپ کو حکومت کرتے ہوئے بیس سال گزر گئے آپ ظاہری و معنوی اعتبار سے (رعایا کی) حفاظت کرتے رہے اور ظاہری طور پر ملکی امور بھی انجام دیتے رہے، اتفاق سے ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اُن متبرک راتوں کو جو شبِ قدر سے منسوب ہیں آپ زندہ رکھتے تھے، ماہِ مذکور کی ستائیسویں شب میں ولایت پناہ اور ہدایت دستگاہ حضرت خضر علیہ السلام کا جمال اور صورت ظاہر ہوئی اور فصیح زبان میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کی نسبت فرمایا۔ شعر:

کارت بہ نظام آمدہ معشوقہ بکام
برخیز کہ کارِ تو شد امروز تمام

ترجمہ: تیرا کام نظم میں آ گیا، مطلوب حاصل ہو گیا، اٹھ آج تیرا مقصد پورا ہو گیا۔

اے حضرت اشرفؒ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے وصال[1] کے تخت پر بیٹھنا اور لا متناہی حال[2] کے ملک کی سیر کرنا چاہتے ہیں اور گلزارِ شہود[3] سے گلِ مقصود اور حق تعالیٰ کے بوستاں سے لالہ وجود[4] چننے کے خواہش مند ہیں تو اٹھیے اور بلا تاخیر ملکِ ہندوستان کی جانب رُخ کیجیے اور مضبوط ارادے کے ساتھ سفر پر روانہ ہو جائیے۔ نظم:

اگر خواہی وصالِ یارِ دلدار
حضورے لذتے دیدارِ رخسار
بیا برخیز سر در راہ آور
کہ دولت یار رشد اقبال یاور

ترجمہ: اگر تو دوست کے وصال کا آرزومند ہے اور ہمیشہ اس کے رخسار کی دید کی لذت سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ تو اٹھ جا اور راستے پر چل کھڑا ہو کیوں کہ (اس وقت) قسمت تیری رفیق اور اقبال مددگار ہے۔

ـ یہ عبارت تصوف کی اصطلاحات کی وجہ سے مشکل ہو گئی ہے احقر مترجم نے اپنے گمان کے مطابق تفہیم کی کوشش کی ہے:

[1] وصال: مجازی ہستی سے جدا ہونا اور اپنی خودی کے وہم سے بیگانہ ہو جانا وصالِ حق ہے، سرِ دلبراں ص ۲۳۳

[2] حال: حق تعالیٰ جب بندے پر تجلی ذاتی ہے تو اس تجلی کو حال کہتے ہیں، وہ ہر آن ایک نئی تجلی میں ہوتا ہے۔ سرِ دلبراں ص ۸۱

[3] شہود: حق تعالیٰ کا اس طور پر مشاہدہ کہ غیریت ختم ہو جائے جس چیز پر نظر ڈالے حق ہی کو دیکھے اور غیر کو نہ دیکھے۔ سرِ دلبراں ص ۲۳۸۔۲۳۹

[4] وجود: وجود سے مراد ہے کہ ظہورِ حقیقت میں بندہ بالکل فنا ہو جائے۔ سرِ دلبراں ص ۲۲۳

وہاں آپ ہمارے دوستوں میں سے ایک دوست سے ملو گے اور ان کی محبت کے چمن سے دلی مراد کے پھول چنو گے ان کی بے انتہا ولایت سے دنیا معمور ہے اور ان کی لامحدود عنایت کی قینچی سے انسان اور عالم کی گمراہی قطع ہو چکی ہے۔

ابیات:

کہ انجا کاملے از کاملان ست
کسے کو را بہ بیند کامل آن ست

ترجمہ: وہاں کاملوں میں سے ایک کامل بزرگ ہیں وہ جس کسی پر نظر ڈالتے ہیں اسے کامل بنا دیتے ہیں۔

جہاں از نور خورشید ولایت
منور کردہ از روئے عنایت

ترجمہ: انہوں نے اپنے آفتاب ولایت کے نور سے از راہِ عنایت دنیا کو روشن کر دیا ہے۔

بہ ہندآں قبلۂ حاجات باشد
کہ آب خضر در ظلمات باشد

ترجمہ: وہ حاجت مندوں کے قبلہ ہندوستان میں ہیں بالکل اسی طرح جس طرح آب حیات تاریکیوں میں ہے۔

جہاں را کعبۂ مقصود گویند[1]
زماں راقبلۂ معبود جویند

ترجمہ: جہان کو مقصود کا کعبہ کہتے ہیں زمانے کو قبلۂ معبود (کے نام سے) ڈھونڈتے ہیں۔

جہاں تاب است خورشید ولایت
ضلالت بردہ از نور ہدایت

ترجمہ: ان کی ولایت کا آفتاب دنیا کو روشن کرنے والا ہے، ان کے نورِ ہدایت سے گمراہی معدوم ہو گئی۔

درش چوں نقطہ وایں چرخ دوّار
بدور او بگردد ہمچو پرکار

ترجمہ: ان کا دروازہ نقطہ ہے اور یہ گردش کرنے والا آسمان اس کے چاروں طرف پرکار کی طرح چکر لگا رہا ہے۔

اگر تابد از وے یک ذرہ نور
چو مہ خورشید گردد ذرہ مستور

---

[1] یہ شعر احقر مترجم کی سمجھ میں نہیں آیا، شاید دونوں مصرعوں میں سہو کتابت ہے شعر کا ماخذ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہاں تلاش کر کے تصحیح کی جاتی بہرحال مناسب ترجمانی کر دی گئی ہے۔

ترجمہ: اگر اس دروازے سے نور کا ایک ذرہ روشن ہو جائے تو چاند کی طرح آفتاب ایک دم چھپ جائے۔

عنایت نامہ آں شاہ دیں دار
رہا ند از قیودِ نفس امّار

ترجمہ: اُس دیں دار بادشاہ کا عنایت نامہ نفسِ امارہ کی قید سے رہائی دلاتا ہے۔

زہے عالی نظر کز التفاتش
ولایت بردہد عالی صفاتش

ترجمہ: وہ عالی صفت اور عالی نظر کیا خوب ہے کہ اس کی توجہ سے ولایت حاصل ہو جاتی ہے۔

نظر گر از رو تاثیر بکند
مسِ اجسام را اکسیر بکند

ترجمہ: اگر وہ تاثیر کے خیال سے نگاہ ڈالے تو جسموں کے تانبے کو سونا بنا دے۔

اخیار (نیک لوگ) انھیں صاحب قدم[1] اور ابرار (سچے لوگ) واجب قدم[2] کہتے ہیں، اوتاد[3] یعنی صادق اور ابدال[4] عیسیٰ نفس کہتے ہیں۔ اصحابِ وجدان اور اربابِ عرفان انھیں شیخ علاؤالدین گنج نبات اور بعضے لوگ شیخ علاؤالدین نکل کہتے ہیں، ملکوت والے موسیٰ آثار اور جبروت والے خلیل انوار کہتے ہیں، اہلِ عشق انھیں یوسف رو دیکھتے ہیں اور میں جو خضر ہوں انھیں محمدؐ خُلق کہتا ہوں۔ ابیات:

---

[1] اور [2] کتب اصطلاحات میں "صاحب قدم" اور "واجب قدم" کی اصطلاحیں نہیں مل سکیں کہ ان کی تشریح کی جاتی، ناچار ترجمے میں ان اصطلاحات کو بجنسہٖ نقل کر دیا گیا ہے۔

[3] شیخ محمد بلاق دہلویؒ نے اپنی تصنیف "مطلوب الطالبین" فارسی میں تحریر کیا ہے کہ چار اوتاد ہیں جو دنیا کے چار اطراف میں مقیم ہیں، دنیا کا قیام ان اوتاد کے وجودِ مبارک پر منحصر ہے، جب ان چاروں میں کوئی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو کسی صوفی کو لے جاتے ہیں اور اس کا قائم مقام بنا دیتے ہیں۔ قلمی نسخہ محفوظہ نیشنل میوزیم کراچی ص ۱۱۹ – ۱۲۰ – ترجمہ اختر مترجم

[4] ابدال: حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۵ یا ۴۶۶ھ) نے فرمایا ہے کہ چار ہزار اولیاء الٰہی ہیں جو عام لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتے ہیں، اُن کی اپنی حالت تمام لوگوں سے اور خود اپنے آپ سے چھپی رہتی ہے ان چار ہزار میں جنھیں سرہنگانِ بارگاہِ حق تعالیٰ کہا جاتا ہے تین سو وہ نفوس ہیں جنھیں "اخیار" کہا جاتا ہے۔ چالیس وہ ہیں جنھیں ابدال کہتے ہیں سات وہ ہیں جنھیں "ابرار" کہتے ہیں تین وہ ہیں جنھیں "نقیب" کہتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو قطب کہلاتا ہے اسے غوث بھی کہتے ہیں۔ یہ تمام ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور نظامِ معاملات و تصرف میں ایک دوسرے سے اذن و اجازت حاصل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کشف المحجوب (فارسی) مرتبہ احمد ربانی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۲۹ نیز رسالہ ابدالیہ مصنفہ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ (م ۸۵۱ھ) مرتبہ ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا، اسلام آباد ۱۹۷۸ء ص ۱۲ – ۱۳ اور تیر دلبراں ص ۱۷۳ تا ۱۷۶

یکے از قدوۂ ابرار گوید
دگر از عمدۂ اخیار گوید

ترجمہ: ایک انھیں نیک لوگوں کا پیشوا کہتا ہے، دوسرا نیک لوگوں کا پیشوا کہتا ہے۔

یکے از صاحبِ اسرار خواند
دگر از واہبِ انوار داند

ترجمہ: کوئی انھیں حقیقت کے رازوں کا جاننے والا کہتا ہے کوئی انوار بخشنے والا جانتا ہے۔

یکے از ہادی و مہدیش گفتہ
دگر از لولوے ارشاد سفتہ

ترجمہ: کسی نے انھیں ہدایت کرنے والا اور ہدایت کیا ہوا کہا دوسرے نے ارشاد کا پرویا ہوا موتی کہا۔

یکے از واصلانِ راہ خواندش
دگر از کاملانِ شاہ خواندش

ترجمہ: ایک نے انھیں (سلوک کی) راہ کے واصلوں میں شامل کیا دوسرے نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندوں میں سے ہیں۔

منم کز جاں رہِ ایثار پویم
وے احمد محمد خلق گویم

ترجمہ: میں جو جان سے ایثار کی راہ طے کرتا ہوں انھیں احمد نفس اور محمد ﷺ کے اخلاق کا نمونہ کہتا ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام یہ خوشخبری سنا کر اور مسرت انگیز باتیں کہہ کر نظر سے غائب ہو گئے چنانچہ جب سرفرازی کے مشرق سے نیک بخت کی صبح طلوع ہوئی اور افق کے لشکر نے کرنوں کی تلواریں کھینچیں آپ نے (قدوۃ الکبراؒ نے) کرہمت جان پر باندھی اور یکے ارادے کے مرکب پر سوار ہوئے، تختِ سلطنت برادرِ عزیز ارشد سلطان محمد کے سپرد فرمایا۔ (بعد ازاں) اپنی پاکیزہ والدہ کی خدمت میں جو رابعۂ عصر تھیں حاضر ہوئے، اور (والدہ نے آپ کے لئے) دعا کی اور فرمایا، اے بیٹے! تیری ولادت سے قبل حضرت خواجہ احمد یسویؒ کی روحانیت پاک نے مجھے بشارت دی تھی کہ تجھے ایسا فرزند نصیب ہوگا کہ دنیا اس کے آفتاب ولایت سے منور ہو جائے گی اور گمراہی کا عالم اس کے نور ہدایت سے پاک وصاف ہو جائے گا۔

قطعہ:

ترا پورے پدید آید چو خورشید
کہ از نورش بود آفاق روشن

گلے از بوستانِ تو شگوفہ
کہ از بویش بو در اطراف گلشن

ترجمہ: تیرا ایک بیٹا آفتاب کے مانند نمایاں ہوگا کہ اس کے نور سے دنیا روشن ہو جائے گی، تیرے باغ سے ایسا پھول کھلنے والا ہے جس کی خوشبو سے اطراف گلشن ہو جائیں گے۔

اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ ہوا اپنے مخرج کی مدد سے چلنے لگی اور عہد و پیمان کا پودا وفا کی زمین سے ابھرا تمہیں مبارک ہو، ہم نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور اپنے حقوق سے دست بردار ہوئے لیکن میری ایک وصیت ہے، جس پر تمہیں عمل کرنا ہوگا کہ جب تم دارالسلطنت سمنان سے نکلو تو سلطنت کے طور طریقوں اور حکومت کی شان اور دبدبے کے ساتھ نکلو تا کہ میں اس خیال میں رہوں کہ تم ملکوں کو فتح کرنے گئے ہو۔ چنانچہ والدہ مشفقہ کی نصیحت کے مطابق بارہ ہزار منتخب فوجیوں کے ساتھ جن میں دو ہزار ہتھیار بند سپاہی بھی شامل تھے جو جنگ، چوگان اور سیر و شکار میں شریک رہتے تھے، سب کو لے کر شہر سے نکلے۔ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ چند منزل آپ کے ساتھ رہے، چند نصیحتیں جو مناسب حال تھیں آپ کو کیں اور رخصت کیا۔ یہ چند اشعار اس وقت جب آپ اپنے راستے پر گامزن تھے، وجد و ذوق کے عالم میں پڑھے۔ غزل:

ترک دنیا گیر تا سلطاں شوی
محرمِ اسرار با جاناں شوی

ترجمہ: دنیا کو ترک کردے تو سلطان ہو جائے، محبوب کے ساتھ رازوں سے واقف ہو جائے۔

پا بہ تخت و تاج و سر در راہ نہ
تا سزائے مملکت یزداں شوی

ترجمہ: تاج و تخت پر لات مار اور راستے پر چل کھڑا ہو تا کہ تو حق تعالیٰ کی مملکت میں رہنے کے لائق ہو جائے۔

چیست دنیا کہنۂ ویرانۂ
در رہ آباد ایں ویراں شوی

ترجمہ: دنیا کیا ہے قدیم ویرانہ ہے کیا تو اس ویرانے میں آباد ہو جائے گا؟

تا کجے در دام دنیا ہائے بند
در ہوائے دانۂ پراں شوی

ترجمہ: کب تک دنیا کے جال میں گرفتار رہے گا اور دانے کی ہوس میں اڑتا رہے گا۔

دامِ فانی برگسل از پائے جاں
تا تو واصل باقی از سبحاں شوی

ترجمہ: اپنی روح کی قوت سے اس فانی جال کو توڑ دے تاکہ تو سبحانِ باقی سے واصل ہو جائے۔

برگزر از خواب و خور مردانہ وار
تا براو عشق چوں مرداں شوی

ترجمہ: نیند اور بھوک کے جھمیلے سے مردانہ وار گزر جا تاکہ عشق کی راہ میں اہلِ ہمت کے مانند ہو جائے۔

گرنہی پا برسر اورنگ و جاہ
تارکے چوں اشرف سمناں شوی

ترجمہ: اگر تو تخت اور شان و شوکت کو لات مار دے تو یقیناً اشرف سمنانی کی طرح تارک دنیا ہو جائے گا۔

بارہ ہزار سپاہی اور ہتھیار بند نوجوان جو آپ کے ہمراہ تھے، تین منزل ساتھ رہے، بعد ازاں ہر ایک کو ہر منزل سے رخصت کیا۔ عبید نام کا ایک مصاحب تھا جو ہمیشہ خدمت میں رہتا تھا ہر چند آپ نے اسے رخصت کیا لیکن وہ آپ سے جدا نہ ہوتا تھا۔ بہت کوشش کر کے اسے رخصت دی، جس وقت اسے وداع کیا تو دونوں (جدائی کے غم سے) آہ و نالہ کرنے لگے۔

چو از ہم شد جدا دلدار جانی
رواں از تن برآمد زندگانی
کنوں باید بہم خوشنود کردن
ہوائے خویشتن پدرود کردن

ترجمہ: جب وہ دلدار جانی بھی جدا ہو گیا تو گویا جسم سے روح نکل گئی۔ اب ایک دوسرے کو خوش کرنا چاہیے (اس کی صورت یہ ہے) کہ اپنی خواہش کو ہی رخصت کر دیا جائے۔

شہرِ بخارا میں آمد:

بعض مخلص ساتھی ماوراالنہر تک ہمراہ رہے آپ نے سب کو رخصت کیا جب بخارا پہنچے تو وہاں کے دیوانے عقلمندوں (مجذوبوں) میں سے ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے قدوۃ الکبراؒ کے سرِ مبارک کو پکڑا اور اپنے سر سے اس قدر رگڑا کہ آپ کو کسی قدر بے ہوشی محسوس ہونے لگی جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو اس نے مشرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا وہاں جلدی سے جا جب سمرقند پہنچے تو (اس وقت کے) شیخ الاسلام سے ملاقات کی۔ شیخ الاسلام نے جہانداری کے نور سے پہچان لیا اور خاطر تواضع کے آداب جیسے کہ ہونے چاہئیں بجا لائے، اس قیام سے آپ کی طبیعت مکدر ہوئی کہ درویشوں کو ایسی ضیافتوں سے کیا لینا ہے۔

اوچہ شریف میں حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے ملاقات:

جب آپ سمرقند سے نکلے تو اس وقت دو خادم آپ کے ہمراہ تھے آپ نے فرمایا کہ سواری کے گھوڑوں سے بدنامی ہوگی دونوں خادموں کے گھوڑے ایک نادار کو دیدیے اور اپنا گھوڑا بھی ایک فقیر کو ایثار کر دیا۔ قطعہ:

مجرد زوے را بجاے رساند
کہ از بود او ہیچ بادے نماند
کسے کو ہوائے رخ یار کرد
ہمہ در سر راہ ایثار کرد

ترجمہ: وہ اکیلا جانے والا (سالک) مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے ساز و سامان میں سے کوئی چیز اس کے پاس نہ ہو۔ جس شخص نے منزلِ دوست کی آرزو کی اس نے سب کچھ راستے میں لٹا دیا۔

رات ایک گاؤں میں قیام کیا چونکہ پیدل سفر کیا تھا (تھک چکے تھے) نیند آ گئی۔ آدھی رات گزری تھی کہ آپ بیدار ہوئے اور خادم سوتے رہے، آپ کے دل میں خیال آیا کہ ان خادموں سے بھی جدا ہونا چاہئے۔ تاکہ مکمل تجرید[1] حاصل ہو۔ قطعہ:

کسے کو صحبت دلدار خواہد
ز صحبت خویش ہم دل تنگ آید
گریز از صحبتِ خویش اندریں راہ
کہ پا از ہر ہت برسنگ آید

ترجمہ: جو شخص محبوب کی صحبت کا طلب گار ہے وہ اپنی صحبت سے بھی تنگ آ جاتا ہے۔
اس راہ میں اپنی صحبت سے بھی گریز کر (اور اتنا بھاگ) کہ تیری رفاقت سے پیر (بھاگنے سے) معذور ہو جائیں۔

اس کے بعد آپ نے جذبہ عشق سے راستہ طے کیا اور اس شان سے مردانہ وار سفر کرتے تھے کہ راستے میں خار و خس گلاب اور سوسن دکھائی دیتے تھے۔ قطعہ:

براہِ عشق اگر در پا خلد خار
نباید از رہش پرہیز کردن

---

[1] تجرید اور تفرید تصوف کی دو اصطلاحیں ہیں، تجرید یہ ہے کہ مخلوق اور دنیاوی تعلقات سے بے تعلق ہو جائے اور تفرید یہ ہے کہ اپنے آپ سے بے تعلق ہو جائے اور خودی کو مٹا دے۔ ملاحظہ فرمائیں "سیر دلبراں" ص ۱۱۲

کہ از خارش بسے گل ہا شگوفد
قدم بر خار باید تیز کردن

ترجمہ: عشق کی راہ میں اگر پیر میں کانٹے چبھیں تو اس کی راہ میں چلنے سے رکنا نہیں چاہئے کیوں کہ اس راستے کے کانٹے سے بے اندازہ پھول کھلتے ہیں اس لئے کانٹوں پر تیز تیز چلنا چاہئے۔

(بہرحال سفر کرتے کرتے) آپ اوچہ شریف کے علاقے میں پہنچے (یہاں) حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرّہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا، بہت مدّت کے بعد ایک سچے طالب کی خوشبو سے دماغ معطر ہوا، اور بہت عرصے بعد سیادت کے گلزار کی نسیم چلی، اے فرزند! آپ نے مردانہ وار سفر کیا ہے مبارک ہو آگے بڑھو اور اس راہ میں قدم رکھو کہ بھائی علاؤالدین آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔ خبردار! راستے میں کہیں رکنا نہیں۔ قطعہ:

قدم در راہ نہ زنہار
کہ یاراں رایوذ دو دیدہ بر راہ
اقامت در رہِ مقصود ہرگز
نباید کرد تا بری بدرگاہ

ترجمہ: راستے میں قدم رکھ دے ہرگز ہرگز (تساہل نہ کر) کہ دوستوں کی آنکھیں راستے پر لگی ہوئی ہیں۔ مقصود کے راستے میں ہرگز (کسی جگہ) ٹھہرنا نہیں چاہئے تاکہ جلد (مقصود کی) بارگاہ میں پہنچ جائے۔

آپ کا دہلی اور بہار پہنچنا اور شرف الدین منیری کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا

جب (حضرت مخدوم جہانیاںؒ) سے رخصت ہوئے تو حضرت نے اپنے بعض مقامات آپ کو عطا فرمائے جیسا کہ شرح سلسلہ کے باب (لطیفے) میں بیان کیا گیا ہے، یہاں سے منزلیں اور مرحلے طے کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ وہاں ایک جوان[1] یوسف صورت اور صدیق سیرت تھے کہ ولایت اُن کے تابع تھی (ان سے ملاقات ہوئی) انہوں نے کہا، اے اشرف خوش آمدید! آپ راستے میں (کہیں) نہ ٹھہرنا کہ میرے بھائی علاؤالدین آپ کے انتظار میں ہیں۔ چنانچہ آپ دارالملک دہلی سے روانہ ہوئے اور بہار کے علاقے میں وارد ہوئے، یہاں حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیریؒ قریب المرگ تھے۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو وصیت کی تھی کہ کوئی شخص میری نمازِ جنازہ نہ پڑھے کہ ایک صحیح النسب سیّد، تارک

---

[1] آپ غالباً سید یوسف ابن سید جمال الحسینی ہوں گے ایک فوجی کی حیثیت سے آپ ملتان سے دہلی آئے سلطان نے آپ کی بزرگی اور علمی کارناموں کے پیشِ نظر اپنے تعمیر کردہ مدرسے میں مدرس مقرر کردیا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ۷۹۰ھ میں وفات ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں، اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص ۳۲۵ ۔ ۳۲۶ ۔ قیاس ہے کہ قدوۃ الکبراؒ ۷۳۳ھ یا ۷۳۵ھ میں دہلی تشریف لائے جب آپ کی عمر شریف ۲۷ یا ۲۸ سال ہوگی۔ ۲۵ سال کی عمر میں تختِ سلطنت چھوڑ کر ہندوستان روانہ ہوئے۔ ملاحظہ فرمائیں، تصوف، حصہ اول، ص ۱۳۵

سلطنت (بادشاہ) اور سات قراتوں کا حافظ راستے میں ہے وہ نماز پڑھائے گا۔ چنانچہ وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین کر کے انتظار کر رہے تھے جب ذرا سی دیر ظاہر ہوئی تو[1] شیخ خلائی شہر سے باہر آئے، اسی فکر میں تھے کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ حیران و پریشان شہر میں داخل ہوئے، شیخ جلائی نے نورِ عقل سے پہچان لیا اور دریافت کیا کہ آپ سیّد ہیں آپ نے انکساری سے کہا جی ہاں پھر اسی طرح کی دوسری نشانیوں کے بارے میں بھی دریافت کیا (جو حضرت شرف الدین یحیٰ منیریؒ نے وصیت میں بیان کی تھیں) سب درست نکلیں۔ آپ تشریف لائے اور شیخ شرف الدینؒ کے اصحاب سے ملاقات کی، سب نے اتفاق کر کے میت کی وصیت کے بموجب آپ سے نمازِ جنازہ کی امامت کے لئے کہا پہلے آپ نے انکسار سے کام لیا آخر آپ کو امام کی جگہ لے گئے۔

چو پیشے دانشتند از لطف پیشیں
ز یارانِ دگر ہم پیش بروند

ترجمہ: چونکہ انہوں نے پہلے ہی لطف سے آگے رکھا تھا (اس لئے) دوسرے یاروں سے بھی آگے لے گئے۔

جب نمازِ جنازہ ادا کر چکے اور میّت کو قبر میں رکھا، حضرت قدوۃ الکبراؒ کے دل میں اس وہم کے ساتھ یہ خیال گزرا کہ میرے مخدوم حضرت کو سفرِ آخرت پیش آ گیا ہے کیوں کہ آپ نے اس ولایت کو ولایتِ بنگال کا حصہ خیال فرمایا۔ اسی حالتِ وہم میں شیخ شرف الدینؒ کی روحانیت پاک نمودار ہوئی اور فرمایا، بیٹے اشرف آپ خاطر جمع رکھیں کہ آپ کے شیخ اقبال و سعادت کے ساتھ اب بھی مسندِ ارشاد و ہدایت پر تشریف فرما ہیں۔ ابیات:

(۱) نشستہ بر سرِ اورنگِ اقبال
جہاں گیرد بہ تیغِ وجد و احوال

(۲) ز روئے تربیت آں ضیغمِ غاب
گرفتہ سر بسر اقلیمِ اصحاب

(۳) بہ ہمت پائے سر در راہ آور
کہ دارد بہرِ تو صد چشم بر در

ترجمہ: (۱) وہ کامرانی کے تخت پر بیٹھے ہوئے دنیا کو وجد و احوال کی تلوار سے فتح کرتے ہیں۔

(۲) اس کچھار کے شیر نے تربیت کے پیشِ نظر اصحاب کا ملک اپنے تصرف میں لیا ہے۔

---

[1] شیخ خلائی: مطبوعہ نسخے میں آپ کے نام کا تلفظ اور املا "شیخ خلائی" دیا گیا ہے لیکن حضرت شیخ ہاشم رضا مدظلہ کے مملوکہ خطی نسخے میں اس کا املا "شیخ جلہائی" ہے۔ احقر مترجم نے چونکہ مطبوعہ نسخے کو ترجمے کی بنیاد بنایا ہے یہاں بھی تلفظ اور املا میں اسی کی پیروی کی ہے۔ شیخ خلائی کے مزید حالات کسی ماخذ سے معلوم نہ ہو سکے۔ مترجم معذرت خواہ ہے۔

(۳) تو بھی ہمت کا پاؤں (اس کے) راستے میں ڈال دے کہ وہ بہت ہی شدت سے تیرے انتظار میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کو (اس انکشاف سے) تسلی ہوگئی کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ شرف الدینؒ کا دستِ مبارک قبر سے نکلا مریدین کو بڑی حیرت ہوئی انھیں (اس عجیب واقعہ کا) سبب قطعی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ مریدوں نے ایک دوسرے سے دریافت کیا لیکن ایک شخص بھی (ہاتھ باہر آنے کا) سبب نہ بتا سکا جب حضرت قدوۃ الکبراؒ کی باری آئی تو (شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے) اصحاب نے عرض کیا کہ ہم مریدوں میں سے کوئی بھی اس راز کو نہ جان سکا شاید آپ کو اس کا صحیح علم ہو۔ آپ نے فرمایا، آپ کے حضرت شیخ کو جو ٹوپی مردانِ غیب سے ملی تھی اس کے بارے میں انہوں نے وصیت کی تھی کہ اسے میرے ساتھ ہی قبر میں دفنا دیا جائے غالباً آپ حضرات اس وصیت پر عمل کرنا بھول گئے۔ اب شیخ وہ کلاہ طلب کر رہے ہیں تمام اصحاب نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہیں اسی وقت جا کر ٹوپی لائے اور شیخؒ کے دستِ مبارک میں دے دی جونہی ٹوپی ملی شیخؒ نے اپنا ہاتھ قبر میں کھینچ لیا۔ بیت:

چو تاج سلطنت بر سر کشیدہ
بترک خویش دست از خواں کشیدہ

ترجمہ: جب سلطنت کا تاج سر پر رکھا، خود کو ترک کیا (اور) دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لیا۔

رات ہوئی تو آپ نے مقبرے ہی میں رات بسر کی شیخؒ کی روحانیت ظاہر ہوئی اپنے مکتوبات پڑھنے کا حکم دیا اور عنایت فرماتے ہوئے اپنی گدڑی آپ کے سپرد فرمائی جب صبح سعادت نمودار ہوئی اور آسمان نے رات کی نیلی گدڑی کو چاک کر دیا تو قدوۃ الکبراؒ نے شیخؒ کی گدڑی طلب کی اصحاب نے گدڑی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہاں حد سے تجاوز کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ شیخؒ کی گدڑی کو شیخؒ کی قبر پر رکھ دیں جس کسی کے نصیب میں ہوگی اس کے ہاتھ میں آجائے گی۔ بیت:

کسے را کو بود آں تاج بر سر
نصیب او بود ایں خرقہ در بر

ترجمہ: جس کسی کے سر پر وہ تاج ہے یہ گدڑی بھی اسی کے نصیب کی ہے۔

ہر شخص نے اس تجویز پر آفرین کہی اور گدڑی کو قبر پر رکھ دیا تمام نے باری باری اپنا ہاتھ پھیلایا کسی کے ہاتھ میں نہ آئی جب سب نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے تو آپ نے ہاتھ پھیلایا۔ بیت:

کسے کش بر سراست از تاج اقبال
بقدِ او برآید خرقۂ حال

ترجمہ: وہ شخص جس کے سر پر کامرانی کا تاج ہے اسی کے قد پر خرقۂ حال راست آتا ہے۔

اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اس گدڑی کو پھول کی مانند اٹھالیا سر پر رکھا، جب آپ نے خرقہ پہنا تو آپ پر عجیب طرح کا حال طاری ہوا کچھ دیر سر نیچے کیے بیٹھے رہے یہ شعر زبان پر لائے اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

مرا بر سر چو بود از لطف افسر
برآمد راست مارا خرقہ در بر

ترجمہ: جب ان کی عنایت سے میرے سر پر تاج شاہی تھا تو اب یہ خرقہ بھی ہمارے جسم پر راست آئے گا۔

آپ کا حضرت مخدومؒ کی خدمت میں بندور[1] پہنچنا، بیعت کرنا اور جہانگیر کا خطاب پانا:

آپ حضرت مخدومؒ کی خدمت میں نہ ابھی تک حاضر ہوئے تھے نہ قرب عظیم حاصل ہوا تھا کہ آپ نے اپنی مجلس میں لوگوں کو خوش خبری سنائی کہ ہم نے جس ہستی کے لئے دو سال تک انتظار کیا ہے اور ملاقات کے لئے راہ دیکھتے رہے ہیں (اس کی زیارت) عنقریب حاصل ہوگی:

(۱) بشارت می دہند از عالم غیب
مرا ہر دم بگوش سر ز الہام
(۲) کہ آں موعود دولت بر در تو
رسد امروز فرد اے بہ ہنگام[2]
(۳) امانت می سپا رند بر تو زنہار
برآور کامِ او از دل سر انجام

ترجمہ: (۱) میں سر کے کانوں سے سنتا ہوں وہ مجھے ہر دم عالم غیب سے از راہ الہام خوش خبری دیتے ہیں۔
(۲) کہ وہ دولت جس کا وعدہ کیا گیا ہے آج یا کل اپنے وقت پر تیرے دروازے پر پہنچے گی۔
(۳) تجھے امانت سپرد کرتے تو' تو بھی تہہ دل سے اس کے مقصد کو پورا کر۔

آپ نے اپنے احباب اور اصحاب سے یہ بات مکرر کہی تھی اور حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام نے حضرت مخدومیؒ کو ستر بار میری حاضری کی بشارت دی تھی، (حضرتؒ کو) حضرت قدوۃ الکبراؒ سے ملاقات کا شوق اس درجے غالب تھا کہ قلم

---

[1] بندور پرانا نام تھا اب اس بندور کو پنڈوہ شریف کہتے ہیں۔

[2] مطبوعہ نسخے میں دوسرے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ "بسرا امروز و فردای بہنگام" ظاہر ہے کہ سہو کتابت کے باعث مصرع بے معنی ہو گیا ہے۔ یہاں ترجمے کے متن میں قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

سے اس کی شرح لکھنا ناممکن ہے۔ قطعہ:

کسے کو را بود اقبال یاور
بود معشوق چوں عاشق طلب گار
بلے معشوق تا عاشق نہ باشد
بسر ناید ز عاشق ہیچ درکار

ترجمہ: جس کسی کا اقبال مددگار ہو جاتا ہے تو (اس کا) معشوق طلب گار عاشق کے مانند ہو جاتا ہے۔ بے شک جب تک معشوق (عاشق کا) عاشق نہ ہو جائے، عاشق سے (عاشق کا) کوئی کام سرانجام نہیں دیتا۔

منقول ہے کہ حضرت مخدومیؒ قیلولے میں تھے کہ یکایک نیند سے جاگ اٹھے اور اچانک باہر آ گئے کہ دوست کی خوشبو آ رہی ہے شاید آ پہنچا۔ قطعہ:

ز بوئے یار خوش حالم چو یعقوبؑ
مگر آں یوسفِ ثانی رسیدہ
بشوقِ دیدنِ آں نورِ دیدہ
چو اشک از مردے بیروں دویدہ

ترجمہ: دوست کی خوشبو سے میں مثلِ یعقوبؑ خوش حال ہوں، شاید وہ یوسفِ ثانی آن پہنچا۔ اس نورِ نظر کو دیکھنے کے شوق میں آنکھ سے ڈھلکنے والے آنسو کی مانند باہر دوڑنے لگا۔

اپنی ڈولی اور اس ڈولی کو جو آپ نے (حضرت مخدومیؒ نے) حضرت اخی سراج الدین سے پائی تھی اور جسے بنگالی زبان میں سنگھاسن کہتے ہیں ساتھ لی اور باہر آئے، جیسے ہی آپ باہر آئے آپ کے چھوٹے بڑے اصحاب پیدل اور سوار باہر نکل آئے۔ شہر سے باہر تقریباً ایک کوس چلے سارے شہر میں شور مچ گیا اور پکار ہوئی کہ صاحب مقام حضرت کسی عزیز کے استقبال کے لئے جاتے ہیں اس وجہ سے لوگوں کی حیرت انگیز کثرت اور بھیڑ نظر آتی ہے۔ قطعہ:

مگر یوسف رسید از مصرِ سمنان
کہ مرد و زن بہم از ہم برآمد
چرا درہم نہ افتد شور و غوغا
کہ آں اقبالِ غیبی بردر آمد

ترجمہ: شاید سمنان کے مصر سے یوسف آئے ہیں (جن کو دیکھنے کے لئے) مردوں اور عورتوں کا ہجوم نکل کھڑا ہے۔ آخر کس لئے شور و غوغا نہ ہو کہ اقبالِ غیبی (از خود) دروازے پر پہنچ گیا۔

حضرت مخدومیؒ اپنے تمام اصحاب کے ساتھ سینبھل کے درخت کے سایے میں تشریف فرما ہوئے کہ یکایک مسافروں کا قافلہ نمودار ہوا۔ ایک خادم اُن مسافروں کے پاس بھیجا اور دریافت کیا حضرت مخدومیؒ کو یہ خبر پہنچائی گئی ہے کہ اشرف سمنانی نام (کا مسافر) نورانہ انداز سے آیا ہے۔ یہ کلمات سنتے ہی وہ خوش ہو گئے اور چند قدم آگے چلے، دونوں جانب سے دو دلوں کا انجذاب ہوا حضرت قدوۃ الکبرؒ دوڑ کر آگے بڑھے اور شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ شیخؒ نے آپ کے سر کو پیروں سے نکالا اور بغل گیر ہوئے، کچھ دیر اپنے سینے سے لپٹائے رہے اس کے بعد ترتیب سے حضرت قدوۃ الکبرؒ نے اصحاب کے بارے میں دریافت فرمایا (خیریت معلوم کی) خیریت معلوم کرنے سے فارغ ہوئے تو ادب سے دوزانو تشریف فرما ہوئے۔

یہ بیت ارشاد ہوا۔ بیت:

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے
بہ امیدے رسد امید وارے

ترجمہ: کس قدر خوشی کی بات ہے کہ انتظار کے بعد ایک امیدوار اپنا مقصد حاصل کر لے۔

حضرت مخدومیؒ نے فرمایا۔ فرزند اشرف! کیا اعیانِ ثابتہ کا فراق کافی نہیں تھا جو ظاہری فراق برداشت کیا جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے سر جھکا لیا اور عرض کیا۔ قطعہ:

فراق از خویشتن نبود ارادت
چو رفت از دست می باید کشیدن

ترجمہ: دوزانو ادب سے بیٹھنا حضرت قدوۃ الکبر کے لیے ہے۔ اپنے آپ سے جدائی ارادہ نہیں ہوتا، اگر ہاتھ سے نکل جائے تو کھینچنا چاہیے۔

زیارت از سکندر بود مارا
ہوائے آب حیوانی چشیدن

ترجمہ: مجھے تو آب حیات پینے کی آرزو سکندر سے زیادہ تھی۔

چو ذرّہ در ہوائے روئے خورشید
بسر کردیم از بہر رسیدن

ترجمہ: آفتاب کا چہرہ دیکھنے کی آرزو میں ذرّے کی طرح میں نے یہاں حاضری کے لئے مہ و سال گزارے ہیں۔

توانی زندہ کردن مردۂ را
کہ جاں در جسم بے جاں بر دمیدن

ترجمہ: آپ کے لئے مردے کو زندہ کرنا ممکن ہے آپ بے جان جسم میں جان بالیدہ کر سکتے ہیں۔

تنِ بے جاں بعیسیٰ دم رسیدہ
بعیسیٰ دم بدم تا دم رسیدن

ترجمہ: بے جان جسم عیسیٰ نفس کے پاس پہنچ گیا ہے تاکہ عیسیٰ کے سانس سے اس میں دم بدم سانس آ جائے۔

حضرت مخدومیؒ نے فرمایا کہ اے فرزند! جس روز سے تم منزل سے (سمنان سے) سفر کے لئے نکلے ہو میں منزل بہ منزل تم پر متوجہ رہا ہوں اور ملاقات کی راہ کی جستجو کرتا رہا ہوں۔ الحمدللہ کہ غیب معائنے تک پہنچا اور مجاہدے نے مشاہدے کی صورت اختیار کی۔

مثنوی:

ازاں روزے کہ پا بر رہ نہادند
درے از وصلِ تو برمن کشادند

ترجمہ: جس روز سے کہ (حق تعالیٰ نے تمھارے) قدم کو اس راستے پر ڈالا تمھارے وصل کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔

بہر منزل کہ کردی سیر چوں ماہ
ز مہر تو بمن کر دند آگاہ

ترجمہ: تم جس جس منزل کو چاند کی طرح طے کرتے رہے، (حق تعالیٰ نے) تمھارے شوق سے مجھے آگاہ کردیا۔

کنوں از انجذابِ درمیا نم
حجابِ بعد را از ہم درا نم

ترجمہ: اب جب کہ میں باہمی کشش کے درمیان ہوں، دوری کے پردے چاک کردیتا ہوں۔

فراق ہمہ گرتا رخت بربست
بزمِ عیش باہم وصل بنشست

ترجمہ: ایک دوسرے کے فراق نے رختِ سفر باندھ لیا (فراق رخصت ہوا) اب محفلِ عیش میں وصل اپنی جگہ آ بیٹھا ہے۔

زفقداں رفتۂ وقتِ وجود ست
زغیبت رفتہ ہنگامِ شہود ست

ترجمہ: تم گم گشتگی (کے دور) سے نکل چکے ہو اب مطلوب پانے کا وقت ہے۔ پہلے تجلیات پردے میں تھیں، اب ان کے مشاہدے کا وقت ہے۔

(حضرت مخدومیؒ نے) فرمایا، بیٹے اشرف آپ میری ڈولی میں سوار ہوں قدوۃ الکبراؒ نے بہت کچھ انکسار کیا کہ (ایک

ہی سواری پر) غلام بھی سوار اور آقا بھی سوار (یہ کیسے ہو سکتا ہے)۔ ابیات:

چہ حدِّ بندۂ نو بردہ باشد
کہ با صاحب ہمقدم آوردہ باشد

ترجمہ: نو خرید غلام کی یہ مجال کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ آقا کے ساتھ ساتھ چلے۔

نہ زیبد بندہ را از راہِ ایثار
کہ گیرد جز رضائے خواجہ درکار

ترجمہ: غلام کو بر بنائے ایثار یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ آقا کی خوشنودی کے سوا کچھ اور کرے۔

نشانِ بندۂ آزاد آنست
کہ سر در زیرِ پائے خواجگانست

ترجمہ: آزاد بندے کی پہچان یہ ہے کہ اس کا سر آقاؤں کے پیر کے نیچے ہوتا ہے۔

(قدوۃ الکبراؒ نے) بر بنائے ارادت بہت معذرت کی بالآخر (ڈولی میں) سوار ہو گئے اور قدوۃ العارفینؒ کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ روح کو تازہ رکھنے والی راحت پہنچانے والی منزل تک آ پہنچے۔ جیسے ہی عالم پناہ کی خانقاہ کی بارگاہ پر نظر پڑی بے اختیار ڈولی سے اتر گئے اور ولایت مآب کی بارگاہ پر سر رکھ دیا۔ غزل:

ما بر جنابِ دولتِ سر بر نہادہ ایم
رختِ وجود بر سرایں در کشادہ ایم

ترجمہ: ہم نے اس بارگاہ پر سربلندی کی دولت رکھ دی ہے وجود کے سامانِ سفر کو اس آستانے پر کھول دیا ہے (یہیں بسیرا کریں گے)۔

ظلماتِ راہ گرچہ بریدیم عاقبت
تشنہ بر آبِ چشمۂ حیواں فتادہ ایم

ترجمہ: اگرچہ ہم راستے کی ظلمتوں کو قطع کر چکے (لیکن) چشمۂ حیواں کے پانی پر پیاسے پڑے ہوئے ہیں۔

بر شاہراہِ فقر نہادیم رُخ ولے
بر عرصۂ حریم چو فرزیں پیادہ ایم

ترجمہ: ہم نے فقر کی شاہراہ پر رُخ کر لیا ہے لیکن عزت و حرمت کی بساط پر (شطرنج کے مہرے) وزیر کی مانند پیادہ ہیں۔

سر بر حریم حضرت عالی نہادہ رو
بر روئے تو کشادہ و بر در ستادہ ایم

ترجمہ: ہم نے اپنا سر آپ کی عزت و حرمت والی بلند بارگاہ پر رکھ دیا ہے۔ اپنا چہرہ آپ کے چہرے کی طرف کرلیا ہے اور در پر کھڑے ہیں۔

اے بر حریم عرش جناب تو بار سر
ما بر نہادہ ایم چہ سر تر نہادہ ایم

ترجمہ: آپ کی عرش بارگاہ حریم پر ہم نے اپنا بار سر رکھ دیا ہے اور کس قدر بلند مقام پر رکھا ہے۔

دارم امید مقصدِ عالی ز درگہت
چوں دردیار غربت ازیں ہم زیادہ ایم

ترجمہ: ہم آپ کی درگاہ سے بلند مقصد کے امیدوار ہیں۔ ہم اجنبی ملک میں اس سے بھی زیادہ (عنایت کے لائق) ہیں۔

اشرف مس وجودِ خود آورد بہر زر
از دولتِ حکیم بہ اکسیر دادہ ایم

ترجمہ: اشرف اپنے وجود کا تانبا سونا بنانے کے لئے لایا ہے ہم نے حکیم کے اقبال سے خود کو اکسیر کے حوالے کر دیا ہے۔

حضرت (قدوۃ الکبراؒ) نے آستانے پر سر رکھ کر یہ اشعار تخلیق فرمائے اور حضرت مخدومیؒ کی خدمت میں پیش کئے، حضرتؒ نے سننے کی رضامندی کے ساتھ پوری توجہ سے اشعار سنے، دوبارہ بغل گیر ہوئے (اس مرتبہ یہ اثر ہوا کہ) تمام مقاصد، آرزوؤں اور حاجتوں سے الگ کر دیا اور اُن کی گود میں مقصد اور مشاہدے کا پانی بکھیر کر ایک ساعت میں بے کنار کر دیا۔ شعر:

بہ یک نفس کہ نگارم مرا کنار گرفت
دلم ز ہر دو جہاں رستہ و کنار گرفت

ترجمہ: میرے محبوب نے مجھے ایک لمحہ اپنی بغل میں لیا۔ میرا دل دونوں جہانوں سے آزاد اور الگ ہو گیا۔

ز بادِ ذوق تو خاک مرا کہ نار گرفت
ز آبِ وصل نگارم ز دو کنار گرفت

ترجمہ: تیرے ذوق کی ہوا سے میری خاک کو آگ نے پکڑ لیا میرے محبوب نے آبِ وصل سے مجھے بچا لیا۔

(حضرت مخدومیؒ) جب بغل گیر ہونے سے فارغ ہوئے تو قدوۃ الکبراؒ کو خانقاہ میں لے گئے اور اپنے پہلو میں جگہ عنایت فرمائی۔ عبداللہ خادمِ خاص کو حکم دیا کہ دسترخوان بچھائیں، پانی پلانے والے پانی لے آئے اور حضرت مخدومیؒ کے ہاتھ دھلائے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بیٹے دونوں جہان کے مقاصد سے ہاتھ دھوئیں تاکہ وصلِ دوست کا دسترخوان حاصل ہو۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے انکسار کے ساتھ کہا کہ پہلے ہم نے اپنے وجود سے ہاتھ دھولیا ہے تب وصال کے فرش پر بیٹھے ہیں۔ ابیات:

تا نشوید دست کس از روزگار
کے نشیند بر سرِ خوانِ نگار

ترجمہ: جب تک کوئی شخص دنیا سے ہاتھ نہیں دھولیتا وہ محبوب کے خوانِ رزق پر کب بیٹھ سکتا ہے۔

دستِ خود را شستہ ام از خویشتن
تا شوم بر خوانِ وصل از خویشتن

ترجمہ: میں نے اپنی ہستی سے ہاتھ دھولیا ہے تاکہ خوانِ وصل پر خود موجود ہوسکوں۔

وہ لوگ جنھیں حضرت مخدومیؒ کی مجلس میں حاضری کی اجازت تھی انہوں نے بھی ہاتھ دھوئے اور انواع و اقسام کے کھانے پیش کیے گئے پہلے چار لقمے حضرت قدوۃ الکبراؒ کو اپنے ہاتھ سے کھلائے آپ نے نہایت تعظیم سے کھائے۔ لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی (کہ اس سے قبل) اپنا ہو یا بے گانہ کسی شخص کو اس قدر سرفراز نہیں فرمایا۔

لطفِ جاناں گر بود از حد بروں
در حریمِ وصل خود دارد دروں

ترجمہ: اگر محبوب کا لطف حد سے سوا ہو جائے تو اپنے حریمِ وصل میں (طالب کو) خلوت گاہ میں لاتا ہے۔

حاضرینِ مجلس کھانے میں مشغول تھے اور حضرت قدوۃ الکبراؒ دل آرام کے چہرے کا نظارہ کر رہے تھے۔ رباعی:

تشنہ گر بر چشمۂ حیواں رسد
درکشد در دم نہ دم اندر کشد
تفتۂ دیدار ہر دم تشنہ است
گرچہ آب ہفت دریا بر کشد

ترجمہ: اگر کوئی پیاسا چشمۂ حیواں پر پہنچ جائے (تو حیرت سے) اس کی اوپر کی سانس اور نیچے کی سانس نیچے رہ جاتی ہے۔ محبوب کے دیدار کا جلا ہوا ہر دم پیاسا رہتا ہے اگرچہ وہ سات سمندروں کا پانی پی جائے۔

سب نے مل جل کر تھوڑا سا کھانا کھایا آخر میں اچھی طرح پکائے ہوئے چاول جنھیں ٹھنڈے پانی میں رکھ کر ٹھنڈا کیا

گیا تھا اور جسے وہاں کے لوگوں کی زبان میں "پن بھتہ" کہتے ہیں لایا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ کے سامنے برتن کھینچا اور فرمایا، بیٹے اس سیراب چاول میں سے کچھ کھاؤ کہ وادیِ طلب اور دشتِ رنج کے پیاسوں کو اس سے سیرابی اور یقین و وجدان کی ٹھنڈک حاصل ہوگی۔ قطعہ:

شربت از دستِ نگارِ سیم بر
تشنگاں را میدہد بر دالیقیں
تشنۂ آبِ وصالِ یار را
آبِ رویت می دہد بر دل یقیں

ترجمہ: سیمیں تن محبوب کے ہاتھ سے شربت پینا پیاسوں کو یقین کی ٹھنڈک عطا کرتا ہے۔
وہ جو دوست کے آبِ وصال کے پیاسے ہیں ان کے دل میں دوست کے چہرے کی آب یقین پیدا کرتی ہے۔

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو تمام ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے پان کے بیڑے لائے گئے ہر ایک صاحب کو عطا کیا اور وہ بیڑہ جو حضرت مخدومیؒ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے اسے تمام تر لطف و دلنوازی کے انداز میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کو کھلایا حتیٰ کہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے پان کے چار بیڑے کھلائے جب اس درجے کی عنایت تھی تو کیوں نہ کھاتے۔ قطعہ:

برگِ وصل از دستِ رنگین یار خورد
جاں سپاری کردہ از دلدار خورد
چوں نہ بیند یار در بر ہمچو گل
ہر کہ در پا خار ہا بسیار خورد

ترجمہ: دوست کے رنگین ہاتھ سے برگِ وصل کھایا دلدار سے جاں سپاری کرتے ہوئے کھایا۔ وہ شخص یار کو بغل میں
پھول کی مانند کیوں نہ دیکھے جس کے پیر میں بے شمار کانٹے لگے ہوں۔

جب کھانے اور پان سے فارغ ہوئے تو ارادت (مرید ہونے) کا حکم دیا خدام قدموں کی طرف ہوگئے مرید بنانے کا جو طریقہ رائج تھا اسی طرح مرید بنایا اپنے ہاتھ سے اپنے سر کی ٹوپی آپ کے سر پر رکھی حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھا۔ قطعہ:

نہادہ تاجِ دولت بر سرِ من
علاء الحق والدیں گنج نابات

ترجمہ: علاء الحق والدین گنج نبات نے میرے سر پر تاجِ دولت رکھا۔

زہے پیرے کہ ترک از سلطنت داد
بر آوردہ مرا از چاہِ آفات

ترجمہ: خوشا وہ پیر جس نے سلطنت سے رہائی دی اور مجھے مصیبتوں کے کنویں سے باہر نکالا۔

جب ارادت کے تمام احکام بجالائے لوگوں نے مبارک باد دی مولانا علی نے جو خاص فضلا اور خلفاء میں سے ایک تھے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے۔ بیت:

مرید عشق را از پیر ارشاد
جہاں آمد مبارک باد کردہ
در آوردہ بسر قید ارادت
ز بند روزگار آزاد کردہ

ترجمہ: مرید عشق کو پیر سے ہدایت ملی اہل عالم مبارک دینے کے لئے آئے۔ شروع ہی سے ارادت کی قید میں لایا گیا اور دنیا کی فکر سے آزاد کر دیا۔

جب ارادت کی شرط پوری ہوگئی حضرت مخدومیؒ قدوۃ الکبرا کو حجرے میں لے گئے دونوں ایک پہر حجرے میں ایک ساتھ رہے راز حقیقت اور سنت نبوی ﷺ کے موتی سر پر چھڑکے۔ قطعہ:

درونِ خلوتِ اسرار بردہ
کشادہ در بروئے صادقِ خویش
ز اوّل تا بآخر ہر چہ باید
نثارے کردہ اندر واثقِ خویش

ترجمہ: (پھر) خلوتِ راز میں لے گئے اور اپنے عاشقِ صادق پر (اسرار کا) دروازہ کھول دیا۔ ابتداء سے انتہا تک (سارے راز) جو راہِ سلوک میں پیش آتے ہیں اپنے مرید راسخ پر نثار کر دیئے۔

حضرت مخدومیؒ حجرے سے نکل آئے اور آپ کو حجرے کے اندر چھوڑ دیا ایک ساعت کے بعد پھر خود حجرے میں تشریف لے گئے وہاں آپ کو عجیب حالت میں پایا۔ قطعہ:

مے از خم وحدت را بیک بار
کشیدہ در زماں از دستِ ساقی
بیار از خود حساب خویش برداشت
شدہ واصل نماند ہیچ باقی

ترجمہ: وحدت کے خم کی شراب ساقی سے لے کر ایک ہی سانس میں پی لی۔ دوست سے اپنا معاملہ خود ہی طے کر لیا (حساب) واصل ہوا کچھ باقی نہ رہا۔

حضرت مخدومیؒ قدوۃ الکبراؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر لائے چہرہ آفتاب کی طرح درخشاں تھا۔ قطعہ:

درخشاں بر رخش نور ولایت

برآمد از دروں چوں آفتابے

بہ رو بر روشنی لمعات اسرار

چو مہر نزہت آمد از سحابے

ترجمہ: نور ولایت آپ کے چہرے پر درخشاں تھا آپ آفتاب کے مانند حجرے سے برآمد ہوئے۔ اسرار کی شعاعوں کی روشنی سے روئے مبارک کی یہ کیفیت تھی جیسے پاکیزگی کا سورج بدلی سے نکلا ہو۔

حضرت مخدومیؒ نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور خود حرم سرا میں داخل ہوئے جو کچھ مشائخ کے تبرکات میں سے خرقہ اور برتن وغیرہ تھے، دستِ مبارک میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اپنے اصحاب کو خواہ خورد تھے یا بزرگ سب کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا! صاحبو جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ (ہمارے) مشائخ کی یہ امانت جو ہم سالہا سال سے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے اب ان کا مستحق آ گیا ہے، اس کو سپرد کرتے ہیں اصحاب نے عرض کیا کہ اس معاملے کو مخدومیؒ خوب جانتے ہیں۔ قطعہ:

چہ می پرسی تو زیں اسرار مارا

کہ بتو اند دریں معنی چخیدن

ببازار جہاں گوہر شناسی

زسنگ اندازی د گوہر گزیدن

ترجمہ: آپ ہم سے اس بھید سے متعلق کیا دریافت فرماتے ہیں کون ہے جو اس باب میں دانستہ انکار کر سکے۔ دنیا کے بازار میں صرف آپ ہی گوہر شناس ہیں۔ آپ (بے قیمت) پتھر پھینک دیتے ہیں اور گوہر قبول کر لیتے ہیں۔

سلطان المشائخؒ کا وہ خرقہ جو حضرت اخی سراجؒ کو ملا تھا اور اُن سے حضرت مخدومیؒ نے پایا تھا وہ آپ نے قدوۃ الکبراؒ کو عنایت فرمایا، اس کے علاوہ دیگر مشائخانہ تبرکات بھی آپ نے عطا فرمائے جن کو ایک عرصہ بعد آپ نے ایک فقیر پر ایثار کر دیئے، جیسا کہ ذکرِ خرقہ میں بیان ہو چکا ہے اس سلسلے میں بعض حضرات نے گفتگو کی، حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ان کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔ قطعہ:

لباس رابطہ نعمت است از درویش
نہ عین نعمت کو را برند ہر سوئے
چو باغباں کہ گل از باغ بہر بوئے دہد
چو رفت بوئے فگند نہ گل بہر کوئے

ترجمہ: درویش سے جو لباس ملتا ہے وہ نعمت کے درمیان رابطہ ہے نہ کہ عین نعمت ہے جس کی ہر طرف نمائش کی جائے۔ جس طرح باغبان جو باغ کے پھول خوشبو کے لئے دیتا ہے جب پھول باغ سے نکلے تو گلی گلی خوشبو بکھیر دیتے ہیں۔ لیکن ہر خرقہ پوشی کی یہ عزت و شان نہیں ہے جو اس خرقے کے دینے والے اور لینے والے کی ہونی چاہئے۔ قطعہ:

ایں گل آں گل نیست کو را ہر کسے
بوید ش آں باغبانے دیگر است
زیں گلستاں نیست ہر کس گل ستاں
کیں گلستاں را نشانے دیگر است

ترجمہ: یہ پھول وہ پھول نہیں ہے جسے ہر شخص خوشبو دے سکے وہ باغبان کوئی اور ہے۔ نہ یہ باغ ایسا باغ ہے کہ ہر پھول چننے والا پھول چنے کیوں کہ اس باغ کا پتہ نشان دوسرا ہے۔

جب مشائخ کے تبرکات اور مختلف طرح کے مستقل واقعات سے بہرہ مند ہو چکے تو شیخ کی خدمت کا طریقہ اختیار کیا حضرت قدوۃ الکبرؒ شیخ کی خدمت میں بارہ سال رہے اول مرتبہ میں جب پے در پے خدمت میں حاضر ہوتے کسی خدمت کے لئے عرض کرتے اور ہر چند اصرار کرتے، شیخ نے آپ کو اپنی کسی خدمت پر مامور نہ کیا۔ (کبھی کبھی) اتفاقاً فرماتے۔ فرزند اشرف! ہم آپ کس خدمت پر مامور کریں کہ پھر اسی خدمت کی خواہش حضرت ابو العباس کریں گے جس روز ہم نے آپ کو کپڑے عطا فرمائے اس روز انھوں نے آپ کے بارے میں اس قدر مبالغہ کیا کہ ہم کیا بیان کریں۔ قطعہ:

ترا از چشمہ آں باغ علوی
نثار فیض می آید بہردم
ولے کز دم بدم مجرائے فیضش
ز جان ما بود سیرانش بردم

ترجمہ: تجھے اس باغ علوی کے چشمے سے ہمہ وقت فیض ملتا ہے۔ لیکن اس کے فیض کا دم بدم جاری ہونا ہماری روح سے اس کی سیر کے وقت ہوتا ہے۔

جب آپ کو پورے چار سال خدمت میں رہتے ہوئے ہو گئے، حضرت مخدومیؒ آپ کو القاب عطا کرنے کے لئے فکر مند

ہوئے، فرمایا! الالقاب تنزل من السماء یعنی القاب آسمان سے نازل ہوتا ہے جو کچھ غیب سے نازل ہوگا وہی لقب دوں گا۔

ایک شب حضرت مخدومؒ اپنی خلوت گاہ میں مشغول تھے وہ شب برات تھی وظائف و اوراد شروع کرنے کے لئے باہر آئے (اور) خلوت گاہ میں چلے گئے سر جھکا کر مراقبے میں چلے گئے مراقبے کو بہت طول دیا یہاں تک کہ صبح کے آثار نظر آنے لگے۔ یکایک خلوت گاہ کے در و دیوار سے ''جہاں گیر''، ''جہاں گیر'' کی صدا آنے لگی یہ بات دل میں جمالی اور فرمایا! الحمدللہ فرزند اشرف کو ''جہاں گیری'' کے خطاب سے مخاطب کیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ دوسری خلوت گاہ میں مشغول تھے۔ جب نمازِ فجر کے لیے باہر آئے اور جماعت سے نماز ادا کرلی تو حضرت مخدومؒ کا دستور تھا کہ فرض ادا کرنے کے بعد اصحاب ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے تھے اس صبح جس نے آپ سے مصافحہ کیا اس نے کہا، خطاب جہاں گیری مبارک ہو۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فی البدیہہ فرمایا۔ قطعہ:

مرا از حضرت پیر جہاں بخش
خطاب آمد کہ اے اشرف جہاں گیر
کنوں گیرم جہانِ معنوی را
کہ فرماں آمد از شاہم جہاں گیر

ترجمہ: مجھے جہاں بخش پیر کی بارگاہ سے خطاب ملا کہ اے اشرف ''جہاں گیر''۔ میں نے اس سے یہ معنی لئے ہیں کہ میں باطنی جہان کو مسخر کروں گا کیوں کہ میرے بادشاہ کا فرمان ہے دنیا مسخر کر۔

ایک مرتبہ شب قدر میں اکثر حضرات کہتے ہیں ماہِ مبارک رمضان کی ستائیسویں شب تھی قدوۃ الکبراؒ حضرت مخدومؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے، ہر موتی اسرار و ایثار کی باتوں میں پرو دیا۔ حضرت مخدومؒ نے قدوۃ الکبراؒ کی نسبت فرمایا! فرزند اشرف میں نے آپ کے لئے استعداد کی پستان خشک کردی ہے اور جو کچھ کام کی ابتداء اور اسرار کی انتہا میں درکار ہوتا ہے وہ میں نے آپ کو عنایت کئے۔ قطعہ:

ہر آں گوہر کہ از کانِ عزیزاں
رسیدہ بر تو آں ایثار کردم
کہ ہرچ از ابرِ مدرارے رسیدہ
شدہ فیضے بہ تو ادرار کردم

ترجمہ: ہر وہ موتی جو عزیزوں (مشائخ) کی کان سے پہنچا، میں نے آپ پر نثار کردیا۔ جو کچھ برسنے والے بادل سے حاصل ہوا، وہی فیض آپ کو عطا کردیا۔

خدایا! ہم سب کو یہ نعمت حضرت نبی ﷺ اور آپ کی بزرگ اولاد کے صدقے میں نصیب فرما۔

آمین! یارب العالمین!

لطیفہ ۲۳

مقامِ اشرفی کے تعین اور مراتبِ عالی کے بیان میں ظفر آباد میں نیک علامتوں کا ظاہر ہونا، مسلسل کرامات کا ظہور میں آنا اور شیخ کبیر سرور پوری کا بیعت کرنا

قال الاشرف:

المقام هو المرام علیٰ سریر التمکین لو جه الدوام یعنی (حضرت اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، "مقام"[1] دوامی طور پر تمکین[2] کے تخت پر بیٹھنے کا قصد کرنا ہے۔)

جب حضرت قدوۃ الکبراؒ کو حضرت مخدومیؒ کی خدمت میں رہتے ہوئے پورے چار سال ہو گئے اور آپ کی نسیمِ ولایت نے اطراف کے باغوں کو مہکانا اور شمیمِ عنایت نے لالہ زاروں کو مدد پہنچانا شروع کیا تو حضرت مخدومیؒ نے فرمایا کہ فرزند اشرف مثل مشہور ہے کہ دو شیر ایک جنگل میں نہیں رہتے اور دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سا سکتیں بہتر ہے کہ آپ کے لیے

---

[1] "حال" اور "مقام" تصوف کی دو اصطلاحیں ہیں۔

حال۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو واردات سالک کے دل پر وارد ہوں حال ہے۔ حال آتا ہے اور جاتا ہے۔ یہ ایک عارضی کیفیت ہے۔ مقام۔ جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک مستقل طور پر اس کیفیت میں رہتا ہے تو اسے مقام کہتے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں "سرِّ دلبراں" ص ۱۳۴)

[2] "تلوین" اور "تمکین" کا مفہوم حال و مقام کے قریب ہے۔

تلوین۔ ایک درجہ ہے جس میں حالتیں آتی ہیں اور جاتی ہیں۔ سالک مغلوب الحال رہتا ہے۔

تمکین۔ مقام رسوخ و استقلال ہے جس میں سالک صاحب مقام ہوتا ہے اور مغلوب الحال نہیں ہونے پاتا۔ (ملاحظہ فرمائیں "سرِّ دلبراں" ص ۱۲۰۔۱۲۱) راقم السطور نے چاروں اصطلاحات کا مطلب آسان زبان میں تحریر کیا ہے اسے سرِّ دلبراں کا اقتباس خیال نہ فرمایا جائے تاہم تمام مطالب "سرِّ دلبراں" سے اخذ کیے گئے ہیں۔

ایسا مقام تجویز کروں جہاں کے باشندے آپ کی ذات اور فوائد سے مستفید ہوں اور بزرگ آپ کی نسبت شہود کے تازہ دسترخوانوں سے بہرہ مند ہوں اور گمراہی کے صحرا میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو آپ کے رابطے کی شمع سے راستہ ملے اور جہالت کی وادی کا پیاسا گروہ آپ کے واسطے کے صاف وشیریں پانی سے علم حاصل کرے۔ قطعہ:

بہ دریا آب شیریں بہر آنست
کہ از وے تشنگاں سیراب گردند
نہ چوں گوہر کہ در معدن نہفتہ
بجاں در کندنِ نایاب گردند

ترجمہ: دریا میں میٹھا پانی اس لیے ہوتا ہے کہ اس سے پیاسے لوگوں کی پیاس بجھائیں، کان میں پوشیدہ موتی کی مانند نہیں کہ اس سے نہ ملنے والی چیز کے لیے کان کھودتے کھودتے مرنے کے قریب پہنچ جائیں۔

قدوۃ الکبراؒ نے عرض کیا کہ ہم نے ملک سے مسافرت کی تکلیف برداشت کی ہے۔ دکھ کے دیس سے محبت کا شربت پیا ہے۔ اسباب خانے کو ٹھکرایا، دوستوں کے فراق کی شراب پی، اہل خانہ اور اقارب سے جدائی اور تمام ضروریات سے دست کشی محض اس لیے تھی کہ اہلِ عشق وعرفان کے قبلے کی درگاہ کی مجاوری کروں اور اصحابِ ذوق و وجدان کے کعبے کی قربت حاصل کروں نہ اس لیے کہ ہر روز تقسیم ہونے والی دولتِ واردات سے محروم اور مبارک انوار سے (جو یہاں حاصل ہوتے ہیں) بے نصیب رہوں۔ ابیات:

کسے کز دولتِ توفیقِ یزداں
بریدہ از دیار کامرانی

ترجمہ: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی توفیق کی بدولت کامیابی کے عالم سے نکل آیا ہو۔

کشیدہ پائے از اورنگ شاہی
دریدہ برد وصلِ یار جانی

ترجمہ: جس نے تختِ شاہی سے پاؤں کھینچ لیا ہو اور یار جانی کے وصل کا پردہ چاک کر دیا ہو۔

شراب فرقتِ یاراں کشیدہ
شکستہ جامِ عیشِ زندگانی

ترجمہ: جس نے دوستوں کی جدائی کی شراب پی ہو اور زندگی کے عیش کا جام توڑ دیا ہو۔

نہادہ پائے در صحرائے غربت
کشیدہ دست از قاصی و دانی

ترجمہ: جس نے مسافرت کے صحرا میں قدم رکھ دیا ہو، آبرو مند اور بے آبرو سے علیحدگی اختیار کر لی ہو۔

بہ سر پیمودہ ایں بید اے محنت
رسیدہ در حریمِ یارِ جانی

ترجمہ: جس نے رنج کا بیاباں سر کے بل چل کے طے کیا ہو، (جو اس مصیبت کے بعد) یار جانی کے حریم تک پہنچا ہو۔

برائے آں کہ از خاکِ دو پایت
کشد چوں سرمہ در چشمِ عیانی

ترجمہ: یہ صرف اس لیے ہوا کہ آپ کے پیروں کی خاک کو سرمے کی مانند ظاہری آنکھوں میں ڈالا جائے۔

نہ گردم از درت یک طرفۃ العین
جدا از خاکِ درگاہِ جہانی

ترجمہ: میں تو ایک پل کے لیے بھی آپ کے آستانے سے نہ جاؤں گا، نہ اس مقام کی خاک سے جدا ہوں گا جو اہلِ جہاں کی زیارت گاہ ہے۔

مرا از در گہہِ عالی خدارا
مراں اے سایۂ انسی و جانی

ترجمہ: خدا کے لیے مجھے درگاہِ عالی سے نہ نکالیں۔ آپ جن اور انسان کے لیے سایہ (پناہ گاہ) ہیں۔

منم چوں سایہ و تو ہمچو شخصے
چرا ایں سایہ را از شخص رانی

ترجمہ: میں سایے کی مانند ہوں اور آپ ذات کی طرح ہیں۔ اس سایے کو ذات سے کیوں جدا فرماتے ہیں۔

نگردد ظلِّ من از شخص ممتاز
گرش از تیغ صد بارم برانی

ترجمہ: میرا سایہ ذات سے کبھی الگ نہ ہوگا، خواہ آپ مجھے تلوار سے سو مرتبہ جدا کریں۔

بہ درگاہِ تو گر اشرف بود خاک
بہ از جمشیدی و کیخسروانی

ترجمہ: اگر اشرف آپ کی درگاہ کی خاک ہو جائے تو یہ جمشید اور کیخسرو کی بادشاہت سے بہتر ہے۔

جب حضرت مخدومیؒ کی سمع مبارک میں یہ بات پہنچی تو فرمایا، اے فرزند آپ ہرگز مجھ سے جدا نہ ہوں، اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ شامل ہے۔ دو سال اور گزر گئے۔ حضرت مخدومیؒ نے فرمایا، اس معاملہ میں ایک حکمت پوشیدہ ہے جس سے

آپ واقف نہیں ہیں بہر صورت آپ کو اس پر راضی ہو جانا چاہیے۔ قطعہ:

ارادت چوں بریں رفتہ است اے یار
بباید از دل و جاں سر نہادن
وصالِ یار اگرچہ خوش تر آمد
درے فرقت دمے باید کشادن
کہ طفلاں راز یاد از عہد خوردن
ز شیرِ مادراں زہر یست دادن

ترجمہ: اے دوست جب (اللہ تعالیٰ کا) ارادہ یوں ہی ہے تو دل و جان سے اسے تسلیم کیا جائے۔ دوست کا وصال اگرچہ زیادہ خوش کن ہوتا ہے (تاہم) کچھ دیر کے لیے جدا بھی ہونا چاہیے کیوں کہ بچے کو مقررہ مدت سے زیادہ ماں کا دودھ پلانا، بچے کو زہر دینا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب یہ دیکھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے تو ناچار شیخ کے ارادت پر سر تسلیم خم کر دیا۔ قطعہ

مبارک بندہ را آزادگی نیست
کہ او ہم دم زند با خواجۂ خویش
مرید آنست کہ بر امر ارادت
نہد از جاں سرِ تسلیم در پیش

ترجمہ: صاحب برکت غلام کو کبھی آزادی نہیں ملتی کیوں کہ وہ اپنے آقا کی خدمت گزاری میں رہتا ہے (حقیقی) مرید وہ ہے کہ پیر کے حکم پر اخلاص کے ساتھ سر تسلیم خم کرتا ہے۔

حضرت مخدومیؒ کے قلب پر القا ہوا کہ آپ کو جون پور کے علاقے میں بھیجیں تا کہ اس علاقے کے باشندے آپ کی ولایت کے نور اور ارادت کی نشانیوں سے فائدہ اٹھائیں۔ قطعہ

اگرچہ مشکِ ختنی را خطا نیست
و لیکن در ختن قدرش ندانند
اگر افتد بدیگر جائے آں مشک
جہاں بر بوئے او برہم زنانند

ترجمہ: اگرچہ ختن کے مشک کی خوشبو میں کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن ختن میں کوئی اس کی قدر نہیں کرتا۔ یہی مشک اگر وہاں سے دوسری جگہ بھیج دی جائے تو اس کی خوشبو سے تہلکہ مچ جائے۔

بہر حال یہ طے کیا گیا کہ آپ شیخ کے ساتھ رمضان گزاریں اور عید کے دن رخصت ہوں۔ جب عید کا دن آیا تو سفر کا خاصا اہتمام کیا گیا۔ پرچم، جھنڈے اور نقارہ وغیرہ جیسا کہ قدوۃ الکبرآ کا دستور تھا مہیا کیے گئے۔ لباس فراہم کیا گیا آپ کو پہنایا۔ اس وقت شہر کے چھوٹے بڑوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو حضرت مخدومیؒ کی خانقاہ میں حاضر نہ ہوا ہو۔ اس سفر نے سب کو قیامت کا سماں دکھا دیا۔ قطعہ:

جہاں را چشم روشن گشت تیرہ
چو نور دیدہ جائے ر اکر بست
بہر دم در نہ ماندہ عیش و شادی
کہ عیش و خرمی از ما بدر رفت

ترجمہ: دنیا کی روشن آنکھیں تاریک ہوگئیں کہ آنکھ کا نور کسی جگہ چلا گیا، لوگوں کے دل سے راحت اور خوشی جاتی رہی کیوں کہ راحت اور خوشی ان سے رخصت ہوگیا۔

حضرت مخدومیؒ جب اپنے بڑے اصحاب کے ساتھ آگے بڑھے اور رخصت کے قریب ہوئے تو قدوۃ الکبرآؒ نے عرض کیا کہ غلام کو حکم ہوا ہے کہ جون پور کے علاقے میں جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس سبزہ زار میں ایک شیر (ایک صاحب ولایت ولی) بھی رہتا ہے۔ قطعہ:

دراں بیشہ کہ مارا حکم صید است
ہمیں دانم کہ شیرے ہست بیدار
ولے مارا چو شیر شرزہ ہست
چہ باک از شیر باشد اے جہاں دار

ترجمہ: جس جنگل میں ہمیں شکار کا حکم دیا گیا ہے مجھے معلوم ہے کہ وہاں ایک جاگا ہوا شیر بھی ہے لیکن ہمارے ساتھ بھی ایک خوفناک شیر ہے (اس لیے) اے بادشاہ اگر شیر ہو تو ہمیں خوف نہیں ہے۔

حضرت مخدومیؒ یہ بات سن کر اپنا سر غیب کے گریبان میں لے گئے۔ ایک ساعت بعد شکار پکڑے ہوئے اس جنگل سے نکلے۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بیٹے سبزہ زار کے شیروں کا غم نہ کرو۔ وہاں آپ کو ایک بچہ حاصل ہوگا، وہ اس شیر کے لیے کافی ہوگا اور آپ کو پہلی فتح ظفر آباد میں حاصل ہوگی۔ قطعہ:

بدست آید ترا صیاد شیرے
کہ شیر از دست او در صید آید

و لیکن دیدہ ام در دامِ تقدیر
کہ صید و شیر ہم در قید آید

ترجمہ: آپ کو شیر کا شکاری حاصل ہوگا جس کے ہاتھ سے وہ شیر شکار ہوگا، لیکن میں نے تقدیر کے جال میں دیکھا ہے کہ صید و شیر دونوں ہی قید ہوں گے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ سفر پر روانہ ہوئے (حضرت مخدومیؒ) ایک کوس تک ساتھ رہے پھر خود یہاں ٹھہر گئے اور آپ کو روانہ کر دیا۔ قطعہ:

بہ یک دیگر جدائی چوں درآمد
جہاں را ہم بہم غوغا فتادہ
بیاراں برہم از ہجر عزیزاں
زماں آمد درے محنت کشادہ

ترجمہ: جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو عالم میں ایک شور برپا ہوگیا۔ عزیز اپنے دوستوں کی جدائی سے بے چین ہوگئے رنج و غم کے دروازے کے کھلنے کا وقت آگیا۔

حضرتؒ کی ظفر آباد میں آمد اور حاسدوں کا اعتراض کرنا:

بعض اوقات حضرت قدوۃ الکبراؒ کے ساتھ سفر میں ظاہری ساز و سامان از قسم اونٹ گھوڑے بہت ہوتے تھے اس سفر میں بھی جب آپ کے پرچم قصبہ منیر میں پہنچے تو شیخ شمس اِردَلی[۱] آپ سے ملاقات کے لیے آئے جب انھوں نے یہ شان و شوکت اور اسباب شاہانہ دیکھے تو ان کے دل میں خیال گزرا کہ اس (کر و فر) سے کیا کام ہے۔ ان کا یہ خیال آپ کے روشن باطن پر عیاں ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے اصطبل کی میخ مٹی میں گاڑی ہے کہ دل پر اور حضرت ابو سعید ابو الخیرؒ کا واقعہ بیان فرمایا۔ قطعہ:

غرض از حاصلِ کار است اے یار
بہر نوعے کہ ظاہر ہست گو باش
بہر کس نیست لازم راہِ تجرید
چو او آنِ تو شد تو آنِ او باش

ترجمہ: اے دوست غرض تو کام کے نتیجے سے ہے وہ جس صورت میں ظاہر ہوتا ہے ظاہر ہونے دے۔ ہر کسی پر تجرید کا

---

[۱] اِردَلی قدیم نام تھا اب غالباً اسی جگہ کو آرہ کہتے ہیں۔

راستہ لازم نہیں ہے۔ جب وہ تیری ادا بن گیا تو تو بھی اس کی ادا بن جا۔

ہم سفر حضرات ایک ایک منزل طے کرتے ہوئے اور سفر کی تکالیف و مصائب برداشت کرتے ہوئے ظفر آباد پہنچے۔ جب حضرت قدوۃ الکبراؒ سے جائے قیام کے لیے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہم دستور کے مطابق مسجد میں قیام کریں گے۔ سفر کا سامان اور اسباب مسجد ظفر خاں میں لا کر رکھ دیا۔ سواری کے جانور بیل، گھوڑے، اونٹ صحن مسجد میں باندھ دیے۔ اس بنا پر شہر میں چھوٹے بڑے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایک درویش جو عالم بھی ہے اپنے سواری کے جانوروں کو مسجد میں باندھے، خواہ وہ صحن والی ہی کیوں نہ ہو۔ جب یہ بات پھیلی تو دو تین طالب علم آزمائش کے طور پر آئے تاکہ اس مسئلے پر استفسار کریں۔ جب حاضری سے مشرف ہوئے تو بڑی دیر تک چپ رہے کہ اس اثنا میں ایک جانور نے حضرت قدوۃ الکبراؒ سے از قسم اشارہ کوئی بات کی آپ نے فرمایا اسے باہر لے جاؤ پیشاب کرے گا، اسی طرح کا اشارہ دوسرے گھوڑے نے کیا آپ نے (سائیس سے) فرمایا، اس کو بھی لید کرانے باہر لے جاؤ۔ اسی قسم کے چند جانور اسی طرح باہر لے جائے گئے۔ آپ طالب علموں کی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا، جانوروں کو مسجد میں باندھنے کی ممانعت گندگی کی وجہ سے ہے اگر یہ سبب معدوم ہو جائے تب بھی ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جانوروں کو اندر نہ لائیں۔ ہم مسافر لوگ ہیں، پوری طرح حفاظت سے معذور ہیں اس لیے ضرورت امر کی ہوئی کہ انھیں اندر باندھیں۔ ہمیں معذور خیال کریں۔ آنے والے متنبہ ہو گئے اور چلے گئے۔

مسخروں کے نقل کا واقعہ جو زندہ شخص کا جنازہ لائے

اور آپ کا کرامت ظاہر کرنا:

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ وظائف اور اشراق کی نماز ادا کرنے کے بعد تشریف فرماتے کہ مسخروں کی ایک جماعت جنھیں ہندی زبان میں بھانڈ کہتے ہیں آئی۔ اپنے ایک آدمی کو کفن پہنا کر چارپائی پر لٹا کر بہ صورت مردہ آپ کے سامنے لائی۔ دوسرے مسخروں نے کہا کہ درویش اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ ان کا مدعا محض یہ تھا کہ جب نماز ادا ہو جائے گی تو وہ مردہ بھی ہنسی اڑائے اور زندہ ہو جائے اور ایسی عجیب حرکتیں کرے جن کا مقصد مسخرہ پن اور فضول ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ بے ہودگی کا سبب کوئی شخص تھا یا نہ تھا۔ جب انھوں نے بہت گریہ وزاری کی تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس کی مرضی کے مطابق اس کی نماز جنازہ پڑھ دو۔ جب تین بار رضا چاہی تو آگے بڑھے اور نماز جنازہ کی تکبیر کہی۔ یہاں تکبیر بلند کرنا تھا کہ وہ چار تکبیریں دنیا کے چاروں طرف پھیل گئیں اور اس شخص کی روح کا پرندہ جسم کے پرندے سے پرواز کر گیا۔ وہ لوگ یہ انتظار کرتے رہے کہ نقلی مردہ کھڑا ہو، حرکت کرے اور ہنسی

اڑائے۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک صاحب نے فرمایا، اب اس کو اٹھاؤ اور سپردِ خاک کرو۔ قطعہ:

کسے کو از بزرگاں خنداں انگیخت
بجز گریہ ازو دیگر چہ آید
مبادا بر فلک اندازی تف را
کہ تف برریش او کیں دم کشاید

ترجمہ: جس کسی نے بزرگوں سے تمسخر کیا اسے گریہ وزاری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، خدا نہ کرے کہ کوئی شخص آسمان پر تھوکے اور وہ تھوک اسی دم اس کی ڈاڑھی پر گرے۔

شیخ کبیر کا خواب اور حصول بیعت:

اس واقعے سے متعلق باتیں شہر میں پھیل گئیں۔ شہر کے عام باشندے اور شرفا بھاگنے لگے۔ یہ ابتری اور ہجوم حضرت شیخ حاجی چراغ ہند[۱] کے دل کو پسند نہ آیا۔ انھی دنوں حضرت شیخ کبیر سرور پوری[۲] ایک خواب دیکھنے کی بناء پر آئے ہوئے تھے۔ خواب کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت کبیر کے دل میں علومِ عربیہ کی تحصیل و تکمیل کے بعد سلوک اور ارادت کا داعیہ پیدا ہوا۔ وہ رات دن اس نعمت کے حصول کے آرزو مند تھے۔ انھوں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت، میانہ قد اور سرخ بال والے تشریف لائے ہیں۔ ان بزرگ نے مجھے بیعت کیا۔ شربت اور روٹی کھلائی جب خواب سے بیدار ہوئے تو سلوک و ارادت کا داعیہ حد سے بڑھ گیا۔ دل میں خیال آیا کہ حضرت شیخ حاجی چراغ ہند اس علاقے کے صاحب ولایت ہیں شاید خواب میں یہ کشش انھی کی وجہ سے ہو یہ گمان کر کے انھوں نے ظفرآباد آنے کا قصد کر لیا۔ حضرت کبیر بھی اپنا ایک گروہ رکھتے تھے۔ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے بعد متردد ہوئے کہ جو شکل میں نے خواب میں دیکھی تھی وہ یہ نہیں ہیں۔ قطعہ:

بدولت دیدہ چوں دیدار دریافت
خیالی صورتے کاں دیدہ دریافت
نظر چوں کرد از راہِ بصیرت
بہ معنی صورتے از غیر دریافت

---

[۱] حضرت شیخ حاجی چراغ ہند کے بارے میں صاحب مراۃ الاسرار نے تحریر کیا ہے کہ ان کا نام صدر الدین تھا۔ یہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور خلیفہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں مراۃ الاسرار مصنفہ عبد الرحمٰن چشتی اردو ترجمہ کپتان واحد بخش سیال لاہور سال ندارد ص ۸۱۹۔ (احقر مترجم)

[۲] حضرت شیخ کبیر سرور پوری کے مزید حالات دستیاب نہ ہو سکے (مترجم)

ترجمہ: جب آنکھوں نے دولت دیدار حاصل کی، خیالی صورت بھی سامنے آ گئی، جب بصیرت کی آنکھ سے دیکھا تو (خواب والی) صورت یہ نہ تھی کچھ اور تھی۔

جناب شیخ کبیر سوچ میں پڑ گئے چنانچہ چند روز اچھی طرح غور و فکر کرنے کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔ انھی دنوں حضرت قدوۃ الکبراؒ کی ولایت جہاں گیری کی نسیم عالم میں ہر طرف چلنے لگی اور ہدایتِ سلطانی کی شمیم ساری دنیا میں پھیل گئی۔ قطعہ:

نسیمِ دوست از باغِ عنایت
وزیدہ در ہمہ صحرائے ایام
خصوصاً در دماغِ دوستانش
رسیدہ پر شدہ ام نفخہ کام

ترجمہ: عنایت کے باغ سے دوست کی نسیم زمانے کے بیابان میں چلنے لگی۔ خاص طور پر اپنے دوستوں کے دماغ میں پہنچی اور مراد کی ایک ہی پھونک سے پر ہو گئی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے مسجد ظفر خاں میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ دوست کی خوشبو آ رہی ہے عجب نہیں کہ وہ بہت جلد یہاں پہنچے۔ جب آپ کی ولایت کے آثار اور عنایتِ علائی کے انوار، قصبات اور شہروں میں پہنچنے شروع ہوئے اور آپ کی ہدایت کے کمالات کی چمک نے چھوٹے بڑے کی آنکھوں کو روشن کر دیا۔ ابیات:

علم برزد چو خورشیدِ ولایت
جہاں روشن شد از نورِ ولایت
چو باشد لشکرِ شاہِ جہاں گیر
سوارِ لشکرش گردد جہاں گیر

ترجمہ: جیسے ہی خورشید ولایت نے جھنڈا بلند کیا، دنیا نورِ ولایت سے روشن ہو گئی، جب بادشاہ کا لشکر جہاں گیر ہوتا ہے تو اس کے لشکر کا سوار بھی فاتحِ عالم ہو جاتا ہے۔

جب شہر کے چھوٹے بڑوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع کیا اور عمائدین کی جماعت آپ کے حضور میں آنے لگیں تو حضرت کبیر کے دل میں بھی یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حاضر ہو کر دیدار کا شرف حاصل کریں۔ قطعہ:

کسے را کو بود میلِ وصالش
بود تحقیق جذبش سوئے دلدار
بلے جزوے کہ افتد دور از کل
بسوئے کل بود ہنجار ناچار

ترجمہ: وہ شخص جس کو محبوب کے وصال کا شوق ہو، یقیناً اس کی کشش محبوب کی طرف ہوگی، بے شک وہ جزو جو اپنے کل سے دور ہو جائے، آخر کار اس کا راستہ کل کی جانب ہو جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نماز فجر کے بعد وظائف سے فارغ ہو کر اور نماز اشراق ادا کر کے اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حضرت کبیر حاضر ہوئے۔ جیسے ہی دور سے نظر پڑی فرمایا، یہ وہ دوست ہیں جن کے بارے میں ہمیں پہلے ہی بتا دیا گیا تھا، اب آ گیا۔ خادم نے شیخ کبیر کے آنے سے پہلے ہی، شربت اور روٹی تیار کر رکھی تھی۔ جب شیخ کبیر نے آپ کو دور سے دیکھا آپ کی صورت کا مشاہدہ کیا تو یہ آیت تلاوت کی، اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ؂ (میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا) اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور یہ مشہور مصرع زبان پر لائے۔

یار در خانہ و من گرد جہاں می گردم

ترجمہ: دوست گھر میں ہے اور میں ساری دنیا میں پھر رہا ہوں۔

اور بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے انھیں ارادت کے شرف سے مشرف کیا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے اپنے ہاتھ سے نان و شربت کھلایا اور فی البدیہہ یہ شعر پڑھے۔ قطعہ:

اگرچہ خضر ساں در راہِ وصلت
عناں رادر رو ظلمات خوردیم
ولے بعد از چشیدن آب ہر جا
کنوں بر آبِ حیواں راہ بردیم

ترجمہ: اگرچہ خضر کی طرح وصل کے راستے میں ہم نے تاریک راہوں کو بھی طے کیا۔ لیکن ہر مقام کا پانی چکھنے کے بعد اب ہم نے آب حیات کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔

ارادت کا شرف پانے اور سعادتِ بیعت حاصل کرنے کے بعد اصحاب سے مصافحہ کیا سب نے مبارک باد دی۔

قطعہ:

شرف چوں یافت از راہِ ارادت
ہمہ یاراں مبارک باد کردند
بساط از آمدن نادر حریفے
دل از شاہ و پیادہ شاد کردند

؂ پارہ ۷۔ سورہ الانعام۔ آیت ۷۹

ترجمہ: جب ارادت کے واسطے سے شرف حاصل ہو گیا تو تمام دوستوں نے مبارک باد دی، نادر دوست نے بساط آنے کے باعث بادشاہ اور پیادے سے دل خوش کیا۔

حاجی چراغِ ہند اور قدوۃ الکبراؒ کا اظہار کرامت:

شیخ کبیر کے بیعت ہونے کی خبر ہر شخص نے سنی۔ جب یہ خبر حضرت حاجی چراغ ہند کو پہنچائی گئی تو ان کے مزاج کے مطابق نہ تھی کہ کل جو شخص ہماری خانقاہ میں بیعت کی آرزو لے کر آیا تھا آج وہاں جا کر مرید ہو گیا، اس بنا پر ہر چند کہ (ناخوشی) ان کے مناسب حال نہ تھی لیکن بشریت بہر صورت موجود رہتی ہے۔ ان کی رگِ تعصب پھڑکی اور اسم "الجلال" کی تجلی ان کے سر میں متجلی ہوئی فرمایا، کبیر جوان موت مرے گا کہ یہاں سے جا کر وہاں مرید ہوا۔ چوں کہ حضرت کبیر نظر کیمیا اثر سے فیض حاصل کر چکے تھے اس لیے ان کی نظر سے تجلی کا اثر پوشیدہ نہ رہا۔ بیت:

کسے کز یک نظر منظور گردد
جہانے پیش او مسطور گردد

ترجمہ: وہ شخص جو ایک ہی نظر سے منظور ہو جائے۔ جہاں اس کے سامنے لکھی ہوئی تحریر کی طرح عیاں ہوتا ہے۔

اس مقام سے حضرت قدوۃ الکبراؒ بھی متاثر ہوئے تھے، فرمایا، بیٹے کبیر غم نہ کر تو بڑی عمر کا بوڑھا ہو گا لیکن اس مقام سے جہاں سے یہ (تجلی) نکلی ہے ان سے کہو کہ یہ ان پر بھی صادر ہو گی۔ حضرت کبیر نے انکسار سے عرض کیا کہ ہم سے ان پر کیا صادر ہو سکتا ہے مگر یہی کہ جو کچھ ان سے ہم پر صادر ہوا ہے وہ خود اس کی زد میں آئیں گے۔ قطعہ:

ازیں جا ہر چہ برما صادر آمد
ز باطن ہم نشانِ ظاہر آمد
ز اول چوں از ایشاں گشتہ صادر
بہ اول اوّل آخر آخر آمد

ترجمہ: یہاں سے جو کچھ ہم پر صادر ہوا اس کے باطن سے بھی نشان ظاہر ہوا۔ پہلی بار جو کچھ ان کی ذات سے صادر ہوا وہ اول کے ساتھ اول اور آخر کے ساتھ آخر رہا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب یہ معائنہ کیا تو فرمایا، درویشوں کے لیے یہ باتیں آسان ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی کے ارادے اور بے نہایت مشیت میں یہی تھا۔ چنانچہ دونوں اکابر کا فرمانا پورا ہوا کہ حضرت کبیر کی پچیس سالہ مدت میں بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ادھر شیخ حاجی کی شمع ہدایت بھی حضرت کبیر کی وفات سے قبل پانچ سال کے اندر اندر بجھ گئی۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہ سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ابو المظفر حسن بن تمیم بغدادی تاجر

حضرت حماد دباسؒ [1] کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ اے میرے سردار، میں نے ایک قافلہ تیار کیا ہے تاکہ ملک شام کا سفر کروں۔ اس قافلے میں میرا سارا سرمایہ سات سو دینار ہے۔ شیخ نے فرمایا اگر تم اس سال سفر کروگے تو قتل ہو جاؤ گے اور سرمایہ برباد ہو جائے گا۔ تاجر شیخ کے پاس سے غم زدہ واپس ہوا۔ راستے میں حضرت شیخ عبدالقادرؒ سے ملاقات ہوگئی۔ ان ایام میں شیخ کے حال کی ابتدا تھی شیخ نے جو کچھ کہا تھا تاجر نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا، جاؤ سفر کرو، صحیح سلامت مال کے ساتھ واپس آؤ گے۔ والضمان فی ذالک علیٰ یعنی اس معاملے میں بلند مرتبے والا ذمے دار ہے۔ تاجر اس عمدہ اشارے کے مطابق شام روانہ ہوا۔ سامان کو بہت منافع کے ساتھ فروخت کیا اور بڑی نقدی، جواہر اور سونا حاصل کیا، اور تھیلی کو کمر سے باندھا۔ سقایہ شام میں جو حلب میں ایک جگہ تھی بشری قضائے حاجت کے لیے گیا۔ روپے کی تھیلی کمر سے کھول کر ایک جگہ رکھ دی۔ جب قضائے حاجت سے فارغ ہوا تو روپے کی تھیلی وہیں بھول آیا، آ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ میں ایک راستے پر جا رہا ہوں کہ ڈاکو آ گئے۔ قافلے کو خوب لوٹا اور مجھے پکڑ کر میرے گلے پر چھری پھیر دی پھر آنکھ کھل گئی۔ گلے پر زخم کا نشان تھا۔ جب تاجر خواب سے بیدار ہوا تو اسے اپنا بھولا ہوا مال یاد آیا۔ اسی مقام پر پہنچا۔ مال اسی حالت میں موجود تھا۔ اٹھا کر لے آیا اور سامان سفر باندھ کر بغداد کا رخ کیا۔ جب بغداد کے بازار میں پہنچا تو حضرت حماد دباس کو دیکھا۔ تاجر نے قدم بوسی کی۔ فرمایا مجھے کیا دیکھتے ہو، عبدالقادرؒ کی خدمت میں جاؤ اور فدا ہو جاؤ کہ انھوں نے تمھارا ارادہ پورا ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کی کہ تمھارا قتل جو بیداری میں ہونا تھا اسے خواب میں تبدیل کر دیا جائے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور تمھارے مال کی بربادی یاد سے بھول میں تبدیل ہوگئی۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ ستر بار اللہ تعالیٰ سے اس کی مراد مانگی اور موافقت کی۔

مختصر یہ کہ اس قسم کے واقعات اور آثار انوار کی شہرت آس پاس پھیلی تو تعصب کی رگ نے زیادہ پھڑکنا شروع کر دیا۔ تصرف کے مقابلے پر آ گئے۔ ایک روز قدوۃ الکبراؒ مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب بھی حلقے میں بیٹھے تھے کہ یکایک ان کے درمیان آگ بھڑک اٹھی۔ تھوڑی دیر دم بخود رہے پھر تاب نہ لا کر ایک ایک کر کے تمام باہر آ گئے اور اصحاب میں سے کوئی بھی آپ کے پاس نہ رہا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے تبسم فرمایا کہ یہ آگ چراغ کی ہے اس کا بجھانا آسان ہے۔ ٹونٹی دار لوٹا موجود تھا، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس میں سے تھوڑا پانی ڈالو، چراغ کی آگ ہے بجھ جائے گی۔ یہاں آگ پر پانی ڈالنا تھا کہ ادھر شیخ جامی پانی میں بھیگے ہوئے اندر آئے کہ تکلیف ہو رہی ہے۔ اپنے اکابر کی روحانیت کی جانب درجہ بدرجہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک توجہ کی۔ فرمان ہوا تم نے مناسب بات نہ کی وہ لوگ

---

[1] شیخ حماد بن مسلم الدباسؒ۔ آپ بغداد کے مشائخ میں تھے۔ جب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے شیخ طریقت حضرت ابو سعید مبارک کا وصال ۵۱۳ھ میں ہوا تو غوث الاعظمؒ نے آپ کی صحبت اختیار فرمائی۔ اس اعتبار سے شیخ حماد الدباسؒ غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کے شیخ صحبت تھے۔ الدباسؒ کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ Ghosul-Azam-Dastgir مصنفہ عبدالعزیز عرفی کراچی ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۱، ۵۶ اور ۶۰

مہمان تھے۔ اگر کوئی دوسرا نہ بھی ہوتا تو ہمارا فرزند موجود تھا تمہیں اس کا لحاظ کرنا چاہئے تھا۔ اب جاؤ اور ان سے بھی عذر خواہی کرو۔ جب تمام اکابر روحانیت قدوۃ الکبرا کے پاس آئیں اور صورت حال درمیان میں رکھی تو آپ نے فرمایا کہ آسان بات تھی مجھے اس کا کوئی اندیشہ اور فکر نہیں ہے۔ تمام اکابر کی روحانیت نے عذر کیا اور کہا کہ چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ جہاں بھی ہے ان کے درمیان حد مقرر ہے، چنانچہ اب دونوں کے درمیان دریائے گومتی حد ہے کوئی ایک دوسرے کی حد میں تجاوز نہ کرے۔ قطعہ:

بہ شیران و پلنگاں شد نزاعے
میان یک دگر بر راہ زنگاں
در آخر رفت صلحے درمیاں شاں
کہ در دریائے دو یک آب سنگاں

ترجمہ: (ایک دفعہ) شیروں اور چیتوں میں جزیروں کے راستے پر لڑائی چھڑ گئی آخر دونوں کے درمیان فیصلہ ہوا کہ دونوں کے درمیان بہتا پانی حد ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ بات درویشوں کے لیے آسان ہے کہ تھوڑی سی ضرورت کے لیے علاقوں کی تقسیم کر لیں (یہی نہیں) بلکہ اس گروہ کی ہمت[ط] کی شان یہ ہے کہ مخلوق کی خواہشوں اور امیدوں سے باخبر رہیں کیونکہ ملک اور علاقے ان کے تصرف میں ہوتے ہیں اس لیے ان کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا باہم خیال کریں۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ایک سال سردی کے موسم میں ہمارا گزر ملک یمن میں ہوا۔ ہم نے ایک مسجد میں قیام کیا تھا۔ ہم وہاں کچھ مدت نیک لوگوں کے ساتھ مقیم رہے۔ ایک رات ہم شب برات کی سحری کے وقت بیٹھے تھے کہ شیخ ابوالغیث یمنی میرے پاس آئے اور کہا، اے برادر اشرف اس سال یمن میں نو مرتبہ آفتیں اور بلائیں نازل ہوئی ہیں۔ جنھیں اس ملک کے باشندے شاید ہی برداشت کر سکیں۔ میں نے کہا کہ فقیر کو بھی ایسا ہی دکھایا گیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس امر سے آگاہ کروں لیکن آپ نے سبقت فرمائی۔ شیخ نے کہا، مناسب یہ ہے کہ اگر آپ بھی ہمت کریں تو اس عذاب کو رفع کرنے کی کوشش کروں۔ میں نے کہا بہتر ہے۔ دونوں عزیزوں نے یہ بار اٹھالیا۔ قطعہ:

چہ مردانند در راہِ خداوند
کہ بر دارند بارِ بے گراں را
نشستہ بر زمیں از ہمتِ خویش
بسر گیرند بارِ آسماں را

[ط] ہمت۔ اپنے لیے یا کسی اور کے لیے اپنی تمام روحانی قوتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہمت کہلاتا ہے۔ ماخوذ از "سرِ دلبراں" ص ۳۳۷

ترجمہ: وہ بھی کیا مرد ہیں کہ اللہ کے راستے میں بے گراں بوجھ اٹھا لیتے ہیں، زمین پر اپنی پوری ہمت سے بیٹھ جاتے ہیں اور سر پر بارِ آسماں اٹھا لیتے ہیں۔

صبح کے وقت دونوں کے رخسار آفتاب سے زیادہ زرد تھے اور آنکھیں شفق سے زیادہ خوں ریز تھیں یہاں تک کہ تین دن تک دونوں کو حرکت کرنے کی سکت نہ تھی۔ بیت :

کسے کو برکشد بار گراں را
اثر پیدا بود بر روئے آں را

ترجمہ: وہ شخص جو بھاری بوجھ اٹھاتا ہے اس کے چہرے پر اس کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔

آپ کا شہر جون پور میں تشریف لانا شہزادوں کا مرید ہونا اور ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا آپ سے ملاقات کے لیے آنا

جب ظفر آباد کے عزیزوں کے دل کی کدورت، صفائی میں تبدیل ہوگئی اور ایک دوسرے کے لیے صفائی اور اور کشادگی پیدا ہوگئی تو دونوں ایک دوسرے کی قیام گاہ پر آئے اور درویشانہ کھانا کھایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا، سامانِ سفر باندھیں اور شہر جون پور روانہ ہوں۔ قطعہ:

عزیزاں را کدورت دل نہ باشد
گر احیاناً شود زودش برانند
چو آئینہ کہ اندک تیرہ گردد
بہ دم صافی شود ہر یک برآنند

ترجمہ: عزیزوں کے دل میں کدورت پیدا نہیں ہوتی اگر اتفاقاً ہو جائے تو جلد ہی دور کر دیتے ہیں، جیسے آئینہ کہ ذرا سا میلا ہوتا ہے تو ایک پھونک سے صاف ہو جاتا ہے پھر ہر کوئی آئینہ دیکھتا ہے۔

دوسرے سفر میں جب اشرفی پرچم اور شاندار اسباب، بادشاہوں کے بادشاہ ابراہیم شاہ کی مسجد میں، اللہ اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے، اتارے گئے تو سلطان نے خود اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسے ایک بار زیارت کا شرف حاصل ہو۔ حضرت قاضی شہاب الدین[1] نے بادشاہ سے عرض کی، اجنبی درویش آئے ہیں کہتے ہیں کہ سید نسب ہیں، حال ان کا بہت ہی عالی ہے۔ یہی مناسب ہے کہ پہلے میں خود جاؤں اور دیکھوں کہ ان کا طور طریقہ کیا ہے۔ سلطان نے کہا بہت اچھا یہی کرو۔ چناں چہ قاضی صاحب پالکی میں سوار ہوئے اور عالموں کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ قدوۃ الکبرا

---

[1] قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے بہت سے حالات اسی لطیفے میں ہیں۔ سال وفات ۸۴۹ھ ہے۔ (اخبار الاخیار۔ اردو ترجمہ ص ۳۹۱)

نماز ظہر ادا کر کے تشریف فرماتے کہ قاضی صاحب نمودار ہوئے۔ آپ کے دریافت فرمانے پر بتایا گیا کہ یہ قاضی شہاب الدین ہیں جو تمام علوم وفنون میں شہرت رکھتے ہیں۔ قاضی صاحب نے آپ کے شرائط آداب کا خوب لحاظ رکھا۔ اپنی پالکی کو خاصے فاصلے پر رکوا کر اترے۔ عالموں کو تاکید کی کہ تم میں سے کوئی کسی مسئلے پر بات چیت میں فضیلت کا اظہار نہ کرے کیوں کہ سید کی پیشانی کے جمال میں ولایت کا نور تابندہ ہے اور فی البدیہہ یہ شعر کہے۔ قطعہ:

چہ خورشید ہست تاباں از جبینش
کہ خورشیدِ فلک زو ذرہ گردد
بہ گوہر سید است دریائے امواج
کہ دریائے جہاں چوں قطرہ گردد

ترجمہ: ان کی پیشانی سے کیسا نور چمک رہا ہے کہ اس کے سامنے آفتاب فلک ذرے کی مانند ہو گیا ہے، سید اپنی ذات میں ایسا لہریں مارنے والا دریا ہیں جن کے مقابلے میں دنیا کے دریا قطرے کی مانند ہیں۔

قاضی صاحب نے یہ قطعہ پڑھا اور شرف اور دیدار حاصل کیے۔ حضرت قدوۃ الکبرٰؒ بھی اس طرف سے پیشوائی کے لیے چند قدم آگے بڑھے۔ ملاقات فرمائی۔ بہت عمدہ صحبت رہی۔ بیت

چوں زیں جا شکر و آں شیر ریزد
بہ شکر شیر چوں شیریں نہ خیزد

ترجمہ: اس جانب سے قند اور اس جانب سے دودھ بکھرے تو قند اور دودھ کے امتزاج سے مٹھاس ہی پیدا ہوگی۔

ہر چند کہ قاضی صاحب نے اپنے ساتھی عالموں کو اظہار نمائش اور طبع آرائی سے منع کر دیا تھا لیکن اس سبب سے کہ وہ علوم کا آئینہ تھے (ان کے ساتھ آنے والے) ہر شخص کے دل میں عقائد درسیہ میں سے کوئی نہ کوئی مسئلہ اور عربی زبان کی صرفی ونحوی مشکلات سمجھنے کی تڑپ تھی۔ اس کے ساتھ ہی بحث ومباحثے سے اعراض بھی کر رہے تھے۔ شیخ ابوالوفا خوارزمی[ط] جو تمام علوم وفنون سے آراستہ تھے، اپنی دانائی کے نور سے ان عالموں کے دل کی کیفیت کو محسوس کر لیا۔ انھوں نے اس مجلس میں ان عقدوں کو کھولا اور اس انداز سے ان مسائل کی تشریح کی کہ کسی عالم نے اس سے پہلے ایسی تشریح نہ کی تھی۔ حضرت قاضی صاحب نے خوب داد دی۔ بیت:

بہ کلکِ فصاحت بیانے کہ داشت
بہ دلہا چو نقشِ نگیں بر نگاشت

ترجمہ: فصاحت کے قلم میں ایسا بیان تھا کہ دلوں پر نگینے کے نقش کی طرح تحریر ہو گیا جب دونوں طرف کے علما گفتگو

[ط] شیخ ابوالوفا خوارزمی حضرت قدوۃ الکبرٰؒ کے اصحاب میں تھے۔

سے فارغ ہو چکے اور مسائل کی تحقیق ہو چکی تو حضرت قاضی نے عرض کیا کہ آج سلطان کی یہ خواہش تھی کہ شرف ملازمت سے مشرف ہوں لیکن اس نیاز مند نے یہ چاہا کہ آپ کی نعمت اور تازہ دولت پہلے حاصل کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل سلطان کے ساتھ قدم بوسی سے مشرف ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس فقیر کے نزدیک آپ سلطان سے زیادہ بہتر ہیں، اگر آتے ہیں تو حاکم ہیں۔ جب قاضی صاحب رخصت ہو گئے تو فرمایا کہ ہم نے ہندوستان میں اس قدر فضیلت کا شخص کم ہی دیکھا ہے۔

دوسرے دن قدوۃ الکبراؒ مقررہ وظائف سے فارغ ہوئے تو سلطان کی آمد کے آثار ظاہر ہونے لگے کہ خود، سرداروں اور سلاطین کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں۔ جب مسجد کی دلیز پر پہنچے تو قاضی صاحب نے درمیان میں یہ تجویز پیش کی کہ سلطان کو اس قدر ہجوم اور لوگوں کی کثرت کے ساتھ حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر نہ ہونا چاہئے۔ خدا نہ کرے کہ اس قدر ہجوم ان کے لیے باعث تکلیف ہو۔ آخر سلطان سواری سے اترے۔ سلاطین اور ارباب فضیلت و دانش میں سے چند کو منتخب کیا اور بیس آدمیوں کی مختصر جماعت کے ساتھ قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ شرائط آداب اس قدر حد سے زیادہ ملحوظ رکھے کہ آپ کا دل ہاتھ میں لے لیا۔ سلطان نے ایک بڑا لشکر قلعہ جنادہ کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس طرف سے بہت زیادہ فکر مند تھا۔ اپنے دل کی بات حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں ظاہر کی اور مناسب حال یہ قطعہ پڑھا۔ قطعہ:

دلے کان انور است از جامِ جمشید
رواں روشن تر از خورشید باشد
چہ حاجت عرض کردن بر ضمیرش
کسے کورا یقیں امید باشد

ترجمہ: وہ دل جو جامِ جمشید سے زیادہ روشن ہے خدا کرے آفتاب سے زیادہ رواں اور روشن ہو جائے۔ اس شخص کو (اپنی آرزو) ان کے ضمیر پر ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے جسے یہ یقین ہے کہ اس کی آرزو پوری ہوگی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا۔ بیت:

گر بہ یقیں شد قدمت استوار
گرد ز دریا، نم از آتش برآر

ترجمہ: اگر تیرے قدم یقین پر جم گئے ہیں تو تو دریا سے دھول اور آگ سے تری نچوڑ لے۔

جب سلطان نے رخصت چاہی تو آپ نے وہ مسند جو آپ سمنان سے لائے تھے اسے ہدیہ کردی۔ سلطان اس بات سے خوش ہو کر واپس ہوا۔ جب اپنے تختِ سلطنت پر بیٹھا تو کہا کیا عالی جناب اور مقاصد مآب سید ہیں۔ اللہ تعالیٰ

کا شکر ہے کہ ایسے حضرات ہندوستان میں آئے ہیں۔ تین روز گزرنے کے بعد بہت کم لوگوں کے ساتھ دوبارہ قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ روٹی کے ٹکڑے اور شربت لائے گئے کہ کھائے جائیں۔ اس اثناء میں (قاصد) قلعہ فتح ہو جانے کی خوش خبری لے کر آئے۔ لوگوں نے مبارک باد دی۔ بادشاہ نے کہا حضرت صاحب کو مبارک باد دیں جنھوں نے بند دروازے کو کھولا ہے۔ اس مرتبہ سلطان کا اعتقاد ہزار گنا زیادہ بڑھ گیا۔ عرض کی کہ بندے نے حضرت میر سے بیعت کی ہے لیکن تمام غلام زادے آپ کی ارادت اور بیعت میں ہوں گے۔ دو تین شہزادے اسی روز شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ سلطان نے نذر پیش کرنے کا بے حد اصرار کیا لیکن قدوۃ الکبراؒ نے قبول نہیں فرمایا۔ شاہی محل میں قیام کرنے کی درخواست بھی منظور نہ کی، فرمایا کہ ہم حدود سلطنت سے باہر نہیں جائیں گے۔ اس بات سے سلطان کی امید بندھ گئی (جون پور میں) قدوۃ الکبراؒ کے قیام کی مدت دو ماہ سے زیادہ رہی۔ اس عرصے میں بڑے چھوٹے سب آپ کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ حضرت قاضی شہاب الدین کی آپ سے عقیدت کا یہ حال تھا کہ اکثر روزانہ، ورنہ دو تین روز کے وقفے سے ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اپنی ہر تصنیف آپ کے ملاحظے کے لیے پیش کی اور شرف قبولیت کی درخواست کی۔ آپ نے ہر تصنیف کی تعریف کی البتہ ''شحوار شاذ'' کو بے حد پسند کیا۔ فرمایا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ ہندوستان کا جادو بے اثر نہیں ہوتا شاید یہی باثر جادو ہے۔ ''بدیع البیان'' اور ''تفسیر بحر المواج'' کے بارے میں فرمایا کہ اس کے مندرجات طویل ہیں۔ جب ''جامع الصنائع'' پیش کی تو فرمایا قاضی صاحب نے اس فن میں بھی کوشش کی ہے۔ شیخ واحدی بھی حاضر تھے۔ انھوں نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کی مدح میں قصیدہ پیش کیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا آپ نے تو تمام علوم حاصل کر لیے ہیں، فارسی شیخ کے لیے چھوڑ دیں۔ شہر جون پور میں آپ کی دوسری بار تشریف آوری کا سبب قاضی شہاب الدین کو لباس خرقہ اور کتاب ہدایہ[ط] جو سمنان کی یادگار تھی، عطا کرنا تھا۔ اس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ جناب شیخ واحدی نے قاضی صاحب کے بارے میں ایک قطعہ کہا ہے۔ قطعہ:

لشکرِ علمِ تو بہ تیغِ بیاں
از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراقِ عربیت
فارسی را بہ واحدی بگزار

ترجمہ: آپ کے علم کے لشکر نے بیان کی تلوار سے عجم سے عرب تک ملک فتح کر لیے ہیں جب آپ نے عربیت کے

[ط] ہدایہ، فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ اس کے مصنف مولانا برہان الدین مرغینانی ہیں، جو ساتویں صدی ہجری کے عظیم مرتبہ عالم و فقیہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں، ''تذکرہ علمائے ہند'' مصنفہ مولوی رحمان علی۔ اردو ترجمہ از ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم۔ ص ۱۳۰۔ ۱۳۱ شائع کردہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، طبع اول ۱۹۶۱ء۔

عراق (آنگن) پر قبضہ کرلیا ہے تو قاری واحدی کے لیے چھوڑ دیں۔

جب (شہر کے) بڑے چھوٹے آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب ہمیں اس ملک کی جانب سے چلنا چاہئے جس کے بارے میں حضرت مخدومیؒ نے فرمایا تھا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک شب حضرت مخدومیؒ اور قدوۃ الکبراؒ سحری کرنے کے لیے ایک ساتھ بیٹھے تھے اور حقائق و معارف پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک حضرت مخدومیؒ نے ارشاد فرمایا، بیٹے آپ اپنی جگہ دیکھ رہے ہیں آپ نے عرض کیا کہ حضرت مخدومیؒ زیادہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ فرمایا اس تالاب کے درمیان جو دائرے کی طرح گول ہے ٹیلے کی مانند نظر آرہی ہے وہی آپ کی مٹی کی جگہ ہوگی۔

آپ کا روح آباد پہنچنا، کمال جوگی کے مقابلے میں کرامت کا ظاہر ہونا اور خانقاہ تعمیر کرانا:

دارالسلطنت شہر جون پور سے درویشوں کے پرچموں نے کوچ کیا۔ دو روز بعد موضع گرینی میں آئے جو فرمودہ مقام کی مانند تھا۔ دو تین روز وہاں ٹھہرے۔ آپ خود وہ جگہ دیکھنے کے لیے نکلے۔ حوض اور تالاب کے گرد چکر لگائے لیکن یہ وہ جگہ نہ تھی جس کا کشف ہوا تھا۔ یہاں سے آگے بڑھنا چاہئے کیوں کہ یہ مقررہ جگہ نہیں ہے۔ آپ کے حکم کے مطابق علائی و نقرائی ساز و سامان اٹھایا اور موضع بھدونڈ میں فروکش ہوئے۔ گاؤں سے باہر ایک باغ تھا وہاں قیام فرمایا۔ قرب و جوار کے لوگ امنڈ پڑے۔ سب سے پہلے جو شخص آپ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوئے وہ ملک محمود تھے۔ آپ نے ان پر بہت مہربانی اور عنایت فرمائی۔ جب قیلولے کا وقت ہوا تو آپ نے آم کے ایک درخت کے نیچے جو بے حد سایہ دار تھا آرام فرمایا۔ زوال کے وقت آپ بیدار ہوئے، تو اصحاب نے دیکھا کہ درخت کی مشرقی شاخ مغرب کی جانب آگئی تھی۔ کچھ وقت تک ملک محمود کے ساتھ گول تالاب کی سیر کی۔ اس کے اطراف کو غور سے دیکھا تو فرمایا، ہم کو حضرت مخدومیؒ نے اسی کا حکم دیا تھا، یہاں کون سی جگہ مناسب رہے گی۔ ملک محمود نے عرض کیا، یہاں ایک جگہ ایک جوگی رہتا ہے وہی جگہ بہتر رہے گی۔ اس کے چاروں طرف تالاب کا پانی ہے لیکن وہ جگہ کافرانہ شعبدے[1] سے خالی نہیں ہے۔ اگر اس جوگی کے باطل شعبدوں کا مقابلہ کرلیا جائے تو اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا[2] (کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا (اور) واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے)

---

[1] احقر مترجم نے "کافرانہ شعبدے" اصل متن کے لفظ "استدراج" کے لیے استعمال کیا ہے۔ استدراج اس کشف یا تصرف کو کہتے ہیں جو کسی کافر، مشرک یا خلاف شرع لوگوں کو کسی مجاہدے یا ریاضت کے باعث ہونے لگتا ہے۔ اہل سلوک ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ملاحظہ فرمائیں "سر دلبراں" ۔ ص ۲۸۷

[2] پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۱

کارفرما ہے۔ خیر جگہ دیکھ لیتے ہیں۔ اصحاب کی ایک جماعت اور ملک محمود آگے چل رہے تھے۔ سیرگاہ پہنچے۔ جب آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو فرمایا کہ یہ ہماری وہی جگہ ہے جس کا حکم حضرت مخدومیؒ نے دیا تھا۔ بے دینوں کو ہٹانا آسان ہے۔ ملک محمود نے یہ مشہور مصرع پڑھا۔

جائے کہ سلطاں خیمہ زد غوغا نہ ماند عام را

ترجمہ: جس جگہ بادشاہ کا خیمہ آراستہ ہوتا ہے وہاں عام لوگوں کا گزر نہیں ہوتا۔

آپ بہت خوش ہوئے۔ خادموں میں سے ایک شخص سے فرمایا، اس سے (جوگی سے) کہو یہاں سے چلا جائے۔ جوگی نے جواب میں کہلوایا، میرا یہاں سے نکالنا آسان نہیں ہے۔ میں پانچ سو جوگی کے برابر ہوں۔ اگر کوئی قوتِ ولایت سے نکالے تو نکالے ورنہ ممکن نہیں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جمال الدین راوت کو جو اسی دن شرفِ بیعت سے مشرف ہوا تھا حکم دیا کہ جاؤ اور جو کچھ وہ طلب کرے وہی اس کے سامنے لاکر دکھاؤ۔ جمال الدین کو تھوڑا سا تامل ہوا۔ حکم ہوا سامنے آؤ اور جو پان آپ تناول فرمارہے تھے اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں ڈال دیا۔ پان چباتے ہی اس کی حالت منقلب ہو گئی۔ دلیرانہ آگے بڑھا۔ قطعہ:

کسے کو ذرہ از خورشید چیند
بتابد بر ہمہ اطراف و اقطار
چو باید ہمت شیرے ز شرزہ
بر آرد از ہمہ شیراں دم از غار

ترجمہ: جو شخص آفتاب سے ایک ذرہ حاصل کر لیتا ہے وہ ہر سمت اور ہر طرف چمکنے لگتا ہے۔ جب اسے خوفناک شیر کی ہمت مل جاتی ہے تو وہ غار کے تمام شیروں کے مقابلے پر آجاتا ہے۔

اسی دوران قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اس متبرک سلسلے اور مشہور خاندان کے بزرگوں سے بہت سے جوگی پہلے بھی جنگ کر چکے ہیں اسی طرح ہمارے مقابل آگئے ہیں۔ قطعہ:

بہ شیرانِ جہاں چوں مور ہر کس
بر آمد از ہم و از جاں در افتاد
سخن مشہور در گیتی روانست
کہ با ایشاں در افتاد و بر افتاد

ترجمہ: جو کوئی شیرانِ جہاں سے چیونٹی کی مانند آمادہ جنگ ہوا فنا ہوگیا، یہ مثل تو دنیا میں مشہور ہے کہ جو کوئی اولیائے الٰہی کے مقابلے میں آیا تو ایسا گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔

جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو جوگی کرامت کے طلب گار ہوئے۔ جمال الدین نے کہا کہ ہر چند اس طرح اور اس قسم کی خلاف عادت باتوں کا اظہار مناسب نہیں ہے تاہم جو تو کہے گا ضرور کریں گے۔ بیت :

چو کارم بود جائے پرداختن
ضرورت بود با تو کیں ساختن

ترجمہ: جب میرا کام جگہ سنوارنا ہے تو تجھ سے دشمنی کرنا لازم ہو گیا۔

بیان کرتے ہیں کہ پہلے جوگی نے چیخنے چلانے والی چیونٹیوں کو چھوڑا جو حد پار کر کے آگے بڑھیں جمال نے کہا۔

بیت:

سلیمانے رسیدہ با چنیں زور
تو بکشائی برو بر لشکرِ مور
بود معلوم ہمت مورِ بے فیل
درآں وقتے کہ افتد درپے پیل

ترجمہ: ایک سلیمان زبردست قوت سے آ پہنچا ہے۔ تو اس پر چیونٹیوں کا لشکر کھول رہا ہے، بے سردار چیونٹی کی ہمت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہ ہاتھی سے مقابلہ کرنے کے درپے ہو۔

جمال الدین کے میدان پر نگاہ ڈالنے کے تھوڑی دیر بعد شیروں کا لشکر نمودار ہوا۔ اس نے کہا کہ یہ شیر سب مل کر خوفناک شیر کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ بیت :

ز شیراں بر کشاید پائے لرزہ
زند دم چوں بروئے شیر شرزہ

ترجمہ: خوفناک شیر کے مقابل آ کر شیروں کے پاؤں کانپنے لگتے ہیں۔

آخر کار جوگی نے اپنے ہاتھ کی چھڑی کو ہوا میں اچھالا۔ جمال الدین نے حضرتؒ کا عصا لیا اور ہوا میں جوگی کی چھڑی کے پیچھے لگا دیا۔ بیت :

چو کردہ سامری ساں چوب رامار
عصائے موسوی شد اژدہا خوار

ترجمہ: اس نے سامری جادوگر کی مانند لکڑی سانپ بنا دیا تو موسیٰ (علیہ السلام) کے عصا نے اژدہے کو نگل لیا۔

حضرتؒ کا عصا ہوا میں بلند ہوا اور جوگی کی چھڑی کو مار مار کر نیچے ڈال دیا۔ جب جوگی کو اپنے تمام ٹوٹکوں کی ناکامی کا احساس ہوا تو عاجزی کے ساتھ سامنے آیا اور کہا کہ مجھے حضرت قدوۃ الکبراؒ کے پاس لے چلو تا کہ میں اسلام قبول کر لوں۔

ابیات:

چو نور از شمع ایماں بر دلش تافت
چو پروا نہ بہ سوئے شمع انداخت
ز نور شمع کفرش سر بسر سوخت
گرفتہ نور ہم چوں شمع افروخت

ترجمہ: جب ایمان کی شمع کے نور سے اس کا دل چمکا تو اس نے پروانے کی مانند خود کو شمع کے حوالے کر دیا۔ شمع کے نور سے اس کا کفر سراسر جل گیا تو اس نے روشن شمع کی طرح روشنی پکڑ لی۔

جمال الدین نے جوگی کا ہاتھ پکڑ کر حضرت قدوۃ الکبرأ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے جوگی کو کلمہ شہادت پڑھایا، اس کے تمام ساتھی بھی نورِ ایمانی سے منور ہوئے۔ اس نے اپنے مذہب کی تمام کتابیں حضرت قدوۃ الکبرأ کے سامنے جلا دیں۔ آپ نے اسے ریاضت کے کام میں لگا دیا اور اس کے رہنے کے لیے تالاب کے کنارے ایک جگہ مقرر کر دی۔ جس روز وہ جوگی مشرف بہ اسلام ہوا، اللہ بہتر جانتا ہے پانچ ہزار آدمی آپ کی ارادت سے مشرف ہوئے۔

قطعہ:

برآمد چوں ز مشرق مہر تاباں
سراسر بر گرفتہ نورِ آفاق
نہ ماندہ ہیچ کس بے نورِ خورشید
کہ او روشن نہ شد از مہرِ آفاق

ترجمہ: جب روشن آفتاب مشرق سے نکلا تو تمام دنیا نے اس سے روشنی حاصل کی، کوئی شے اس کے نور سے محروم نہ رہی سب آفتابِ جہاں کے نور سے روشن ہو گئے۔

جب بہت سے لوگ دولتِ ایمان حاصل کر چکے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ درویشوں سے کہو کہ وہ اپنا سامان یہاں لے آئیں۔ اصحاب کو رہنے کی جگہ تقسیم کر دی۔ انھوں نے اپنے اپنے حجرے کھڑے کر لیے۔ ملک محمود نے تھوڑے ہی عرصے میں خانقاہ تعمیر کرا دی۔ قطعہ:

بر آمد جائے از لطفِ خداوند
کہ مردم را رواں آسودہ باشد
بہ حکمِ پیر چوں ایں جا رسیدم
درِ فیضے برو بکشودہ باشد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ایک جگہ مل گئی تاکہ لوگوں کی جانوں کو راحت میسر ہو۔ میں شیخ کے حکم کے بموجب یہاں آیا ہوں تاکہ مجھ پر غیبی عنایتوں کا دروازہ کھل جائے۔

آس پاس کے معزز گھرانے آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ملک الامرا ملک محمود اپنے پیروکاروں اور فرزندوں کو لے کر آئے۔ سب کو آپ کی بیعت کے شرف سے مشرف کرایا۔ آپ نے سب پر مہربانی وعنایت فرمائی۔

جب روح آباد کے آس پاس کا علاقہ آپ کو حاصل ہو گیا تو آپ نے اس جگہ کا نام "روح آباد" رکھا۔ خانقاہ جو آپ نے باہر تعمیر کرائی تھی اسے " کثرت آباد" سے موسوم فرمایا۔ اسی طرح ایک چھوٹا سا حجرہ جو یہاں تعمیر کرایا تھا اس کا نام "وحدت آباد" رکھا۔ آپ بعض اوقات مخلص اصحاب کو ساتھ لے کر روح آباد کے مشرق کی جانب تشریف لے جاتے اور وہاں تشریف فرما ہوتے اور معارف وحقائق کے اسرار وآثار پر گفتگو ہوتی رہتی۔ جب آپ یہاں آ کر تشریف فرما ہوتے تو فرماتے کہ یہاں دل کو بڑا سکون ملتا ہے۔ اسی بنا پر اس جگہ کو "دارالامان" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ایک اور جگہ جانب شمال تھی۔ جب آپ کا جی چاہتا وہاں تشریف فرما ہوتے۔ اس جگہ کا نام "روح افزا" رکھا۔ آپ نے کئی مرتبہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے فرمایا کہ یہاں ایسی رونق ہوتی ہے جو اطراف کے لوگوں کو حاصل نہیں۔ یہاں چھوٹے بڑے جمع ہوتے ہیں (علاوہ ازیں) رجال الغیب، اوتاد، اخیار اور اولیائے زمانہ بھی یہاں آتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ میرے اصحاب واحباب بھی ضرور بالضرور یہاں سے فیض حاصل کریں۔

لطیفہ ۲۴

امیروں، بادشاہوں، مسکینوں اور محتاجوں سے ملاقات اور سیف خاں کے اوصاف کا بیان

قال الاشرف:

حشمۃ الملوک ظلّ من الالوھیۃ و خضوع لھم نوع من العبودیّت یعنی جناب سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، بادشاہوں کی حشمت اللہ کی صفت کا سایہ ہے اور ان سے انکسار سے پیش آنا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا انسانوں کے مختلف طبقات اور دنیا میں یہ بات مشہور ہے کہ درویش کو سلاطین اور ملوک سے کیا تعلق اور بادشاہوں سے رسم و راہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ عوام کا یہ قول ایک بڑی غلطی ہے جس سے جہالت، غرور اور خود پسندی کی بو آتی ہے۔ اے عزیز اگر کوئی شخص خود کو دوسرے شخص سے بہتر خیال کرتا ہے تو یہ خیال بذات خود شیطان کا عمل، اس کی فریب کاری اور نفس امارہ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (شیطان نے جواب دیا) اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ[1] (ترجمہ: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے خاک سے پیدا کیا)۔ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو اپنے سے بہتر تصور کرے تو ادنیٰ مقام سے اعلیٰ درجے کی جانب ترقی کرے گا۔ تم نے آیہ کریمہ میں پڑھا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[2] (ترجمہ: اور کوئی شخص کسی (گناہ) کا بوجھ نہ اٹھائے گا)۔ لیکن اس کا کیا فائدہ جب تم اس حقیقت سے نا آشنا رہے۔ نیک لوگوں کی نیکیاں برے لوگوں کی برائیوں کے دفتر میں نہیں لکھتے نہ بروں کی برائیاں احرار کے نامے میں لکھی جاتی ہیں۔ قطعہ[3]

---

[1] پارہ ۸، سورۂ اعراف، آیت ۱۲ [2] پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۱۵

[3] یہاں مطبوعہ نسخے میں رباعی نقل ہوئی ہے لیکن تمام مصرعے رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہے اس لیے مترجم نے یہاں ترجمے میں رباعی کے بجائے "قطعہ" تحریر کیا ہے۔

چرا بینی بہ سوئے کس بہ انکار
کہ محرومی بسے می آرد ایں کار
کہ اندر نامۂ اعمال نیکاں
بنویسند ہر گز سوئے اشرار

ترجمہ: تو کسی دوسرے کی طرف انکار کی نظر سے کیوں دیکھتا ہے۔ بہت سی محرومیاں اسی عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے برے لوگوں کی برائیاں نیکوں کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں۔

اسی بنا پر کسی شخص کا مراتب سے گر جانا اور طاعت میں کمی رہ جانا، کاملین کے مشرب کے مطابق نہیں ہوتا۔ شاید بوستاں کی یہ حکایت تیرے گوشِ ہوش تک نہیں پہنچی کہ ایک مغرور عابد نے ایک گنہگار سے نفرت کا برتاؤ کیا اور اپنے اس عمل کی شامت سے سب سے پست درجے میں پہنچ گیا۔ بیت:

گنہ گار اندیشناک از خدائے
بسے بہتر از عابد خود نمائے

ترجمہ: وہ گنہ گار جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ خود نما عابد سے بہتر ہے۔

اب ہم اصل گفتگو پر آتے ہیں۔ امرا اور سلاطین یا تو عبادت گزار اور عادل ہوتے ہیں یا ظالم ہوتے ہیں۔ اگر وہ عادل ہیں تو عادل و عابد کا چہرہ دیکھنا باعث برکت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عند ملاقات الملوک تنزیل الرحمۃ یعنی بادشاہوں سے ملاقات کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیات۔ نوشیرواں کے شرک کے باوجود اسے اعنا ھا و از کھا (وہ مبارک اور پاکیزہ تھا) فرماتے ہیں۔

(حضور علیہ السلام نے) انتہائی فخر و ناز سے فرمایا، ولدت فی زمن الملک العادل نو شیرواں یعنی میں عدل کرنے والے بادشاہ نوشیرواں کے زمانے میں پیدا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ان افضل عباداللہ عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ امام عادل و رفیق کامل یعنی بے شک قیامت کے دن خدا کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے بہتر بندے عادل بادشاہ اور کامل دوست ہوں گے۔ اس سے زیادہ اور کون سا رتبہ بلند ہو سکتا ہے کہ (انصاف کرنے والے بادشاہوں کے سبب) رذیل اور شریر افراد سلطنت کے دبدبے اور شوکت کے خوف سے تابعداری اور اطاعت کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیتے ہیں اور اپنے قدم اعتدال کے دائرے سے باہر نہیں نکالتے۔ قطعہ:

چہ دولت بیش ازیں کز عدل شاہاں
جہاں سر بر خط اسلام بنہد

چہ جائے انس کز انصاف طائر
نشیمن بر فروغ دام بنہد

ترجمہ: اس سے بہتر وہ کون سی دولت ہے کہ بادشاہوں کے عدل کی وجہ سے دنیا اسلام کے حکم پر سر جھکا لیتی ہے۔ اس محبت کا مقام کس قدر بلند ہے کہ ایک پرندہ قفس کی تیلیوں پر آشیانہ بنا لے۔

نیک و برگزیدہ لوگ حصول معاش کے ساتھ عبادت میں بھی مشغول رہتے تھے۔ بیابانِ عدالت اور صحرائے شجاعت کے شیر، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سلطان عادل خیر من مطر و ابل حیث یعنی عادل بادشاہ بارش سے اور ہل میں جتنے والے اونٹ سے بہتر ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، عدل ساعة خیر من عبادة ستین سنة یعنی ایک گھڑی کا انصاف ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایسے عادل بادشاہوں اور دنیاوی حاکموں کے لیے دعا اور ثنا کرنا عام مخلوق پر لازم ہے۔ بیت :

زباں آورے کاندریں امن و داد
ثنائش نہ گوید زبانش مباد

ترجمہ: اگر کوئی زبان رکھنے والا امن و انصاف کے دور میں ان کی تعریف نہ کرے تو وہ گونگا ہو جائے۔

اگر کوئی (بادشاہ یا حاکم) بدکار اور ظالم ہے تو تمام عابدوں، زاہدوں اور مشائخ پر فرض ہے کہ اسے سمجھائیں اور سیدھے راستے پر لائیں لیکن ان کی غرض مردار چیزیں اور دنیا کے گندے اسباب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ ان بزرگوں کی ہمت اس بات پر لگ جائے کہ بدکاروں کا گروہ منع کردہ کاموں سے بچے اور غیر شرعی باتوں سے پرہیز کرنے لگے۔ ان کی توجہ شرعی کاموں اور اصلی کمالات حاصل کرنے کی طرف ہو جائے، کیونکہ بغیر (اچھی) نیت کے قدم اٹھانا، حرام کوشش ہے۔ یہی حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے، الاعمال بالنیات یعنی اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔

نبی علیہ السلام معبودیت کے دریا میں مستغرق تھے اور ولی نبی کا تابع ہوتا ہے (لہذا بقول) التابع کالمتبوع یعنی پیروی کرنے والا پیروی کیے جانے والے کی مثل ہے (ولی بھی معبودیت کے دریا میں مستغرق رہتا ہے) اگر گندگی کی کشتی سمندر میں الٹ جائے تو سمندر پر اس گندگی کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ قطعہ:

نفس گوہر مثال دریائیست
کہ مراورا نہ قعر و پہنائیست
گر فتد اندر و کثیفہ چہ باک
پاک را از نجس چہ پروائیست

ترجمہ: موتی اپنی ذات میں سمندر کی مانند ہے کہ نہ اس کی تہہ ہوتی ہے نہ حد ہوتی ہے، اگر اس پر گندگی گر جائے تو کوئی

پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

ایسی صورت میں ایک حق اپنی بنیاد پر قائم ہو جاتا ہے کہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا؎ (صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن صدقات پر متعین ہیں) فقرائے طریقت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک کامل اور دوسرے مکمل۔ کامل کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا وجود اپنی فطرت کے ظہور میں تنگ ہونے کی بنا پر، وحدت کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اگر (کبھی) پرکار کی مانند نقطۂ وحدت سے ہٹ کر کثرت کی جانب پلٹتا ہے تو بے ذوق ہو جاتا ہے۔ اور پہلی سی حضوری اور پہلا سا شوق اپنے اندر نہیں پاتا۔ یہ قسم بھینگے آدمی کی سی ہے جو کثرت کے دائرے کو وحدت کے نقطے سے جدا جانتا ہے، ورنہ حقیقت میں کثرت بھی وحدت ہی سے مستفاد ہے۔ دوئی تو ظاہر میں نظر آتی ہے۔ جو شخص اس مقام پر ہو اس کا بھائی بندوں اور اہل عرفان سے ملاقات کرنا غیر مفید ہے لیکن اسے دوسرے لوگوں کا انکار نہیں کرنا چاہئے اور ہر حال میں مسلمانوں کا خیر خواہ ہونا چاہئے۔ اگر وہ یہ اعتراض کرے کہ عمرو نے زید سے کیوں ملاقات کی یا زید بکر سے کیوں ملا تو میں ایسے فقیر کو کامل نہیں کہتا۔ فقیری تو تربیت یافتہ اہل تقلید کے گروہ میں ایک رسم ہے۔ یہ گروہ اہل تحقیق سے نہیں ہے، اگر اس کی چشمِ شہود عرفان اور چشمِ وجود وجدان کے سرمے سے منور ہوتیں تو دیکھتیں کہ کائنات کے تمام ذرّے ذاتِ الٰہیہ کا مظہر ہیں اور موجودات کے منظر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جو خدائے بے مثل کی ذات کے انوار سے روشن ہے۔ کامل کی زبان ذاتِ بے مثل کا کس طرح انکار کر سکتی ہے مگر یہ کہ وہ (کامل نہیں بلکہ) ناقص ہے۔ بیت:

چوں کہ جانِ جان ہر چیزے وے است
دشمنی با جانِ جاں آساں کے است

ترجمہ: جب وہ (ذات) ہر شے کی جان کی جان ہے تو اس جانِ جاں سے اعراض کرنا آسان نہیں ہے۔

مکمل فقیر اگرچہ عالمِ کثرت میں بصورت انسان نظر آتا ہے لیکن درحقیقت وہ وحدت کے سمندر کی مچھلی ہے۔ قطعہ

بداں کہ پیر سراسر صفاتِ حق باشد
اگرچہ پیر نماید بصورتِ بشری
بہ پیشِ تو چو کف است و بہ وصف چوں دریا
بہ پیشِ خلق مقیم است ہر دمش سفری

ترجمہ: (اے مخاطب) جان لے کہ پیر سراسر اللہ تعالیٰ کی صفات ہوتا ہے اگرچہ بصورت انسان نظر آتا ہے۔ تیرے سامنے جھاگ ہے لیکن وصف کے اعتبار سے دریا ہے۔ مخلوق کی نظر میں مقیم دکھائی دیتا ہے لیکن اس کا ہر سانس سفر میں ہے۔

اس کی (مکمل فقیر کی) پہچان یہ ہے کہ عمرو زید کا انکار نہیں کرتا اور پند و نصیحت کے ذریعے ناپسندیدہ اخلاق کو جو دراصل

؎ پارہ ۱۰ سورہ التوبہ آیت ۶۰

نفس ہی کی بری صفتیں ہیں بتدریج مسلمانوں کے باطن سے خارج کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ[1] (آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلایئے اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے (کہ اس میں شدت وخشونت نہ ہو) ہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو اور جان لو کہ اکثر جو ترقی نہ کر سکے ہیں اور خودی کے گڑھے سے بے خودی کی بلندی تک نہ پہنچ سکے ہیں، اس کا سبب ادراک کی کمی اور سمجھ کا قصور تھا۔ مکمل فقیر، عارفِ کامل ہوتا ہے، اس کی نظر میں موجودات (اپنے) اسرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اسما کا آئینہ ہے اور کائنات (اللہ تعالیٰ کی) لاانتہا صفات کا مظہر ہے۔ کیا غنی کیا فقیر اسی نظر سے موجودات وکائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر اس میدان بیان کی لگام ڈھیلی کر دی جائے تو سارا راز فاش ہو جائے گا اور دنیا میں شور برپا ہوگا۔ سب (ایسی باتوں کو) کفر والحاد سے منسوب کریں گے (کیوں کہ) **من تفکر بذاتہ فقد کفر** (جس نے ذات میں تفکر کیا بے شک اس نے کفر کیا) یہ قول اسی مقام پر منطبق ہوتا ہے۔

بنمود ے نشاں ز جمال خدا و لیک
دو جہاں بہم بر آید سر شو روشر ندارم[2]

ترجمہ: اے کاش میں خدا کے جمال کا نشان دکھاتا لیکن (کیا کروں) دونوں جہان درہم برہم ہوجاتے ایسے ہنگامے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

صوفیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استناد کرتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ **بئس الفقیر علی باب الامیر و نعم الامیر علیٰ باب الفقیر** یعنی فقیر کا امیر کے دروازے پر جانا اچھا نہیں (البتہ) امیر کا فقیر کے دروازے پر جانا بہتر ہے۔ اگر کسی فقیر کا امیر کے دروازے پر آنا نفسانی راحتوں اور شہوانی لذتوں کے لیے ہے تو وہ حقیقی معنوں میں فقیر نہیں ہے۔ وہ فقیری کے پہلے درجے "توکل" تک پہنچا ہی نہیں۔ اس کی بہ نسبت امیر کی توجہ حصولِ سعادت کے لیے ہے، اگر نہ جائے تو گناہ گار ہوگا۔ وہ رہنمائی کے مرتبے کے لائق نہیں ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے، **لو کان لذمی حاجۃ فی الباب ابی جھل ان جاہ یشفع منّی ان امشی خافیا حتیٰ باب ابی جھل لیقضی امر حاجتہ** یعنی اگر ذمی کو ابوجہل کے دروازے کی ضرورت ہوتی۔ اگر وہ آتا اور میری شفاعت چاہتا تو میں ابوجہل کے دروازے تک

---

[1] پارہ ۱۴، سورۃ النحل آیت ۱۲۵۔

[2] اس شعر کا دوسرا مصرع مطبوعہ اور قلمی دونوں نسخوں میں سہو کتابت کے باعث وزن وبحر سے خارج ہو گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے میں اس طرح نقل ہوا ہے۔

دو جہاں بہم بر آید سر شوروشر ندارم

قلمی نسخے میں اس طرح ہے۔

دو جہاں ہمی برآیت ز شو ر ندارم

احقر مترجم نے اپنی فہم اور قیاس کے مطابق شعر کی ترجمانی کی ہے۔

برہنہ پا جاتا کہ اس کی مراد پوری ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا شریعت نے جن اعمال کے کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی نوعیت ایسی ہے کہ امیر اس کام کو خود بجالائے تاکہ اس کا ثواب بھی اسے حاصل ہو۔ اگر حالات کا تقاضہ یہ ہو کہ قل الحق او کان مرا (حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو) تو بعض اکابر نے حکم کے بارے میں سختی بھی برتی ہے لیکن اکثر مشائخ نے ایسے (حکیمانہ) انداز میں نصیحت کی ہے (کہ سننے والے کو) انکار کی راہ نہ مل سکی، کیوں کہ اس کے (حکم کا) انکار کرنا برا ہے۔ ایک مسئلے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ چنگیز خاں کے اقربا میں ایک امیر تھا۔ اسے سور کے گوشت سے بڑی رغبت تھی۔ ایک درویش اس سے ملنے گئے دیکھا کہ بے حد مغرور شخص ہے۔ اگر آشکارا طور پر حکم کریں گے تو بات بگڑ جائے گی چنانچہ برسبیل گفتگو فرمایا، حکمت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ سور کا گوشت بے غیرتی پیدا کرتا ہے کیوں کہ ماں کے ساتھ مستی کرتا ہے۔ امیر نے یہ بات توجہ سے سنی، کہا کہ اب میں سور کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کوئی فرماں روا فرعون سے زیادہ جابر نہ ہوا ہوگا اور حضرت موسیٰ کی اس کو زیادہ سے زیادہ تبلیغ اور رسالت معلوم و مشہور ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی[1] (پھر اس سے نرمی سے بات کرنا شاید (بہ رغبت) نصیحت قبول کرے یا (عذاب الٰہی) سے ڈر جائے۔)

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، ہم نے بہت سے دنیاوی بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ سلطنت کے احکام جاری کرنے کے باوجود نسبت شہودیہ سے ایک پل کے لیے بھی غافل نہ ہوئے اور حکومت کے کاموں میں مصروف رہنے کے ایک لمحے کے لیے حصولِ ذوق سے الگ نہ ہوئے، رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ[2] (لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی)۔ (ایسے افراد) اس آیت کے مصداق ہوں گے۔ اسی کے ساتھ فرمایا کہ حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ[3] نے فرمایا کہ جب میں خلیل اتا کی ملازمت کے لیے گیا تو میرے پاس پھل کا ایک ٹکڑا تھا۔ موسم گرما کا پہلا مہینہ تھا۔ میں نے (انھیں پھل) پیش کیا اور چاہا کہ مدعائے دلی بیان کروں۔ میں نے ترکی زبان میں کہا ”ہر بنجہ اتینگز بیلور نیز“ میرا حال متغیر ہو گیا اور عجیب و غریب چیزیں مشاہدے میں آئیں۔ کچھ عرصے بعد ماوراء النہر کی سلطنت انھیں (خلیل اتا کو) حاصل ہو گئی۔ مجھے اسی طرح ملازمت کرنی چاہیے۔ ان کے ابتدائی حالات اور بادشاہت کے دور میں کوئی فرق نہ تھا بلکہ مقامات و معاملات کی ترقی زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی۔ چھ سال حکومت کی اس کے بعد ترک اختیار کیا۔

---

[1] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۴۴۔ [2] پارہ ۱۸۔ سورہ النور آیت ۳۷

[3] حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ۔ اسم گرامی محمد بن محمد بخاری، کنیت بہاؤالدین لقب نقشبند تھا۔ آپ کی ولادت ۷۱۸ھ میں بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ایک قریے قصرِ عارفاں میں ہوئی۔ آپ کی روحانی تربیت حضرت امیر کلال (م ۷۷۲ھ) نے فرمائی لیکن بطریق اویسیت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ (م ۵۷۵ھ) سے مستفیض ہوئے۔ آپ کا وصال ۷۹۱ھ میں ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۱۱۵۔۱۱۸۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تمام دولت مندوں اور حاکموں کو بے شعوری سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اس گروہ میں سے چند حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو ذوق حضوری اور سرور شہودی کے تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

غالباً حضرت سید جعفر[1] کے بارے میں بتایا کہ انھوں نے اپنے مریدوں میں سے ایک مرید کو تحریر کیا تھا کہ میرا طریق ریاضت وسلوک کو یک جا کرتا ہے اور منفرد ہے۔ میں دس ہزار سواروں کے ساتھ سلطان محمد تغلق[2] کی ملازمت میں تھا۔ دنیاوی معاملات میں مصروفیات کے باوجود میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میرے دل میں کبھی اس خطرے نے سر نہیں اٹھایا کہ دنیا فی الواقع وصول حقیقی کی راہ میں رکاوٹ ہے (یعنی نفسِ مطمئنہ حاصل ہوگیا ہے) اگرچہ بعض لوگوں کے سلوک میں دنیا دیوار بن جاتی ہے لیکن اگر کسی شخص کو اللہ تعالی کی توفیق حاصل ہو جائے تو مال واسباب کے ہوتے ہوئے اللہ تعالی تک پہنچنا اور دنیا کے وسیلے سے خود کو آخرت کی مضبوط رسّی سے باندھنا ممکن ہے۔ بیت:

بہ دنیا توانی کہ عقبیٰ خری
بخر جانِ من ورنہ حسرت بری

ترجمہ: اگر تو دنیا کے ذریعے سے آخرت خرید سکتا ہے تو اے میرے پیارے ضرور خرید لے ورنہ حسرت اٹھائے گا۔

شعر:

نیست دنیا بد اگر کارے کنی
بد شود گر عزمِ دینا رے کنی

ترجمہ: اگر تو (اللہ کا) کام کرتا رہے تو دنیا بری نہیں ہے ہاں اس وقت بری ہو جاتی ہے جب تو مال و دولت جمع کرنے کا قصد کرتا ہے۔

نعم المال وصالح رجال (ہاں مال ہو اور اچھے لوگ ہوں) اسی مقام کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دنیا کی آبادی میں اہل صنعت وزراعت کے لیے اس قدر ثواب ہے کہ اس کی تفصیل

---

[1] مطبوعہ نسخے میں آپ کا اسم گرامی "حضرت سید جعفر" تحریر کیا گیا ہے معروف تذکروں میں اس نام کے کسی بزرگ کا ذکر نہیں ہے۔ یہ غالباً "سید شیخ محمد جعفر مکی سرہندی" ہیں جن کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "اخبار الاخیار" میں کیا ہے۔ آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ آپ کا مزار سرہند میں ہے۔ "بحر المعانی" "دقایق معانی" "حقایق معانی" اور چند رسالے آپ کی تصنیف ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار۔ اردو ترجمہ ص ۲۹۵۔ ۲۹۶۔

[2] سلطان محمد تغلق ۷۲۵ھ میں سلطان غیاث الدین تغلق کی وفات کے بعد تخت دہلی پر بیٹھا۔ اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں اس نے رعایا کی فلاح و بہبود کے بہت سے کام کیے۔ بعد میں اس نے عام رعایا نیز عالموں، سیدوں اور بزرگوں پر ظلم و زیادتی شروع کر دی۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ کو ستایا۔ بالآخر ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ اسی انتشار میں ۷۵۲ھ ستائیس سال حکومت کرنے کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ ملاحظہ فرمائیں بحکمات الصادقین مصنفہ محمد صادق دہلوی۔ اردو ترجمہ از لطیف اللہ، کراچی ۱۹۹۵ء ص ۷۳۔

بیان نہیں کی جا سکتی۔ آپ نے حضرت علاؤ الدولہ السمنانی علیہ الرحمہ کا یہ قول بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین اور کسان کو (ایک خاص) حکمت سے پیدا فرمایا۔ وہ چاہتا ہے کہ زمین آباد رہے اور مخلوق کو فائدہ حاصل ہو۔ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دنیا کی آبادی میں بے جا خرچ کرنے کے لیے نہیں، فائدے کے لیے حصہ لیتے ہیں اور ان کے اس عمل میں آخرت کی کس قدر بزرگی ہے تو آبادیِ دنیا میں حصہ لینا کبھی ترک نہ کریں اور اگر یہ جان لیں کہ آبادیِ دنیا ترک کرنے اور زمین کو ویران کرنے کا کس قدر گناہ ہے تو ہرگز ایسا کام نہ کریں کہ اسباب دنیا برباد ہو جائے۔ جس شخص کے پاس (اتنی) زمین ہے کہ اس سے ہر سال ہزار من غلہ حاصل کیا جا سکتا ہے اگر اپنی غفلت اور بھول سے نو سو من غلہ حاصل کرتا ہے اور اس سبب سے سو من غلہ لوگوں کو نہ ملے تو اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اگر کسی شخص کی حالت ایسی ہے کہ وہ دنیا اور اس کی آبادی میں حصہ نہیں لے سکتا تو اپنا وقت گزارتا رہے لیکن وہ شخص جو تساہل کی وجہ سے آبادیِ عالم میں حصہ نہیں لیتا اور اس بے عملی کو ترک و زہد کہتا ہے تو اس کا یہ موقف سوائے شیطان کی پیروی کے اور کچھ نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت میں ایسے شخص سے کم تر کوئی فضول آدمی نہیں ہے۔

یہ آبادیِ عالم سلطنت کی نگہداشت اور حکومت کی عنایت کے ذریعے بادشاہوں اور خاقانوں سے وابستہ کی گئی ہے۔ اسی بنا پر سرورِ انبیا ﷺ نے سلطان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ فرمایا اور یہ معنی خلافت کے ہیں جو داؤد علیہ السلام کی شان سے معلوم ہوئے کیوں کہ ظاہری دنیا میں جب کوئی شخص بلندی پر ہو اور اس کا سایہ زمین پر پڑے تو وہ سایہ زمین میں اس کی ذات کا نائب ہوگا اور اس سائے کو اس شخص کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کا سایہ ہے۔ اس شخص کی ذات و صفات میں جو کچھ ہوتا ہے عکس کے ساتھ اس کا اثر سائے میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ ایک عظیم راز ہے۔ اس راز کی جانب اِنَّ اللہ تعالیٰ خلق آدمَ علیٰ صورتہ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفات پر پیدا کیا) اشارہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت کے رازوں میں سے ایک راز ہما کو جو ایک کمزور پرندہ ہے، ودیعت کیا تو دیکھو ہما کے سائے میں کیا خاصیت پیدا ہوئی اور سلطنت بخشی و ملک گیری کی عنایت کا کیا اثر ظاہر ہوا (یہی) کہ وہ سایہ کسی گداگر کے سر پر پڑ جائے تو وہ بادشاہ ہو جائے۔

پس بزرگ و برتر خالق جب انتہائی لطفِ خداوندی سے تمام مخلوق میں سے ایک بندے کو منتخب کرتا ہے اور سایہ خداوندی کی عنایت سے مخصوص کرتا ہے تو وہ ابدی سعادت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عکس ابدی پیوستگی کے ساتھ آمادہ رہتا ہے تو بندہ کس قدر دولت و بلندی اور عظمت و بزرگی سے مشرف ہوتا ہے، وہ محترم گوہر کس قدر سامانِ لشکر تیار کرتا ہے۔ اس شریف ذات اور لطیف عنصر میں کم ترین خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اہل و نا اہل جس پر اس کی نظرِ عنایت ہو جائے وہ تمام عالم میں مقبل و مقبول ہو جاتا ہے اور جس پر قہر کی نظر پڑ جائے تمام دنیا میں مرتد اور مردود قرار دیا جاتا ہے۔

قدیم باشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا قول نقل کیا گیا ہے ،فمن رفعنا ہ ارتفعوا و من وضعنا ہ اتضعوا یعنی ہم نے جن لوگوں کو بلند کیا وہ بلند ہوئے اور جن کو پست کیا پست ہوئے۔ اس قول میں گہری معنویت ہے لیکن اس شخص کی نظر اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنی خوب معرفت حاصل نہ کر لے۔ جس نے یہ کہا کہ ہم رحمان کے نائب ہیں اس نے زمانے کی بات کہی۔ بادشاہوں کے دو گروہ ہیں ایک بادشاہِ دنیا اور دوسرے بادشاہِ دین۔ دنیا کے بادشاہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ لطف و قہر کی صورت ہیں لیکن اپنا نقش جمانے میں ناکام رہتے ہیں، اپنی صفات کی پہچان سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ لطف و قہر ان پر آشکار ہوتی ہیں لیکن (اپنی صفات) ان پر ظاہر نہیں ہوتیں جیسے ایک حسین شخص جو اپنے حسن و جمال سے بے خبر ہوتا ہے۔ بیت:

خوش باشد عشقِ خوبروئے
کز خوبیِ خود خبر نہ دارد

ترجمہ: اس خوب رو کا عشق اچھا ہوتا ہے جو اپنی خوبیوں سے بے خبر ہے۔

وہ حضرات جو دین کے بادشاہ ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ لطف و قہر کا مظہر کہتے ہیں۔ انھوں نے صورت کے طلسمِ اعظم کو شریعت کی کنجی استعمال کر کے طریقت کی کاری گری سے کھولا ہے اور احوالِ صفات کے خزانوں اور دفینوں کا جو ازل سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں، اپنی چشمِ حقیقت سے مشاہدہ کیا ہے۔ (یہ حضرات) من عرف نفسه فقد عرف ربه[۱] کے خزانے کے سرے پر پہنچ کر خلافتِ ابدی اور سلطنتِ سرمدی کے تخت پر وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا[۲] (اگر تو اس جگہ کو دیکھے گا تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے) کی ملکیت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

انّ للہ ملوکا (بے شک بادشاہ اللہ کے لیے ہیں) ان کے مقام کا اظہار ہے۔ کیا سلطان، کیا دربان، کیا خاقان اور کیا دہقان اگر گدڑی میں ہوتے ہیں لیکن ان کے دل زندہ ہوتے ہیں۔ قطعہ:

با ملک ژندہ پوشاں سلطاں چہ کار دارد
در بزمِ دُرد نوشاں خاقاں چہ کار دارد
با جانِ عشق بازاں غم راچہ آشنائی
بر گردنِ مسیحا پالاں چہ کار دارد

ترجمہ: گدڑی پوشوں کی سلطنت سے بادشاہ کو کیا لینا ہے۔ تلچھٹ پینے والوں کی بزم میں خاقان کا کیا کام۔ غم کو عشق بازوں کی زندگی سے کیا سروکار ہے۔ مسیحا کی گردن پر گدھے کی جھول کا کیا کام ہے۔

لیکن بڑی سعادت اور عظیم فائدہ اس میں ہے کہ صاحب دولت کو دین و دنیا کی حکومت و سلطنت عطا کی جائے تاکہ

---

[۱] جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو پہچانا۔ [۲] پارہ ۲۹۔ سورہ دہر آیت ۲۰

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی[۱] (اور ہمارے ہی قبضے میں ہے آخرت اور دنیا) کی خلافت کے ساتھ دونوں مملکت پر قابض ہو جیسا داؤد علیہ السلام کو یہ رتبہ عطا فرمایا گیا کہ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ[۲] (اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کروگے تو) وہ اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روزِ حساب بھولے رہے)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں دس فائدوں کی جانب اشارہ ہے۔

پہلا فائدہ: اناّ جعلنا ک خلیفة ہم نے تجھے نیابت و خلافت دی، اشارہ اس امر کا ہے کہ بادشاہ جانتا ہے کہ یہ بادشاہی اور سلطنت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ[۳] (تو ملک جس کو چاہے دے دیتا ہے)

دوسرا فائدہ: تنبیہ ہے کہ ہم نے تجھے ملک دیا جانتا ہے کہ کسی دوسرے کا تھا، شاید ہم سے لے کر دوسرے کو دیدے وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ[۴] (اور جس سے چاہے ملک لے لیتا ہے) چنانچہ کوشش کرتا ہے کہ اس سے کونین کا فائدہ اور دنیا و آخرت کا سرمایہ حاصل کرے۔

تیسرا فائدہ: ملک رانی اور جہاں بانی کا کام اللہ تعالیٰ کی خلافت و نیابت ہے اس لیے بندوں پر اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے مطابق تصرف کرتا ہے۔ مصرع۔

بہ خلقِ جہاں آفریں کار کن

ترجمہ: دنیا پیدا کرنے والے کے اخلاق کے مطابق عمل کر۔

چوتھا فائدہ: فرمایا کہ فاحکم بین النّاس بالحق (پس لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا) اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ بادشاہ حکم رانی اور جہاں بانی کے امور میں اپنی روح کے ساتھ مشغول ہو خاص طور پر جب کہ وہ رعایا میں انصاف کرنے اور مخلوق کے اہم کاموں کو سرانجام دینے میں مصروف ہو کیوں کہ اس عظیم و کریم کام کا ارادہ، دانائی اور صفائے باطن کا تقاضا کرتا ہے اور ایسے شخص کا طلب گار ہے جو بہت سی اچھی عادتوں، خصلتوں سے آراستہ ہو۔ بیت:

رعیت نوازی و سر لشکری
نہ کاریست بازیچہ و سرسری

ترجمہ: رعایا نوازی اور لشکر کی سرداری بچوں کا کھیل اور بے ہودہ کام نہیں (اس کے لیے وقت درکار ہے)۔

---

[۱] پارہ ۳۰ سورہ اللیل، آیت ۱۳
[۲] پارہ ۲۳ سورہ ص آیت ۲۶
[۳] پارہ ۳ سورہ آل عمران، آیت ۲۶
[۴] پارہ ۳ سورہ آل عمران، آیت ۲۶

جہاں تک ممکن ہے رعایا کی دیکھ بھال اور شاہی احکامات کے کام کسی دوسرے شخص کے سپرد نہ کرے کیوں کہ سلطنت کے نوابوں اور دربار کے وزیروں کو رعایا پر وہ شفقت و رحمت نہیں ہوتی جو بادشاہ کو ہوتی ہے، کیوں کہ وہ مہربانی اور حمایت جو پانچ ہستیوں کو ہوتی ہے کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتی جیسے اللہ تعالی کی رحمت بندے پر نبی کی رافت امت پر، بادشاہوں کی عنایت رعایا پر، والدین کی محبت اولاد پر اور شیخ کی عزت مرید پر اور اس کا لطف مرید پر۔

پانچواں فائدہ: فرمایا کہ بادشاہ حق کے ساتھ حکومت کرے یعنی راستی اور انصاف اور شریعت کے احکام کے ساتھ حکومت کرے البتہ بعضے امور کا فیصلہ شاہی قانون کے مطابق کرے۔

چھٹا فائدہ: فرمایا جو کچھ کرے حق کرے باطل نہ کرے۔ اپنے نفس کی خواہش اور دنیائے ناپاک کے لیے نہ کرے۔

ساتواں فائدہ: فرمایا لا تتبع الھوی یعنی مطلق نفسانی خواہش کی پیروی مت کر۔ کسی شخص سے اپنے اوقات میں سے کسی وقت کوئی برائی یا جھوٹ سرزد ہوئی تو اس کی خواہشِ نفس کے باعث ہوئی جیسا کہ اللہ تعالی نے اس معنی کے ساتھ ظاہر فرمایا، اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ[۱] (سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنا رکھا ہے)۔ فرعون ہو یا بنی اسرائیل ہوں ان کی بت پرستی اور گئوسالہ پرستی تمام کی تمام خواہشِ نفسانی کی وجہ سے تھی۔ بیت:

اے ہوا ہائے تو خدا انگیز
وے خدایان تو خدا آزار

ترجمہ: (اے مخاطب) تیری نفسانی خواہشیں خدا کو ناراض کرنے والی اور تیرے خدا، خدا آزار ہیں۔

آٹھواں فائدہ: اللہ تعالی نے مکرر فرمایا کہ خواہش نفسانی کی پیروی کرنا اللہ کے راستے سے بھٹک جانا ہے۔ فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (وہ خدا کے رستے سے تم کو بھٹکا دے گی) اور خواہش نفسانی کی مخالفت اللہ کے راستے پر چلنا ہے۔ بیت

وفاق ہوا بت پرستی بود
خلاف ہوا حق پرستی بود

(خواہش نفسانی سے موافقت بت پرستی ہے اور خواہش نفسانی کی مخالفت خدا پرستی ہے)

وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی (۲) (اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا)۔

---

(۱) پارہ ۲۵۔ سورۃ الجاثیہ، آیت ۲۳

(۲) پارہ ۳۰۔ سورۃ النازعات، آیت ۴۰۔۴۱

نواں فائدہ : فرمایا کہ اِنَّ الَّذِینَ یُضِلُّونَ عَنْ سَبِیلِ اللّٰہِ لَھُم عَذَابٌ شَدِیدٌ بِمَا نَسُوا یَومَ الحِسَابِ (جو لوگ خدا کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب بھولے ہوئے رہے) اور خواہش نفسانی پر ڈٹے رہنا، کفر اور سخت عذاب کا مقتضی تھا اس لیے کہ کفر آخرت کو فراموش کردینے سے عبارت ہے۔ خدا کو بھول جانا اور خود کو بھول جانا سخت عذاب کی انتہا ہے کہ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ [1] (جنھوں نے اللہ کو فراموش کیا پس فراموش کردیا ان پر ان کی جانوں کو)۔

دسواں فائدہ : اللہ تعالیٰ نے پھر بتایا کہ نبوت کے مرتبے پر فائز رہتے ہوئے بادشاہت ممکن ہے کہ اس درجے میں جہانداری کے حقوق کی ادائگی کے ساتھ ساتھ سلوک الٰہی کی کوشش ہو سکتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ نے فرمایا کہ صوفیہ کو زمانے اور دنیاوی کاروبار سے بے تعلق ہو کر سلوک الٰہی حاصل ہوتا ہے (لیکن) ہمت چاہیے کہ اسباب کی فراہمی اور عادت کے انتشار کے باوجود راہِ سلوک میں داخل ہوں۔ بالخصوص ان کے امیر اور وزیر ایسے ہمت آرا ہوں کہ (طبیعت میں) انتشار کے وقت دلی اطمینان کی طرف لے آئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیاوی تقاضا محض اپنی ہمت کے امتحان کا تھا ورنہ معاذ اللہ درمیان میں دوسرا معاملہ ہوا ہوتا۔ اس دعا میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ [2] (اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو) چند فوائد ہیں۔

ایک یہ کہ مالک الملک اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور علم نبوت اس سے فروتر بندے کی صفت ہے۔

دوسرے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب تمام ملک عطا فرماتا ہے تو اس عطا میں علم اور نبوت داخل ہوتے ہیں مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو جب نیابت کی سلطنت کلی طور پر عنایت ہوئی تو نبوت اور علم اس میں شامل تھے (فرمان ہوا تو یہ) فرمایا، اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً [3] (ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب) ایک رسول، ایک عالم یا ایک عابد نہیں فرمایا۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام سے فرمایا، اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ (ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے) اس لیے کہ خلافت الٰہی میں تمام امور داخل ہوتے ہیں، پیروی اٹھ جاتی ہے۔

تیسرے یہ کہ جب نبوت و علم کے ساتھ سلطنت کی قوت اور مملکت کی شوکت متحد ہوتی ہے تو اس کا تصرف ہزار گنا بڑھ جاتا ہے اور دین کی عزت تلوار سے آشکار کی جاسکتی ہے۔ بیت:

---

[1] پارہ ۲۸، سورہ الحشر آیت ۱۹

[2] پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۳۵۔ مطبوعہ نسخے میں غالباً سہو کتابت کے سبب آیت اس طرح نقل ہوئی ہے۔ رب ھب ملکاً لا ینبغی لاحد۔ ترجمے کے متن میں اس سہو کی تصحیح کردی گئی ہے۔

[3] پارہ ۱۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۳۰

ریاض مملکت از جوئبار تیغ ملوک
چو گل شگفتہ و سیراب در بہار بود

ترجمہ: بادشاہوں کی تلوار کی نہر سے مملکت کا باغ اس طرح شگفتہ اور سیراب ہو جاتا ہے جس طرح بہار میں گلاب کا پھول شگفتہ اور سیراب ہوتا ہے۔

اسی بنا پر رسول کریم علیہ السلام نے ابتدائے اسلام میں دعا فرمائی تھی ، اللّٰھم اعز الاسلام بعمرا و بابی جھل یعنی الٰہی غالب کر اسلام کو عمر یا ابی جہل (کے اسلام قبول کرنے) سے ، اور اپنی نبوت کو تلوار سے آراستہ کیا کہ انا نبی السیف (میں تلوار کا نبی ہوں)۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بادشاہ سلطنت میں رعایا کے لیے عدل و انصاف قائم کرتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے، ظالموں کو ظلم سے اور بدکاروں کو بدکاری سے روکتا ہے، ضعیفوں کو قوی کرتا ہے، ناتربیت یافتہ لوگوں کو تربیت دیتا ہے، اہل علم کی توقیر بڑھاتا ہے تاکہ انھیں حصول علم کا شوق پیدا ہو اور مصلحین کی دعائے برکت کا جویا رہتا ہے۔

حضرت شیخ علاؤالدولہ السمنانی ؒ نے فرمایا کہ ابراہیم خاں کے عہد حکومت میں مملکت کا گلزار اور سلطنت کا لالہ زار اس قدر سیراب ہو چکا تھا کہ سرداروں اور امیروں کے علاوہ اطراف و اکناف کی رعایا اور مخلوق جن کی تعداد بارہ ہزار افراد تھی دینی علوم کے درجے تک پہنچ چکی تھی۔ دارالسلطنت سمنان میں ایک ہزار مدرسے قائم ہو چکے تھے۔ ہر مدرسے میں دو ہزار طالب علم ہوتے تھے۔ خانقاہ سکاکیہ جو مشہور زمانہ ہے انھی کے دور حکومت میں تعمیر ہوئی تھی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حکومت کے ارکان اور سلطنت کے مددگار ہر ایک عضوی، حاسّی اور قوّتی عناصر کے مانند ہیں۔ جیسے محاسب ، ناظم، ناظر، سپہ سالار، القاب نویس، منشی، دبیر، چوبدار، خزانچی اور منصرم توشہ خانہ ہوتے ہیں۔ تمام اندرونی اور بیرونی حاکم مثلِ حواس خمسہ اور قویٰ انسانی کے ہیں، جیسے آنکھ، ناک، زبان، لمس، فکر، خیال، وہم، حافظہ، ذاکرہ اور مشترک حس ہوتے ہیں۔ سلطنت کے وہ امیر جو قوت، شوکت، جوش، ساز و سامان، ہمت اور مردانگی کے حامل ہیں اعضائے رئیسہ کی مانند ہیں جنھیں کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ امیر جو کم تر درجے کے ہیں مثل کلائی ، ران، پنڈلی اور پیر کے ہیں۔ باقی عناصر یعنی خدمت گار، سوار، قوم اور اپنے اپنے درجوں کے فرق کے ساتھ عام رعایا مثل جملہ بدن کی نسوں، پٹھوں، ہڈیوں ، اور جوڑوں کے ہیں۔ جس طرح انسانی وجود تمام اجزائے بدن کا محتاج ہے اسی طرح (مملکت میں) ان میں سے ایک عضو نہ ہو تو اسی نسبت سے سلطنت کے کام میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ پس بادشاہ پر لازم ہے کہ ان ارکانِ سلطنت اور اربابِ منصب میں سے ہر ایک کی اہلیت اور صلاحیت کے مطابق نیز ان کی امانت ، دیانت اور نیک چلنی کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، تحقیق کرکے ملک کے حصوں میں ان کے کام پر مقرر کرے اور ان کو استقرار بخشے تاکہ وہ اپنے فرائض ملکی مصلحت اور بہتر کارکردگی کے ساتھ انجام دیں اور مملکت کو مضبوط کریں۔ (لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ بادشاہ) ہر

منصب دار کے حالات سے باخبر رہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اگر چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو تمام امیر، وزیر، رعایا اور مخلوق، اہل صنعت و حرفت، عبادت کے کام اور سلوک میں مشغول رہتے ہیں بعضے تعلق کے ذریعے سے اور بعضے مدد کے ذریعے سے۔ اگر چہ خلقت پچھلا حکم رکھتی ہے۔ یہ بات اس مثال سے تیری سمجھ میں آ سکتی ہے کہ تو دنیا کے دائرے اور اطراف و اکناف کو ایک خانقاہ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس خانقاہ کا شیخ فرض کر۔ انبیائے کامل اور اصفیائے مکمل شیخ کے خلیفہ ہیں اور اولیا کم تر درجے کے خلیفہ ہیں جو وجود کے مشاہدے اور شہود کے معائنے میں غرق ہیں۔ کامیاب امیر اور نامور بادشاہ ان کے خدمت گزار ہیں جو ان کی خانقاہوں اور عبادت گاہوں کو ضروری اسباب فراہم کرتے ہیں۔ یہ اس گروہ کے لیے دہقان، گاؤں کے کسان اور نالیاں کھودنے والے ہیں اور تمام اہل صنعت و حرفت (ان کے لیے) لباس مہیا کرنے والے کاریگر ہیں اور ان ہی کی طرح دوسرے کام کرنے والے تمام گروہوں کو ان کے کام سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر تمھارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ کافر کس کام کے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ جو فائدہ کافر اور مشرک سے حاصل ہوتا ہے وہ کسی ہستی سے حاصل نہیں ہوتا۔ مثنوی:

احمقے دید کافرے قتال
کرد از خیر او ز پیر سوال

ایک بے وقوف شخص نے بہت زیادہ قتل کرنے والے کافر کو دیکھا تو اپنے شیخ سے پوچھا کہ اس میں کیا بھلائی ہے۔

گفت بابا فرح کہ بدخود نیست
وانچہ بد دیدہ تو آں بد نیست

شیخ نے فرمایا، بچے خوش رہ، بدی اپنی ذات سے بد نہیں ہے۔ جو بدی تو دیکھ رہا ہے وہ بدی نہیں ہے۔

گفت ہست اندر و دو چیز نہاں
کہ نبی و ولی ندارد آں

فرمایا، کہ اس میں دو امر چھپے ہوئے ہیں جو نبی اور ولی میں نہیں ہوتے۔

قاتلش غازی است در رہ دیں
باز مقتول او شہید گزیں

ایک یہ دین کے راستے میں کافر کا قاتل غازی ہے دوسرے یہ کہ قتل ہو جائے تو شہید ہے۔

نازنیں جملہ نازنیں بینند
نظر پاک ایں چنیں بینند

اہل ناز تمام چیزوں کو نازنینوں کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ پاک نظر لوگ دنیا کو اسی طرح دیکھتے ہیں۔

این چنیں بودہ اند درویشاں
اے دریغا و صحبتِ ایشاں

درویش بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ اس شخص پر افسوس ہے جو ان کی صحبت میں نہیں بیٹھا۔

یہ بات خود معقول انداز میں کہی گئی ہے، اگر تم حقیقی عبادت پر غور کرو تو کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ[1] اور آیہ کریمہ مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[2] کا مفہوم معلوم کرکے جان لوگے کہ شاہانِ دنیا کا انکار کہاں تک پہنچتا ہے۔ قطعہ:

ملوکا تند از ظلِّ الٰہی
کہ مردم زیرِ او آسودہ باشند

بادشاہ (زمین پر) اللہ کا سایہ ہیں کہ مخلوق ان کے نیچے آرام کرتی ہے۔

کسے کو می رود زیں سایہ بیروں
بہ صحرا باد را پیمودہ باشند

جو شخص اس سائے سے باہر ہو جاتا ہے وہ صحرا میں ہوا کو طے کرتا ہے۔

ایازی گر مکن انکارِ ایناں
چہ دانی مظہرِ محمود باشند

اگر تو ایاز ہے تو ان کا انکار نہ کر، تجھے کیا معلوم کہ یہ حضرات محمود کے مظہر ہیں۔

ہمی گویم ترا انکارِ صورت
بہ معنی می رسد مقصود باشند

انکار کرنے والے میں تجھ سے یہی کہتا ہوں کہ اگر حقیقت تک پہنچ جائے تو یہی مقصود ہیں۔

سیف خاں کی خوبیوں کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب اودھ میں پہلی مرتبہ قیام فرمایا تو بلند مرتبہ سیف خاں نے آپ کی ملاقات سے بہت سے دینی فوائد اور ایمانی منافع حاصل کیے۔ اس کی نسبتِ عقیدہ اس مقام تک پہنچی کہ آپ نے اسے ہدایت کے شرف سے نوازا۔ اگرچہ آپ عادتاً دنیاوی امیروں اور وزیروں کو تلقین کرنے میں کمی نہ کرتے تھے لیکن سیف خاں کے کامل عقیدے اور

---

[1] پارہ ۲۱ سورہ الروم آیت ۲۶ (ترجمہ) سب اسی کے تابع ہیں۔

[2] پارہ ۱۲ سورہ ھود آیت ۵۶ (ترجمہ) جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

اخلاص کے پیش نظر آپ نے اس کو گروہ صوفیہ کے اسرار بھی عطا فرمائے۔

سیف خاں کی ایک خوبی یہ تھی کہ مشہور زمانہ علما اور نامور فضلا اس کی مجلس میں حاضر رہتے تھے۔ اس کے اوقات وظائف میں گزرتے تھے۔ کچھ وقت رعایا کی بھلائی اور دنیاوی امور طے کرنے میں صرف کرتا تھا۔ اکثر اوقات درویشوں کی صحبت اور دین داروں کی خدمت میں رہتا تھا جیسا کہ مقدمے میں ارشاد الاخوان کے ضمن میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ اس رسالے اور مقالے کے موتیوں کو لڑی میں پرونے کو اس کے نام کیا ہے۔ سیف خاں ہی اودھ میں قدوۃ الکبراؒ کی خانقاہ تعمیر کرنے کا باعث بنا۔ آپ کے حکم کے مطابق اس نے شیخ شمس الدین صدیقی اودھی کی اس قدر خدمت کی کہ کسی اور نے نہ کی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ کی اس کے حال پر اس قدر مہربانی کہ اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ آپ نے اکثر مرتبہ فرمایا، ہندوستان کے حاکموں میں سے اگر ہم نے کوئی شخص صاحب احسان و ایقان دیکھا تو وہ سیف خاں تھا۔

لطیفہ ۲۵

ایمان اور صانع کے اثبات اور صانع کی وحدت پر دلائل اور ازل و ابد نیز اصولِ شریعت و طریقت کا بیان

قال الاشرف :

الایمان شمس یطلع من المشرق قلب الانسان ینتفی من نورہ ذرائر الشرک و الطغیان یعنی حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، ایمان ایسا آفتاب ہے جو قلبِ انسانی کے مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اس کے نور سے شرک و طغیان کے ذرّے فنا ہو جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ شریعت کے اصول اور فروع ہیں۔ شریعت کا اصول ایمان کے عقیدے کو یاد رکھنا ہے جو صانع کے وجود، اس کی وحدت اور اس کی ازلیت و ابدیت کا اقرار ہے۔

اس کی فروع شرعی احکام و فرائض کی بجا آوری، آخرت میں پیش آنے والے امور کا یقین اور ان معنوی آثار کا علم ہے جنھیں آیات و احادیث میں بیان کیا گیا ہے (ان کے علاوہ) اہل سنت و جماعت کے وہ مسائل و عقائد ہیں جو تمام اہم معاملات میں ضروری ہیں۔

صاحبِ عقل موجودات کی جس شے پر غور کرتا ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کوئی شے اپنی ذات سے وجود میں نہیں آئی کیوں کہ کوئی کام بغیر فاعل کے انجام نہیں پاتا جیسے کتاب بغیر لکھنے والے کے نہیں لکھی جا سکتی اسی طرح محسوس ہونے والے تمام کام (بلکہ) ذرّاتِ عالم کا ہر ذرّہ ان چار باتوں کی شہادت دیتا ہے۔

(۱) اول یہ کہ وہ زبانِ حال سے کہتا ہے کہ میں معدوم تھا۔ از خود پیدا نہیں ہوا کیوں کہ معدوم سے کوئی فعل وجود میں نہیں آتا، پس ضرور میرا ایک پیدا کرنے والا ہے جس کی ذات سے میں موجود ہوا ہوں۔ اس کی یہ شہادت صانع کے وجود اور ہست ہونے پر ہے۔ بیت:

ہر چہ از ماہے عیانست تا بہ ماہ
ہست بر اثبات صانع خود گواہ

ترجمہ: جو کچھ ایک چاند سے (دوسرے) چاند تک ظاہر ہوتا ہے (یہ ہے کہ) وہ اپنے صانع کے اثبات پر گواہ ہے۔

(۲) دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اگر ایک نہ ہوتا اور دو اللہ ہوتے تو بڑا فساد واقع ہوتا۔ ایک چاہتا کہ مجھے پیدا کرے اور دوسرا چاہتا مجھے پیدا نہ کرے تو اختلاف کا ہونا یقینی تھا پس میں ہرگز موجود نہ ہوتا چوں کہ میں موجود ہوں اس لیے میں نے جان لیا کہ میرا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ بیت:

جہاں بے یک ملک زینت نہ یابد[1]
کہ در ملکے دو مالک بر نتابد

ترجمہ: دنیا ایک بادشاہ کے بغیر زینت نہیں پاتی۔ ایک ملک کے دو بادشاہوں کو موڑا نہیں جا سکتا۔

(۳) سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ اگر اسے کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کا پیدا کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ پہلے علم ہونا چاہئے پھر ایجاد ممکن ہے۔ بیت:

چو دانائی نباشد در جہاں دار
نیارد ساختن او در جہاں دار

ترجمہ: جس بادشاہ میں عقل و دانائی نہیں ہوتی وہ دنیا میں فلاح و بہبود کے کام انجام نہیں دے سکتا۔

(۴) چہارم یہ کہ اسے صاحبِ قدرت ہونا چاہئے کیوں کہ جو ہستی ایجاد کرنے پر قادر نہیں ہے وہ ہر اعتبار سے عاجز ہے اور عجز اللہ تعالیٰ کی شان کے شایاں نہیں ہے، پس ذرّات میں سے ہر ذرّہ اور کائنات کا ہر جزو زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ مجھے پیدا کرنے والا کوئی ہے اور وہ پیدا کرنے والا ایک ہے، قادر ہے، علیم ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ابیات:

چو صانع در جہاں قادر نباشد
صناعت ہیچ ازو صادر نباشد

ترجمہ: اگر صانع دنیا پر قادر نہیں ہے تو اس سے کوئی شے ایجاد نہیں ہو سکتی۔

وجودش ازلی و ابدی بباید[2]
کہ بے اینہا ازو صنعت نیاید

ترجمہ: اس کے (صانع کے) وجود کو ازلی اور ابدی ہونا چاہئے، اس شرط کے بغیر اس سے تخلیق انجام نہیں پا سکتی۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں سہوِ کتاب کے باعث "نیاید" نقل ہوا ہے۔ اسے دونوں مصرعوں کے قافیے کے مطابق "نیابد" ہونا چاہیے۔

[2] صحیح تلفظ ازلی اور ابدی ہے۔ یہاں شاعر نے ضرورتِ شعری کے تحت ازل اور ابد کی ز اور ب کو ساکن لکھا ہے۔

اس سلسلے میں ثنویہ[1] فرقے کے بارے میں بات نکلی کہ یہ لوگ دو خالقوں کے قائل ہیں رزقهم الله وحدته (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی وحدت نصیب فرمائے) ان کی بے بنیاد باتوں کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے خالقِ شر ہونے کی نسبت کس طرح کر سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ حکیم کے ساتھ شر کا اضافہ جائز نہیں ہے کیوں کہ شر کو پیدا کرنا بے عقلی ہے۔ اس لئے مجبوراً ایک خالق خیر ماننا پڑے گا۔ یہ اتنا نہیں جانتے کہ الوہیت میں شرکت الوہیت کے منافی ہے۔

(حقیقت یہ ہے کہ) شر کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی پوری پوری حکمت ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب نفع بخش شے کو پیدا فرمایا تو نقصان دہ چیز کو بھی پیدا کیا تاکہ وعدہ ثواب اور وعدہ عذاب کے معنی کی تحقیق ہو سکے کیوں کہ جو شخص نعمت کی لذت اور عذاب کے دکھ (کی حقیقت) سے ناآشنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر گردن نہیں جھکاتا اور اسی کی مثل (باتوں کو بھی نہیں مانتا) شر کو پیدا کرنے میں اس قدر حکمتیں ہیں جنھیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، ما صنع الله فهو خير (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہی خیر ہے)۔ بیت:

کے کو سرّ تخلیقِ خرد یافت
تخلیقِ نیک و بد او نیک وبدیافت

ترجمہ: جس شخص کو عقل کی تخلیق کا راز معلوم ہو گیا، اس نے نیک و بد کی تخلیق کو جان لیا کہ نیک کیا ہے اور بد کیا ہے۔

اس سلسلے میں آپ نے معدن المعانی[2] سے ایک حکایت بیان فرمائی۔ اہل سنت و جماعت کے ایک پارسا شخص ثنویوں کے ملک میں گوشہ نشین تھے۔ ایک روز ثنویوں کا ایک عالم اُن زاہد صاحب کے پاس آیا، اور اس نے (اپنے عقیدے کے) مقدمات کی تمہید اور دلائل کی ترتیب اس انداز سے بیان کی کہ زاہد (اللہ تعالیٰ) کی وحدت کے دلائل اور توحید کے ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہے اور (جواب نہ دینے کے) قصور وار ٹھہرے۔ اس علاقے میں ایک اہل سنت و جماعت کی عارفہ عورت بھی رہتی تھی، اسے اس واقعے کا علم ہوا تو بے حد رنج ہوا۔ (لوگوں نے) عارفہ سے کہا کہ یہ اچھی بات نہیں ہوئی وہ زاہد کو راستے سے بھٹکا دیں گے۔

عورت نے تھوڑا سا موم جمع کیا اور اس سے ایک بچھو بنایا اور اسے کاغذ میں لپیٹ کر آستین میں ڈالا۔ دکھاوے کو زنّار کمر میں باندھی اور اس ثنویہ عالم کے مکان کی طرف چل کھڑی ہوئی۔ جب ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو عارفہ نے کہا

---

[1] یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ یہ آتش پرست مجی کہلاتے ہیں قدیم ایران میں یہ مذہب رائج تھا ان کے ہاں دو خداؤں کی تقسیم اس طرح تھی۔ یزداں نیکی کا خدا، اہرمن بدی کا خدا۔ نعوذ باللہ پاک و ہند میں اس فرقے کے لوگ پارسی کہلاتے ہیں۔

[2] "تذکرہ علمائے ہند" مصنفہ مولوی رحمان علی کے مترجم پروفیسر ڈاکٹر ایوب قادری نے ترجمے کے حاشیے میں (ص ۲۳۱) اور مولانا ابوالحسن علی ندوی نے "تاریخ دعوت وعزیمت" (جلد سوم ص ۲۳۹) میں "معدن المعانی" کو حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ کی تصنیف ظاہر کی ہے۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے "نقد ملفوظات" میں "معدن المعانی" کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات قرار دیے ہیں جنھیں ان کے مرید زین بدر عربی نے مرتب کیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں "نقد ملفوظات" از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۲۱۴۔

کہ مجھے صانع کی وحدت کے مسئلے میں مشکل آ پڑی ہے۔ اگر آپ جلد حل کر دیں تو بہتر ہے ورنہ میں اپنی بھلائی اسی میں دیکھتی ہوں کہ زنار توڑ کر اہل سنت وجماعت کے مذہب میں داخل ہو جاؤں۔ عالم نے کہا تمھیں جو اشکال ہے بیان کرو تا کہ میں جواب دوں۔ عارفہ نے بچھو آستین سے نکالا اور اس کے سامنے رکھا اور سوال کیا کہ یہ بچھو کس نے پیدا کیا۔ عالم نے جواب دیا اہرمن نے (بدی کے فاعل نے) عارفہ نے دوسرا سوال کیا کہ اس کے ڈنک میں زہر کس نے پیدا کیا جواب دیا اہرمن نے عارفہ نے کہا کہ جب اہرمن نے بچھو پیدا کیا اور ڈنک میں زہر رکھا تو یزداں (نیکی کے خدا) کو اس کا علم تھا یا نہیں۔ آپ جلد جواب دیں ورنہ میں زنار توڑتی ہوں سو یہ عالم جواب سے عاجز رہا۔ اگر یہ کہے کہ یزداں کو علم تھا تو اس نے (شر کو) خیر سے کیوں نہ بدلا اور اگر یہ کہے کہ یزداں کو علم نہ تھا تو خدا پر جہل لازم آتا ہے اور جاہل ہونا الوہیت کے شایان شان نہیں ہے۔ سو یہ عالم بہت بے تاب ہوا اور جواب نہ دینے کا قصور وار ٹھہرا۔ عارفہ سے عرض کیا کہ آپ تھوڑا توقف کریں کہ پہلے میں اپنی زنار توڑوں اور اسی وقت زنار توڑ دی اور مسلمان ہو گیا۔ قطعہ:

آرے زپیش رخ چو ہدیٰ پردہ افگند
کافر بہ طوع رشتہ زنار بشکند
منصور وار دم کہ ز وحدت زند بروں
الحق گرفتہ سر بہ سر دار بشکند

ترجمہ: بے شک جب سچائی چہرے سے پردہ اٹھاتی ہے تو کافر بھی اطاعت قبول کر کے زنار توڑ دیتا ہے۔ جو شخص منصور کی طرح وحدت (کے دائرے سے) تجاوز کر کے بات کرتا ہے تو بے شبہ گرفتار کر کے اس کا سر سولی پر توڑا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں فرمایا، سبحان اللہ کیا عورت تھی کہ لاکھ مرد اس پر قربان ہو جائیں۔ رباعی[1]

بے معرفت کہ دم زند از مردے آں زنست[2]
نے آں زنے کہ جبہ و دستار بشکند
در زیر تار ابر و مقنعہ کند نہاں
خاص آں دمے کہ جعد بتاتار بشکند

ترجمہ: وہ مرد جو معرفت کے بغیر بات کرتا ہے عورت ہے۔ وہ عورت نہیں جو جبہ و دستار پھاڑ دیتی ہے۔ بھنویں اور دوپٹہ رسی سے چھپا لیتی ہے۔ خاص طور پر اس وقت کہ بالوں کو تاتار سے توڑتی ہے۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کی معروف بحر اور وزن میں نہیں ہیں، ان اشعار کو قطعہ کہا جا سکتا ہے۔

[2] چاروں مصرعوں میں معنی کا ربط پیدا نہیں ہوتا، قیاس ہے کہ اشعار صحیح طور پر نقل نہیں ہوئے بہر حال لفظی ترجمے پر اکتفا کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور مشاہدے کے منتظر رہتے ہیں۔ اگر درمیان میں پیدا ہو تو کوئی نقصان نہیں ہے کہ وسوسے کا ابھرنا عین الیقین پر موقوف ہے کیونکہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح کا وسوسہ پیدا ہوا تھا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے واقعے کو دفع کر دیا اور فرمایا کہ تمھارا ایمان کامل ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ (اگر) وسوسہ ابھرے تو دلائل سے رفع کرنا بہتر ہے۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو (مختلف) علوم سے آراستہ ہو۔ اگر وسوسہ بغیر دلیل کے رفع ہو جائے تو دلیل کے پیچھے نہ پڑے۔ اس سے بہتر کیا دلیل ہوگی کہ عالم کی بنیاد ایک قاعدے پر جاری ہے۔ کمال جوگی پہلے دو خداؤں کے قائل گروہ میں شامل تھا۔ اس کے بعد جوگیوں کی صحبت میں رہنے لگا۔ روم میں کوئی معصوم داخل نہ ہوا کی مثل' حضرت قدوۃ الکبراؒ کی ملازمت سے مشرف ہوا، جوگیوں کے پیروکاروں سے نکل آیا اور سنی مسلمان ہو گیا۔ حضرتؒ کا مرید ہوا اور آپ کے بڑے خلفا میں شامل ہوا۔

(ایک مرتبہ) اتفاقاً حضرت قدوۃ الکبراؒ کا گزر فلسطین اور قسطنطیہ کے نواح میں ہوا۔ وہاں ایک فرنگی لڑکا جس کا نام پورک تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (یوں تو) فرنگیوں کا کفر عالم میں مشہور ہے (لیکن) جب آفتاب ایمان یَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ط[1] (جس کو چاہے ہدایت پر لے آئے) کے مشرق سے بلند ہوا، اس کے ذراتِ کفر فنا ہو گئے اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوا۔ آپ نے حاضرینِ مجلس کو حکم دیا کہ اس کو کلمہ پڑھائیں۔ تھوڑا سا کھانا لایا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ایک لقمہ اپنے دست مبارک سے اس کے منہ میں رکھا پھر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ اَکَلَ مع المغفور فهو مغفور (جس نے مغفور شخص کے ساتھ کھانا کھایا وہ بھی مغفور ہے) سبحان اللہ کتنے ہی برسوں کا بے گانہ اپنا بن گیا۔ رباعی: [2]

چو تابد آفتابِ نورِ ایماں
نہد سر در عدم چوں ذرہ کفراں
درخشد باز چوں خورشیدِ وجداں
شود در پیشِ ایں ایمانش کفراں

ترجمہ: جب ایمان کے نور کا آفتاب چمکتا ہے تو کفر ذرے کی مانند فنا ہو جاتا ہے پھر جب وجدان کا آفتاب روشن ہوتا ہے تو اس کے سامنے اس کا ایمان کفر ہو جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ تقلید کے بھنور سے نکلنا عظیم کام ہے کیوں کہ بعضوں کے نزدیک مقلد کا ایمان درست

---

[1] پارہ ۳۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۲۔

[2] یہ اشعار بھی رباعی کی بحر اور وزن میں نہیں ہیں

نہیں ہوتا اگر چہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک (مقلد کا ایمان) جائز ہے اگر چہ دلیل طلب کرنے والے اور تقلید کرنے والے میں فرق ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیانِ این و آنست
کہ فرقش از زمیں تا آسمان ست

ترجمہ: اس کے اور اُس کے درمیان کوئی نسبت نہیں کیوں کہ دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تقلید فاسد خود جائز نہیں ہے، وھو ان یقول کلمة الشھادة ولو سئل ای شیء قلت فان قال قلت کما قالوا ولا ادری ما قلت فھذا التقلید فاسد ولا یکون موء منا من غیر العلم ولو قیل له لما ذاقلت لانّی و جدت ' ھؤلا یقولون ھذہ الکلمة فتا ملت و تفحصت و ایقنت انھم لا یجتمعون علی الباطل فاقتدیت بھم فقلت ذالک فھذا التقلید یکون صحیحا و یکون مومنا ھکذار و ی عن ابی بکر الصدیق انّه لما امن فقیل له بای دلیل امنت فقال عرفت بان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم صادقا فاقتدیت به بناء علیٰ دلاله صدقه قبل الوحی فاقتدی جماعة من الصحابه بابی بکر الصدیق، کذافی التمھید ابو الشکور، یعنی وہ یہ ہے کہ (کوئی آدمی) کلمہ شہادت پڑھے اور جب اس سے دریافت کیا جائے کہ تو نے کیا پڑھا سو وہ اگر جواب دے کہ جس طرح دوسرے لوگ پڑھتے ہیں اسی طرح میں نے پڑھا میں نہیں جانتا کہ کیا پڑھا پس یہی فاسد تقلید ہے۔ علم کے بغیر کوئی صاحبِ ایمان نہیں ہوتا۔ اگر اس سے (صاحب ایمان سے) دریافت کیا جائے کہ تو نے (کلمہ) کیا سمجھ کر پڑھا اور وہ جواب دے کہ میں نے لوگوں کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنا چنانچہ میں نے اس پر غور کیا اور تحقیق کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ کسی باطل بات پر سب متفق نہیں ہو سکتے۔ پس میں نے ان کی پیروی کی اور کلمہ شہادت پڑھا چنانچہ یہ صحیح تقلید ہوتی ہے (اور اس کا مقلد) مومن ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت کی گئی ہے کہ جب وہ ایمان لائے اور لوگوں نے انسے دریافت کیا کہ آپ کس دلیل سے ایمان لائے تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اچھی طرح جان لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں چنانچہ میں نے دلیلِ صدق کی بنا پر آپ ﷺ کی پیروی کی کہ آپ ﷺ اعلانِ نبوت سے قبل بھی صادق تھے۔ یہ بات سن کر صحابہؓ کی ایک جماعت نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی پیروی کی۔ ابو شکورؒ کی تصنیف ''تمہید'' میں یہی تحریر ہوا ہے۔ جس طرح دلیل طلب کرنے والے کا ایمان درست ہوتا ہے، مقلد کا ایمان بھی صحیح ہوتا ہے، لیکن درجے کا فرق تو یقیناً رہتا ہے۔ علم کی زیادتی کے اعتبار سے طالبِ دلیل کو فضیلت حاصل ہے اور وہ یہی ہے کہ وہ دلیل سے واقف ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا تھا کہ کسی شخص کا ایمان تقلیدی نہیں ہوتا کیوں کہ جو (ضروری بات) ہے اس کا اسے علم ہے کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ بس اتنی دلیل (ایمان کے لیے) کافی ہے۔ اس کے بعد بیان کیا کہ اہل مکاشفہ کے نزدیک مشاہدے سے محروم ہونے کی بنا پر اہلِ دلیل اور اہلِ تقلید دونوں برابر ہیں۔ عقیدے سے

متعلق جس طرح مقلد کا جھکاؤ شک کی طرف ہو سکتا ہے اسی طرح مستدل کا جھکاؤ بھی شک کی طرف ممکن ہے۔ اس جگہ فریق مخالف ان کی دلیل پر یہ دلیل پیش کرے کہ اہل مکاشفہ کے برعکس عقیدے کے مسائل دلیل و برہان سے اخذ کیے جاتے ہیں تو یہاں فریق مخالف کی یہ دلیل مطابقت نہیں رکھتی کیوں کہ اہل مکاشفہ کا معاملہ دلیل و برہان سے آگے بڑھ چکا ہے وہ مشاہدہ کر کے اور آنکھ سے دیکھ کر ایمان کی منزل میں پہنچے ہیں۔ رباعی: [1]

کے کوناظر خورشید باشد
ندیم مجلسِ جمشید باشد
عجب کز دیدنِ یک ذرۂ نور
ز مہر و ماہ ہم نو مید باشد

ترجمہ: وہ شخص جو آفتاب کو دیکھ سکتا ہے جمشید کی محفل کا مصاحب ہو جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ نور کا ایک ذرہ دیکھنے سے کوئی شخص چاند اور سورج سے بھی مایوس ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ شرعی ایمان جو شرع کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے معلوم ہے وہ عوام کا ایمان ہے جس کا حکم **علیکم بدین العجائز** [2] میں ہے، لیکن خواص کا ایمان جو حقیقی مومن ہیں دوسرا ہے۔ حقیقی مومن کی علامات اور خلاصہ پانچ چیزیں ہیں۔ جس شخص میں یہ پانچ خوبیاں ہوں وہی حقیقی مومن کہلائے گا۔

اول، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ [3] (بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب لرز جاتے ہیں) دل کا خوف کیا ہے وہ یہ ہے کہ اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب کی رعایت ہمیشہ واجب جانے اور ان پر ہمیشہ پابندی سے عمل کرے۔

دوم، وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا [4] (اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں)۔

جب خواص کے سامنے قرآن پڑھیں تو وہ دل کی حضوری اور یک سوئی سے سنیں اور ثواب کے وعدے اور عذاب کی تنبیہ کے معنی کو اچھی طرح سمجھیں تا کہ ایمان میں ترقی ہو۔

سوم، وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ [5] (وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) خواص تمام حالتِ کار میں دل کو اپنے رب

---

[1] یہ اشعار رباعی کی بحر اور وزن میں نہیں ہیں (احقر مترجم)

[2] اپنی ذات پر بوڑھی عورتوں کا دین لازم کر لو۔

[3] پارہ ۹۔ سورہ الانفال، آیت ۲

[4] پارہ ۹ سورہ الانفال، آیت ۲

[5] پارہ ۹ سورہ الانفال آیت ۲

سے پیوستہ رکھتے ہیں اور خوراک، لباس نیز اپنی اور اہل و عیال کی تمام ضروریات کے لیے سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر کی جانب توجہ نہیں کرتے نہ حیلہ و تدبیر کے چکر میں رہتے ہیں۔

چہارم، اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ[1] (جو نماز کی پابندی کرتے ہیں) وہ لوگ جو نماز پر قائم ہیں وہی خاص بندے کہے جاتے ہیں۔ اس سے مراد عاجزی کے ساتھ اقامت، دل کی حضوری اور روح کا مشاہدہ ہے کہ لا صلوٰۃ الاّ بحضور القلب (دل کی حضوری کے بغیر نماز نہیں ہوتی) رسمی نماز درکار نہیں کہ ظاہر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور دل بازار میں لگا ہوا ہے۔ قطعہ:

تو درونِ نماز و دل بیروں
کشتہا میکند بہ مہمانی
ایں چنیں حالتِ پریشاں را
شرم ناید نماز می خوانی

ترجمہ: تو نماز میں ہے اور دل باہر مہمانی کے لیے گشت کر رہا ہے، ایسی پریشان خیالی کو نماز کہتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔

پنجم، وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ[2] (اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔) ہم نے خواص کو دنیوی و اخروی نعمتوں سے علم و معرفت سے صدق و محبت سے جو کچھ عطا کیا ہے انھیں چاہیے کہ اس میں سے بندوں پر ایثار اور خرچ کریں اور بغیر دیے واپس نہ کریں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا[3] (بس سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں) یہ برحق مومنین ہوتے ہیں اور انھیں کو ایمانِ حقیقی حاصل ہے۔ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ[4] (ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور (ان کے لیے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی) یعنی انھیں بغیر کسب اور تکلیف کے رزق حاصل ہوگا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ رزقِ کریم وہ ہے جو خواص کے دلوں کو معرفت کا نور بخشتا ہے اور انھیں کعبے پر فضیلت ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے المومن افضل من الکعبۃ یعنی مومن کعبے سے افضل ہے۔ بلند ہمت خواص اور عالی مراد عشاق مذکورہ پانچ باتوں کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان سے آگے ترقی کرتے ہیں کیوں کہ یہ تمام باتیں (ان کے حق سے کم تر ہیں۔ پھر مہربانی اور احسان فرمانے والے اللہ کی مدد سے ان سب کی نفی کر کے خاص الخاص ایمان کی منزل میں جو غیر کی نفی اور ذات کا اثبات ہے، پہنچتے ہیں۔

---

[1] پارہ ۹ سورہ الانفال آیت ۳
[2] ایضاً......آیت ۳
[3] ایضاً......آیت ۴
[4] ایضاً......آیت ۴

چنانچہ خاص الخاص ایمان کی تعریف وہ ہے جو شیخ شرف الدین پانی پتیؒ [1] نے جو کہ اللہ تعالیٰ کے مجذوب اور محبوب ہیں، اپنے رسالے میں بیان کی ہے۔ **الایمان ہو الاعراض عن غیر اللہ والاقبال الیہ** یعنی ایمان خدا کے غیر سے منہ پھیرنا اور خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اس ایمان کا ثمرہ (اللہ تعالیٰ کی ذات کا) مشاہدہ، قربت، ملاقات اور دید ہے۔ اس درجے پر فائز ہستی کا شیطان کیا بگاڑ سکتا ہے۔ قطعہ:

ایں جا نہ غیر و زحمتِ اغیار نیز نہ
ایں جا نہ جستجوئے خواند کسے کہ خواند
ایں جا نہ گفت وگوئے ایں جا نہ ہائے ہوئے
ایں جا نہ کفر و ایماں داند کسے کہ داند

ترجمہ: یہاں نہ غیر ہے نہ غیروں کا رنج ہے۔ یہاں جستجو بھی نہیں ہے جو بلاتا ہے بلا لیتا ہے نہ یہاں گفتگو ہے نہ آہ و نالہ ہے نہ یہاں کفر و ایماں ہے بس جو جانتا ہے وہی جانتا ہے۔

الایمان ان تعبد اللہ کانک تراہ یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان کی حقیقت ہے **فان لم تکن تراہ فاعلم انہ یراک** یعنی اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو جان لے کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان کی صورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لا یکمل ایمان احد کم حتیٰ یظنّ مجنون** یعنی کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ شخص دیوانہ ہے۔

جس شخص میں یہ تین بری خصلتیں ہیں اور وہ یہ کہے کہ میں مومن ہوں (وہ مومن نہیں منافق) کافر ہے۔ جب کلام کرے جھوٹ بولے، وعدہ خلافی کرے اور امانت میں خیانت کرے۔ ایمان میں زیادتی اور کمی کے بارے میں اختلاف ہے۔ جو لوگ ایمان کے زیادہ ہونے کے قائل ہیں وہ اس آیت کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ **لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِہِمْ** [2] (تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو) ای **لیزدادو یقینا مع یقینہم** یعنی ان کے پہلے یقین کے ساتھ ان کا یقین زیادہ ہو۔ محققین نے کہا ہے کہ لوگوں کا ایمان جو حضرت رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے ایمان

---

(۱) "شیخ شرف الدین پانی پتیؒ" شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں آپ کے بہت ہی مختصر حالات تحریر کیے ہیں کہ آپ پانی پت کے رہنے والے تھے آپ کو بوعلی قلندر بھی کہتے ہیں۔ بڑے مشہور مجذوب اور ولی اللہ تھے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کس سے بیعت تھے۔ آپ کے کچھ مکتوبات بھی ہیں جو آپ نے عشق و محبت کی زبان میں اختیار الدین کے نام تحریر فرمائے۔ ایک رسالہ بہ عنوان "حکم نامہ" بھی آپ سے منسوب ہے لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق ہے کہ وہ رسالہ آپ کا نہیں بلکہ وہ عوام کی اپنی اختراعات ہیں۔ سال وفات ۲۴۷ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص۲۷۹۔

(۲) پارہ ۲۶ سورہ الفتح آیت ۴

سے نافرمانی ہو گناہ کبیرہ ہے [1] اور یہ جو آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، الایمان مکمل فی القلب زیادتہ و نقصانہ یعنی ایمان دل کے اندر مکمل ہے، زیادہ بھی ہو سکتا ہے کم بھی اُس سے بعضے اصحاب اہل ایمان کا دنیا میں زیادہ رہنا مراد لیتے ہیں کیوں کہ سو سالہ ایمان (بہرطور) پچاس سالہ ایمان سے زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا، اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْ کُفْرًا [2] (بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے)۔ بیت:

دریں آیت دو ایمان است و سہ کفر
اگر دریابی ایں را گو ز دل شکر

ترجمہ: اس آیت میں دو ایمان اور تین کفر ہیں اگر تو نے اس حقیقت کو پالیا تو دل سے شکر ادا کر۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے بارے میں ہے جو ہر گھڑی ایمان لاتے تھے اور پھر کافر ہو جاتے تھے، اور مفسرین ہی میں جو اہل تحقیق ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو اپنی اصلی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کفریہ کلمات کہنے سے کافر ہو گیا۔ یہ کفر اول ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ [3] (اس کے ساتھ اول کافر) ثُمَّ اٰمَنُوْا یعنی پھر ایمان لائے ایمان تقلیدی ثم کفروا پھر کافر ہو گئے یعنی ایمان تقلیدی سے رجوع کر کے ایمان تحقیقی تک پہنچے۔ ایمان تقلیدی دلائل و براہین کے ساتھ یقین اور علم الیقین کی مضبوط تحقیق کی بنا پر ہوتا ہے اور فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی [4] (سو جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا) ایمان تحقیقی کی جانب اشارہ ہے۔ یہ خواص مومنین کا حصہ ہے عوام کو نصیب نہیں ہوتا۔ یہ ایمان ثانی ہوتا ہے۔ ثُمَّ ازدادو کُفراً یعنی پھر ایمان ثانی سے بھی کافر ہو گئے لانّہ لیس و صولہ بتوحید الصرف یعنی بے شک اس کا وصول خالص توحید ہے چنانچہ انھوں نے دوسرے کفر کی جانب رخ کر لیا۔ یہ کفر خالص ایمان ہے۔ بیت:

مسلمانی بجز کفراں نباشد
کہ ایماں محض شد کفراں نباشد

ترجمہ: مسلمانی سوائے انکار کے نہیں ہوتی۔ جب ایمان خالص ہو گیا کفر مٹ گیا۔

یہی عین الیقین ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اُولٰٓئِکَ ھُمُ المؤمِنُوْنَ حقاً (بس سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں)

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت نقل ہوئی ہے: "محققان گفتہ اند ایمان خلق بجنب ایمان حضرت رسالت مآب ﷺ گناہ کبیرہ است" اس عبارت میں سہو کتابت کا احتمال ہے۔ بہر حال احتیاط کے ساتھ ترجمے کی کوشش کی گئی ہے اگر کہیں غلطی ہوئی ہے تو اہل نظر آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں (احقر مترجم)

[2] پارہ ۵۔ سورۃ النساء آیت ۱۳۷

[3] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ آیت ۴۱۔ مطبوعہ نسخے میں یہ آیت اس طرح درج ہے اوّل کافر بہ ولا تشترو بآیٰتی ثمناً قلیلا۔

[4] پارہ ۳۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۶

کہ خالص توحید ہوتی ہے اور تیسرا کفر۔ رباعی:

توحید کہ از مشربِ عرفاں باشد
درمذہبِ اہلِ عشق ایماں باشد
آں کس کہ ندیدہ قطرہ با بحر یکے
حیراں شدہ ام کہ چوں مسلماں باشد

ترجمہ: توحید جس کا تعلق مشربِ عرفان سے ہے، اہلِ عشق کے مذہب میں ایمان ہے، جس شخص نے سمندر کا ایک قطرہ نہ دیکھا ہو مجھے حیرت ہے وہ کیسا مسلمان ہے۔

کفر کی تین قسموں کا بیان:

(مجلس میں) کفرِ حقیقی کا ذکر نکل آیا، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کفر تین قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) ابلیسی (۲) محمدی اور (۳) حقیقی۔

(۱) ابلیسی: نفس سے تعلق رکھتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ [۱] (اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچایئے) یہ ظاہری بت کی عبادت ہے جو نفس پوجنے سے عبارت ہے۔ بیت:

ازیں کافر کہ ما را در نہاد است
مسلماں در جہاں کم تر فتاد است

ترجمہ: اس کافر سے جو ہماری بنیاد میں ہے دنیا میں مسلمان نیچے گر گیا ہے۔

النفس هي الصنم الاکبر یعنی نفس وہی بڑا بت ہے۔ طالبانِ حق (سیر سلوک میں) ایسے مقام پر پہنچتے ہیں کہ وہاں شیطان کا نور ان پر متجلّی ہوتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کا نور ہے جیسا کہ سابق لطیفے میں اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ [۲] نے فرمایا ہے ولو ظهر نوره للخلق یعبدوه بالالوهیته یعنی اگر ابلیس کا نور ظاہر ہوجائے تو مخلوقِ خدا کے ساتھ اس کی پرستش کرے وہ نور طالب کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ بے چارے مجذوب شیرازی [۳]

---

[۱] پارہ ۱۳۔ سورہ ابراہیم آیت ۳۵

[۲] حسن بصریؒ: آپ کی ولادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ وفات یکم رجب ۱۱۰ھ ہے۔ آپ صفِ اول کے عالم، محدث اور واعظ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں "کلمات الصادقین" اردو ترجمہ از احقر مترجم کراچی ۱۹۹۵ء ص ۲۶۲۔

[۳] حافظ شیرازی مراد ہیں۔ نام شمس الدین تخلص حافظ۔ ۷۹۱ھ میں وفات ہوئی۔ یہ شعر دیوانِ حافظ شائع کردہ شیخ مبارک علی لاہور سال ندارد ص ۹۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں فریاد کناں ہیں۔ بیت:

دور است سرِ آب دریں بادیہ ہش دار
تا غولِ بیاباں نہ فریبد بہ سرابت

ترجمہ: اس صحرا میں پانی کا کنارا دور ہے ہوش قائم رکھ ایسا نہ ہو کہ صحرائی بھوت تجھے سراب کے دھوکے میں ڈال دے یہ کفر ابلیسی ہے۔

(۲) کفر محمدی: وہ ہے جس کا تعلق قلب سے ہے۔ ابتدائے سلوک میں سالک پر جو نور متجلی ہوتا ہے وہ نور محمدی ہوتا ہے اور یہ نور اجمالی ہوتا ہے۔ کہ لاکھ آفتاب اس کے ایک ذرّے کے برابر نہیں ہوتے، لیکن سالک کو گمان ہوتا ہے کہ نور الوہیت ہے چنانچہ خدا کے ساتھ اس کی پرستش کرتا ہے پس کفر لازم ہونا ناگزیر ہے۔ کیا خوب کفر ہے، جو صد ہزار ایمان کے برابر ہے اور کفر محمدی کے نام سے موسوم ہے۔ قطعہ:

شیخ ہادی و مرشدِ کامل
باید از بہرِ ایں کہ گیرد دست

ترجمہ: اس کے لیے ہدایت کرنے والا شیخ اور کامل مرشد چاہیے جو ہاتھ تھام لے۔

پس کشد زیں دو کفر نورانی
کفرِ ثالث کہ آں حقیقی ہست

ترجمہ: اور (سالک کو) ان دونوں کفر سے نکال کر تیسرے کفر میں کہ وہ کفرِ حقیقی ہے ڈال دے۔

برساند مریدِ طالب را
اندر آں جاودارِ وش پیوست

ترجمہ: مرید طالب کو اس منزل میں پہنچا دے اور اس سے پیوست کر دے۔

اب ہم کفر حقیقی کی طرف آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے منسوب ہے۔ اس کی حقیقت غیبی ذوق، بے شبہ الہام، الٰہی تلقین اور تفہیم کے بغیر منکشف نہیں ہوتی۔ اگر بہ تکلف عبارت میں لائیں تو سننے والے کی تشفی نہیں ہوتی۔ قطعہ:

معمائیست رازِ کفر اے دل
کہ جز اربابِ دل حالش ندانند
شدن کافر بدو ایمانِ محض است
تو خود کافر نہ ایماں برآنند

ترجمہ: اے دل رازِ کفر ایک پہیلی ہے جس کا حال اہلِ دل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دوسے کا کافر ہونا خالص ایمان ہے۔ تو خود کافر نہیں ہے اور الٹا ایمان ہے۔

کفر بھی چار ہیں۔ ظاہر کا کفر، نفس کا کفر، دل کا کفر، حقیقی کفر۔ ظاہری کفر معلوم ہے جو آیات کو جھٹلانا اور احادیث و برہان کا انکار کرنا ہے۔ نفس کے کفر کا تعلق نفسانی خواہشوں سے ہے کہ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ط[1] (جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔) جب راہِ حق کا سالک اس مقام سے گزرتا ہے تو اسے نفس کا مقام اور منزل دکھاتے ہیں۔ وہ خیال کرتا ہے کہ یہی صانع ہے۔ وہاں سے الگ ہو جاتا ہے کہ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ط[2] (بس اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں) سالکوں میں سے بہت سے اس مقام میں کافر ہو گئے ہیں وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ط[3] (اور ہو گیا کافروں میں سے) (یہ آیت) اس حقیقت کا راز ہے۔ اس مقام میں شیطان کو جان لیتے اور دیکھتے ہیں کہ کون ہے۔ دل کا کفر وہی ہے جو امام غزالی نے بیان فرمایا ہے۔ ایک عالم میں کفر کو جلالی کہتے ہیں۔ وہ نفسانی اور شیطانی کفر ہے۔ دوسرے کفر کو جمالی کہتے ہیں۔ وہ قلبی اور روحانی کفر ہے۔ قطعہ:

در ایمان کافری شرطست لیکن
تو جائے سرّ و فہم آں نہ داری
تو تا از خویشتن کافر نہ گردی
بہ ہستیِ خدا ایماں نہ داری

ترجمہ: ایمان میں کافری شرط ہے لیکن تو اس کے راز اور اس کی فہم کا مقام نہیں رکھتا، جب تک تو اپنے وجود کا انکار نہ کرے خدا کی ہستی پر کیسے ایمان لا سکتا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ط[4] (سو جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا) اس حقیقت کا بھید ہے۔

کفر اور ایمان دو دائمی حالتیں ہیں۔ جب تک انسان خودی کی قید میں ہے کہ کفر و ایمان سے خالی نہیں ہوتا۔ جب اپنی خودی سے رہائی پاتا ہے تو کفر و ایمان سے مبرا ہو جاتا ہے۔ جب تک خود پرستی سے نجات نہیں پاتا خدا پرست نہیں ہو سکتا۔ جب تک بندہ نہیں بن جاتا آزاد نہیں ہوتا۔

---

[1] پارہ ۱۹۔ سورہ الفرقان، آیت ۴۳
[2] پارہ ۱۴۔ سورہ النحل، آیت ۱۰۰
[3] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۳۴
[4] پارہ ۳۔ سورہ البقرہ آیت ۲۵۶

نا شد بندہ تا آزاد نبود
نخوردہ تا غمے ہم شاد نبود

ترجمہ: جب تک غلام نہیں ہوتا آزاد نہیں ہوتا، جب تک غم نہیں اٹھاتا خوشی حاصل نہیں ہوتی۔

لیس فی القرآن ذکر الا عداء والخطاب مع الکفار یعنی قرآن میں دشمنوں کا ذکر اور کافروں سے خطاب نہیں ہے یعنی یہ لوگ خطاب کردہ نہیں ہیں بلکہ عتاب کردہ ہیں۔ قرآن میں کافروں کا ذکر آیا ہے اور خطاب مومنین [1] سے کیا گیا ہے۔ الکفر والایمان مقامات وراء العرش حجابان بین العبد والمولیٰ یعنی کفر اور ایمان عرش کے آگے دو پردے ہیں، بندے اور مولیٰ کے درمیان۔ یہاں عرش سے مراد دل ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، کفر اهل الهمت اشرف من اسلام اهل الميّت یعنی اہل ہمت کا کفر اہل میت کے اسلام سے بہتر ہے۔ اہل ہمت پر کفر کامیاب نہیں ہوتا۔ ہمت کسی مقام پر نہیں ٹھہرتی خواہ وہ مقام کشف وکرامت اور محبت و معرفت ہی کا کیوں نہ ہو لیکن اہل میت اسلام میں ٹھہر جاتے ہیں اور خود کو کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کفر کے رازوں کا کھل جانا حقائق ایمان میں سے ہے۔ کفر کے لغوی معنی چھپانا ہیں [2] مرد وہ ہے جو عرفان کے رخسار پر پردہ ڈال کر تجلیات الٰہی کو دیکھے۔

نظر افگن بر آں دیدار منظور
کہ روئے ہست در رخسار مستور

ترجمہ: (اے شخص) پسندیدہ چہرے پر نظر ڈال کہ (اصل) چہرہ رخسار میں چھپا ہوا ہے۔

کفر کی چار قسمیں ہیں [3] کفرِ شریعت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ [4] (اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جاوے۔) اور فرمایا علیہ السلام [5] نے جو شخص اجماع کا انکار کرے بے شک وہ کافر ہوگیا۔ دوسری قسم کفرِ طریقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

---

[1] مطبوعہ نسخے کی عبارت یہ ہے "ذکر کافراں در قرآں آمدہ است یا کتابت ہی رود با مومناں" احقر مترجم کا خیال ہے کہ عبارت میں "کتابت" سہو کتابت کے سبب نقل ہوا ہے۔ یہ غالباً "خطاب" ہے۔ ترجمے میں یہ رعایت رکھی گئی ہے۔

[2] اس کے بعد مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت ہے: "ومرد آنست کہ از عذار عرفان ستر فرو ہشتہ و بر خسار یزداں صور گستہ بردارد"
ظاہر ہے کہ یہ عبارت صحیح طور پر نقل نہیں ہوئی ہے۔ قلمی نسخے میں بھی عبارت اسی طرح سے ہے:
"مرد آنست کہ از عرفان سر فرو ہشت و بر خسار یزداں صور گست"
یہ عبارت مطبوعہ نسخے سے زیادہ الجھی ہوئی ہے۔ احقر مترجم نے عبارت کا قیاسی مفہوم اپنے لفظوں میں لکھا ہے شاید کسی درجے میں درست ہو (احقر مترجم)

[3] یہ طویل عبارت زبان عربی میں ہے، اس کے ساتھ ساتھ عبارت کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل نہیں کی بلکہ فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کر دیا ہے (احقر مترجم) [4] البقرہ ۲۱۷۔

یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ۚ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ کٰفِرُوْنَ[2] (ترجمہ: جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔)

روئے گردانیدن از حق کافریست
نیست ایں پوشیدہ کفراں پوشش است

ترجمہ: حق سے روگردانی کرنا ہی کافری ہے۔ یہ پوشیدہ کفر نہیں ہے اس کو چھپانا ہے۔

نیز جس کی بصارت وبصیرت دنیا اور آخرت کی جانب مائل ہوتی ہیں، یہ کفرِ طریقت ہے۔

تیسری قسم کفرِ معرفت ہے، جیسا کہ ایک محقق نے فرمایا، معرفت پردہ ہے عارف اور معروف کے درمیان کیوں کہ وہ اس کا غیر ہے اور خاص حضرات کے نزدیک غیر کی جانب توجہ کرنا کفر ہے۔ چوتھی قسم کفرِ حقیقت ہے۔ اہلِ حقیقت میں سے جو شخص محبت، عشق اور توحید کے مقام پر رک جاتا ہے وہ محبوب ومعشوق اور جمالِ احدیت کی دید سے محروم رہتا ہے۔ یہ فنافی اللہ حضرات کے نزدیک کفر ہے۔ آتش پرست اپنے کفر سے اور کافر اپنی زنار کی حقیقت سے غافل اور بے خبر ہیں۔ نظم:

اگر کافر زبت آگاہ گشتے
کجا در دینِ خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چیست
بدانستے کہ دیں دربت پرستیست

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہوتا تو اپنے دین میں گمراہ نہ ہوتا۔ اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو جان لیتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شریعت کی اصل اہلِ سنت وجماعت کے عقائد پر یقین کرنے اور جن اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا عہد کیا ہے ان کو نصب العین قرار دینے سے عبارت ہے۔ معاذ اللہ اگر ایک اعتقادی مسئلے کا انکار کرے تو تمام جسمانی عبادات اور نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ بیت:

گر از یک مسئلہ انکار باشد
خدا از دینِ او بیزار باشد

ترجمہ: اگر کوئی شخص ایک مسئلہ سے انکار کرتا ہے تو خدا اس کے دین سے بیزار ہو جاتا ہے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں کسی عبدالعزیز صاحب نے حاشیے میں لکھا ہے، یہ عبارت حدیث کی عبارت کے مشابہ نہیں ہے شاید کاتب نے غلطی سے لفظ علیہ السلام لکھا دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اصل متن ص ۱۲۱

[2] پارہ ۸، سورہ الاعراف آیت، ۴۵

اس سلسلے میں اصحابِ عقیدہ سے متعلق ذکر آ گیا۔ آپ نے امام غزالی کا واقعہ بیان فرمایا کہ امام غزالی نے بیداری اور خواب کی حالت میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے۔ وہاں بہت سے لوگ کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب ہے۔ سب ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف فرما ہیں اور یہ لوگ اصحابِ مذاہب ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنی اپنی کتابوں کے عقائد اور مذہب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کریں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عقائد اور مذہب کی تصحیح کرائیں۔ ایک شخص حاضر ہوئے، دریافت کیا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ ابو حنیفہؒ ہیں۔ ان کے ہاتھ میں کتاب تھی۔ وہ حلقے میں داخل ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے مذہب کے عقائد حضرت رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کیے۔ رسالت مآب رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمائی اور تحسین کی۔ ان کے بعد دوسرے شخص آئے، ان کے ہاتھ میں بھی کتاب تھی لوگوں نے کہا یہ شافعیؒ ہیں۔ وہ ابو حنیفہؒ کے پہلو میں بیٹھے اور اپنے عقائد بیان کیے۔ رسالت مآب رسول اللہ ﷺ نے ان کی بھی تصدیق فرمائی اور مرحبا کہا۔

اسی طرح اصحابِ مذہب میں سے ایک ایک کر کے حاضر ہوتے رہے اور اپنے عقائد پیش کرتے رہے یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہا صرف چند لوگ رہ گئے۔ جو شخص اپنا مذہب عرض کرتا اسے دوسرے شخص کے پہلو میں بٹھا دیا جاتا۔ جب تمام اصحابِ مذہب سے فارغ ہو گئے تو اچانک ایک شیعہ داخل ہوا اس کے ہاتھ میں چند غیر مجلد کاغذ تھے۔ اس نے شیعوں کے عقائد باطلہ کو پیش کرنے کا قصد کیا اور حلقے میں داخل ہوا تا کہ ان کو رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کرے۔ ان اصحاب میں سے ایک صاحب جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے تھے حلقے سے نکلے اور اس نووارد کو ڈانٹا۔ اس کے ہاتھ سے تمام کاغذ لے کر پھاڑ دیے اور اس کی بڑی ذلت کی۔

جب میں نے دیکھا کہ جماعت فارغ ہو گئی اور کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو عقائد بیان کرے تو میں آگے آیا۔ میرے ہاتھ میں بھی ایک مجلد کتاب تھی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اس کتاب میں میرے اور اہل اسلام کے عقائد ہیں اگر اجازت مرحمت ہو تو پڑھوں۔ فرمایا کون سی کتاب ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کتاب ”قواعد العقائد“ اور غزالی نے لکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ میں بیٹھ گیا اور ابتدا سے پڑھنا شروع کیا۔ جب اس مقام پر پہنچا کہ غزالی کہتا ہے **والله تعالى بعث النبي الامي القرشي محمد صلى الله عليه وسلم الى كافة العرب و العجم والجن والانس** یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام عرب وعجم اور جن وانسان کی طرف نبی امی قریشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر بشاشت اور تبسم کے آثار نمایاں ہوئے۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے التفات فرمایا۔ دریافت فرمایا غزالی کہاں ہے۔ غزالی وہاں کھڑے تھے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں غزالی ہوں اور سلام عرض کیا۔

حضور رسول اللہ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور اپنا دستِ مبارک ان کی طرف بڑھایا۔ غزالی نے رسول ﷺ کے دستِ مبارک کو چوما اور اپنے منہ کو آپ ﷺ کے قدموں پر رکھا۔ اس کے بعد تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ کسی شخص کی قرأت سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا میرے قواعد العقائد پڑھنے سے خوش ہوئے۔ جب میں بیدار ہوا تو میری آنکھوں پر گریہ کا اثر تھا۔ میں نے کرامات واحوال کا بھی مشاہدہ کیا۔ بعضے لوگ جو حضرت امام کے عقائد کے منکر تھے، ان کو اس رات حضرت محمد ﷺ نے اپنے سامنے طلب فرمایا اور ان کے جسموں پر اتنے کوڑے لگائے جس کا اثر زندگی بھر ان کے جسم پر رہا۔ [1]

قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، شریعت کے چند اصول بیان کیے گئے۔ طریقت اور حقیقت کے اصول انھی کی مثل ہیں، یعنی شریعت میں دینی عقائد ہوتے ہیں جن سے لوگ خود کو وابستہ کرتے ہیں اور اسی طرح طریقت میں بھی عقائد ہوتے ہیں۔ چنانچہ صوفیہ پہلے بطور اجمال ان عقائد کے معتقد ہوتے ہیں اس کے بعد فروعات کی طرف آتے ہیں، جیسے تمام اذکار اور مراقبے ہیں۔ ان کو سابق لطیفے میں بیان کیا جاچکا ہے۔ ان میں جو بہت اہم امور تھے یہاں مختصر طور پر بیان کر دیے گئے ہیں۔

---

[1] اس واقعے کے بیان میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عبارت میں امام غزالیؒ سے متعلق کہیں واحد غائب کا صیغہ تحریر کیا ہے اور کہیں واحد متکلم کا یعنی یکسانیت قائم نہیں رہی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سقم سہو کتابت کے باعث ہو۔ احقر مترجم نے ہر جگہ مطبوعہ متن کی پیروی کی ہے اس لیے ترجمے میں واحد غائب اور واحد متکلم کی یکسانیت قائم نہ رہنے کے لیے معذرت خواہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ اصل متن ص ۱۲۲۔

لطیفہ ۲۶

اربابِ علم و استدلال اور اصحابِ کشف و مشاہدہ دونوں گروہ کی حیرانی اور اہل کشف کے شوق و حیرت کا ذکر نیز شریعت، طریقت، حقیقت اور وحدت کی بحث جنھیں ایک ہی کہتے ہیں۔

قال الاشرفؒ :

الحیرة نوعان، حیرة المذموم و المحمود والاول لارباب للنظرو البرهان والثانی لا صحاب الکشف والعیان۔ یعنی جناب سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، حیرت دو قسم کی ہیں۔ حیرتِ مذموم اور حیرتِ محمود، پہلی اربابِ فکر و دلیل کے لیے اور دوسری اصحابِ کشف و مشاہدہ کے لیے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، توحید کی راہ کے طالب اور تفرید (یکتائی) کی درگاہ کے سالک دو الگ الگ فرقے ہیں۔ وہ جو اہلِ بحث و افکار ہیں اور وہ جو اصحابِ کشف و بصیرت ہیں۔ پہلے گروہ کو اربابِ علم و دلیل اور دوسرے گروہ کو اصحابِ کشف و مشاہدہ کہتے ہیں۔

اہلِ بحث و افکار کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عقل کے گھوڑے کو استدلال کے میدان میں دوڑاتے ہیں۔ ممکنات (مخلوق) کے وجود کو واجب الوجود کی ہستی پر دلیل بناتے ہیں اور نظری مقدمات کی ترتیب کے ساتھ مخلوق سے خالق کی طرف جاتے ہیں، لیکن یہ لوگ چوں کہ اپنی خودی کے ساتھ توحید و تفرید کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور احوال کی آنکھ سے جمالِ توحید کو نہیں دیکھتے اس لیے وجودِ واحد کو دو بلکہ ہزار و صد ہزار دیکھتے ہیں، اسی باعث شک کے صحرا میں جا پڑتے ہیں اور اسی سوجب وادی محرومی میں سو جاتے ہیں۔ (یہ لوگ) ان قرآنی آیات کی جو توحید سے متعلق ہیں، انسانی طبیعت کی تنگی کے تقاضے اور جسمانی نارسائی کے اندازے کے مطابق تاویل کرتے ہیں اور ان آیات کے معانی کے ادراک میں صرف

چھلکا اتارنے پر قناعت کرتے ہیں لیکن لکلّ آیۃ ظاھر و باطن والبطنہ سبعۃ البطن یعنی ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے، اس کے باطن کے بھی سات باطن ہیں۔ اہل دلیل اس رمز سے بے بہرہ ہیں، حالاں کہ جمالِ توحید ان پر جلوہ کرتا ہے لیکن اندھے بن جاتے ہیں اور ابلیس کے مانند انانیت اور غرور کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی کج فہمی نے توحید خالص اور وجودِ حقیقی میں آلائش قبول کر لی اور ان کا شریک گڑھ لیا اس لیے لازمی طور پر معرفت کے فوائد اور وصول کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو گئے۔ اگر چمگادڑ اپنی نحوست کے سبب تاریک حجرے میں رہا اور جمالِ آفتاب کی دید سے محروم رہا تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے۔ قطعہ:

نہ بیند مہر را چوں چشمِ خفاش
گناہ از جانبِ خورشید نبود
کسے کز جامِ جم سرخوش نہ باشد
نئی در حکمتِ جمشید نبود

ترجمہ: اگر چمگادڑ کی آنکھ آفتاب کا جلوہ نہیں دیکھتی تو یہ آفتاب کا گناہ نہیں ہے۔ جو شخص جامِ جمشید سے سرور حاصل نہیں کرتا تو جمشید کی حکمت کا انکار نامناسب ہے۔

اصحابِ کشف و شہود کی روش یہ ہے کہ حبلِ متین[1] کی مدد اور عروۃ الوثقیٰ[2] کی عنایت سے تقلید کے گہرے کنویں کی تہہ سے باہر آ جاتے ہیں اور دل کی پاکیزگی اور روح کی دائمی صفائی کے ساتھ صحرائے تحقیق کی فراخی میں قدم رکھتے ہیں۔ کشف کے وسیلے اور شہود کے زینے سے معرفت کے ایوان میں آتے ہیں اور معبود کے ملکِ حقیقت کی سلطنت کے تخت تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ عدم سے وجود میں آنے اور قِدَمْ[3] سے حدوث[4] کے ربط کی تحقیق بارگاہِ توحید میں 'لا' کی جھاڑو پھیر کر کرتے ہیں اور خالص توحید کی عظمت کے دامن کو 'لا' کے پانی سے دھوتے ہیں۔ خالص مغز کے ساتھ توحید کے درجات طے کرتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات جو توحید سے متعلق ہیں، ان کو تاویل کے بغیر خالص توحید پر منطبق کرتے ہیں۔ توحید کے چہرے کو دلائل کے زیور سے سجاتے ہیں اور وحدت کے رخسار کی آرائش براہان سے کرتے ہیں۔ اس کو لباسِ حجت سے آراستہ کر کے بیان کی چادر پہناتے ہیں اور وضاحت کی نمایاں جگہ پر بٹھاتے ہیں۔ نامحرموں پر توحید کے راز ظاہر کرنا اچھا نہیں سمجھتے اور ان سے ان حقائق کا چھپانا واجب جانتے ہیں۔ (یہ حضرات) سالکوں کو اسی انداز سے ہدایت

---

[1] حبلِ متین۔ مضبوط رسی
[2] عروۃ الوثقیٰ۔ بہت مضبوط حلقہ یا کنڈا
[3] قدم۔ قدامت۔ پرانا پن صرف اللہ تعالیٰ کے لیے قدم استعمال کرتے ہیں۔
[4] حدوث۔ مخلوق

کے راستے پر چلاتے ہیں۔ نظم:

بہ نامحرم نباید سِرّ گفتن
نہ از محرم بباید در نہفتن

ترجمہ: نامحرم سے راز کی بات نہیں کہنا چاہیے اور جو آشنا ہے اس سے چھپانا نہیں چاہیے۔

سر از محرم نہاں کردن چنانست
کہ گفتن راز با نامحرمانست

ترجمہ: محرم سے راز چھپانا ایسا ہی ہے جیسے نامحرموں پر راز ظاہر کر دینا،

کسے کو زیں دو حد گاہے بروں زد
سر از معنی بروں کردہ دروں زد

ترجمہ: جس شخص نے ان دو حدوں سے تجاوز کیا، اس نے (بے موقعہ) رازِ حقیقت آشکار کیا اور چھپایا۔

ان (اصحابِ کشف و شہود کی) پیروی باعثِ ہدایت ہے۔ من اقتدا بھم اھتدیٰ ومن خالفھم ضلّ واغتویٰ یعنی جس نے ان کی پیروی کی اسے راستہ مل گیا اور جس نے خلاف کیا وہ گمراہ ہوا اور بھٹک گیا۔ جان لیں کہ صوفیہ رضی اللہ عنھم اہلِ کشف و بصیرت کا گروہ ہے، اہلِ فکر و دلیل کا فرقہ نہیں ہے۔ یہ اہلِ توحید ہیں جن کا مذہب توحید اور مشرب تفرید ہے۔

بیت:

بگو با من چہ دیں داری خوشم با دینِ توحیدش
ہمیں دینم صواب آرو دگر دینہا خطا دیدم

ترجمہ: مجھے بتا کہ تیرا دین کیا ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی توحید پسند کرتا ہوں، میرے نزدیک یہی دین درست ہے۔ دوسرے دینوں میں خطا ہے۔

ان کو اہلِ توحید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے۔ یہ بات دوسروں کو زیب نہیں دیتی لیکن ان کو زیب دیتی ہے کیوں کہ یہ منازلِ توحید کی راہ اور معاملاتِ تجرید کی سیر میں ایسے مقام تک پہنچے ہیں کہ ان کی بشریت کا پہاڑ جمالِ الٰہی کی تجلیات کے صدمے سے ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔ ان کی انیت کے پردے سحابِ جلال کے پرتو سے جل چکے ہیں۔ ان کا وجودِ اضافی وجودِ حقیقی کے انوار کی حرارت سے نیست و نابود ہو چکا ہے۔ یہ حضرات اسرارِ توحید کے مشاہدے اور انوارِ وحدت کے معائنے کے وقت خدائے لم یزل ولا یزال؎ کے جمال میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ ان کے دل میں ذاتِ احد کے علاوہ کسی کا گزر نہیں ہوتا، ان کی آنکھیں ذاتِ احد کے سوا کسی کو نہیں دیکھتیں اور ان کی زبان پر

؎ لم یزل = بے زوال، لا یزال۔ بے زوال سے مراد اللہ تعالیٰ

سوائے احد کے کوئی کلمہ نہیں آتا۔ اس وقت ایک ہی جاننے والے دل، ایک ہی دیکھنے والی آنکھ اور ایک ہی کہنے والی زبان کے ساتھ کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے اور وہ وجودِ واحد حق تعالیٰ ہے۔

اہلِ عرفان کہتے ہیں جب تک سالک اپنی ذات سے فنا نہیں ہوتا اللہ کے ساتھ باقی نہیں ہوتا۔ قطعہ:

فانی ز خود و بدوست باقی
ایں طرفہ کہ نیستند و ہستند
ایں طائفہ اند اہلِ توحید
باقی ہمہ خویشتن پرستند

ترجمہ: اپنی ذات سے فانی اور محبوب کے ساتھ باقی ہیں۔ یہ عجب تماشا ہے کہ نیست ہیں اور باقی بھی۔ بس یہی ایک گروہ اہلِ توحید ہے باقی سب خود پرست ہیں

حیرت کی تعریف اور اس کی اقسام:

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حیرت مذموم بھی ہوتی ہے اور محمود بھی۔ پہلی حیرت دلائل اور اسناد کے تقابل سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسری حیرت مسلسل واردات اور متواتر الہامات کی بدولت اہلِ کشف و وجدان کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ حیرت جو اہلِ فکر و دلیل کا حصہ ہے اس سے پناہ مانگی ہے۔ دوسری حیرت کے لیے دعا کی ہے۔ رب زدنی تحیّراً یعنی اے میرے رب میرے تحیّر میں زیادتی کر، اسی مقام سے عبارت ہے۔ وہ عقیدہ جو دلائل سے حاصل ہوتا ہے اس کا جھکاؤ شک کی طرف ہوتا ہے، بخلاف اصحابِ کشف و عرفان کے عقیدے کے [1] جب کہ عقلِ صافی جو غفلتوں اور شہوتوں سے مجرد ہو چکی ہو، اس کے ذریعے سے توحید تک رسائی محال ہے تو تاریک و محدود عقل کے ذریعے توحید تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عقل کا شکرہ جب عالمِ توحید میں پرواز کرتا ہے تو شکوک و شبہات کے سوا کوئی شکار اسے نہیں ملتا۔ متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے لیکن (درحقیقت اس کا باطن شک و شبے میں آلودہ ہوتا ہے) حضرت عین القضاۃ سے منقول ہے کہ ابن السقاء بغدادی نے ساحلِ دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور

---

[1] اس کے بعد مطبوعہ نسخے کی عبارت (ص ۱۲۳۔ سطر ۲۰ تا ۲۶) سہو کتابت سے پر ہے۔ کتابت شدہ عبارت یہ ہے۔

"زیرا کہ بآلت وحدت عقل صافی از فضلات غرت و مجردان شہوات
بتوحید صرف رسیدن محال است کہ بعقل تاریک مختص چہ رسد الخ

اس عبارت سے کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے۔ دراصل یہ تمام عبارت عین القضاۃ ہمدانی کے مشہور رسالے "غایت الامکان فی درایت المکان" سے اخذ کی گئی ہیں۔ احقر مترجم نے عین القضاۃ کے مذکورہ رسالے کا ۱۹۸۳ء میں ترجمہ کیا تھا اور مع فارسی متن شائع کیا تھا۔ یہاں سطر ۲۰ تا ۲۶ کا ترجمہ مذکورہ رسالے سے نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، "غایت الامکان فی درایت المکان" اردو ترجمہ از لطیف اللہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۷ سطر ۶ تا ۱۵۔

وحدانیت پر پے در پے سو دلائل دیے۔ اس کے بعد مشرک ہوگیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر دلیل پر جو توحید پر میں نے دی ہے تین میں سے تیسرے پر دوں گا۔[1] اگر دلائلِ توحید میں ایک دلیل بھی اس پر روشن ہوتی تو اسے یہ واقعہ ہرگز پیش نہ آتا۔ قطعہ:

چو نورے نیست از خورشید توحید
ز نورِ ذرۂ عقل اوچہ بیند
چو تابد ذرۂ خورشید وحدت
براہیں ذرہ وار از ہم نشیند

ترجمہ: جسے آفتابِ توحید کا نور میسر نہیں ہے اسے عقل کے ایک ذرہ نور سے کیا نظر آ سکتا ہے، جب توحید کے آفتاب کا ایک ذرہ چمکتا ہے تو تمام دلائل ذرّوں کی مانند عاجز ہو جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، تحیر کے لغوی معنی سرگشتہ ہونے اور گم ہو جانے کے ہیں المتحیر لم یکن لہ مخرج من امرہ یمضی و عاد الیٰ حالہ یعنی متحیر وہ شخص ہے جو اپنے کسی معاملے سے نہ نکل سکے اور اپنی حالت کی طرف غور نہ کر سکے۔ اگر مستغرق کو حالت استغراق میں صفاتِ افعالی کا کشف حاصل ہو جائے تو اس کیفیت سے لوٹ سکتا ہے اور جلد اپنی اصل حالت پر واپس ہو سکتا ہے۔ لیکن متحیر کو چوں کہ صفاتِ ذاتی کا کشف ہوتا ہے، جو کچھ دنیا اور آخرت میں ہے اسے دکھایا جاتا ہے اور مملکتِ الٰہی میں جو کچھ ہے اس پر ظاہر کر دیا جاتا ہے اس لیے وہ از خود اپنی اصل حالت پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو اپنی اصلی حالت پر نہ لائے۔ قطعہ:

کسے کو سر بہ دریائے تحیر
فگندہ یافت از وجداں لآلی
سوئے ساحل نیاید، تا مر اورا
نیارندش ز بحرِ لا یزالی

ترجمہ: جس نے اپنا سر تحیر کے دریا میں ڈال دیا اس نے وجدان کے موتی حاصل کر لیے، وہ خود ساحل پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے لازوال سمندر سے نہ نکالے۔

حضرت شیخ قطب الاقطاب بختیار کاکی اوشیؒ ہمیشہ عالم تحیر میں رہتے تھے۔ ان کے خادم ان کو تین وقت دریائے حال

---

[1] عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ اقانیم ثلثہ ہے یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔ یہ ان کے عقیدے کا مثلث ہے۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ثبوت مراد ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس واقعے کے بعد ابن السقاء بغدادی نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں، وفیات الاعیان مصنفہ ابن خلکان۔ جلد ہفتم ص ۸۷۔ بیروت ۱۹۶۸ء

سے ساحلِ قال پر اور صحرائے وصال سے کنارہ خیال تک لاتے۔ اول نماز کے وقت، دوم جب کوئی آنے والا (ملاقاتی) آتا، سوم روزہ افطار کرنے کے وقت۔ اس حالت میں جس شخص پر آپ کی مبارک نظر پڑ جاتی وہ ولایت کے درجے پر پہنچ جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبرؔا کی حالت عجیب و غریب تھی۔ ہمیشہ وجد کے عالم میں رہتے تھے۔ آپ کے اکثر اوقات شریفہ تحیر کی حالت میں گزرتے۔ خادم نماز پنجگانہ کے وقت یا کوئی عزیز ملاقات کرنے آتا تو آپ کو آگاہ کرتے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ عالی مرتبہ سیف خاں خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے کہ خادم آپ کو اطلاع دیتا، وہ جلدی سے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ تقریباً ایک ساعت کھڑے رہے خادم کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ سیف خاں کے آنے سے آپ کو آگاہ کرتا۔ جب کافی دیر ہوگئی تو آپ نے چشم مبارک کھولی۔ فرمایا آیئے، سیف خاں کی عجیب حالت تھی جیسے نعمت نایاب حاصل ہوئی ہو۔ خدا مبارک کرے۔ سیف خاں بیان کرتے تھے کہ آپ کی نظرِ مبارک پڑتے ہی میری یہ حالت ہوگئی گویا آپ نے مجھ سے میرے وجود کو چھین لیا ہے اور مجھے ایسے عالم میں لے گئے ہیں جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ سعادت جو آپ اصحاب دیکھتے ہیں اسی ایک نظر کا کرشمہ ہے اور جس نعمت کے لیے لوگ سر مارتے ہیں اسی ایک نگاہ کا اثر ہے۔ رباعی:[1]

مسِ وجودِ من کہ نبودش بہم قدر
زرّے طلائے گشت ازاں کیمیا اثر
بودم حضیض منظر حرماں فتادہ من
از التفاتِ مہر کشیدم بہ اوج سر

ترجمہ: میرے وجود کے تانبے کی کوئی حیثیت نہ تھی اس کیمیا اثر سے زرِ سرخ ہوگیا، میں پست منظر اور حرماں زدہ تھا لیکن آفتاب کی توجہ سے سربلند ہوگیا۔

حضرت گنج شکرؒ سے روایت کرتے ہیں (آپ نے فرمایا) کہ متحیر کبھی باریاب نہیں ہوتا۔ جب مرتا ہے۔ عشق الٰہی میں مست مرتا ہے جب اٹھتا ہے عشق الٰہی میں مست اٹھتا ہے۔ سوال کے وقت منکر نکیر کو حیرت سے لبریز جواب دیتا ہے، جب کرسی عدالت کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس وقت تک عالم حیرت میں رہتا ہے۔ جب تک انوار ذات سے مشرف نہ ہو جائے۔ بیت:

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد
مپنداری کہ مہرت از دلِ عاشق رود ہرگز

ترجمہ: یہ گمان نہ کر کہ تیری محبت عاشق کے دل سے نکل جاتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ جب مرتا ہے مبتلا مرتا ہے اٹھتا

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

ہے۔ تو جتلا اٹھتا ہے۔

متحیر اس وجہ سے کہ انتہائے شوق میں شکل پر شکل بنانے والے کو گمان کرتا ہے۔ مشاہدۂ دوست سے محروم رہتا ہے۔ حالت تحیر خاندانِ چشت اہل بہشت سے مخصوص ہے۔ یہ حضرات مجاہدے کے بغیر مشاہدے کی نعمت پاتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے ربِّ زدنی تحیراً یعنی اے پروردگار میری حیرانی میں زیادتی فرما۔ (خیال کرو کہ) یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ صاحب ہمت کا کمال تحیر میں ظاہر ہوتا ہے۔ تحیر کے سات سو درجے ہیں اور جملہ اہل تحیر چیتالیس گروہ ہیں ہر گروہ کا اپنا مرتبہ و مقام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ذات میں تحیر کفر کی جانب لے جاتا ہے اور صفات میں تحیر خالص توحید ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ ذات (کے تحیر) میں بھی تحیر ہے، و **حقیقۃ المعرفت تحیرو عجز عن درک الادراک** ادراک" یعنی معرفتِ حقیقت حیرانی ہے اور ادراک کے درک سے عاجزی ادراک ہے۔ جب معروف۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا احاطہ ناممکن ہے تو اس کی معرفت بھی ممکن نہیں سوائے حیرت کے اور حیرت محوِ تصرف ہے، صفت سے بھی اور عبادت سے بھی۔ حقیقتِ محو اوصاف کے فنا ہونے کا تصرف ہے اور فنا کا ثمرہ اوصاف کا مشاہدہ ہے۔

اس سلسلے میں نقل فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو تحیر کی نعمت عطا فرمائی۔ زمین حرکت میں آئی اور عالم حیرت میں جا پڑی اور فریاد کی کہ "میں" ہوں۔ غیب سے ندا آئی اگر دم مارا تو سزا دوں گا۔ خاموش ہو جا کہ یہ عالم خاموشی ہے، چنانچہ زمین سے اہل تحیر پیدا کیے گئے بلکہ آسمان، زمین کی تمام موجودات عالم تحیر میں ہیں۔ رباعی [1]

فلک گشت از تحیر ہم چو پرکار
زمیں چوں نقطۂ خاموش درکار
ثوابت ثابت اندر حیرتِ او
بہ چرخِ حیرت است سیارہ سیار

ترجمہ: تحیر سے آسمان پرکار کی مانند ہو گیا، زمین (دائرے کے) نقطے کی طرح ساکت و خاموش ہو گئی۔ قائم رہنے والے ستارے اس کی حیرت میں ساکت ہو گئے۔ حرکت کرنے والے ستارے حیرت سے گھومنے لگے۔

متحیر ہونے کے سبب بھی کئی طرح کے ہیں۔ بعضے موت اور قبر کی ہیبت سے حیران ہوتے ہیں اور بعضے عذاب اور قہر کے ڈر سے متحیر ہوتے ہیں۔ ایک گروہ قیامت کے خوف سے حیران ہے کہ کل قیامت میں ہم پر کیا بیتے گی اور ہمیں کن لوگوں میں شامل کیا جائے گا۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک رات اور ایک دن عالم حیرت میں رہے۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

فرماتے تھے کہ الٰہی میرے بعد میری امت پر کیا گزرے گی۔ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سورۃ اخلاص لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو شخص ہمیشہ سورۃ اخلاص کی تلاوت کرتا رہے گا، وہ عذابِ قبر اور خوف قیامت سے محفوظ رہے گا اور اسے تحیر کی کیفیت بھی نصیب ہوگی۔ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص اپنے دل کو ان تین باتوں سے بچا کر رکھے گا۔ اسے سعادتِ حیرت عطا کی جائے گی۔ اول لقمہ حرام نہ کھائے اور بھوک سے زیادہ نہ کھائے ،دوسرے ممنوعہ اوقات میں نہ سوئے، تیسرے دنیا سے دور رہے اور دنیا داروں کی صحبت سے بچے۔ غزل:

بر گزر از خواب و خور مردانہ وار
تا براہِ عشق چوں مرداں شوی

ترجمہ: نیند اور بھوک کے جھمیلے سے مردانہ وار گزر جا، تاکہ عشق کی راہ میں اہل ہمت کے مانند ہو جائے۔

از حریمِ صحبتِ مردم برآی
تا براہِ وصلِ او خنداں شوی

ترجمہ: مخلوق کی صحبت کی چار دیواری سے نکل جا، تاکہ محبوب کے وصل سے خوش ہو جائے۔

از حجابِ نام و ناموسے گزر
عاشقے چوں اشرف سمناں شوی

ترجمہ: نام وننگ کے حجاب سے گزر جا اور اشرف سمنانی کے مانند (محبوب حقیقی کا) عاشق بن جا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، حیرت پیدا ہونے کے جو اسباب (ہم نے) بیان کیے ان کا تعلق عام لوگوں سے ہے (کہ کسی خوف کے سبب حیران ہو جاتے ہیں) لیکن خواص راہِ سلوک کی بے نہایتی اور بارگاہِ مالک الملوک کی بے پایانی سے متحیر ہوتے ہیں۔ اخص الخواص دریائے مشاہدہ اور صحرائے معائنہ میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہاں جن تجلیات و انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے ان کے وصول وحصول سے متحیر ہو جاتے ہیں۔ کل (قیامت کے دن) جب عزت کا شامیانہ اور عظمت کا سائبان آراستہ کریں گے تو انبیا علیہم السلام باوجود صاحبِ نبوت وشوکت ہونے کے کہیں گے، **لا علم لنا** (ہمیں علم نہیں ہے) فرشتے عبادت گاہوں کو جلا کر اور تقدیس و تسبیح کے خرمن ہوا میں اڑا کر عرض کریں گے **۔ما عبدناک حق عبادتک** (ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہ کیا جیسا کہ تیری عبادت کرنے کا حق تھا) مخلص ،موحد اور عارف افسوس کریں گے کہ **ما عرفناک حق معرفتک** (ہم نے تجھے نہ پہچانا جیسا تیرے پہچاننے کا حق تھا)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا ،خواص کو آیات قرآنی کے پوشیدہ معانی، کلامِ ربانی کے مشکل رموز ،کرسی کی عظمت، عرش کے پھیلاؤ، لوح وقلم ، فلک وملک کے معائنے سے تحیر پیدا ہوتا ہے جب کہ اخص الخواص جو **لا یعرفهم غیری**[1] کی

---

[1] لا یعرفهم غیری۔ میرے غیر انھیں نہیں پہچانتے۔

صفت سے موصوف ہیں، اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات کے آثار اور ذات کے انوار میں متحیر اور مستغرق رہتے ہیں۔ حضرت گنج شکرؒ کا قول ہے کہ اس مقام کے سات سو دروازے ہیں جو فناء الفنا میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ اس سے بالاتر کوئی مقام نہیں ہے۔ تمام انبیا کو یہ مقام حاصل تھا۔ بعض اخص اولیا بھی اس مقام کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ عالم تحیر کے صدق کا اثر یہ ہے کہ اگر حالتِ تحیر میں سات آسمان و زمین کے طبق گرم کر کے ان کے قدم کے نیچے رکھ دیئے جائیں تو یہ حضرات جنبش بھی نہ کریں۔ بیت:

اگر صاحب تحیر پا بہ دوزخ
نہد، افسردہ گردد نار چوں یخ

ترجمہ: اگر متحیر دوزخ میں قدم رکھ دے تو اس کی آگ بجھ کر برف کی مانند ٹھنڈی ہو جائے۔

اس سلسلے میں فرمایا کہ ابوبکر ستا بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں کشتی میں سفر کر رہا تھا کہ تیز ہوا چلی اور کشتی موجوں کی لپیٹ میں آ گئی۔ لوگوں نے دعا اور فریاد شروع کر دی۔ اس کشتی میں ایک درویش تھا جو کمبل میں سر لپیٹے جامِ حیرت پیے پڑا تھا۔ لوگ اس کے پاس گئے اور کہا کہ اے دیوانے سب لوگ دعا و فریاد کر رہے ہیں تو بھی کچھ کہہ۔ اس نے اپنا سر کمبل سے نکالا اور کہا: مصرع

عجب لقلبک کیف ان قلب

ترجمہ: تعجب ہے کہ تیرا دل ایک دم کیسے پلٹ گیا۔

یہ مصرع پڑھ کے پھر کمبل میں سر چھپا لیا۔ لوگوں نے کہا یہ کیسا دیوانہ ہے کہ ہم اس سے کہہ رہے ہیں کہ دعا کرو اور یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ اس نے کمبل سے دوبارہ سر نکالا اور دوسرا مصرع پڑھ دیا۔

رشدہ حبک لی لم ذھب

ترجمہ: اس دل کی درستی تیری محبت ہے جو مجھے حاصل تھی کیسے چلی گئی۔

دوسرا مصرع پڑھتے ہی طوفان کی شدت کم ہو گئی۔ لوگوں نے دیوانے سے دوبارہ کہا بابا کوئی اور بات کہو اس نے کمبل سے سر نکال کر دوسرا شعر پڑھا۔ بیت:

واعجب من ذاو ذاو انی
اراک بعین الرضا فی الغضب

ترجمہ: اور مجھے تعجب ہے اس پر بھی اور اس پر بھی کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں غضب کی حالت میں۔

یہ شعر پڑھنے کے بعد لہریں ساکن ہو گئیں اور تیز ہوا تھم گئی۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اس دیوانے نے تو یہی دو شعر پڑھے، تیسرا شعر میں نے کسی دوسری جگہ پڑھا وہ یہ ہے۔ بیت:

فان جدت بالوصل احبیتنی
والا فهذا الطریق العطب

ترجمہ: اگر تو وصل کے ساتھ فیاضی سے کام لے تو تو مجھے محبوب بنا لے گا ورنہ تو یہ راستہ سراسر ہلاکت کا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا، اصحابِ تحیر فجر کی نماز بارگاہِ کبریا میں ادا کرتے ہیں، ظہر فرازِ عرش پر، عصر کعبے شریف میں، مغرب بیت المقدس کے اوپر اور نمازِ عشاء بیت المعمور میں پڑھتے ہیں۔ بیت:

مصلے کیں چنیں نبود نمازش
بہ نزد عاشقاں تارک صلوٰتست

ترجمہ: جس شخص کی نماز ایسی جگہ ادا نہیں ہوتی وہ اہلِ عشق کے نزدیک تارک نماز ہوتا ہے۔

آدم علیہ السلام جب گلزارِ جنت سے باہر آئے تو دو سو سال عالمِ تحیر میں رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالتِ تحیر میں فرشتے کو طمانچہ مارا، اگر فرشتہ واپس نہ لوٹتا تو جل جاتا۔ قطعہ:

ز مستِ جامِ حیرت در خرابات
چو زاہد ناید از وے پارسائی
دگر شور اند اورا بے حمیت
بسوزد دردم از نورِ خدائی

ترجمہ: جو شخص میخانے میں جامِ حیرت سے مست ہو گیا ہو اس سے زاہد جیسی پارسائی نہیں ہوتی۔ اگر اس کے بے حمیت ہونے کا شور مچایا جائے تو وہ الٰہی نور سے ایک دم میں اسے جلا دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے، اصحابِ تحیر و تفکر اس وجہ سے خاموش رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتے ہیں۔ جب پلک جھپکاتے ہیں تو اگلا درجہ طلب کرتے ہیں۔ اخص الخواص جب عالمِ ملکوت[1] عبور کر لیتے ہیں تو ان پر تحیر طاری ہو جاتا ہے اور اکثر و بیشتر تحیر عالمِ جبروت[2] و لاہوت[3] میں ہوتا ہے۔ اس کی علامت خاموشی ہے۔

(یہ حضرات) جمالِ الٰہی کے نظارے اور وصال کے ناز و نیاز میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ دن رات اور مشرق و مغرب سے بے خبر ہوتے ہیں۔ قطعہ:

خیالت آں چناں بے ہوش دارد
کہ خبرے ز نفس و آفاق نبود

---

(۱) عالم ملکوت ۔ وہ عالم جو مخصوص ہے ملائک، ارواح اور نفوس کے لیے (سِرِّ دلبراں، ص ۳۰۷)

(۲) عالم جبروت ۔ مرتبہ وحدت، مرتبہ صفات، حقیقت محمدی (سرِ دلبراں، ص ۱۲۹)

(۳) عالم لاہوت ۔ مرتبہ ذات، لاہوت دراصل لاھو لا ھو ہے (سرِّ دلبراں ص ۲۹۷) لا ھو الا ھو (وہ نہیں ہے بجز اپنے آپ)

کسے کو عشق او باشد مقید
خبر از خود علی الاطلاق نبود

ترجمہ: تیرا خیال اس درجے بے ہوش رکھتا ہے کہ اپنی اور دنیا کی خبر نہیں رہتی۔ جو شخص کہ اس کے عشق میں گرفتار ہے اسے قطعی طور پر اپنی خبر نہیں ہوتی۔

آپ حضرت مخدومیؒ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت گنج شکرؒ اکثر یہ شیریں اشعار پڑھتے تھے۔ قطعہ :

خوں بہائے عاشقاں در روزِ وصل
جلوۂ معشوق باشد وقتِ ناز
کشتگانِ دوست ، تا روزِ جزا
تا نہ پنداری بخود آیند باز

ترجمہ: وصل کے روز عاشقوں کا خوں بہا، ناز کے وقت محبوب کا دیدار ہوتا ہے، دوست کے مارے ہوئے قیامت کے دن بھی ہوش میں نہیں آئیں گے۔

اہل عشق کی آخری نعمتِ ابدی اور اہلِ شوق کی تمام دولتِ سرمدی حیرت ہے۔ خواص جب حالتِ تحیر سے حالتِ ہوش میں آتے ہیں تو شرمسار ہوتے ہیں کہ ہم کہاں تھے اور کس شے کے لیے مبتلائے تحیر ہوئے جس کے وصف کا ایک شمہ بھی ظاہر نہ ہوا کہ کیا صفت رکھتا ہے۔ بیت :

وصفِ جمالِ چوں توئی نیست حدِ بیانِ من
من چہ کنم صفت ترا اے تو چناں کہ ہم توئی

ترجمہ: میں تیرے جمال کی خوبی جیسا کہ تو ہے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میں تیری صفت کس طرح بیان کروں جب کہ تو اپنی مثال آپ ہے۔

اہلِ تحیر دوست ہی سے کلام کرتے ہیں اور دوست ہی کی بات سنتے ہیں۔ اپنی صفات سے فانی شخص اور متحیر ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ بیت :

آں کس کہ بہ عالمِ تحیر غرق است
در ہر چہ نظر کند، بود دوست حضور

ترجمہ: وہ شخص جو حالتِ تحیر میں غرق ہے جس چیز کو دیکھتا ہے دوست کو موجود پاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت سید محمد گیسو درازؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ وہاں دس دن اور دس راتیں عالم تحیر میں رہے۔ آپ کو عالمِ محسوس کا بالکل شعور نہ تھا۔ جب نماز کا وقت ہوتا بہ تکلف نماز میں شریک ہوتے اور آپ کو اس کا قطعی

احساس نہ ہوتا۔ دس دن کے بعد جب آپ اپنے آپ میں آئے تو اصحاب سے نماز کی حالت کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے جو کیفیت دیکھی عرض کر دی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے وقت کی حفاظت فرمائی۔ بیت:

اگرچہ مستِ جامِ عشق یارم
ولے سرّ ازاں بیروں نیارم

ترجمہ: اگرچہ میں دوست کی محبت کے جام سے مست ہوں لیکن رازِ محبت کو کسی پر عیاں نہیں کرتا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا، کہ شریعت ان امور کی بجا آوری ہے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان باتوں سے رکنا ہے جن سے منع کیا گیا ہے۔ او کما قال علیہ السلام الشریعة اقوالی و الطریقه افعالی والحقیقة احوالی یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا، شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں۔ ایک محقق کا قول نقل فرمایا، الشریعة اقوال النبی مع الخلق و الطریقة افعال النبی مع النفس والحقیقة احوال النبی مع اللہ یعنی شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں خلق سے متعلق، طریقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال ہیں نفس سے متعلق اور حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ احوال ہیں۔ شریعت اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے پرہیز کے ساتھ اعضا و جوارح کی پاکیزگی ہے، طریقت قلب کی دائمی صفائی ہے اور حقیقت ماسوی اللہ کو مٹا کر روح کو جلا دینا ہے۔ شریعت کے اعمال ظاہر سے اور طریقت کے اعمال باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ قال علیہ السلام ذرة من اعمال الباطن خیر من اعمال الظاهر یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا اعمالِ باطنی کا ایک ذرہ اعمالِ ظاہر سے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا، علم شریعت ہے، اس علم کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے، حقیقت ان دونوں کے مقصود کا حصول ہے۔ جو شخص تین رکھتا ہے اس کے پاس تین ہیں، جو دو رکھتا ہے اس کے پاس دو ہیں جو صرف ایک رکھتا ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ قطعہ:

درس داری کش نباشد درسہ دار[1]
درسہ دارد ورنہ باشد درس دار
گر سہ داری دوست داری چار باست
ورنہ چوں منصور خوانی درس دار

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اسی طرح اور اسی املا میں درج ہوئے ہیں۔ احقر مترجم کوشش کے باوجود ان اشعار کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس ترجمے کے متن میں ان اشعار کا ترجمہ نہیں کیا البتہ کھینچ تان کر یہ مفہوم نکالا جا سکتا ہے:

"وہ درس دار جس کو تین سبق یاد نہیں ہیں انھیں یاد کرلے ورنہ حامل درس نہیں ہے۔ اگر تجھے تینوں یاد ہیں تو خیر ہے ورنہ منصور کی طرح سولی کا سبق یاد کرلے۔"

شریعت جسم ہے، طریقت دل کا جامہ ہے اور حقیقت روح کی پوشاک ہے۔ ان کی تشریح کرنا بہت دشوار ہے۔ شریعت میں رخصت کی اجازت ہے لیکن طریقت میں عزیمت اختیار کرنا ہے۔ العزیمة هو الفضل (عزیمت ہی فضیلت ہے) یعنی دل کو کسی کام میں مشغول کرنا اور سخت تکلیف برداشت کرنا والرخصت عبارت عن الیسر والسھولة فی الشرع یعنی رخصت شرع میں آسانی اور سہولت ہے۔ چنانچہ شرع میں اس کی اجازت ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھیں لیکن عزیمت یہ ہے کہ روزہ رکھیں اسی طرح چار رکعت نماز ادا کرنا عزیمت ہے اور دو رکعت نماز پڑھنا رخصت ہے۔ مجبوری کی حالت میں زبان پر کفریہ کلمات لانا، انبیا علیہ السلام کی غیبت کرنا اور مظلوم مسلمان کو قتل کرنا رخصت ہے، یعنی ایسی باتیں کر کے خود کو ہلاکت سے بچاتے ہیں۔ عزیمت یہ ہے کہ مذکورہ باتوں کے خلاف کریں اور (مردانہ وار) جامِ شہادت نوش کریں۔ ایک گروہ کے لوگ کہتے ہیں، عزیمت یہ ہے کہ امرِ اوّل کو برقرار رکھا جائے۔ سفر میں بھی امر اوّل برقرار رہتا ہے اور کلی طور پر ختم نہیں ہوتا۔ رخصت یہ ہے کہ کسی خاص عذر کے سبب امر اوّل دشواری سے آسانی میں تبدیل ہو جائے۔

جو شخص طریقت میں شریعت کی پابندی نہیں کرتا وہ طریقت کی نعمت سے محروم رہتا ہے۔ حضرت قدوة الکبراؒ نے فرمایا کہ بعض اکابر اس امر میں متفق ہیں کہ شریعت و طریقت میں اتحاد عمومیت کی بنا پر ہے اور مغائرت کی وجہ خصوصیت ہے (دونوں میں) مطلق مغائرت نہیں ہے، لیکن اس فقیر کے نزدیک شریعت، طریقت اور حقیقت میں اتحاد ہدایت شریعت کے اعتبار سے ہے حتیٰ کہ فروعات و حال کے مسائل میں دونوں گروہ متفق ہیں حالانکہ بہ اعتبار عقیدہ شریعت اور حقیقت میں ہزار کوس کا فاصلہ ہے۔ مثال کے طور پر وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جس پر علماء اور اہل وحدت قطعی طور پر متفق نہیں ہیں اور (اس سے بڑھ کر) حصول سے متعلق دونوں گروہوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیان این و آنست
کہ فرقے از زمیں تا آسمانست

ترجمہ: اس کے اور اس کے درمیان کوئی نسبت نہیں، دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔

دونوں کے درمیان ادنیٰ فرق بینا اور نابینا کا ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ[1] (اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے) بیت:

یکے از لذّت دیدار گوید
دگر از وعدہ و آثار گوید
مرا ایں را نقد و آں را نسیہ آمد
بہ سودا اندک و بسیار گوید

---

(۱) پارہ ۷۔ سورۃ الانعام، آیت ۵۰

ترجمہ: ایک شخص لذت دیدار بیان کرتا ہے دوسرا محض وعدے اور آثار کی باتیں کرتا ہے۔ دیدار نقد اور وعدہ ادھار ہے، سودے میں اسی کو کم اور زیادہ کہتے ہیں۔

فروعات کے بعض مسائل میں توافق ممکن ہے مثلاً ذمی کو قتل نہیں کیا جاتا جب کہ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ[1] (تو ان مشرکوں کو جہاں چاہو مارو) کی آیت میں صریحاً (مارنے کا) حکم ہے تاکہ وحدتِ الٰہی میں شرک کرنے والے اور توحیدِ لامتناہی میں ساجھی بنانے والے وادیٔ شرک سے نکل کر توحید کے گھر میں داخل ہو جائیں اور آئندہ زندگی میں صاحبِ یقین بن جائیں نہ کہ ظاہری طور پر اطاعت گزار نظر آئیں۔ ذمی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی، وہ صرف اطاعت کرتا ہے۔ دراصل اس مسئلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی، اس نے صراطِ مستقیم کے اسرار اور پوشیدہ حقائق کو تسلیم کیا۔ آیات کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[2] (اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں) اور مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[3] (جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراطِ مستقیم پر (چلنے سے) ملتا ہے) سے استنباط کر کے اسی پر اکتفا کیا کہ ذمی اطاعت قبول کرے اور جزیہ ادا کرے (کیوں کہ) اہم بات عبادت کی حقیقت پر مطلع ہونا ہے۔ بیت:

اگر کافر زبت آگاہ گشتے
کجا در دینِ خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چیست
بدانستے کہ دیں دربت پرستیست

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہو جاتا تو اپنے دین میں کبھی گمراہ نہ ہوتا۔ اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

فی الحقیقت عابد کی عبادت خدا کے لیے ہے، خواہ بت پرستی ہو یا مسلمان کی نماز ہو۔ بیت:

اگر نقشِ رخ و زلفت نبودے در ہمہ اشیا
مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات و عزیٰ را

ترجمہ: اگر تمام اشیا میں تیرے رخ اور زلف کا نقش نہ ہوتا تو بت پرست لات و عزیٰ کی پرستش کبھی نہ کرتے۔

---

[1] پارہ ۱۰۔ سورۂ توبہ آیت ۵۔

[2] پارہ ۲۷۔ سورۃ الذّٰریٰت آیت ۵۶۔

[3] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۵۶۔

کافروں کی عبادت گاہوں اور مشرکوں کی سجدہ گاہوں پر مسجدوں کی تعمیر کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ قدیم مندروں کو مسمار نہ کیا جائے (البتہ) کافروں کو نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ظاہری طور پر بت پرستی کی خرابی اور بت خانوں کی برائی وحدت بیں آنکھوں اور مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں ہے، پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ اس برائی پر مطلع ہونے کے باوجود اس امر شنیع میں اوامر و نواہی کے احکام ترک کیے گئے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس مسئلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی کہ دراصل تمام عبادات خدا کے لیے ہیں، خواہ کعبے کے گرد طواف کرنے والا ہو یا لات کے بت کے گرد چکر لگانے والا ہو۔ خواہ قبلے میں ہو یا خرابات میں۔ رباعی: [1]

اے تیر غمت را دلِ عشاق نشانہ
خلقے بتو مشغول تو غائب زمیانہ
گہ معتکف دیرم و گہ ساکنِ مسجد
یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بہ خانہ

ترجمہ: اے محبوب! عاشقوں کا دل تیرے غم کے تیر کا نشانہ ہے۔ مخلوق تیری یاد میں ہے اور تو درمیان سے غائب ہے۔ میں کبھی بت خانے میں اعتکاف کرتا ہوں کبھی مسجد میں قیام کرتا ہوں یعنی میں گھر گھر تیری طلب میں پھرتا ہوں۔

(مسئلے کے) واضع کو ظاہر و باطن کے تفرقے کی حفاظت اہم نظر آئی اس لیے اس نے حکم دیا کہ قدیم عبادت خانے بحال رکھے جائیں کہ کُلٌّ لَّهُ قٰنِتُوْنَ [2] (سب اس کے تابعدار ہیں) کے بموجب سب عبادتیں خدا ہی کے لیے ہیں۔ اگر بالکل منع کر دیا جائے تو عبادت سے باز رکھا جائے گا اور تعطل پیدا کرنے کا گمان ہوگا۔ رباعی:

اگرچہ سجدۂ اصنام باشد
بظاہر باطنش اسلام باشد
کسے کیں سرِّ معنی را بداند
ہمش اسلام و ہم اصنام خواند

ترجمہ: اگرچہ بظاہر بت کو سجدہ ہوتا ہے، اس کا باطن اسلام ہوتا ہے، جو شخص اس حقیقت کا راز جانتا ہے وہ اس کو اسلام بھی کہے گا اور اصنام بھی کہے گا۔

نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کو اس لیے سختی سے منع فرمایا تاکہ اسلام کی اشاعت ہو، اور دین کے امور کمال اور عظمت حاصل کریں۔ قطعہ:

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔ یہ غزل کے اشعار ہیں۔ کلمات الصادقین کے مصنف صادق دہلوی نے ان اشعار کو شیخ حسن خیالی اور خیالی بخاری سے منسوب کیا ہے لیکن درحقیقت یہ غزل خیالی بخاری کی ہے۔ دیوانِ خیالی بخارائی، مرتبہ عزیز دولت آبادی، تبریز (ایران) ۱۳۴۵ھ ش ص ۲۴۰۔

[2] پارہ ۱۔ سورہ بقرہ آیت ۱۱۶

غلام ہمت آں عارفانِ رندانم
کہ در خرابۂ مستی چہ ہوشیارانند
ز رسم و عادتِ ظاہر کشیدہ پائے بروں
درونِ باطنِ اسرار راز دارانند

ترجمہ: میں اُن رند عارفوں کی ہمت کا غلام ہوں جو میخانے کی مستی میں بھی ہوش میں رہتے ہیں، انھوں نے ظاہری رسم و عادت سے اپنا قدم باہر رکھا ہے اور اسرار باطن کے رازدار ہیں۔

وہ لوگ جو دلیل و برہان سے شریعت اور توحید کا اتحاد بیان کرتے ہیں وہ مقصد کی حقیقت تک پہنچے ہی نہیں اور نہ انھوں نے نہایتِ اسرار کی بزم کا جامِ نوش کیا ہے۔ بیت:

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ: (جب) کوئی خام شخص کاملین کے حال کو نہیں پہنچ سکتا تو بات ختم کریں اور سلامتی کی دعا کریں۔

والسلام بالنبی و آلہ الاکرام۔

لطیفہ ۲۷

وحدتِ وجود کی دلیلوں اور مرتبۂ شہود کی وضاحتوں کے بیان میں نیز بعض مشائخ کے وحدتِ وجود سے اختلاف کرنے اور ان کی تردید و تائید کی تفصیل

قال الاشرفؒ:

ذات مطلقة واحدة متلبسة بصورة الموجودات والاکوان علیٰ ماهی فی حد نفسها و حقیقتها بالایمان یعنی سیدٔ اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، ذاتِ مطلق ایک ہے۔ وہ موجودات اور کائنات کی صورت میں، مخلوق کی وضع پر، اپنی ذات کی حد تک اور اپنی حقیقت پر ایمان کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، ہم نے بخارا کے دوسرے سفر میں وہاں کے اکابر سے ملاقات کی اور ان کے فوائد ارشادات سے بہرہ مند ہوے۔ ان ملاقاتوں میں وحدتِ وجود کا ذکر بھی ہوا۔ اکثر بزرگ وحدتِ وجود کے منکر تھے۔ حضرت شیخ محمد بہرام بخاری اور اس فقیر نے اُن حضرات کے سامنے اس مسئلے کے ثبوت میں دلائل پیش کیے اور اُن کی تشفی کی خاطر مسئلے کے ہر پہلو پر معقول بحث کی۔

اب ان نکاتِ شریف اور کلماتِ لطیف کو جمع کرنے والا (نظام یمنیؒ) کچھ بعد دیگرے تمام دلائل کو اس مجموعے (لطائفِ اشرفی) میں بیان کرتا ہے۔ انھیں گوشِ ہوش سے سنیں۔ بیت:

بیا بشنواز من حدیثے درست
ز وحدت کہ لولوے معنی بسفت

ترجمہ: آ اور مجھ سے وحدت کی صحیح بات سن کہ اس میں حقیقت کے کیسے کیسے موتی پروے گئے ہیں۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اربابِ تصوف کی روش اور اہلِ عرفان کی سیرت بہ اعتبار قول، فعل اور اعتقاد تمام

ترکِ کتاب وسنت پر مبنی ہے۔ یہ اللہ کے جاننے والے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے افعال سے متعلق ہے۔ یہ وارثِ انبیا ہیں کہ ان کو انبیا صلوات علیہم سے علم لدنی کی میراث ملی ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کے بارے میں ہے، علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل وفی روایۃ کعلماء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کے مانند ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے علما کی مانند ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کی شان میں ہے ومِمَّن خَلَقْنَا اُمَّةٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ[1] (اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتی ہے)۔ یہی ہیں کہ ان کی شان میں اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم[2] فرمایا گیا ہے۔ یہ قیادت کے بُرج اور راہِ ہدایت کے رہنما ہیں۔ شریعت کو سمجھتے ہیں اور طریقت پر چل کر حقیقت کی منزل میں پہنچتے ہیں۔ ان کے علم وعمل کے دونوں پلے برابر ہیں۔

مثنوی:

در راہ خدائے رہبرانند
بر بُرج حقیقت اخترانند
دانستہ و کردہ و رسیدہ
دریا صفتند و آرمیدہ
با علم وعمل زبانِ شاں راست
میزاں صفتند بے کم وکاست

ترجمہ: (یہ حضرات) اللہ کے راستے کے ہادی ہیں اور بُرجِ حقیقت کے ستارے ہیں
علم کے ساتھ عمل کر کے (مقصود تک) پہنچتے ہیں، دریا صفت ہیں لیکن ساکن رہتے ہیں ان کا کلام علم وعمل کے مطابق
ہوتا ہے۔ ترازو کے مانند ہیں ان کے تول میں کمی نہیں ہے۔

اب ہم اصل مسئلے کی جانب آتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کی وہ واضح عبارتیں جن کو صوفیہ وجود واحد کے اثبات کے لیے بطور سند لاتے ہیں بے شمار ہیں۔ اس مختصر تحریر میں چند قرآنی آیات، سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث اور صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم کے چند آثار اطلاعاً بیان کرتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ، لیکن اس سے قبل کہ مذکورہ حوالے بیان کیے جائیں چند مقدمات کا ذکر ضروری ہے۔

جان لیں کہ توحید کا لفظ وحدت سے نکلا ہے اور اس کے لغوی معنی وحدت کے قایل ہونے کے ہیں، علم وعقل کے قاعدے کے رو سے وحدت دو نوع پر ہے۔ ایک وحدتِ مطلق ازروئے ذات وصفات اور دوسرے وحدتِ مقید ازروئے

---

[1] پارہ ۹۔ سورہ الاعراف آیت ۱۸۱

[2] میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (حدیث)

صفات بغیر ذات۔ وحدتِ مطلق از روئے ذات وصفات یہ ہے کہ ایک ذات اپنی صفات کے ساتھ موجود ہو، اور دوسری ذاتیں مع اپنی صفات کے ناپید ہوں جیسے باری تعالیٰ کی وحدت کہ اذا کان اللہ ولم یکن معہ شئی غیرہ[۱] وحدت مقید یہ ہے کہ من حیث الصفات یہ ہے کہ ایک ذات ایسی صفات کے ساتھ منفرد ہو کہ کوئی اُن صفات میں اس کا شریک نہ ہو، جیسے باری تعالیٰ کی وحدت صفت قدیم اور صفتِ تخلیق کے ساتھ ہے۔ چنانچہ وحدتِ مطلق سے غیر کے وجود کا معدوم ہونا ضروری ہے اور وحدتِ مقید سے وجودِ مثل کا معدوم ہونا ضروری ہے۔

اب جان لیں کہ باری تعالیٰ کی توحید کا، جس مفہوم میں اس کی وحدت از روئے صفات کا اثبات ہے، شروع میں اس کا اطلاق چند معنوں پر کیا گیا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ وہ سبحانہ، تعالیٰ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس توحید کا غیر اللہ کی پرستش کرنے والے انکار کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اشیا اور کائنات کو پیدا کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس توحید کو ثنویہ، افلاکیہ اور طابعیہ (طبیعات پر عقیدہ رکھنے والے[۲]) تسلیم نہیں کرتے۔

(۳) تیسرے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ وہ شکل وشباہت سے منزا ہے، اس توحید کا مشبہہ انکار کرتے ہیں۔

(۴) چوتھے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ قدیم ہے، اس کے سوا کوئی قدیم نہیں ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے حادث ہے۔ اس توحید کو دہریہ فرقے کے لوگ نہیں مانتے۔

(۵) پانچویں یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اس کی ذات میں ترکیب نہیں ہے کیوں کہ ترکیب جسم رکھنے والی اشیا میں ہوتی ہے اور وہ سبحانہ، تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ اس توحید کا فرقۂ مجسمہ انکار کرتا ہے۔

باری تعالیٰ کی توحید اس مفہوم میں کہ یہ اُس کی وحدت کا از روئے ذات وصفات اثبات ہے، اس کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے۔ ایک مجازی اور دوسرے حقیقی۔ مجازی معنی یہ ہوں گے کہ وہ اس اعتبار سے واحد ہے کہ اس کے وجود میں اشیا کا وجود مثل لا وجود کے ہے کیوں کہ دو عدموں کے درمیان اشیا کا وجود، دو خون کے درمیان طہر کی مانند ہے (کالطُّهر المتخلل بین الدّمین)۔ حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ حق سبحانۂ تعالیٰ اس اعتبار سے واحد ہے کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے، سب وہی ہے۔ اس توحید کے زیادہ تر عوام اور بعض علما منکر ہیں۔

اے عزیز! توحیدِ حقیقی گمان کردہ تاویل کے بغیر، حلول واتحاد کے شائبے کے بغیر، تشبیہ، شبہ وتمثیل کی ملاوٹ کے بغیر اور دوئی کے گمان بلکہ وہم کے بغیر توحید ہے۔ مقربوں کو حضرت ذوالجلال والجمال کی قربت اسی توحید سے نصیب ہوتی ہے اور

---

[۱] جب اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز غیر نہ تھی۔

[۲] قوسین کی عبارت قیاسی تشریح ہے، شاید درست ہو (احقر مترجم)

یہی اربابِ تصوف کی پسندیدہ توحید ہے۔ (ان مقدمات کو سمجھ لینے کے بعد) ذہن کو مقصود کی جانب متوجہ رکھیں اور آیات قرآنی کو غور سے سنیں۔ بیت:

گر بخواہی شواہدِ توحید
گوش کن سوئے بندہ از تمجید

ترجمہ: اگر تو توحید کے شواہد جاننا چاہتا ہے تو تعظیم سے بندے کی جانب توجہ کر۔

پہلی آیت: ۔ کتابِ کریم اور قرآنِ عظیم کی آیات میں سب سے پہلی آیت جو باری تعالیٰ کی وحدت و تقدس پر دلیل قاطع ہے اور وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ[1] (آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے)۔

اس آیت کی تشریح تین طریقوں پر ہوتی ہے۔ ایک عربی زبان کے طرزِ بیان کے مطابق، دوسرے اصولِ فقہ کے قاعدے کے مطابق تیسرے علمِ کلام کے قانون کے مطابق۔

اسلوبِ زبان: ۔ اللہ مبتدا اور مسند الیہ ہے۔ اَحَد مبتدا کی خبر ہے اور مسند بہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان وحدتِ باری تعالیٰ کی طرف اسناد ہے۔ اللہ اسمِ عَلَم ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے اور صفات پر دلالت نہیں کرتا کیوں کہ صفات میں معانی ہیں اور عَلَم میں معانی منظور نہیں ہوتے اور یہ اس لیے ہے کہ عَلَم اور صفت میں تضاد اور اختلاف ہے جیسا کہ علمِ نحو میں بتایا گیا ہے۔

اَحَد اسمِ صفت ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے، بہ اعتبارِ معنی اس میں وحدت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بے قید وحدتِ مطلقہ ہے اور وہ اسناد جو خبر اور مبتدا کے درمیان ہے وہ اس کی خبر ہے۔ عدم کے مجاز کا قرینہ حقیقتِ عقلی ہے، چناں چہ ان مقدمات کا مقتضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اللّٰہُ اَحَد کا مفہوم یہ ہے کہ باری تعالیٰ از روئے ذات واحد ہے بے قید کسی صفت کے لہٰذا وحدت از روئے ذات وہی ہے کہ کوئی ذات اس کے ساتھ نہ ہو کیوں کہ جب دو ذاتیں جمع ہوں تو ان میں سے کسی ایک ذات کی وحدت بے قیدِ صفت محال ہے۔ فافہم[2] (پس اس بات کو سمجھو)

اس تشریح سے ان دو آیتوں کا فرق بھی نمایاں ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ[3] اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ[4] (کہ بس تمہارا معبود الٰہِ واحد ہے) کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد کے مطابق وحدتِ مفہومہ وہی وحدتِ مطلقہ ہے جس کی نسبت اسمِ ذات کی جانب کی گئی ہے اور جس سے دو ذاتوں کی نفی کا

---

[1] پارہ ۳۰۔ سورۂ اخلاص، آیت ۱

[2] یہاں سے مطبوعہ نسخے میں عربی میں طویل عبارت درج ہے اور اس کے نیچے فارسی ترجمہ دیا گیا ہے۔ احقر مترجم نے ترجمے کے متن میں عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا ترجمہ کیا ہے۔

[3] آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے۔ [4] پارہ ۱۶۔ سورۂ الکہف آیت ۱۱۰

فائدہ حاصل ہوتا ہے کیوں کہ غیر کے وجود کا انعدام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ اِنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وحدتِ مفہومہ وہی وحدتِ مقیدہ ہے جس کی نسبت اسمِ الٰہ کی جانب کی گئی ہے اور دو معبودوں کی نفی کا فائدہ دیتی ہے یہ وجودِ مثل کے انعدام کو لازم کرتی ہے۔

قاعدۂ اصولِ فقہ:۔ دوسری توجیہہ اصولِ فقہ کے قاعدے سے ہے وہ یہ ہے کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ آیاتِ محکمات سے ہے جیسا کہ ائمۂ تفسیر اور علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور قاعدۂ اصول کے مطابق محکم آیت وہ ہوتی ہے جس کی تخصیص وتاویل نہیں ہوسکتی۔ نہ اسے تبدیل ومنسوخ کیا جاسکتا ہے۔ اگر آیت قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَد کو ایسی وحدت پر محمول کیا جائے جس کے معنی میں وجودِ غیر کا انعدام واجب نہ ہو تو آیتِ محکم کی تاویل بلکہ تبدیل وتنسیخ لازم آتی ہے۔

تاویل کے لزوم کا طریقہ وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد قل ھو اللہ احد ظاہر کتاب سے ہے اور ظاہر وہ ہے کہ اس سے نفسِ صیغہ کے ساتھ مراد ظاہر ہو پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وحدت جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد، قل ھو اللہ احد سے مفہوم ہوتی ہے، نفسِ صیغہ کے ساتھ وحدت ہے جس میں وجودِ غیر کا انعدام ہے، جیسا کہ ہم نے سابقہ توجیہہ میں جو عربی زبان کے اسلوب سے متعلق ہے، بیان کیا ہے، اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اللہ احد سے جو نفس صیغہ کے ساتھ ہے یہ وحدت مفہوم ہوگی لا محالہ دوسری وحدت لفظ ظاہر کے محتملات پر مبنی ہوگی **وصرف اللفظ الظاھر الیٰ بعض محتملاتہ تاویل کما عرف** (اور لفظ ظاہر کی اس کے بعض محتملات کی طرف گردان کرنا تاویل ہے جیسا کہ معلوم ہے)۔

نسخ کے لزوم کا طریقہ وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ آیت قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ وحدت سے متعلق مطلق آیتِ قرآنی ہے اور تمام آیات جو باری تعالیٰ وتقدس کی وحدت پر دلیل ہیں وہ معنی وحدت کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے مقیدہ آیات ہیں کیوں کہ وہ وحدت جو قل ھو اللہ احد سے مفہوم ہوتی ہے وہ وجودِ غیر کے انعدام کے معنی کے ساتھ ہے اس میں اور کوئی شک نہیں کہ یہ وحدتِ مطلق ہے کیوں کہ اس وحدت میں دوئی کی نفی کل وجوہ سے ہے نہ کہ بعض وجوہ سے۔ لہٰذا اگر آیت قل ھو اللہ احد کو جو مطلق آیتِ قرآنی ہے، اُن تمام آیاتِ وحدت پر جو مقید ہیں محمول کیا جائے، تو لامحالہ مطلق آیت مقید ہوجاتی ہے اور مطلق کو مقید کرنا اسے منسوخ وتبدیل کرنا ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

مذہب یہ ہے کہ[۱] مطلق کا حکم اس کے اطلاق پر اور مقید کا حکم اس کے تقید پر ہوتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ[۲] (بجز اس کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں) اور اِنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ[۳] اور دیگر آیاتِ دالہ باری تعالیٰ کی وحدت پر اس معنی میں محکم ہیں کہ اُن سے وجودِ مثل کا انعدام لازم آتا ہے۔ بے شبہ وجودِ غیر کے انعدام میں وجودِ مثل کا

---

[۱] یہاں سے آخری پیرے تک تمام عبارت عربی میں ہے اور اس کے نیچے فارسی ترجمہ ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت کو ترجمے کے متن میں نقل کرنا ضروری نہ سمجھا صرف فارسی ترجمے کا ترجمہ کیا ہے۔

[۲] پارہ ۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۸

[۳] پارہ ۱۶۔ سورۃ الکہف، آیت ۱۱۰ (ترجمہ) تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔

انعدام بھی شامل ہے، اس کے برعکس وجودِ ظل کے انعدام سے وجودِ غیر کا انعدام لازم نہیں آتا۔

قانونِ علمِ کلام:۔ تیسری توجیہ علمِ کلام کے قانون کے مطابق یہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں، اگر ہم ذاتِ باری تعالیٰ کے وجود کے ساتھ وجودِ غیر کا اثبات کرتے ہیں تو ذاتِ باری سبحانہ، وتعالیٰ کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے۔ اگر اس گمراہ اعتقاد کو ماننے والا کوئی شخص یہ کہے کہ وجودِ غیر کے اثبات سے ذات کا محدود ہونا کیونکر لازم آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تمام متکلمین جو ملت کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ دو چیزوں کے درمیان مغایرت، ایک دوسرے سے امکانِ جدائی کے بغیر ناممکن ہے (الغیران هما اللذان یمکن انفکاک احد هما عن الآخر) کیوں کہ دو چیزیں اگر الگ الگ نہ ہوں تو ان میں مغایرت ہو ہی نہیں سکتی، (بلکہ) میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر دو ذاتیں بے منتہا ہوں تو اُن میں سے ایک پر جمع بین الضدین لازم آئے گا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ مثلاً گرم پانی جس میں آگ پانی کی معیت میں ہے اور پانی آگ کی معیت میں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی حد ہے کیوں کہ اگر محدود نہ ہوتے تو یہ لازم آتا کہ ایک دوسرے کے مکان میں ہوں اور یہ جمع بین الضدین ہوتا اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ دونوں ایک ہوگئے ہیں، یہ اتحاد بین الضدین ہے کیوں کہ دو چیزوں کا اتحاد عبارت ہے اس حقیقت سے کہ دونوں کے درمیان جو حد ہے وہ رفع ہوگئی اور جو رکاوٹ ہے وہ دور ہوگئی۔

بے شک اس صورت میں جدا کرنے والی حد اور رکاوٹ کرنے والا حجاب نہیں ہے لیکن ہر ایک ذات سے ملی ہوئی ایک انتہا موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ۝ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ.[1] (اسی نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے ہیں (اور) دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے) غور کرو اور جانو (حضرت قدوۃ الکبراؒ نے) اس مقام پر شیخ احمد بخاری کی شرح کا اعادہ فرمایا کہ (انھوں نے کہا ہے):

> ”ہم نے تسلیم کیا کہ جو وحدت قل هو الله احد سے مفہوم ہوتی ہے۔ وہ وجودِ غیر کے انعدام کے معنی کے ساتھ ہے۔ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں۔ اس کا اثبات عربی زبان کے اسلوب، اصولِ فقہ اور علمِ کلام کے قانون کے مطابق ہوا لیکن حقیقت پر متعذر[2] ہونے کے لیے آیت کا اجرا ناممکن ہے کیوں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص آسمان و زمین اور محسوس ہونے والے اجسام کو دیکھتا ہے، خیر و شر کو جانتا ہے عقل میں آنے والے حقایق دریافت کرتا ہے۔ پس اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ایسی وحدت کے قایل ہوتے ہیں جو کسی وجہ سے وجودِ غیر کے انعدام کو لازم کرتی ہے تو اس صورت میں حس اور عقل کا انکار لازم آتا ہے۔“

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورۂ رحمٰن، آیت ۱۹۔ ۲۰

[2] یہاں سے آخرِ اقتباس تک عربی عبارت مع فارسی ترجمہ نقل کی گئی ہے۔ مطبوعہ نسخہ ص ۱۳۳۔ مترجم نے فارسی سے اردو ترجمہ کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ آیت قل ھو اللّٰہ احد آیاتِ قاطعہ سے ہے کیوں کہ آیاتِ محکمات سے ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور فرقِ قاعدۂ فن کے سبب نصوص کا انکار کرنا اہلِ سنت وجماعت کے مذہب کے حس وعقل سے نہیں ہے بلکہ معتزلہ کا مسلک ہے جو فلاسفہ کے دامنوں سے اٹک کر ڈانوا ڈول ہو گئے ہیں اور عقل کو دلائل سمعی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی بنا پر معتزلہ باوجود آیاتِ قاطعہ کے اللہ تعالیٰ کی رویت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت محال ہے۔ اسی طرح تقدیرِ خیر وشر سے متعلق آیاتِ قاطعہ اور صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اسی طرح کی دوسری باتیں کہتے ہیں۔ اُن کے تمام مسائل کمزور عقل، خراب فہم اور ناپسندیدہ عقائد پر مبنی ہوتے ہیں لیکن اہلِ سنت وجماعت جو دین میں برگزیدہ تھے، ان کی روش عقلِ سلیم، فہمِ راست اور پسندیدہ عقائد کے مطابق رہی۔ انھوں نے واضح آیاتِ اور محکمات کا انکار فرقِ قاعدۂ فن کی بنا پر جائز نہیں رکھا بلکہ انھوں نے ایسے عقیدے کو دین میں الحاد خیال کیا اور کہا کہ جو چیز نصِ قطعی اور آیاتِ محکمات سے ثابت ہے اور ہماری عقل ان کا ادراک کرتی ہے ہم اُن پر ایمان لانا واجب جانتے ہیں اور اُن متشابہات پر بھی ایمان لاتے ہیں جن کا ادراک ہماری عقل نہیں کرتی۔ نؤمن به ولا نشتغل بکیفته ونفوض علمه الیٰ اللّٰه تعالیٰ وهذا مذهب السلف والخلف ان یاوّله بتاویل موفق للمحکم۔ یعنی ہم (متشابہ پر) ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کی بحث میں نہیں پڑتے۔ ہم اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ سلف وخلف کا یہی مذہب رہا ہے کہ ہم متشابہ کی تاویل محکم آیت کے موافق کریں۔ نیز انھوں نے رویت کے مسئلے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت ثابت ومعلوم ہے لیکن اس متشابہ کی کیفیت غیر معقول (ماورائے عقل) ہے۔ انھوں نے قضا وقدر کے مسئلے میں کہا ہے، خیر وشر کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم وثابت ہے۔ امر ونہی کے ربط باہمی اور ثواب وعذاب نیز بندوں کے وجود میں آنے سے پیشتر ان کے افعال کے ساتھ خیر وشر کی تقدیر متشابہ ہے اور ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے مسئلے میں کہا ہے، اللہ تعالیٰ کے کلام کی وحدت اور اس کا قدیم ہونا معلوم وثابت ہے لیکن کلام واحد ازلی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی کیفیت، مختلف زبانوں میں وقت کے تقاضوں کے مطابق کیسی رہی ہے متشابہ ہے اور ہماری عقل سے ماورٰی ہے۔

اے عزیز! یہ چند تمہیدی مقدمات اور اصول جو ہم نے بیان کیے ہیں وہ اس لیے کیے ہیں کہ وہ آیاتِ قرآنی جو اللہ تعالیٰ کی وحدتِ خالص پر دلیلِ قاطع ہیں تجھے معلوم ہو جائیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ کلام مجید کی آیاتِ محکمات سے وجودِ غیر کا معدوم ہونا ثابت ہے اور اس کے انکار سے مذہب اہلِ سنت وجماعت سے نکل جانے کا خوف ہے، چناں چہ صاحبِ عقل شخص پر واجب ہے کہ وہ اہل سنت وجماعت کے راستے سے قدم باہر نہ رکھے اور معتزلہ نیز اہلِ ہوس وبدعت کے فریبوں میں مبتلا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی وحدت پر جس طرح قرآن حکیم اور احادیث سے ثابت ہے اعتقاد رکھے اور وحدت کے وہ معانی جو اس کی سمجھ میں آئے ہیں اور جنھیں اس کی عقل قبول کرتی ہے ایمان لائے نیز وہ باتیں جو اس کی فہم وعقل میں نہیں آئی

ہیں انھیں اللہ تعالیٰ اور علم میں راسخ حضرات کے سپرد کردے۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے کہ **من لم یکن لہ نصیب من ھذا العلم اخاف علیہ من سوء الخاتمۃ وادنیٰ النّصیب منہ التصدیق وتسلیم لا ھل تحقیقہ** یعنی جس شخص کو اس علم سے حصہ نہیں ملا مجھے اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے اور اس کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اہل تحقیق کے قول کی تصدیق کرے اور اس کو تسلیم کرے۔

اس کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا، میں کہتا ہوں ”اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی“ یہ دو حال سے خالی نہیں ہے کہ اس کا غیر جو ظاہر ہوا وہ یا تو اس کی ذات سے خارج پیدا ہوا اور اس کی ذات سے جدا پیدا ہوا یا اس کی ذات سے پیدا ہوا۔ اگر کہیں کہ اس کی ذات سے خارج پیدا ہوا اور اس کی ذات سے الگ پیدا ہوا[1] تو ذات الٰہی کی نہایت لازم آتی ہے۔ یہ محال ہے کیوں کہ بوقت ضرورت کسی چیز کی نہایت ثابت کرنے کے لیے، اس کی ذات سے خارج کوئی چیز فرض کی جائے گی حالاں کہ وہ خارج میں نہیں ہوتی۔ اگر یہ کہیں کہ اس کی ذات سے پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی صفات میں تغیر لازم آتا ہے۔ ثبوت کے لیے ذات میں پارہ پارہ ہونا اور جدا جدا ہونا ضروری ہے اور یہ ہونا محال ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے استفادے کا قول باوجود دونوں کے درمیان عدم غیریت کے اس کی ذات میں پارہ پارہ ہونا درست نہیں آتا کیوں کہ پارہ پارہ ہونا (کسی) چیز کے پارہ پارہ ہوجانے سے عبارت ہے اور جزئیت ثابت نہیں ہوتی لیکن غیریت کے بعد، (اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ) علما اس پر متفق ہوجائیں کہ جز کل کا غیر ہے۔ پس ان مقدمات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ذات سے موجودات کا ظہور اور کائنات وصفات کا صدور، مذکورہ دونوں صورتوں میں ممتنع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودات کے ظہور کی ایک تیسری صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مرتبۂ وحدتِ صرف سے نزول فرما کر سب سے پہلی تجلی جو فرمائی وہ اپنے علم کی تھی۔ اول اجمالی پھر تفصیلی۔ اسکے بعد ارواح، امثال اور اجسام اپنی ذات اور حقیقت کی حدیں بطریق تمثیل ظاہر ہوئے، جیسے کہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں جبریل علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ اس کی مثالیں کہ بعض اکابر (اپنی حین حیات میں) متعدد اور متنوع صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوئے خاصی مشہور ہیں جن کو بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور حضرت مولوی رومی کا مستزاد اس کی مثال ہے۔

ا۔ ہر لحظہ بہ شکلِ آں بتِ عیّار بر آمد   دل برد و نہاں شد
ہر دم بہ لباسِ دگر آں یار بر آمد   کہ پیر و جواں شد
۲۔ چوبے بترا شیدو دو صدتا ریرو بست   قانوں گرِ عالم
صد نالۂ زار از دلِ ہر تار بر آمد   ارواح رواں شد
۳۔ گاہے بدلِ طینتِ صلصال فرو شد   غوّاصِ معانی

---

[1] یہاں سے پیرے کے آخر تک عربی عبارت مع ترجمۂ فارسی تحریر کی گئی ہے۔ احقر مترجم نے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۳۴

گاہے زتہِ کہگلِ فخّار بر آمد   زاں پس بجہاں شد
۴۔ گہ نوح شدو کردجہا نے بدعا غرق   خودرفت بکشتی
گہ گشت خلیل وزدلِ نار برآمد   آتش گل ازاں شد
۵۔ یوسف شدہ از مصرفرستاد قمیصے   روشن گر عالم
وازدیدۂ یعقوب بہ انوار بر آمد   تادیدہ عیاں شد
۶۔ حقا کہ ہمو بود کہ اندرید بیضا   می کرد شبانی
وزچوب شدو بر صفتِ مار بر آمد   زاں فخر جہاں شد
۷۔ می گشت دمی چند بریں روئے زمیں او   از بہر تفرّج
عیسےٰ شدو بر گنبدِ دوّار برآمد   تسبیح کناں شد
۸۔ فی الجملہ ہمو بود کہ می آمدومی رفت   ہر قرن کہ دیدی
تاعاقبت آں شکلِ عرب وا ربر آمد   دارائے جہاں شد
۹۔ منسوخ نبا شدچہ تناسخ بہ حقیقت   زاں دلبر زیبا
شمشیر شدو از کفِ کرار برآمد   قتّالِ جہاں شد
۱۰۔ نے نے کہ ہمو بود کہ می گفت انا الحق   در صورتِ یحیٰ
منصور نہ بود آں کہ براں دار بر آمد   نادان بگماں شد
۱۱۔ خود شمس تبریز شدہ دردلِ مولا   جاکر دہاں جا
عرفاں شدہ بر صورتِ اسرار بر آمد   آں گنج عیاں شد
۱۲۔ ایں دم نہ نہاں است بہ بیں گر بصرت ہست   از دیدۂ باطن
این ست کزوآں ہمہ گفتار بر آمد   یعنی صفتاں شد
۱۳۔ رومی سخن کفرنہ گفت است چو قائل   منکر مشویدش
افر بشدآں کس کہ بہ انکار بر آمد   از دوز خیاں شد
۱۴۔ ایں سرّ نہ سرّیست کہ ہر یار بفہمد   زیں سرِ معمّا
دریافت کسے کوز ہرکار بر آمد   اسرار بیاں شد

ترجمہ:۔ (1) وہ عیار محبوب ہر آن نئی صورت میں آتا ہے اور دل لے کر چھپ جاتا ہے۔
وہ دوست ہردم نئے لباس میں نمودار ہوتا ہے۔ کبھی لباس پیری میں کبھی لباس جوانی میں۔

(۲) کبھی اس نے ایک لکڑی کو تراشا، اس میں دو سو تار جوڑ کر ساز بنایا پھر ساز بجانے لگا اور ایسا خوب بجایا کہ ہر تار کے دل سے سیکڑوں نالے بلند ہوئے اور عالمِ ارواح میں ہلچل مچ گئی۔

(۳) کبھی بحرِ حقیقت کا غوّاص بن کر مٹی کی فطرت میں داخل ہو گیا اور اس کی تہ سے نکل کر واپس جنت میں آ گیا۔

(۴) کبھی نوحؑ ہوا اور دنیا کو طوفان سے غرق کرنے کی دعا کر کے خود کشتی میں بیٹھ گیا کبھی خلیلؑ کی صورت سلامتی کے ساتھ آگ سے نکلا اور آگ گل ہو گئی۔

(۵) کبھی یوسف علیہ السلام بنا اور مصر سے اپنا پیرہن روانہ کیا جس سے عالم میں خوشبو پھیل گئی۔ یعقوبؑ کی آنکھوں سے انوار پھوٹنے لگے اور نظر نہ آنے والی چیزیں عیاں ہو گئی۔

(۶) بے شک یدِ بیضا کی تجلّی میں وہی تھا، اس نے (موسیٰؑ ہو کر) گلہ بانی کی۔ وہی عصا بھی تھا اور اژدھا بھی (جس نے دربارِ فرعون میں فتح پائی) اور فخرِ جہاں ہوا۔

(۷) کچھ مدّت زمین پر گھوما پھرا، پھر سیر تماشے کے لیے عیسیٰؑ ہو کر آسمانوں میں چلا گیا اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گیا۔

مختصر یہ کہ وہی محبوب تھا جو آتا اور جاتا تھا ہر زمانے میں تو نے اسے دیکھا، بالآخر وہی بشکلِ عرب سلطانِ عالم ہوا۔

(۹) حقیقت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، وہی دلبرِ زیبا شمشیر ہو کر شمشیر زن کے ہاتھ سے برآمد ہوا، اور قتال ہو گیا۔

(۱۰) نہیں نہیں وہی تھا جس نے یحییٰ کی صورت میں انا الحق کہا۔ نادان اس گمان میں ہیں کہ وہ منصور تھا جسے سولی پر لٹکایا گیا۔ نہیں وہ منصور نہ تھا بلکہ وہی تھا۔

(۱۱) خود شمس تبریزی ہو کر عاشق کے دل میں جا رہا۔ عرفان ہو کر اسرار کی صورت میں ظاہر ہوا۔ (چھپا ہوا) خزانہ ظاہر ہو گیا۔

(۱۲) وہ اس وقت بھی نہاں نہیں ہے اگر دیدۂ باطن رکھتا ہے تو دیکھ لے۔ وہی ہے جس کی اتنی صفات بیان کی گئیں۔

(۱۳) رومی نے کوئی کفریہ بات نہیں کی اس کا انکار نہ کرو۔ کافر وہ شخص ہوتا ہے جو انکار کرتا ہے اور دوزخیوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

(۱۴) (ہاں یہ ضرور ہے کہ) یہ راز ایسا راز نہیں ہے جسے ہر کوئی جان لے۔ یہ راز ایک معمّا ہے اور اسے وہی جان سکتا ہے جو مقصد کے خیال سے نکل چکا ہو۔ اس پر اسرارِ حقیقت کھلتے ہیں۔

دوسری آیت:۔ قرآن حکیم کی دوسری آیت جو اہلِ توحید و وحدت کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ[1] ہے (وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے) اس کا ثبات بھی اُن وجوہ ثلٰثہ اور ان کی توجیہات کے

---

[1] پارہ ۲۳۔ سورہ زمر، آیت ۴

طریق پر ہوتا ہے جو ہم قل ھو اللّٰہ احد سے متعلق بیان کر چکے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ آیت قل ھو اللّٰہ احد میں اللہ مبتدا ہے اور احد اس کی خبر ہے۔ آیت ھو اللّٰہ الواحد القھار میں اللہ موصوف ہے اور واحد اس کی صفت ہے۔ علم نحو میں قاعدہ ہے کہ عَلَم کے بعد خبر اس کی صفت ہو جاتی ہے اور عَلَم سے قبل صفت اس کی خبر ہو جاتی ہے۔ لغت میں واحد کے معنی ''ایک'' ہیں جیسے کہ کتاب صرح میں جوہری نے تصریح کی ہے کہ واحد بمعنی احد ہے، اگر ''مافی الدار واحد'' کہا یا ''مافی الدار احد'' کہا تو دونوں کا مفہوم ایک ہوگا۔ اگر چہ ''احد'' میں جو مبالغہ ہے وہ ''واحد'' میں نہیں ہے کیوں کہ احد صفت مشبہ ہے اور واحد اسمِ فاعل ہے۔ اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ صفتِ مشبہ کی دلالت استمرار پر ہوتی ہے اور اسم فاعل کی دلالت حدوث پر ہوتی ہے، لہٰذا شرع میں اسم احد کا اطلاق خاص اللہ تعالیٰ پر ہوا ہے۔ اسم واحد کا اطلاق اللہ پر نہیں ہوا کیوں کہ احد صرف اسم ''اللہ'' کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسم ''الہٰ'' کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ھو اللّٰہ الواحد القھار اور انما الھکم الہ واحد لیکن اسم احد سوائے اسم اللہ کے جاری نہیں ہوتا، اذا جآء فی التنزیل اللّٰہ احد ولم یجیی الھکم احد یعنی تنزیل میں اللہ احد آیا ہے الھکم احد نہیں آیا۔

بعض اہلِ تحقیق کہتے ہیں کہ واحد کا مقتضا یہ ہے کہ اس کا مثل ممکن نہیں اور احد کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا غیر معدوم ہے کیوں کہ واحد کا استعمال نفی مثل کے معنی میں ہوا ہے بر خلاف اس کے احد کا استعمال نفی مثل کے معنی میں نہیں ہوا۔ عرب کہتے ہیں فلاں واحد اہل زمانہ یعنی اس کا کوئی مثل نہیں، اسی معنی میں فلاں احد اہل زمانہ نہیں کہتے۔ بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب اسم واحد اسم قہار کے ساتھ آئے تو نفی غیر کا مقتضی ہوتا ہے۔ اس پر انھوں نے دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ[1] (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے) انھی معنوں میں ہے کیوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں اسم الواحد اسم اللہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے، اسم قہار کے بغیر نہیں ہوا ہے۔ مضمون ختم ہوا۔

تیسری آیت:۔ قرآن عظیم کی تیسری آیت جو اہلِ وحدت کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے وہ یہ ہے وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا[2] (اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو) اس کی توجیہ کا طریقہ وہ ہے جو کتبِ تفاسیر میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظ عبادت آیا ہے اس سے مراد توحید ہے نیز قاعدۂ اصول کی رو سے لاتشرکوا مطلق ہے اور شیئاً بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام ہے پس ان مقدمات کی بنا پر مذکورہ آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا کو ایک کہو اور اس کی یکتائی میں کسی کو کسی بھی وجہ سے شریک نہ کرو اور کسی امر میں کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ ظاہر ہے کہ اثباتِ غیر سے بندے کا شرک اور حق تعالیٰ کا شریک لازم آتا ہے کیوں کہ شرع میں شرک عبارت ہے اثباتِ شریک سے، یہ باری سبحانہ تعالیٰ کے شریک کا اثبات ہے۔

---

[1] پارہ ۲۴۔ سورہ المومن آیت ۱۶ [2] پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت ۳۶

لغت، شرع اور عرف کی رو سے "شریک" وہ ہوتا ہے جو کسی چیز میں دوسرے کے ساتھ شرکت کرے اگر وجود غیر کا اثبات کیا جائے تو وہ لامحالہ باری تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال میں شریک ہوگا۔ ذات میں شرکت دو ذاتوں میں وجود اثنینیہ سے عبارت ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کہتا ہے "میں ہوں" اور دوسرا شخص بھی کہتا ہے "میں ہوں" تو یہ ذات میں شرکت ہوگی اور صفات میں شرکت یہ ہے کہ دو ذاتوں میں ایک ہی صفت پائی جائے۔ مثال کے طور پر ایک شخص، علم وحیات کی صفت سے موصوف ہے اور دوسرا شخص بھی، علم وحیات کی صفت سے موصوف ہو تو یہ علم وحیات کی صفت کے ساتھ صفات میں شرکت کہلائے گی۔ افعال میں شرکت یہ ہے کہ دو ذاتوں سے ایک ہی طرح کا فعل ظہور میں آئے۔ مثال کے طور پر ایک شخص عدل واحسان کرتا ہے اور دوسرے شخص سے بھی عدل واحسان ظہور میں آتے ہیں تو یہ افعال میں شرکت ہوگی۔

اس مقدمے کے معلوم ہوجانے کے بعد میں کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں ہوں" اگر دوسرا بھی یہی کہے "میں ہوں" تو لامحالہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک ہوتا ہے۔ اسی طرح صفات وافعال میں شریک ہونے کا مسئلہ ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ازروئے شرع شرکت، باری تعالیٰ وتقدس کی صفتِ معبودیت میں کسی کے شریک ہونے کا اثبات ہے نہ کہ مطلق شرک وشریک کا اثبات۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں، اس معنی میں شریک کا انحصار مقید آیت کا تقاضا کرتا ہے لیکن اس کی تخصیص اللہ تعالیٰ کے ارشاد لا تشرکوا به شیئاً (اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو) سے ہوتی ہے جو آیاتِ محکمات سے ہے۔ ولا تشرکوا مطلق آیت ہے اور شیئاً بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام ہے۔ اس میں قطعاً شک کی گنجائش نہیں ہے کہ ست دلیل سے محکم آیت کا تقید (یعنی) کسی چیز کی تخصیص کے بغیر عمومیت نسخ ہے اور محکم آیت کا نسخ جائز نہیں ہے جیسا کہ معروف ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے اتقوا من الشرک الا صغر یعنی چھوٹے شرک سے بچو۔ نیز فرمایا الشرک اخفی فی امتی من ربیب النملة السوداء یعنی میری امت میں کالی چیونٹی کی رفتار سے شرک پوشیدہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے حارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا تعالوا انومن ساعة یعنی آؤ ہم ایک ساعت ایمان لائیں۔ اس طرح کی تمام احادیث شریفہ جو روایت کی گئی ہیں اس انحصار کے خلاف جاتی ہیں۔

تصوف کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ شرک کے درجوں کا فرق سالکین کے مقامات کے فرق کے مطابق ہے۔ بے شبہ سالکین کے مقامات واحوال متغیر ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں کچھ کہنا دشوار ہے، بس اسی قدر کہا جاسکتا ہے جو میں بیان کررہا ہوں۔ نفسِ شرک اللہ تعالیٰ کے شریک کے اثبات سے عبارت ہے۔ اس کے دو درجے ہیں، جلی (ظاہر) اور خفی (پوشیدہ) شرکِ جلی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفتِ معبودیت میں شریک کا اثبات ہے۔ شرکِ خفی اللہ تعالیٰ کی صفتِ موجودیت میں شریک کا اثبات ہے۔ شرکِ جلی اور شرکِ خفی کے درمیان بہت سے درجے ہیں۔ ان میں بعض درجے بعض درجوں سے زیادہ پوشیدہ ہیں۔ اس حقیقت کی تائید پیغمبر علیہ السلام کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جو ایمان کے درجوں کی تشریح سے متعلق فرمائی۔

الایمان بضع وسبعون شعبة ادنا ھا اماطة الاذی عن طریق المسلمین و اعلیھا کلمة لا الہ الااللہ۔ لم یذکر الأ اعلاھا و ادنا ھا و ترک بینھما المراتب الکثیرة المتفاوتہ لعمری ان ذالک داب البلغاء اذلھم احتراز عن التطویل ھذا مضی و اللہ اعلم۔

ترجمہ: ایمان کی ستر اور کچھ شاخیں ہیں۔ ان میں ادنیٰ مسلمانوں کے راستے سے تکلیف رفع کرنا ہے اور اعلیٰ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ سوائے اعلیٰ اور ادنیٰ درجوں کے اور کسی کا ذکر نہ فرمایا۔ ہر دو مراتب کے درمیان جو درجے ہیں اور جن میں بہت فرق ہے ان کا ذکر چھوڑ دیا۔ اپنی جان کی قسم اہل بلاغت کی یہ عادت ہے کیوں کہ انھیں طول کلام سے احتراز ہوتا ہے یہ مضمون تمام ہوا۔ واللہ اعلم

چوتھی آیت:۔ قرآنِ کریم کی چوتھی آیت جو اصحابِ وحدت کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ہے[1] (کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی ہر بات سننے والا دیکھنے والا ہے) اس کی توجیہ کی دو صورت ہیں۔

وجہ اوّل، میں کہتا ہوں کہ اگر ہم حق تعالیٰ کے غیر کا وجود ثابت کرتے ہیں تو حق تعالیٰ کا مثل لازم آئے گا کیوں کہ مماثلت کا مطلب صفات میں اشتراک ہے۔ جب دوسری ذات کے وجود کا اثبات ہوتا ہے تو لامحالہ اس کی صفات کا اثبات بھی لازم ہوجاتا ہے اس لیے کہ ذات کا وجود بغیر صفات کے محال ہے بے شبہ حیات، علم، قدرت اور ارادہ وغیرہ صفات ہیں۔ یہ تمام باری تعالیٰ کی صفات ہیں، پس جس ذات میں یہ صفات پائی جائیں گی وہ اللہ تعالیٰ کی مثل ہوگی۔

اگر ہم فرض کریں کہ باری تعالیٰ کے غیر کی ذات میں باہمہ وجوہ مماثلت نہیں ہے (صرف چند صفات اس میں ہیں) تب بھی نفسِ وجود میں دونوں مماثل ہوں گے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مماثلت کا مطلب تمام صفات میں اشتراک ہے جیسے کہ کتاب "عقیدۂ حافظیہ" میں بیان کیا گیا ہے، وعندنا ھی یثبت بالا شتراک فی جمیع الا وصاف حتیٰ لو اختلافافی صفة لا یثبت المماثلة لان مثلین مالیس احد ھما مسد الا خر یعنی ہمارے نزدیک (مماثلت) تمام اوصاف میں اشتراک ثابت کرتی ہے اگر ایک صفت میں اختلاف ہو تو مماثلت ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ دو مثل وہ ہوتے ہیں (کہ) ان دو میں سے ایک دوسرے کی جگہ قایم ہوجائے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام صفات میں ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ مشارکت ناممکن ہے کیوں کہ دراصل "علاحدگی"، "موافقت" کی غیر ہے اس لیے کہ افراد کے درمیان موافقت ان کی اصلیت کے باعث ہوتی ہے اور علیحدگی تخصیص ہے اور بے شبہ تخصیص صفت ہے جیسا کہ علم الکلام کے

---

[1] پارہ ۲۵۔ سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱

مبادیات میں معروف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مماثلت کے لیے تمام اوصاف میں اشتراک شرط نہیں ہے بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا، قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ[1] ((اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجیے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں) تو (ہم میں سے) ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشریت میں بھی دوسروں کی مانند نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کھانے پینے کے ترک کرنے کے باب میں فرمایا، انی لست کا حد کم یعنی یقیناً میں تمھاری طرح کا شخص نہیں ہوں، پس اس ارشاد نے اُس نوعِ بعید میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انسانوں کے درمیان تھی اپنے آپ ﷺ کو (صرف) نفسِ بشریت میں لوگوں کی مثل قرار دیا۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ مماثلت کے لیے تمام اوصاف میں مشارکت شرط نہیں ہے۔ میں یہ بھی کہتا ہوں، فقہا کا قول ہے الا عتبار بالا مثال من صفة الرجال یعنی مثالوں سے مراد لوگوں کی صفت سے ہے اور اس میں شک نہیں کہ علت بیان کرنے والا دو مقیس علیہ کے بارے میں جو علت پیدا کرتا ہے وہ ایک ہوتی ہے۔ اور بالاتفاق مقیس، مقیس علیہ کی مثل ہے۔ میں یہ بھی کہتا ہوں، زید مماثلت میں شیر کی مثل نہیں ہے مگر ایک صفت میں اور وہ بہادری ہے۔ اس مثلیت کے اہلِ لغت اور علما بھی منکر نہیں ہیں۔

اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے، جب آپ مماثلت کے لیے تمام صفات میں مشارکت کی شرط قبول نہیں کرتے تو کس وجہ سے صفاتِ ذاتی میں جو تمام ماہیوں میں اشتراک سے عبارت ہے کی شرط نہیں مانتے جیسا کہ کتاب ''طوالع'' میں کہا گیا ہے، الغیران ان اشتر کافی الماهية فمثلان یعنی اگر دو غیر ماہیت میں شریک ہیں تو دو مثل ہیں تو آپ مماثلت کو اس معنی پر کیوں محمول کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا مثل لازم نہیں آتا کیوں کہ مخلوقات میں کوئی ہستی تمام ماہیوں میں اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں ہے۔

میرا جواب یہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث، فقہا کے اقوال اور اہلِ بلاغت کی تراکیب میں مثل کے معنی علی الاطلاق پاتے ہیں تو مثل کا تقید اُن معنی میں ہو ہی نہیں سکتا جو متکلمین بیان کرتے ہیں سوائے اس کے کہ یہ ایک مجرّد اصطلاح ہے اور ضروری نہیں کہ ایک قوم کی اصطلاح دوسری قوم کے لیے حجت ہو۔

وجہ دوم، میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد لیس کمثله شئی، آیاتِ محکمات میں سے ہے۔ اس میں 'مثل' مطلق ہے اور 'شئی' بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام ہے کیوں کہ کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ حضرتِ عزّت تعالیٰ وتقدس کا مثل ایک جہت سے ہے اور ایک جہت سے نہیں ہے۔ اہلِ اسلام یہ بھی نہیں کہتے کہ اللہ کی مثل ایک چیز ہے اور ایک چیز نہیں ہے۔ پس اگر ہم مماثلت کو تمام صفات میں اشتراک کی قید کے ساتھ یا تمام ماہیوں میں اشتراک کی قید کے ساتھ مقید کریں تو لامحالہ مطلق آیت کو مقید کرنا ہوگا، بالکل اسی طرح غیر مخصوص چیز، مخصوص چیز نہیں ہوتی۔ بے شبہ مطلق آیت کو مقید کرنا اور بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام کو خاص کرنا، ست دلیل کے ساتھ نسخ کرنا ہے جب کہ محکم آیت کا نسخ جائز نہیں جیسا کہ سب کو معلوم

---

[1] پارہ ۱۶۔ سورہ الکہف آیت۔ ۱۱

ہے۔ یہ مضمون تمام ہوا۔

پانچویں آیت:۔ قرآنِ عظیم کی پانچویں آیت جو اہلِ توحید کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے یہ ہے، **کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ**[ل] (سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے) جمہور علما اور اہلِ تفسیر بالا تفاق اس کی توجیہہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہاں "ذات" سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور ازروئے لغت ہلاک کے معنی نیستی کے ہیں اور ہالک نیست کو کہتے ہیں۔ پس ان مقدمات کے مقتضا پر جو بیان کیے گئے ہیں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر شے نیست ہے اور ہست نہیں ہے۔ بے شبہہ یہ معنی وجودِ حق کو ثابت کرتے ہیں اور غیر کے وجود کی نفی کرتے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ ازروئے لغت ہلاک مطلق نیست ہے لیکن مطلق نیستی نہیں ہے بلکہ وہ نیستی ہے جو موت اور فنا سے واقع ہوتی ہے اور بے شبہہ موت اور فنا وجود کی سبقت ثابت کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ وجود جس کا اوّل "عدم" اور آخر "فنا" ہو، اہلِ بصیرت کے نزدیک ایسا وجود عدم کے حکم میں آتا ہے ولذا قیل، الوجود بین العدمین کالطھر المتخلل بین الدمین یعنی کہا گیا ہے کہ دو عدموں کے درمیان وجود، دو خون کے درمیان طہر کی مانند ہے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اشیا کا وجود فی نفسہٖ نہیں۔ عام لوگ اس سبب سے کہ اشیا (خارج میں نظر آتی ہیں) ان کا قیام فی نفسہٖ تصور کرتے ہیں، درست نہیں ہے بلکہ ان کا قیام اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ہے۔ بے شبہہ اہلِ عقل ایسے وجود کو وجود تسلیم نہیں کرتے بلکہ عدم محض خیال کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اوحد الدین کرمانی نے فرمایا ہے۔ مثنوی:

چیزے کہ وجودِ او بخود نیست
ہستیش نہادن از خرد نیست

جس شے کا وجود اپنی ذات سے نہیں ہے، اسے ہستی کہنا خلافِ عقل ہے

ہستی کہ بحق قیام دارد
او نیست ولیک نام دارد

وہ موجود شے جس کا قیام حق تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ہے وہ کچھ نہیں ہے صرف نام ہی نام ہے

تا جنبشِ دست ہست مادام
سایہ متحرک است ناکام

جب تک (کسی کام سے) ہاتھ جنبش کرتا رہے گا، اس کا سایہ بھی حرکت کرے گا لیکن یہ بے مقصد حرکت ہوگی۔

چوں سایہ زدست یافت مایہ
بس نیست جدا ز اصل سایہ

[ل] پارہ ۲۰۔ سورہ القصص آیت ۸۸

جب سائے نے ہاتھ سے قدرت حاصل کر لی تو پھر اپنے اصل سے پیوست ہو جاتا ہے

ہست است ولیک ہست مطلق
نزدیک حکیم نیست جز حق

ہست یعنی "ہے" کا اطلاق وجودِ مطلق پر ہوتا ہے، صاحب عقل کے نزدیک سوائے حق تعالیٰ کے کوئی وجود نہیں رکھتا

بر نقش خود است فتنہ نقاش
کس نیست دریں میاں تو خوش باش

نقاش اپنے نقش پر خود عاشق ہے، درمیان میں کوئی حائل نہیں ہے بس مطمئن رہو

خود گفت حقیقۃ وبشنید
واں روئے کہ خود نمود خود دید

درحقیقت اسی نے کہا اور اسی نے سنا۔ خود اپنا چہرہ دکھایا اور خود ہی اسے دیکھا

پس باد یقیں کہ نیست واللہ
موجود حقیقی ماسوی اللہ

پس خدا کی قسم یقین کر کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی موجود حقیقی نہیں ہے۔

حق کے ساتھ اشیا کا قیام، پانی کے ساتھ بلبلے کے قیام کی مانند ہے اور اشیا میں حق کا ظہور حباب کی شکل میں پانی کے ظہور کی مانند ہے یا سراب کی صورت ہوا کے قیام کی مانند ہے۔ جب تک سالک حجاب بشریت کے سبب بُعد میں ہے، اشیا کو موجود خیال کرتا ہے، جب فضائے قرب میں پہنچتا ہے تو وجودِ حق کی عظمت کے سامنے اشیا کو معدوم پاتا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُهُمۡ كَسَرَابٍۭ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـئًا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ[1] (اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو (جو سمجھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور قضائے الٰہی کو پایا)۔ اس معنی کی حقیقت ہے۔ جب حدوث قِدَم کی پناہ میں آتا ہے تو معدوم ہو جاتا ہے اور ظہورِ ربوبیت سے عبودیت مضمحل ہو جاتی ہے تو كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ ۖ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ[2] (جتنے روئے زمین پر ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی) کا شاہد آئینۂ کائنات میں جمال دکھاتا ہے اس وقت سالک جان لیتا ہے کہ كُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ کے کیا معنی ہیں۔ بیت:

---

[1] پارہ ۱۸۔ سورہ النور، آیت ۳۹

[2] پارہ ۲۷۔ سورہ الرحمٰن، آیات ۲۶۔۲۷

ہر کہ در راہِ طریقت با حقیقت سالکست
نزدِ آں کس غیرِ وجہ اللہ جملہ ہالکست

ترجمہ: جو کوئی طریقت کی راہ میں حقیقت کے ساتھ سفر کرتا ہے اس کے نزدیک ذاتِ الٰہی کے سوا سب اشیاء نیست ہیں۔

چھٹی آیت:۔ چھٹی آیت جو آیاتِ محکمات سے ہے اور وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے **فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ**[1] (کیوں کہ تم لوگ جس طرف کو منھ کرو، ادھر (ہی) اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے) اس کی توجیہہ کا طریقہ یہ ہے کہ یہ ارشاد مکان سے متعلق ہے۔ ازروئے لغت تولیت کے معنی رُخ کرنے کے ہیں اور ثَمَّ اشارہ ہے اُس مکان کی جانب جو اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے اور وجہ سے باری تعالیٰ کی ذاتِ پاک مراد ہے، چناں چہ آیت کے معنی یہ ہوں گے ”تم جس طرف بھی رُخ کرو اُدھر باری تعالیٰ کی ذات ہے۔“

یہ امر یقینی ہے کہ جب وجودِ غیر کو فرض کر کے رخ کریں گے تو اُدھر اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی کیوں کہ وجودِ غیر کو فرض کر کے رخ کرنا دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا، یا تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو وجودِ غیر سے جدا (منفک) فرض کریں یا وجودِ غیر میں شامل (غیر منفک) فرض کریں۔

اگر جدا فرض کریں تو ظاہر ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی اور اگر شامل فرض کریں تب بھی وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی۔ اس صورت میں لامحالہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیر کی ذات کے ساتھ اس طرح فرض کرنا پڑے گا جیسے گرم پانی میں آگ یا جسم میں روح کا ساتھ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گرم پانی میں آگ اپنے مکان میں ہوتی ہے پانی کے مکان میں نہیں ہوتی، اسی طرح پانی اپنے مکان میں ہوتا ہے آگ کے مکان میں نہیں ہوتا۔ یہی مثال جسم اور روح پر منطبق ہوتی ہے کہ جسم میں روح اپنے مکان میں ہوتی ہے اور جسم اپنے مکان میں ہوتا ہے۔ نہ روح کے مکان میں جسم ہوتا ہے نہ جسم کے مکان میں روح ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دو ضدوں کا جمع ہونا لازم آتا ہے جیسے کہ اس کی تحقیق **قل ھو اللہ احد** کی تشریح میں تیسری توجیہہ کے تحت ہو چکی ہے۔ جب یہ حقیقت ثابت ہو گئی تو میں کہتا ہوں، اس حال میں اگر کوئی ایک کے مکان کی طرف رُخ کرے تو لامحالہ اُس مکان میں دوسرا نہ ہوگا پس میں نے جانا کہ وجودِ غیر کے اثبات کے ساتھ **اینما تولوا فثم وجه الله** درست نہ ہوگا سوائے اس کے کہ غیر کے وجود کو اللہ تعالیٰ کے وجود سے منفک یا غیر منفک فرض کریں۔ اس کی وضاحت کا طریقہ اس توجیہہ میں ہے جو میں کہتا ہوں، اگر ہم غیر کا وجود فرض کریں تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جدا فرض کریں گے کیوں کہ انفکاک کے تصور کے بغیر وجودِ غیر محال ہے۔ مگر یہ کہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات کے لیے حماس اور اتصال لازم کر دیا جائے جیسا کہ فنِ کلام میں معروف ہے اور جب غیر کا وجود اللہ تعالیٰ سے منفک فرض کریں تو

---

[1] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۱۵

بے شک وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، جب چند آیاتِ محکمات وحدت الوجود سے متعلق بیان کی گئی ہیں تو چند احادیث و آثار جو وجودِ واحد ثابت کرتی ہیں بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث:۔ صحاح کی حدیثوں سے جو وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہیں اوّل کلمۂ قدسیہ یہ ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، حاکیاً عن اللہ **انا الاحدالصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفوا احد** یعنی اللہ سے حکایت ہے، میں یکتائے بے نیاز ہوں کہ نہ جنا اور نہ جنا گیا اور جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اس کی توجیہہ بھی انھی وجوہ ثلٰثہ کے مطابق ہے جو آیت **قل ھو اللّٰہ احد** کے سلسلے میں بیان کی گئی ہیں کیوں کہ اس حدیث کا اسلوبِ بیان اور اُس آیت کا طرزِ بیان ایک ہی قاعدے پر ہے اور لفظ و معنی کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔

گروہِ صوفیہ کے نزدیک مرتبۂ ذات میں کسی نوع کی کثرت نہیں ہے نہ بالفعل نہ بالقوہ، **لم یلدولم یولد** اسی مرتبے میں ہے لیکن یہی مرتبۂ احدیت جب تنزل کرتا ہے اور مرتبۂ انسانیت میں جو مراتب کا منتہا ہے پہنچتا ہے تو اس کا نام پیدا ہوا بچہ (مولود) ہوتا ہے لیکن کون سا مولود جس سے ”مجھے ماں باپ نے پیدا کیا“ مراد ہے (**ولدت امی اباھا**)۔ پھر یہی مرتبۂ احدیت نزول کے بعد عروج کرتا ہے اور کامل تخلق کے مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا نام ہم نشین جوڑا (زوجیہ) ہوتا ہے لیکن کون سا زوجیہ جسے شریعت کی زبان میں عبودیت اور طریقت کی زبان میں فقر کہتے ہیں کہ **اذا تم العبودیت یکون عیشۃ کعیش اللہ واذاتم الفقر فھواللہ** یعنی جب عبودیت کامل ہوئی زندگانی ہوجاتی ہے جیسے اللہ کی زندگانی اور جب فقر کامل ہوا سو وہ اللہ ہے، اسی کی جانب اشارہ ہے۔

دوسری حدیث:۔ دوسری حدیث جو صحاح کی حدیثوں سے وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے یہ ہے، **من رانی فقد رای الحق** یعنی جس نے مجھے دیکھا پس بہ تحقیق اس نے خدا کو دیکھا۔ جان لیں کہ یہ حدیث وحدتِ وجود کے اثبات میں واضح الدلالت ہے اور دلالت کی نہر کے موتی کا ظاہر المراد ہے اور ظہور مراد آیت **مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ**[1] (جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) اور **اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ**[2] (جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کر رہے ہیں) کے مصداق اور مانند ہے۔

بعض اہلِ ظاہر جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ”رویا“ (خواب) پر محمول ہے اور ”رویت“ (آنکھ سے دیکھنے) پر محمول نہیں ہے تو یہ ایسی تاویل ہے جو دلیل سے خارج ہے اور اگر یہ کہیں کہ (اس) حدیث میں اسنادِ رویت اسنادِ مجازی ہے اور اس سے مراد ہے **من رانی فقد رای عبدالحق او رسول الحق** یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کے عبد یعنی اللہ کے رسول کو دیکھا تو کہا جاسکتا ہے کہ ماہِ کامل کی عزت کو گھٹانا، حقیقت کو بے ضرورت لایعنی کرنا اور حقیقت پر مجاز کو برتری دینا اہل

---

[1] پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت ۸۰ [2] پارہ ۲۶۔ سورہ الفتح آیت ۱۰

تقلید کی رسم ہے اہلِ تحقیق کا طریقہ نہیں ہے کیوں کہ اربابِ تحقیق مجاز پر چار تکبیر پڑھ کر اور پیر سے ٹھکرا کر دل کو حقیقت کی جانب رکھتے ہیں۔ رباعی۔[1]

سہ شراب حقیقی بخوریم
چہار تکبیر بر مجاز رنیم
از سنائے نگر سنائی را
تا یکے دُرد بادہ باز خریم

وہ گروہ جو حق تعالیٰ کی حقیقی وحدت کو ان سایوں اور مظروں کے ساتھ سمجھنے سے قاصر ہے وہ اسی قسم کی سرد تاویلات میں مشغول رہتا ہے وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا[2]

اے عزیز! جب برحق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم آیات کے ناطق ہیں اور احادیث کے شاہد بھی ہیں تو وہی شخص انکار کرتا ہے جو اندھا ہے، جیسا کہ فرمایا، بیت:

من رانی گفت احمد دربیاں
تو کجا بینی کہ کوری در جہاں

ترجمہ۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "جس نے مجھے دیکھا" تو تو آپؐ کو کس طرح دیکھ سکتا ہے کیونکہ اس دنیا میں اندھا ہے۔

حضرت عین القضاۃ نے فرمایا ہے کہ تم جسے خدا کہتے ہو ہم اسے محمد کہتے ہیں اور جنھیں تم محمد کہتے ہو ہم خدا کہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ ہمارے شیخ اس قول کے یہ معنی بیان فرماتے تھے "خدا ہے محمد، محمد خدا ہے"[3]

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اسی طرح تحریر کیے گئے ہیں۔ اول یہ کہ یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں دوسرے یہ کہ پہلا مصرع بے وزن ہے باقی تین مصرعوں میں بھی سہو کتابت واضح ہے جس کے باعث دونوں شعر مہمل ہو گئے ہیں۔ اس لیے متن میں ان کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا۔ البتہ ان اشعار کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ ہم نے حقیقت کی تین شراب پی ہیں اور مجاز کو رد کر دیا ہے۔ تم سنائی کو بلندی سے دیکھو، ہم کب تک تلچھٹ خریدتے رہیں گے۔

[2] پارہ ۱۱۔ سورۂ یونس، آیت ۳۶ (ترجمہ) اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں (اور) یقیناً بے اصل خیالات امرِ حق (کے اثبات میں) ذرا بھی مفید نہیں۔

[3] مطبوعہ نسخے کے حاشیے پر فارسی میں حضرت مخدومؒ کے قول کی تشریح ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

محمد یعنی تعریف کیا گیا۔ چونکہ حق تعالیٰ کی ذات جملہ کمالات ومحامد کی جامع ہے، اس معنی میں ہم اسے محمد (تعریف کیا گیا) کہہ سکتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم خالق تعالیٰ کے عکس اول اور ظلِ خاص ہیں اس لیے حالتِ سکر میں آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا کہا گیا یعنی سایۂ خدا، جیسے ہاتھ اور سایہ کہ سابقہ اشعار میں مذکور ہوا، اس معنی کو واضح کرتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فصوص اور فتوحات میں وحدت الوجود کے لیے، آئینہ، عکس اور ظل کی مثال پیش کی ہے اور فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنا سایہ اس لیے پیدا فرمایا تا کہ آپ جان لیں کہ جس طرح آپ کے سایے کا ظہور آپ (کی ذات) سے ہے لیکن آپ کا محتاج ہے اسی طرح آپ کا ظہور آپ کے خالق سے ہے اور آپ اس کے محتاج ہیں۔ عبدالعزیز

اور یہاں سکندر کا خود قاصد بن کر نوشابہ کو پیغام پہنچانے کا واقعہ کامل شہادت ہے۔ ابیات:

مرا خواندی و خود بدام آمدی
نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی

ترجمہ: تو نے مجھے بلایا اور خود جال میں پھنس گیا۔ اپنی نظر زیادہ پختہ کر کہ ابھی تو خام ہے۔

در عشق پیام در نہ گنجد
خود بود کہ خود پیمبری کرد

ترجمہ: عشق میں پیغام رسانی کی گنجائش نہیں ہے، خود (عاشق) ہی تھا جس نے پیام پہنچایا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا کہ اصحابِ تصوف اور اربابِ معرفت کے عقائد کا خلاصہ وحدت الوجود کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے میں حضرت شیخ عبدالرزاق کاشیؒ اور حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے درمیان جو خفیف سا نزاع پیدا ہوا وہ اسی مصلحت کی بنا پر تھا۔ جس زمانے میں ان دونوں اکابر کے درمیان خط وکتابت ہوئی یہ فقیر اور امیر اقبال سیستانی اُن مکاتیب کو ایک دوسرے تک پہنچاتے تھے۔

(اس واقعے کا سبب یہ تھا کہ) ایک مرتبہ سلطانیہ کے سفر میں امیر اقبال سیستانی شیخ عبدالرزاق کاشی کے ساتھ تھے۔ شیخ عبدالرزاق نے جو وحدت الوجود کے مسئلے سے پوری طرح آگاہ تھے امیر اقبال سے دریافت کیا کہ آپ کے شیخ (علاء الدولہ سمنانی) حضرت شیخ اکبرؒ اور ان کے کلام کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میرے شیخ حضرت شیخ اکبرؒ کو بہت عالی شان اور عالی قدر بزرگ تسلیم کرتے ہیں اور ان کے معارف کو بے حد پسند فرماتے ہیں البتہ ان کا کہنا یہ ہے کہ شیخ اکبرؒ نے اللہ تعالیٰ کو وجودِ مطلق کہا ہے یہ غلط ہے۔ شیخ عبدالرزاق نے فرمایا کہ شیخ اکبرؒ کے تمام معارف کی اصل یہی قول ہے اور اس سے بہتر کوئی قول نہیں ہے اور اسی کا آپ کے شیخ انکار کرتے ہیں حالاں کہ تمام انبیا، اولیا اور ائمہ اسی مذہب پر تھے۔

امیر اقبال نے یہ گفتگو شیخ علاء الدولہؒ کی خدمت میں بیان کی۔ شیخ علاء الدولہ نے انھیں جواب میں تحریر کیا، تمام ملتوں اور باطل مذہبوں میں سے کسی نے ایسی رسوائی کی بات نہیں کہی، اگر تم تحقیق کرو تو طبائعیہ اور دہریہ فرقے کو اس عقیدے سے بہتر پاؤ گے اور اسی طرح کی باتیں (ابن عربی کے) کلام کے ردّ میں تحریر کیں۔ جب شیخ عبدالرزاق کاشی کو یہ خبر ملی تو انھوں نے شیخ رکن الدین علاء الدولہ کو مکتوب لکھا، شیخ نے اس کا جواب تحریر کیا۔ جامع نے ہر دو مکتوب کے نکات انھیں حضرات کی عبارت میں (مخدومؒ کے) حکمِ مبارک سے یہاں نقل کر دیے ہیں۔

مکتوبِ شیخ عبدالرزاق کاشیؒ بنام شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ

احدیت کی بارگاہ سے تائید وتوفیق کی امداد، توحید وتحقیق کے انوار، ظاہر میں اظہر، باطن میں انور، مولانا الاعظم شیخ الاسلام، اوضاعِ شریعت کی نگہبان، اربابِ طریقت کے پیشوا، جلال وجمال کے انوار میں مقیم، علاء الحق والدین غوث الاسلام والمسلمین۔ اللہ تعالیٰ، تخلقوا باخلاق اللہ[1] کے مراتب میں آپ کو مسلسل درجاتِ ترقی عطا فرمائے۔

مراسمِ دعا واخلاص پیش کرنے کے بعد یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ اس نے کبھی آپ کا نام بغیر تعظیم کے نہیں لیا لیکن جب میں نے آپ کی تصنیف ''عروہ''[2] پڑھی اور اس میں جو بحث کی گئی ہے اسے اپنے عقیدے کے مطابق نہ پایا۔ اس کے بعد امیر اقبال نے دورانِ سفر بتایا کہ حضرت شیخ علاء الدولہ مسئلۂ توحید میں محی الدین العربیؒ کے مسلک کو پسند نہیں فرماتے تو دعاگو نے اُن سے کہا، مشائخ میں سے ہم نے جن کو دیکھا ہے اور جن کے بارے میں سنا ہے وہ ابن عربیؒ کے مسلک پر تھے۔ عروہ میں جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ طریق کے مطابق نہیں ہے۔ انھوں نے بے حد اصرار کیا کہ تم اس موضوع پر کچھ لکھو۔ میں نے عرض کیا کہ شاید میری تحریر آپ کے شیخ کو پسند نہ آئے اور ناراضگی کا اظہار فرمائیں۔ اب معلوم ہوا کہ محض بات سنتے ہی خفا ہوگئے اور ملامت وگرفت تک آپہنچے۔ ازروئے درویشی (میرے لیے) یہ عجیب بات تھی (کیوں کہ) میں کبھی ایسے بزرگوں کی صحبت میں نہیں بیٹھا۔ (بہرحال) کسی کی کوئی بات سن کر ایک دم تکفیر کرنا مناسب نہیں ہے۔ یقین جانیے کہ میں نے جو کچھ تحریر کیا ہے تحقیق سے لکھا ہے نفس کی شرارت یا رنجش کے باعث نہیں لکھا ہے۔ **فوق کل ذی علم علیم** (ہر ذی علم سے برتر صاحبِ علم موجود ہے)

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ گروہ صوفیہ کے نزدیک جو بات کتاب وسنت کے اصول پر مبنی نہیں ہے، اعتبار نہیں رکھتی کیوں کہ انھوں نے خود کو اتباع کے راستے پر ڈال دیا ہے۔ ان کے مسلک کی بنا یہ دو آیۂ کریمہ ہیں۔ **سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝**[3] (ہم عنقریب اُن کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں اُن کے گردونواح میں بھی

---

[1] اپنے اندر اللہ کے اخلاق پیدا کرو۔ (حدیث)

[2] پورا نام "العروۃ لاهل الجلوۃ والخلوۃ" ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، تصوف حصہ اوّل، مصنفہ ڈاکٹر سید وحید اشرف ویلور، تاملناڈو (بھارت) سال ندارد ص ۱۱۷

[3] پارہ ۲۵، حم السجدۃ، آیات ۵۳۔ ۵۴

دکھادیں گے اور خود اُن کی ذات میں بھی۔ اور یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہوجاوے گا کہ وہ (قرآن) حق ہے (تو) کیا آپ کے رب کی یہ بات (آپ کی حقیقت کی شہادت کے لیے) کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں۔ یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطے میں لیے ہوئے ہے۔)

اس دنیا میں رہنے والے تین مرتبوں میں تقسیم ہیں۔ پہلے وہ جو مرتبۂ نفس میں ہیں۔ یہ لوگ دنیا داروں اور ان کے پیروکاروں کے طالب ہیں۔ یہ حق تعالیٰ کے منکر اصحابِ حجاب ہیں۔ حق تعالیٰ کی صفات سے ناآشنا قرآن کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ○ [۱] (آپ کہیے بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ (قرآن) خدا کے یہاں سے آیا ہو (اور) پھر تم اس کا کرو انکار تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو)۔

اگر ان میں سے کوئی ایمان لائے تو نجات پانے والا ہوجائے اور اسے دوزخ سے رہائی مل جائے۔

دوسرا مرتبۂ قلب ہوتا ہے۔ اس مرتبے کے حامل لوگ، مرتبۂ نفس سے ترقی کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی عقلیں صاف ہوکر اس مقام پر پہنچ جاتی ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کی آیاتِ بینات سے استدلال کرتے ہیں اور ان آیات میں فکر کرکے جو اللہ تعالیٰ کے افعال وتصرفات سے متعلق ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرتے ہیں، کیوں کہ افعال وآثار صفات ہی ہیں اور صفات واسماء افعال کے مصدر ہیں۔ پس یہ لوگ حق تعالیٰ کے علم، قدرت اور حکمت کو پاک صاف عقل کی آنکھ سے خواہش کی ملاوٹ کے بغیر دیکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی صفاتِ سمع وبصر اور کلام کو انسانی ذات اور آفاقی آثار میں دریافت کرتے ہیں۔ اسی طریق پر قرآن اور اس کی حقیقت کے عارف ومعترف ہوجاتے ہیں، حتیٰ یتبینَ لهم الله الحق (یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجائے کہ وہ (قرآن) حق ہے)۔ یہ اہلِ برہان کا گروہ ہے ان کے استدلال میں خطا محال ہے کیوں کہ پاک نور اور بارگاہِ واحدیت کے قرب سے، جو اسماء کی کثرت کا مقام ہے، ان کی عقلیں اس قدر منور ہوجاتی ہیں کہ خود بصیرت بن جاتی ہیں۔ بیت:

منور گردد از نورِ سریرت
کہ گردد بصرِ شاں ہچوں بصیرت

---

[۱] پارہ ۲۵۔ حم السجدہ آیت ۵۲۔

ترجمہ: تیرے تخت کے نور سے وہ (اس قدر) منور ہو جاتے ہیں کہ ان کی آنکھ کو درجۂ یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تجلّیات سے بینا ہو جاتے ہیں اور ان کی صفات، صفاتِ حق میں فانی ہو جاتی ہیں۔ پہلا گروہ جو کچھ جانتا ہے یہ گروہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے، اہلِ عقل اور اہلِ بصیرت دونوں کی جانیں نورِ قلب سے پاکیزہ ہو جاتی ہیں لیکن عقل والے اخلاقِ الٰہی سے متخلّق اور آنکھ والے متحقّق ہوتے ہیں پس ان سے برے اخلاق کا سرزد ہونا محال ہوتا ہے، اور سب کو اپنے مراتب میں معذور رکھنا چاہیے وتر جوا ان نکون منہم یعنی اور تو امید رکھے گا کہ ہم اُن میں سے ہو جائیں۔

تیسرا مرتبہ، مرتبۂ روح ہوتا ہے۔ اس مقام کے اہل حضرات تجلّیاتِ صفات کے مرتبے سے گزر کر مقامِ مشاہدہ میں پہنچتے ہیں۔ انھیں جمع احدیت کا شہود حاصل ہوتا ہے اور (اپنی ذات کی) نفی، اسماء وصفات کی تجلّیات کے حجابات اور کثرت کے تعینات سے بھی رہائی مل جاتی ہے۔ بارگاہ احدیت میں ان کا حال، اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ[1] (تو کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے) میں ڈھل جاتا ہے یہ گروہ مخلوق کو حق تعالیٰ کا آئینہ یا حق تعالیٰ کو مخلوق کا آئینہ دیکھتا ہے۔ اس سے بلند تر مقام احدیتِ ذات کے عین میں استہلاک ہے۔

مطلق محروموں کے بارے میں فرمایا، اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ[2] (یاد رکھو کہ وہ لوگ جو اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں)

اسماء صفات کی تجلّیات کے مقام میں درماندہ لوگ اگرچہ یقین کی بدولت شک سے محفوظ ہو جاتے ہیں تاہم علی الدوام لقائے الٰہی اور کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ[3] (جتنے روئے زمین پر ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہے گی) کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور اَلَآ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ[4] (یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطے میں لیے ہوئے ہے) کی تنبیہ کے محتاج ہیں۔ اس حقیقت کے شہود اور کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ[5] (سب چیزیں فنا ہو جائیں گی بجز اس کی ذات کے) کے معنی کے ساتھ بجز آخری گروہ کے کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ[6] (وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے) کے قرب میں عیاں ہے اور جملہ تعیُّنات میں حق تعالیٰ کی ذات مشہود ہے۔ اسی ذوات اور ان کے تعیُّنات میں فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ

---

[1] (حم السجدہ، آیت ۵۳)

[2] (حم السجدہ، آیت ۵۴)

[3] (سورۂ رحمٰن، آیات ۲۶ اور ۲۷)

[4] (حم السجدہ۔ ۵۴)

[5] (قصص۔ ۸۸)

[6] پارہ ۲۷ سورۂ الحدید، آیت ۳

وَجۂ اللہ[1] کا تنزہ تحقیق شدہ ہے۔ بیت:

گر زخورشید بوم بے نوراست
از پے ضعفِ خود نہ از پے اوست

ترجمہ: اگر آفتاب کی روشنی میں اُلو دیکھ نہیں پاتا تو اپنی ناطاقتی کے سبب سے نہ کہ آفتاب کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ تمام تعینات سے منزہ ہے اور اس کا تعین اپنی ذات کے عین کے ساتھ واحد ہے۔ گنتی کا ایک نہیں جس کا دوسرا ہوتا ہے۔ ثنائی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بیت:

احداست وشمار ازو معزول
صمداست ونیاز ازو مخذول
آں احد نے کہ عقل داندو فہم
آں صمد نے کہ حس شناسدو وہم

ترجمہ: وہ احد ہے اور گنتی اس سے برطرف ہے، وہ بے نیاز ہے اسے نیاز کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ ایسا احد نہیں ہے جو عقل وفہم میں آتا ہے وہ ایسا صمد نہیں ہے جسے حس ووہم محسوس کرسکیں۔

کیوں کہ حس ووہم اور عقل وفہم سب مقید ہیں اور کوئی مقید مطلق کا احاطہ نہیں کرسکتا:

اللہ اکبر ان بقد الحجر
بتعین فیکون اول وآخر
ھو واحد لا غیر ثانیۃ
ولا موجود ثم فھو غیر متکاثر
ھو اول وھو آخر ھو ظاھر
ھو باطن کل ولم یتکاثر[2]

ترجمہ: اللہ ہی بڑا ہے کہ دوسرے کو تصرف سے روک دیا پھر تعین کے ساتھ اول وآخر ہوگیا وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی ثانی نہیں پھر لاموجود کثرت کا غیر ہے۔ وہ سب کا اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے اور باطن ہے اور کثرت نہیں ہے۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں اسی لطیفے میں چھٹی آیت کی تشریح۔

[2] احقر مترجم نے اپنی محدود فہم کے مطابق ان اشعار کا ترجمہ کردیا ہے لیکن پہلے شعر کے پہلے مصرعے اور دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے کے دروبست سے بعض اہل علم حضرات سہو کتابت کے باعث مطمئن نہیں ہیں۔ پہلے مصرعے میں الحجر سے پہلے کا لفظ "بقد" نقل ہوا ہے۔ مترجم نے اردو ترجمے کے متن میں چھوڑ دیا ہے۔ واللہ اعلم

پس جس کسی کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے، حق تعالیٰ اسے تعیناتِ مراتب سے تنہا کر دیتا ہے اور عقل کی قید سے رہائی دلاتا ہے اور کشف و شہود کے ساتھ اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں پردے اٹھ جاتے ہیں۔ ساقیِ کوثر امیر المومنین حیدر رضی اللہ عنہ کے کلام میں آیا ہے، **الحقیقة کشف سبحات الجلال من غیر اشارت** یعنی حقیقت بغیر اشارے کے انوارِ جلال کا کشف ہے کیوں کہ جمالِ مطلق کی تجلّی کے وقت اگر حسّی یا عقلی اشارہ رہے تو عینِ تعیّن ظاہر ہوتا ہے اور جمال عینِ جلال ہو جاتا ہے اور ذات کا شہود نہیں ہوتا۔ **سبحان من لا یعرفه اِلّا ھو وحدہٗ** یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اسے کوئی نہیں پہچانتا مگر وہ تنہا اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ (آپ نے) عروۂ وُثقیٰ میں ہر بحث جو اس باب میں کی ہے، اس کے دلائل صراطِ مستقیم اور برہانِ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اس لیے وہ علماء جو معقولات سے واقف ہیں ان دلائل کو پسند نہیں کرتے۔

آپ نے خضرِ سرگشتہ کا وصف بیان کیا ہے۔ میں نے اس کے بارے میں مولانا نظام الدین ہروی سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ خضرِ ترکمان (کم تر درجے کی ترک قوم کا فرد) تھا۔ بے چارہ خضرِ ترجمان کے حالات دریافت کرتا تھا۔ ابتدائے جوانی میں درجۂ فضیلت اور شرع کی تعلیم سے فارغ ہو چکا تھا۔ اِن مباحث اور اصولِ کلام کی بحث سے اسے کچھ تحقیق نہ ہو سکی تو اس نے سوچا کہ معقولات و الٰہیات نیز وہ علوم جو ان سے متعلق ہیں وہ لوگوں کو معرفت تک پہنچاتے اور فکری تذبذب سے رہائی دلاتے ہیں، چنانچہ اس نے ایک مدت تک ان علوم کی تحصیل کی اور اُن پر اس قدر عبور حاصل کر لیا کہ اس سے بہتر قیاس نہیں جا سکتا۔ لیکن اسے اطمینان پھر بھی حاصل نہیں ہوا، بلکہ اس قدر وحشت اور بے چینی بڑھ گئی اور حقایق پر پردے پڑتے چلے گئے کہ وہ بے قرار ہو گیا۔ اس پیچ و تاب میں وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ معرفتِ مطلوب طورِ عقل سے بالاتر ہے کیوں کہ ہر چند عقلی علوم میں حکماء نے صورتوں اور اجرام کی تشبیہ سے مسئلہ حل کر لیا ہے لیکن تشبیہ کے ذریعے سے ارواح کا مسئلہ حل کرنے میں ناکام رہے اس لیے جب تک حضراتِ صوفیہ اور اربابِ ریاضت و مجاہدہ کی صحبت اختیار نہیں کی جائے، توفیقِ الٰہی مددگار نہ ہوگی، چناں چہ اس نے یہ باتیں پہلے مولانا نورالدین عبدالصمد شطری قدس سرہٗ سے سنیں اور انھی کی صحبت میں اسے توحید کے معنی معلوم ہوئے۔

شیخ یوسف ہمدانی کو "فصوص"☆ اور "کشف" بے حد پسند تھیں۔ (مولانا نظام الدین سے

☆ شیخ یوسف ہمدانی کا دور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے پہلے کا ہے لہٰذا یہ "فصوص" کوئی اور ہے یا یہ بزرگ کوئی اور ہیں۔ (ناصر الدین)

ملاقات کے بعد) میں مولانا شمس الدین کیشی کی خدمت میں حاضر ہوا کیوں کہ میں نے مولانا نور الدین سے سنا تھا کہ اِس زمانے میں طریقت و معرفت میں ان کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ یہ رباعی انھی کی ہے۔ رباعی:

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیداست
آں صورتِ آں کس است کاں نقش آراست
دریاے کہن چو بر زند موجے نو
موجش خوانند و در حقیقت دریاست

ترجمہ: ہستی کے تختے پر جو نقش نظر آتا ہے وہ اس نقاش کی صورت ہے جس نے اسے آراستہ کیا ہے۔
اگلی موج کے پیچھے دوسری نئی موج چلتی رہتی ہے لیکن در حقیقت وہ دریا ہی ہے جو موجیں پیدا کرتا بہہ رہا ہے۔

وہ (مولانا شمس الدین کیشی) یہی توحید بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے چند چلّے کرنے کے بعد توحید کے یہ معنی منکشف ہوئے۔ اس وقت شیراز میں ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو میرے سوا یہ معنی بیان کر سکتا ہو، حتّٰی کہ شیخ ضیاء الدین ابوالحسن بھی توحید کی اس تشریح سے نا آشنا تھے اور مجھے اس پر سخت تعجب تھا یہاں تک کہ کتاب فصوص اس شہر میں پہنچی۔ جب میں نے اُس کا مطالعہ کیا تو وہی معانی (جو مجھ پر منکشف ہوئے تھے) مجھے دوبارہ حاصل ہوئے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ یہ معنی طریق میں موجود ہیں اور اکابر اُن تک پہنچے اور حاصل کر چکے ہیں۔

اسی طرح میں مولانا ابر قوہی، شیخ صدر الدین روز بہان بقلی، شیخ ظہیر برغش، مولانا اصیل الدین، شیخ ناصر الدین، قطب الدین ابنائے ضیاء الدین ابوالحسن اور دیگر اکابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جملہ اکابر اس معنی پر متفق تھے اور کوئی ایک بھی مخالف نہ تھا۔ میں اکابر کے خلاف ایک فردِ واحد کا قول کیسے قبول کر سکتا تھا جب کہ میں اس مقام پر پہنچا نہ تھا اور میرا دل بھی اس باب میں مضطرب تھا۔ بہر حال شیخ الاسلام ہمارے سردار اور ہمارے استاذ نور الملۃ والدین نظری و مرشدی کی وفات کے بعد دل کا قرار جاتا رہا۔ میں نے ایک صحرا میں جہاں کوئی آبادی نہ تھی سات مہینے خلوت میں گزارے اور کھانے کی مقدار بھی کم کر دی یہاں تک کہ مجھ پر توحید کی حقیقت منکشف ہوگئی۔ دل نے قرار پایا اور میں مطمئن ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ[1] (تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو)۔ لیکن وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[2] (اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ والنجم آیت ۳۲

[2] پارہ ۳۰۔ سورہ والضحیٰ آیت ۱۱

کرتے رہا کیجیے)۔ یہی اللہ کا حکم ہے۔

اس واقعے کے بعد میں بغداد گیا اور شیخ بزرگوار شیخ عبدالرحمٰن اسفرائی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے میری باتوں کو سراہا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تعبیرِ خواب اور تاویلِ مقامات کی نعمت بخشی ہے۔ اس سے زیادہ میری رسائی نہیں۔ محض اُن مباحث سے جو طریقت میں مقبول نہیں ہیں اور صراطِ مستقیم کے خلاف ہیں، اُن حقایق کو جو شہود سے منکشف ہوئے ہیں کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے، نیز شیخ عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ تمام مقامات کے بعد تیسرے مرتبے میں توحیدِ خالص حاصل ہوتی ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنے کلام میں چند مقامات کی تصریح کی ہے جیسے امام محقق جعفر صادق رضی اللہ عنہ، کے قول کی شرح میں آیا ہے، **انی اکرر آیۃ حتّٰی اسمع قائلھا**[1]

شیخ نے فرمایا ہے، امام جعفر صادقؒ نے اپنی زبان کو اس معنی میں شجرِ موسیٰؑ کی مانند پایا کہ اس سے انی انا اللّٰہ سنا اگر متعین ہوتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث **لودلی احد کم بحبل لھبط علی اللّٰہ** (اگر تم میں سے کوئی رسّی لٹکائے تو اللہ پر گرے گی) کب درست ہوتی اور جسے علم ہے اس سے کیوں کر حبل الورید سے نزدیک تر ہوتا۔

آخر ان معنوں پر غور کرنا چاہیے کہ نصِ قرآن کی رو سے ثالث ثلٰثہ (تین میں کا ایک) کفر ہے کہ **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ**[2] (بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے)۔

جب کہ تین کا چار خالص ایمان اور توحید ہے، **مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ**[3] (کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو) اگر تین میں کا ایک ہوتا تو متعین ہوتا اور اُن میں سے ایک ہوتا لیکن تین کا چار یہ ہے کہ اپنے وجودِ حقانی کے ساتھ کہ بحکم **وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ**[4] (ترجمہ: اور نہ اس سے کم ہوتی ہے اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے)۔ ایک کے ساتھ دوسرا، دو کے ساتھ تیسرا تین کے ساتھ چوتھا، چار کے ساتھ پانچواں اور پانچ کے ساتھ چھٹا ہے یعنی اِن اعداد کے حقایق کا محقق، سب کے ساتھ بغیر نزدیکی کے ہے اور سب کا غیر بغیر جدائی کے ہے جیسا کہا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، نے فرمایا ہے:

---

[1] یقیناً میں اس آیت کی تکرار کرتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کے کہنے والے سے خود سنتا ہوں۔

[2] پارہ ۶۔ سورۂ المائدۃ آیت ۷۳۔ [3] پارہ ۲۸۔ سورۂ مجادلہ آیت ۷ [4] پارہ ۲۸۔ سورۂ مجادلہ آیت ۷

هو مع کل شیی لا مقارنة الله
وغیر کل شیی لابمزایلة الله

ترجمہ: وہ ہر چیز کے ساتھ ہے بغیر نزدیک ہوئے اور ہر چیز کا غیر ہے بغیر جدائی کے۔

یہ ضعیف جس زمانے میں خواجۂ عزت انصاری کی صحبت میں تھا، اگر چہ بعضے لوگ طعن کرتے تھے لیکن خدا جانتا ہے کہ محض اس سبب سے کہ اس کی استعداد میں آیت یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْئُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ[1] (اس کا تیل اس قدر صاف اور سلگنے (والا ہے) کہ اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے) کے معنی حاصل تھے اور ان پر یقینِ کامل تھا، وہ مخالفوں کی باتوں کے باوجود حق سے نہیں پھرا۔ اگر دعا گو پر عیاں نہ ہوتا اور اتنے اکابر کے اقوال موافق ومطابق نہ پاتا تو یہ گزارش مکرر عرض نہ کرتا اور نہ اس مسئلے پر بہت سے دلائل دیتا جیسا کہ شرح فصوص کے آغاز میں بیان ہوا ہے یہاں تک کہ محقق اہلِ علم جو فہیم وذکی ہیں آپ سے گفتگو کریں، میں طول کلامی سے احتراز کرتا ہوں **ومن لم یصدق الجملة هان علیه ان لا یصدق التفصیل** یعنی جو شخص مختصر بات کی تصدیق نہیں کرتا اس کے لیے آسان ہے کہ تفصیل کی تصدیق نہ کرے۔ حق تعالیٰ سب کو اپنے جمال کی جانب ہدایت کرامت فرمائے **وانا وایاکم لعلی هدی اوفی ضلال مبین والله الموفق المعین** (اور بہ تحقیق ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا صریح گمراہی میں اور اللہ توفیق دینے والا مددگار ہے۔)

جوابِ مکتوب

شیخ رکن الدین علاء الدولہ نے اُن کے خط کا جواب کا شان ارسال کیا:

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ[2] (آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلے میں بے ہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجیے)۔ دین کے بزرگوں اور یقین کی راہ پر چلنے والوں نے یہ اتفاق کیا ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو پاک لقمہ کھاتا ہے اور سچ بولتا ہے۔ اگر کسی شخص میں یہ دونوں باتیں موجود نہ ہوں تو لن ترانیوں اور بے ہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ آپ نے شیخ نورالدین اسفرائی سے جو کچھ روایت کیا ہے، میں بھی بتیس سال ان کی صحبت میں رہا ہوں لیکن میں نے اُن کی زبان سے ایسی بات نہیں سنی بلکہ وہ ابنِ عربی کی تصنیفات پڑھنے سے منع کرتے تھے، یہاں تک کہ جب انھوں نے یہ سُنا کہ مولانا نورالدین حکیم اور مولانا بدرالدین رحمہما اللہ بعض طلبہ کو فصوص پڑھاتے ہیں تو، ایک رات اُن کے یہاں گئے اور فصوص کا

---

[1] پارہ ۱۸۔ سورۂ نور، آیت ۳۵

[2] پارہ ۷۔ سورۃ الانعام، آیت ۹۱

نسخہ اُن کے ہاتھ سے چھین کر پھاڑ دیا اور آیندہ کے لیے کلّی طور پر منع کر دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ فرزند عزیز، صاحب قرانِ اعظم، اللہ تعالیٰ لشکرِ توفیق سے اس کی مدد کرے اور اس کے قلب وچشم کو نورِ تحقیق سے ٹھنڈا رکھے، کے حوالے سے کہا ہے کہ ان کی زبانِ مبارک سے نکلا میں ایسے اعتقاد اور معارف سے بیزار ہوں تو اے عزیز اپنے وقتِ خوش میں میں نے بھی کتاب فتوحات کے اشارات کے موافق حواشی تحریر کیے تھے۔ جب میں ابن عربی کی اس تسبیح پر پہنچا[1] ''وہ پاک ہے جس نے چیزوں کو پیدا کیا اور وہ ان چیزوں کا عین ہے۔''

تو میں نے لکھا بہ تحقیق حق تعالیٰ سچ بات سے حیا نہیں کرتا۔ اے شیخ اکبر اگر آپ کسی شخص کے بارے میں سنیں کہ وہ کہتا ہے شیخ کا فضلہ وجودِ شیخ کا عین ہے تو یقیناً آپ آسانی سے انکار نہ کریں گے بلکہ اس پر غصہ کریں گے، پس صاحب عقل کو کس طرح روا ہے کہ ایسی بات حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرے۔ یہ ہذیان ہے۔ آپ حق تعالیٰ سے توبۂ نصوح کریں تا کہ آپ سخت گرداب سے نجات پائیں جس سے دہری، طبیعی، یونانی اور سکمانی بھی عار رکھتے ہیں۔ اس پر سلامتی ہے جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔

آپ نے تحریر کیا ہے عروہ کی دلیل صراطِ مستقیم کے مطابق نہیں ہے۔ جب کوئی بات موافق ہوتی ہے خواہ وہ منطقی دلیل سے درست ہے یا نہیں اگر مسئلے میں نفس کو اطمینان حاصل ہوگیا ہے اور حقیقت کے مطابق ہے اور اس پر شیطان کا اعتراض ممکن نہیں ہے تو وہ بات ہمارے لیے کافی ہے۔'' ان معارف پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو عقلاً ونقلاً اس طور سے مطابقِ حقیقت ہیں کہ نفس کو ان کا انکار کرنا اور شیطان کا شک پیدا کرنا ممکن نہیں ہے نیز شکر ہے کہ وجودِ حق کے وجوب، اس کی وحدانیت اور نزاہت پر (ایمان لانے سے) دلوں کو اطمینان ملتا ہے[2]۔'' جو شخص حق تعالیٰ کے وجود کے لازم ہونے پر ایمان نہیں لاتا وہ حقیقی کافر ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں لاتا وہ حقیقی مشرک ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق کے خواص سے پاک ہونے پر ایمان نہیں لاتا وہ حقیقی ظالم ہے کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے منسوب کیا ہے جو اس کے کمالِ تقدس کے لائق نہیں ہے اور چیزوں کو اپنی جگہ سے بے جگہ کرنا ظلم ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں بقولِ خود لعنت کی ہے اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ[3] (سب سن لو ایسے ظالموں پر خدا کی (زیادہ) لعنت ہے) وہ پاک اور

---

[1] مطبوعہ نسخے میں واوین کے درمیان عبارت عربی میں ہے۔ اس کے نیچے عبارت کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم نے فارسی سے اردو ترجمہ کیا ہے۔

[2] ایضاً

[3] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۱۸

منزہ ہے اس چیز سے جس سے نادان لوگ اسے موصوف کرتے ہیں۔

جب میں نے آپ کے مکتوب کو دوبارہ پڑھا تو کیشی کی رباعی پر میری نظر پڑی۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اس مقام میں جو کچھ (انھیں) مکشوف ہوا ہے اس سے (اس بنا پر) خوش ہو گئے ہیں کہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہو گئے ہیں (لیکن اس کی کل حقیقت) یہ ہے کہ ابتدائے سلوک میں یہ ضعیف بھی چند روز اس مقام میں رہا اور اس مقام سے خوش تھا لیکن یہاں سے گزر گیا۔ جب ابتدائی اور وسطی مقام مکاشفہ عبور کر گیا اور نہایات میں پہنچا تو ابتدائی مقامِ مکاشفہ کا غلط ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو گیا۔ اس مقام کے مرکز میں ایسا یقین حاصل ہوا کہ وہاں شک پیدا ہونے کی گنجائش نہ تھی۔

پس اے عزیز! میں نے سنا ہے کہ آپ کے اوقات طاعتوں میں بسر ہوتے ہیں عمر آخر ہو رہی ہے، افسوس کی بات ہے کہ ابتدائی مقامِ مکاشفہ میں، بچوں کی طرح چند سوپری[1] کے فریب میں مبتلا رہتے ہیں۔ جب مکتب جاتے ہیں تو چند معارف سے ڈر کر ہمت ہار جاتے ہیں اور اکثر آیاتِ بیّنات کے بجائے معدودے چند متشابہ آیات کی تاویل کرتے ہیں وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى[2] (اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ نے وہ پھینکی) کو مقتدا بناتے ہیں اور نہیں جانتے کہ (اس آیت میں) خلق کی تفہیم کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیت واضح فرمائی ہے جیسے ایک بادشاہ اپنے مقرب کو کسی ملک میں بھیجے اور کہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی زبان میری زبان ہے۔ اسی طرح شیخ بھی اپنے مرید کو اس ارشاد کے ساتھ کسی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے اور اجازت نامے میں لکھتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین: مختصر یہ کہ آیت **الا لعنته الله علی الظالمین** سے غافل ہو جانا اور آیت، اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا[3] (حقیقت یہ ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم اسے دشمن ہی سمجھو)۔ اور اس کی مثل آیات سے اعراض کرنا اور آیت **ھو الاول والآخر والظاھر والباطن** کو سند بنانا اور نہ جاننا کہ اس سے مراد ہے، ”وہ اوّل ازلی ہے جس کی طرف موجودات کی احتیاج کا سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔ وہ آخر شے افضل آخر ہے۔ وہ اس طور سے مشہود ہوتا ہے کہ اس کی طرف ہر شے رجوع کر رہی ہے۔ وہ ظاہری آثار میں آشکار ہوتا ہے اپنے افعال کے سبب سے جو اس کی صفات ثابتہ لذاتہ سے صادر ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں پوشیدہ ہے اسے

---

[1] سوپری۔ یہ لفظ کسی لغت میں نہیں ملا شاید بچوں کے کسی کھیل یا کھلونے کو کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

[2] پارہ ۹۔ سورۃ الانفال، آیت ۱۷ [3] پارہ ۲۲۔ سورۃ فاطر آیت ۶

آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کی ذات کو اس کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے، ''اس کی آیات میں فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو۔'' [1]

اب ہم اصل گفتگو کی جانب آتے ہیں۔ جب مجھے مقامِ مکاشفہ کے وسط میں وہ معرفت حاصل ہوگئی، جس کا ذکر کیشی کی رباعی میں ہے۔ یہ وہ معرفت کہ اللہ تعالیٰ دریا کی صورت نظر میں آتا ہے جو موج مارنے والے، ثابت کرنے والے اور محو کرنے والے کی صفت سے متصف ہے (اس دریا کے) دائرے مخلوق کی مانند ہیں بعض وسیع اور بعض تنگ۔ بعض دائرے بقدر اپنی وسعت استقامت کے مظہرِ لطف ہیں اور بعض مظہرِ قہر ہیں۔ ان سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ ان دائروں کی تنگی اور انحراف کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بعض کو ثابت کرنے والی صفت سے ثابت کرتا ہے۔ بعض کو محو کرنے والی صفت سے مٹا دیتا ہے اور بعض کو موجیں مارنے والی صفت سے نیا پیدا کرتا ہے، حتّٰی کہ میں نے مقامِ مکاشفہ کی نہایت میں قدم رکھا تو حق الیقین کی ہوا چلنے لگی۔ اس ہوا سے ابتدائی اور وسطی معارف کے شگوفے جھڑ گئے اور عین الیقین کے غلاف سے حق الیقین کا ثمر نکل آیا۔

اے میرے عزیز! مجرد علم جو پختہ اعتقاد کے مطابق واقع ہوتا ہے شریعت سے نسبت رکھتا ہے۔ ''علم الیقین'' ابتدائی مقامِ مکاشفہ ہے، ''عین الیقین'' وسطی مقامِ مکاشفہ سے تعلق رکھتا ہے اور ''حق الیقین'' کی حقیقت جو مجرد یقین سے عبارت ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق) وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ [2] (اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے) (سے ظاہر ہے)۔ انتہائی مقامِ مکاشفہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جو کوئی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے تمام وجوہ سے درست ہوتا ہے۔

آپ نے یہ جو کہا ہے کہ سالکین کے سفرِ سلوک میں آخری مقام توحید ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ مقامات میں یہ اتّی وال مقام ہے، اخر مقامات الماهية العبودية الى بداية حاله من حيث الولاية المفتوح واوّلها دائر مع الحق في شيون تجلياته تمكنا، یعنی وہ بندے کا ازروئے ولایت مفتوح، اپنے ابتدائے حال کی طرف واپس لوٹنا ہے اور اس کا اوّل شیونِ تجلّیات میں تمکّن سے حق تعالیٰ کے ساتھ دائر ہونا ہے۔ حضرت سید الطائفہ سے لوگوں نے دریافت کیا، ما النهاية هذا الامر قال الرجوع الى البداية یعنی اس امر کی نہایت کیا ہے فرمایا ابتدا کی طرف لوٹنا۔

اے عزیز! مقامِ توحید کی ابتدا اور وسط میں، خاص طور پر سماع کے درمیان ہم نے اس طرح کی

---

[1] واوین کے درمیان ترجمہ عربی عبارت کے فارسی ترجمے سے کیا گیا ہے۔ [2] پارہ ۱۴۔ سورہ الحجر، آیت ۹۹

بہت سی رباعیاں قوال کو (گانے کے لیے) دی ہوں گی اور مدتوں ان کے ذوق میں مگن رہے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ رباعی:

این من نہ منم گرمنے ہست توئی
ور در برمن پیرہنے ہست توئی
در راہ غمت نہ تن بمن ماند نہ جاں
ور زانکہ مرا جان تنے ہست توئی

ترجمہ: اگر میں، "میں نہیں ہوں" تو میرا غرور تو ہی ہے، اور میرے جسم کا لباس تو ہی ہے تیرے غم کے راستے میں نہ جسم میرے ساتھ ہے اور نہ جان میرے ساتھ ہے کیوں کہ میرا جسم اور میری جان تو ہی ہے۔

اس مقام میں شاعر نے حلولِ کفریہ کا اظہار کیا اور توحید کے ساتھ اتحاد کے شعر کہے تھے۔ اشعار:

انامن اھوی ومن اھوی انا
لیس فی المراۃ شئ غیر نا

(میں جسے دوست رکھتا ہوں اور جسے دوست رکھتا ہوں میں، میرے سوا آئینے میں کوئی چیز نہیں ہے)۔

قدسہی المنشد اذا نشدہ
نحن روحنا حللنا بدنا

(بے شک پیدا کرنے والے نے بھلا دیا جب اس کو پیدا کیا، ہم اپنی روح کے ساتھ ہیں، اپنے بدن میں داخل ہوگئے)۔

اثبت الشرک شرکا واضحا
کل من فرق فرقا بیننا

(ثابت کردیا شرک (اور وہ بھی) شرکِ صریح، جس کسی نے ہمارے درمیان اس وقت فرق کیا)۔

لا انادیہ ولا اذکرہ
ان ذکری وندائی یا انا

(میں اسے نہیں دیکھتا ہوں میں اسے یاد نہیں کرتا ہوں، بے شک میں نے یاد کیا اور صدا لگائی "یا انا")۔

جب نہایت توحید میں قدم رکھا (تو یہ ساری باتیں) محض غلط مکشوف ہوئیں۔ میں نے الرجوع الی الحق خیر من التمادی فی الباطل[1] پڑھا۔

---

[1] اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا باطل میں پڑے رہنے سے بہتر ہے۔

اے عزیز! آپ بھی اسی کی پیروی کریں۔ جب میری نظر اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ[1] (اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں مت گھڑو) پر پڑی، میں نے کلی طور پر مثال محو کردی۔ والسلام والاکرام۔

شیخ علاء الدولہ سمنانی کی تحقیق پر قدوۃ الکبرؒا کا تبصرہ

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اکبرؒ پر اُن کا (شیخ علاء الدولہؒ کا) اعتراض بڑے تعجب کی بات ہے حالاں کہ وہ شیخ اکبرؒ کی بزرگی کے معترف تھے جیسا کہ ''فتوحات'' کے حواشی میں انھوں نے بعض مقامات پر شیخ اکبرؒ کو ان لفظوں سے مخاطب کیا ہے، ''اے صدیق'' ''اے مقرب'' اور ''اے عارف حقانی'' اور یہ حواشی ابھی تک موجود ہیں۔ چوں کہ میں نے دونوں بزرگوں (شیخ علاء الدولہ اور شیخ عبدالرزاق کاشی) کی گفتگو میں ادب کا لحاظ رکھا ہے اس لیے ہم کسی ایک کو رد نہیں کریں گے بلکہ دونوں بزرگوں کے کلام کی تاویل کریں گے۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو دونوں کے درمیان جو خط وکتابت ہوئی ہے اس کی عظمت باقی نہ رہے گی اور ان کے دل کو ٹھیس پہنچے گی۔

جاننا چاہیے کہ حقیقتِ توحید میں دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ کا شیخ عبدالرزاق پر اعتراض اس بنا پر ہے کہ وہ شیخ اکبرؒ کے کلام کو اس کی مراد کے مطابق نہیں سمجھ سکے اس لیے کہ وجود کے تین اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار ''بشرطِ شے'' ہے جو وجود مقید ہے، دوسرا ''لا بشرطِ شے'' کہ وجود عام ہے اور تیسرا ''بشرطِ لا شے'' ہے جو وجود مطلق ہے۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ نے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات کو ''وجودِ مطلق'' کہا ہے وہ تیسرے اعتبار کے معنیٰ میں ہے۔ جب کہ شیخ رکن علاء الدولہ وجودِ عام کے معنوں میں محمول کرتے ہیں اور نفی و انکار میں بہت مبالغہ کیا ہے۔ حالاں کہ انھوں نے خود ''وجودِ ذات کے اطلاق'' کی جانب اشارہ کیا ہے، چناں چہ بعض رسائل میں تحریر کیا ہے، الحمدللہِ علی الایمان بوجوب وجوہ ونزاھتہ عن ان یکون مقیدا محدودا اومقیدا لا یکون لہ بلا مقیدات وجود، یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس کے وجود کے وجوب میں ایمان پر اور مقید محدود ہونے سے اس کی نزاہت میں ایمان پر، جو کچھ اس کی ذات سے قایم ہے وہ وجود مقید کے سوا کچھ نہیں۔

جب مقید محدود نہ ہو اور مطلق بھی نہ ہو کہ اس کا وجود مقیدات پر موقوف ہے تو ناچار اسے مطلق کہیں گے ''لا بشرطِ شے'' جو کسی طرح قیدِ عموم سے مشروط نہیں ہے اور قیود وتعینات اس کے ظہور کی شرط ہے تو یہ شرط مراتب میں ہے نہ کہ یہ شرط اللہ تعالیٰ کے وجوب کے لیے فی حد ذاتہ ہوگی۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ شیخ علاء الدولہ کا یہ نزاع اور گفتگو ابتدائے حال میں تھی۔ جب میں آخری دور میں ان کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوا تو ایک روز ان کی مجلس میں اکابر کی ایک جماعت حاضر تھی اس اثنا میں ایک

---

[1] پارہ ۱۴۔ سورہ النحل، آیت ۷۴

درویش مجلس میں آیا اور شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ سے دریافت کیا کہ حضرت شیخ ابن عربیؒ نے حق تعالیٰ کو وجودِ مطلق کہا ہے، اس بنا پر وہ عذاب کے مستحق ہوں گے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ اس نوع کی باتیں زبان پر لاؤں۔ کاش وہ بھی ایسا نہ فرماتے کہ مشکل بات کہنا آسان نہیں ہے۔ چوں کہ شیخ اکبرؒ فرما چکے ہیں ہمیں اس کی تاویل کرنی چاہیے تاکہ درویشوں کے دل میں اندیشہ پیدا نہ ہو اور بزرگوں کے باب میں بداعتقادی نہ ہو۔

محی الدین ابن عربیؒ کے قول سے وحدت الوجود کے مسئلے کی تاویل

ظاہری طور پر اس بات کے کہنے سے محی الدین ابن عربیؒ کی مراد یہ تھی کہ وہ وحدت کو کثرت میں ثابت کریں۔ اسے "وجودِ مطلق" کہا تاکہ معراجِ دوم بیان کرسکیں۔ معراج دو ہیں۔ ایک کان الله ولم یکن معه شیٔ (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ اس کا سمجھنا آسان ہے دوسری الاٰن کما کان (وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے) اس کی شرح زیادہ مشکل ہے۔ وہ (شیخ اکبرؒ) چاہتے تھے کہ وحدتِ حق میں مخلوق کو ثابت کریں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس بیان کے لیے "وجودِ مطلق" ان کے دل پر القا ہوا۔ جب اس معنی میں اس کی ایک شق درست ہوئی تو انھیں پسند آئی اور دوسری شق کے نقصان کا خیال نہ کیا، چوں کہ ان کا مقصود وحدانیت کو ثابت کرنا تھا، حق تعالیٰ نے انھیں معاف کردیا ہوگا کیوں کہ اہلِ قبلہ میں سے کمالِ حق میں جس کسی نے اجتہاد کیا ہے، اگر اس سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو میرے نزدیک چونکہ اس کی مراد حق بات پہنچانا تھا تو وہ اہلِ نجات و درجات میں شامل ہوگا، جیسے کہ دو بزرگوں میں بحث ہوئی تھی۔ ایک نے کہا میں ایسے خدا سے بیزار ہوں جو کتے بلی میں ظاہر ہو۔ دوسرے نے کہا میں اس خدا سے بیزار ہوں جو کتے بلی میں ظاہر نہ ہو۔ اس پر حاضرین نے اصرار کیا کہ دونوں میں ایک یقیناً کافر ہوگیا۔ مجلس میں ایک کامل بھی موجود تھے، انھوں نے دونوں بزرگوں کے قول کی توجیہہ کی جن بزرگ نے کتے اور بلی میں خدا کے ظہور سے انکار کیا تھا، وہ ان جانوروں کی ناپاکی کی وجہ سے تھا کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی پاکی میں نقص لازم کرتا ہے اس لیے انھوں نے ایسے خدا سے بیزاری ظاہر کی جو ناقص ہو۔ اور جنھوں نے کتے اور بلی میں خدا کے ظہور پر اصرار کیا تھا، ان کی مراد یہ تھی کہ کتے بلی کی گندگی سے خدا کا فیض کم نہیں ہوتا۔ اگر خدا انھیں فیض نہ پہنچائے تو اس کا فیض ناقص ہوگا پس وہ اس خدا سے بیزار ہیں جو ناقص ہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں نقص نہیں ہے پس ان کی بیزاری خدا سے نہیں ہے (خاص نقص سے ہے) لہٰذا دونوں میں سے کسی ایک پر کفر لازم نہیں آتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بیّن اور واضح دلائل سے ثابت ہوا کہ وجود صرف ایک ہے۔ ذرات و کائنات کی کثرت اور تعدد نمائشی ہے جیسے ایک شخص کا چہرہ اگر بہت سے آئینوں میں دیکھا جائے تو بہت سے چہرے نظر آئیں گے لیکن وہ شخص ایک ہی رہے گا۔ رباعی[1]:

---

[1] یہ رباعی نہیں ہے۔ دو علاحدہ اشعار ہیں۔

چو عکس روے از آئینہ بسیار
نماید روئے یک باشد نہ بس یار
مگر از روے چناں مشہود باشد
بداند اوچہ نامش بودہ باشد

ترجمہ: جس طرح آئینے سے ایک چہرے کے بہت سے عکس نظر آتے ہیں۔ اے دوست چہرہ ایک ہوتا ہے بہت سے نہیں ہوتے مگر اس سے ایسا ہی مشہود ہوتا ہے۔ جاننے والا جانتا ہے اس کا نام کیا ہوگا۔

لیکن اس عقیدے میں بہت سے خطرے وارد ہوتے ہیں۔ پہلے حس کا انکار اور دوسرے موجد حس کے آثار سے انکار بیت:

پس ایں آسمان وزمیں چیستند
بنی آدم و دام و دد کیستند

ترجمہ: پس یہ زمیں اور آسماں کیا ہیں، انسان اور درندے وغیرہ کون ہیں۔
عبادت گزار کس کی عبادت کرتے ہیں۔ ساجد کون ہے مسجود کون ہے۔ حق تعالیٰ کا افعال شنیعہ سے اتصال کیوں کر ہوسکتا ہے۔ آخرت کے عذاب کی وعید اور خیر و شر کا صدور سب لازم ہیں۔ ان سب ظاہری باتوں کا انکار قرآن واحادیث کا صریح انکار ہے۔ قطعہ:

ہمہ چوں نزد ایشاں یک وجو دوست
پس ایں اسلام وکفر ازماچہ بودست
کہ باشد خالق و مخلوق وا نگہ
براہ بندگی رفتن چہ سودست

ترجمہ: جب ان کے نزدیک ایک وجود ہے تو ہمارے کفر و اسلام کی کیا حیثیت ہے۔ اس وقت خالق کون ہے مخلوق کون ہے اور بندگی کی راہ پر چلنے کا کیا فائدہ ہے

جاننا چاہیے کہ ہم حس کے انکار کا جواب توجیہ اول میں دے چکے ہیں کہ محض حس وعقل کے فائدے کے لیے نص قطعی کا انکار کرنا اہل سنت وجماعت کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ معتزلہ کا مسلک ہے۔ اہل سنت وجماعت کا طریق یہ ہے کہ وہ نصوص قاطع نیز جو امور مشکلات سے ہیں انکار روا نہیں رکھتے بلکہ تعلق وسبب تلاش کرتے ہیں۔ اگر "ذات واحد" ایک مرتبے میں عابد ہو اور دوسرے مرتبے میں معبود ہو تو کیا تعجب ہے، جس طرح انسانی پیکر میں مشہود ہے اور خلاصہ

ایمان یہ ہے کہ القدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالٰی (خیر اور شر کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس لیے فرمایا قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ[1] (آپ فرما دیجیے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے)۔

اور مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ[2] (اے انسان تجھ کو جو خوش حالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ کی جانب سے ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آوے وہ تیرے ہی سبب سے ہے)۔

حسنِ ادب یہ ہے کہ اچھی بات کو حق تعالیٰ سے منسوب کیا جائے اور بری بات کو اپنے سے نسبت دی جائے۔ فرد:

تو نیکی کنی، من نہ بد کردہ ام
کہ بدراحوالت بخود کردہ ام

ترجمہ: تو نیکی کرتا ہے تو میں نے بھی برائی کو خود سے نسبت دے کر غلط نہیں کیا۔

جہاں کہیں غیر حق کی طرف کسی فعل کا اسناد ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ اسناد خبر مجازی نہیں ہے جیسا کہ شیطان کی نافرمانی کی نسبت ہے۔ نیکی اور بدی ایک نسبتی امر ہے۔ ہمارے نزدیک قبیح ہے لیکن اللہ کے نزدیک حسن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى[3] (جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے بہت اچھے نام ہیں) شعر:

زکژ بینی اگر نقشے بچشمت زشت می آید
تو وقتے راست بیں باشی کہ بینی زشت را زیبا

ترجمہ: اگر کج بینی سے تیری آنکھ کسی نقش کو بد دیکھتی ہے تو کسی وقت راست بین بن جا وہ بد تجھے خوب نظر آئے گا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے پاک نور کو گندگی سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے جیسے آفتاب کی روشنی کو گندگی پر پڑنے سے (کوئی نقصان نہیں ہوتا) مثنوی:۔

شعاع مہر بر پاک و پلید ست
نثار او بہر چیزے رسید ست

(آفتاب کی کرنیں پاک اور ناپاک دونوں طرح کی چیزوں پر پڑتی ہیں۔ اس کی روشنی ہر چیز تک پہنچتی ہے)۔

کمال نور او چوں لایزال ست
زقذرو پاک نقصانش محال ست

(چوں کہ اس کے نور کا کمال بے زوال ہے اس لیے گندگی اور پاکی سے نقصان پہنچنا ناممکن ہے)۔

بدانساں نور او در جاں محیط ست
کہ چوں جاں در ہمہ عالم بسیط ست

---

[1] پارہ ۵۔ سورۂ نساء، آیت ۷۸

[2] ایضاً آیت ۷۹

[3] پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۱۰

(اسی طرح اللہ کا نور جان میں محیط ہے جس طرح روح (تمام عالم میں) پھیلی ہوئی ہے)۔

بیا اشرف ز اسرارش مزن دم
کہ خود داند کسے کو ہست محرم

(اے اشرف اسرارِ الٰہی بیان نہ کرو جو محرم ہے وہ خود ان اسرار کو جانتا ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نامتناہی اسرار و آثار میں سے ایک رازِ عذاب کی ماہیت کا کشف ہے جس کے ظاہر کرنے سے اکابر متقدمین اور محققین نے منع فرمایا ہے کہ **ھذا من اسرار لا یعقلہ فھم ذوالا فکار** یعنی یہ اُن اسرار میں سے ہے جسے اہلِ فکر کی فہم بھی نہیں سمجھ سکتی۔ جب فاعلِ حقیقی، قادرِ مطلق اور خلق کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ [1] (حالاں کہ تم کو اور تمھاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے)۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ [2] (اور تم سوائے خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے)۔

اس سے عبارت ہے تو افعال کی سزا کس کو ملے گی وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ [3] (اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں)۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ طوالع سے نقل فرماتے تھے دوزخ میں جو کچھ ہے وہ مخلوق کی سعادت کے لیے ہے نہ کہ دوری اور شقاوت کے لیے ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ [4] (اللہ تعالیٰ کو تمھارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمھارے ساتھ دشواری منظور نہیں)۔

[5] رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ "بے شک اللہ نے اپنے فضلِ رحمت سے دوزخ کو پیدا کیا ہے"، اور "قیصری" میں بیان کیا گیا ہے، "پس بدبختوں میں سے جو کوئی جہنم میں داخل ہوگا اپنی ذات کے مقتضیٰ کے مطابق کمال کو پہنچے گا اور اس کا یہ کمال پروردگار سے اس کا قرب ہوگا، اسی طرح جب اہل بہشت جنت میں داخل ہوں گے وہ بھی اپنی ذات کے مقتضیٰ کے مطابق کمال پر پہنچیں گے اور اپنے رب کے قریب ہوں گے۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ [6] (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر)۔

رباعی:

---

[1] پارہ ۲۳۔ سورۂ الصّٰفّٰت، آیت ۹۶

[2] پارہ ۳۰۔ سورۂ تکویر، آیت ۲۹

[3] پارہ ۲۴۔ سورۂ حٰم السجدہ، آیت ۴۶

[4] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۵

[5] یہاں سے پیرے کے آخر تک عربی عبارت فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

[6] پارہ ۱۷۔ سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷

کمالِ اہلِ شقاوت درونِ دوزخ داں
درون آتش باشد وصول حاصل شاں
کمالِ اہلِ سعادت درونِ جنت شد
بجائے خلد مخلد شوند واصل شاں

ترجمہ: جان لے، بدبختوں کا کمال دوزخ میں ہے انھیں آگ کے اندر وصول حاصل ہوگا نیک بختوں کا کمال جنت میں ہوگا وہ خلد میں رہ کر واصلِ مطلوب ہوں گے۔

کفر کا معبود اور محبوب آگ ہے اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ خوش رہتا ہے۔ رباعی

اگر کس بارخ گل نار باشد
بدوزخ در بدو گل بار باشد[1]
دگر بے روئے اودر جنت آئی
شود دوزخ گلشن ہم خار باشد

ترجمہ: اگر کوئی گل نار چہرے کے ساتھ ہو تو دوزخ میں بھی پھولوں کی بارش ہو جائے۔ اور جو تو اس کے چہرے کے بغیر جنت میں جائے گا تو جنت دوزخ ہو جائے گی اس کے پھول کانٹے بن جائیں گے۔

کوئی شخص کسی بھی راستے جائے اگر اس کا راہبر رہنما ہے تو ہرگز راہ گم نہیں کرتا اور اسے اس کی منزل تک پہنچا دیتا ہے کیوں کہ یہی اس کی صراطِ مستقیم ہے، مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّاهُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[2] (کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضہ قدرت میں نہ ہو، بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ملتا ہے)۔ ابیات:

دریں رہ گر مسافر یا مقیم است
مسافر در صراطِ مستقیم است

(اس راستے میں اگر مسافر ہے یا مقیم ہے (وہ) صراطِ مستقیم کا مسافر ہے)۔

دو رہبر از ہدایت وزضلالت
برد سوئے سعادت یا شقاوت

(ہدایت اور گمراہی کے دو رہبر ہیں ایک سعادت کی طرف اور دوسرا بدبختی کی طرف لے جاتا ہے)۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں پہلا شعر روشنائی پھیلنے کی وجہ سے صحیح طرح پڑھا نہیں جا سکا۔ قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۵۶

سعادت راہبر سوئے بہشت است
شقاوت قائد دارے کہ زشتست

(سعادت بہشت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، بدبختی برے گھر کی طرف لے جاتی ہے)۔

پس جہنم دوزخیوں کے حق میں آرام وراحت سے بدل جائے گی اس لیے کہ انھوں نے اسے (دوزخ کو) اپنی استعداد سے حاصل کیا تھا پھر وہ اپنے اپنے مراتب کے مطابق حق تعالیٰ کے عارف ہوجائیں گے لیکن یہ اس وقت ہوگا جب منتقمِ حقیقی اپنا حق لے چکا ہوگا۔ رسول علیہ السلام نے اسی کی جانب اشارہ فرمایا ہے، **سیاتی علیٰ جهنم ینبت فی قعرها الجزجیر**، قریب ہے کہ جہنم پر ایسا وقت آئے کہ اس کی تہہ میں ساگ اُگ آئے جس نے سمجھا سمجھ لیا۔ اگر لوگ یہ اعتراض کریں کہ یہ حدیث صحاح کی کتابوں میں درج نہیں ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ راز کی باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیں ان کی خبر حضرت صدیقِ اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کو کس طرح ہوسکتی تھی لہٰذا ہر شخص نے اپنا راز اپنے ادراک کے مطابق بیان کیا جیسے ہر ایک نے معراج کے اسرار اپنی استعداد کے مطابق بیان کیے۔ وہ باتیں صحاح ستہ میں لکھی گئیں (یا نہیں) اس کا احتمال بہرصورت باقی ہے۔ خلاف قرآن کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں کافروں کے دوزخ میں ڈالے جانے کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد "مدتِ بعید" ہے جیسے قاتل مومن کے بارے میں جس نے عمداً قتل کیا ہو، فیصلہ ہے، وہاں بھی دوزخ میں ڈالنے سے "مدتِ بعید" مراد ہے کیوں کہ کوئی مومن گناہ کبیرہ کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ لٰبِثِیْنَ فِیْهَاۤ اَحْقَابًا[1] (وہ بے انتہا زمانوں میں (پڑے) رہیں گے)۔ ہمارے مدعا کے مطابق ہے۔ خوف دلانے کے سبب (عذاب کے عرصے کو) اس طرح بیان کیا گیا اور یہ ممکن ہے کیوں کہ کریم کے اخلاق سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ عذاب کے وعدے کے خلاف فیصلہ کرے۔ جو شخص احقابا (زمانے) کی حقیقت سے واقف ہے وہ یہی کہے گا، اور اگر احقاب کی مدت کو چند احقاب جمع کرکے بڑھائیں گے تو یہ جزاء وفاقا (موافق بدلے) کا انکار ہوگا۔ زاہدی (تفسیر زاہدی) کا مصنف کہتا ہے، **اي جزآء علیٰ وفق اعمالهم لازیادة لِاَنّ الزیادة ظلم لقایل** یعنی جزا اُن کے اعمال کے موافق (ہوگی) نہ زیادہ اس لیے کہ زیادہ ظلم ہے۔ کہنے والا کہتا ہے فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَ کُمْ اِلَّا عَذَابًا[2] (سو مزا چکھو ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے جاویں گے) کے کیا معنی ہیں۔ میں کہتا ہوں، ناکامی کی حسرت کے سبب دینِ احمدی کو مرتبۂ محمدی (رحمۃ للعالمینی) سے خارج خیال کیا۔ اور جو تفسیرِ زاہدی میں احقاب کے معنی ہمیشہ ہمیشگی کہے ہیں از راہِ خوف وتنبیہ کہے گئے ہیں، عبارت کی ترکیب بھی یہی ظاہر کرتی ہے، ورنہ کسی شخص کے قول پر جو یہ کہتا ہے، "**لله ان اکون فی هذا المسجد عاکفا ایاماً** یعنی خدا کے لیے میرے لیے راحت ہے کہ اس مسجد میں چند روز معتکف رہوں، لازم آتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے معتکف ہورہا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر یہی معنی مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ احقابا کے بجائے ابداً فرماتے۔ توریت میں بھی

---

[1] پارہ ۳۰۔ سورۂ نبا، آیت ۲۳ [2] پارہ ۳۰۔ سورۂ نبا آیت ۳۰

ہمیشگی اور ابدی کے معنی "مدّت مدید" آئے ہیں جو یہودیوں کی گمراہی کی علت ہے اور ان کے عالم ان باتوں کو جانتے ہیں۔ یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا[1] (گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس (مثال) کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے بہتوں کو)۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کافر دوزخ میں رہیں اور وہ عذاب ان کے لیے عذب (شیریں) ہوجائے یا وہ آگ کی مانند روشن ہوجائیں یا آگ کے خوگر ہوجائیں جیسے کہ سُمندر (آگ کا کیڑا) آگ میں سفید پھول کے بستر پر ہوتا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ عذاب کی نمائش ہو اور فی الحقیقت اس کے خلاف نمایاں ہو۔ اس دیو کا قصہ جو ایک جبلہ کو پکڑ کر لے گیا مشہور عام ہے اور حکایت جو اس سے خاموش ہے خود دلیل ہے۔ سبقت رحمتی علیٰ غضبی (میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے) ہر نفس اسم رحیم کا مظہر ہے اللہ اجمالی اور تفصیلی دونوں مرتبوں کا جامع ہے۔ اور رحیم کی غلط کتابت بھی رحیم ہے۔ اسم کی غلط کتابت اس کے مسمّٰی پر دلیل ہے۔ جو کوئی رحمانیت اور رحیمیت کی صفت سے موصوف ہوتا ہے وہ کسی پر ابدی تکلیف کا عذاب نہیں کرتا۔ ابیات

ہر کوئی موصوف ست بر حماں رحیم
چوں کند برعکس عذابے الیم

(جو رحمان اور رحیم کی صفت سے موصوف ہے، وہ رحمت کے برعکس کیوں تکلیف دہ عذاب دے گا)۔

اے برادر ہست بر رے در عذاب
داندآں کس کو چشد از سر عذاب

(اے بھائی عذاب میں بھی ایک راز ہے۔ اس راز کو وہی جانتا ہے جس نے عذاب کا مزا چکھا ہو)۔

ایں ز ترکیبِ وجودِ عنصر ست
ہر چہ می بینی الم از پیکر ست

(عذاب وجودِ عنصری سے ترکیب پاتا ہے۔ جو الم تو سہتا ہے اس کا تعلق جسم سے ہے)۔

در دریں پیکر کنی جاں را خیال
درد بر دارد زتو ذوقِ وصال

(تو جسم میں روح کو گمان کرتا ہے اگر ذوقِ وصال پیدا کرے تو درد چلا جاتا ہے)۔

در سرِ ایں گفتگو بیش مجمل ست
حلِ او از عقل و فکرت مشکل ست

(اس باب میں عذاب کی گفتگو مجمل طور پر کی جاسکتی ہے۔ تیری عقل و فکر اس کو حل کرنے سے قاصر ہے)۔

---

[1] پارہ ۱۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۶

اشرف ایں معنی زصورت کم بود
نقش ایں معنی بصورت ہم بود

(اے اشرف صورت کے بیان سے حقیقت کم ہوجاتی ہے۔ اس حقیقت کا نقش صورت ہی کی طرح ہوتا ہے)۔

کے شنا سد نقش ایں صورت پرست
اہل ایں معنیت کز صورت پرست

(صورت پرست اس نقش کو کب پہچانتا ہے اگر چہ اس حقیقت کا اہل صورت پرستوں سے ہوتا ہے)۔

رسول علیہ السلام نے دعا فرمائی "اے دنیا اور آخرت کے رحمٰن اور ان کے رحیم" بیان کیا گیا ہے کہ تمام اسما کی تجلّی کے بعد تجلّی رحیمی ہوگی اور تمام گنہگاروں کی شفاعت فرمائے گی اور کتاب طوالع میں ہے، جب حق تعالیٰ گنہگاروں کی شفاعت کی اجازت دے گا تو تمام خواص انبیا اور اولیا گنہگاروں کی بخشش کی درخواست کریں گے۔ سب سے آخر میں حق تعالیٰ اسم "الرحیم" کی تجلّی کے ساتھ متجلّی ہوگا۔ شفاعت کرنے والوں کی خواہش ہوگی کہ شفاعت کے وسیلے سے حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوں لیکن اس مشاہدے میں ایسے محو ہوں گے کہ ایک لحہ بھی ہم کلام ہونے کا موقع نہ پاسکیں گے۔ اس طرح ایک درجے میں گنہگار "مطلوب" بھی ہوگا یہ ایک راز ہے۔ حقیقی حسن عارضی قباحت سے قبیح نہیں ہوتا۔ لطافتِ روحانی کثافتِ جسمانی سے قبیح نہیں ہوتی۔ جسمانی عارضے تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں (اور تکلیف عارضی ہوتی ہے) تو یہ تکالیف کیوں کر ابدی ہوسکتی ہیں **کُلّ مولود یولد علی الفطرۃ الاسلام ثم ابوہ یہودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ** یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بناتے ہیں۔ فرشتے پاک کرنے کے لیے ہیں۔ ہر موجود حق تعالیٰ کے اسماً میں سے کسی اسم کا مظہر ہے۔ کوئی شخص اپنی ذات کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا۔ جو تکلیف ہوتی ہے عارضی ہوتی ہے۔ مریض کی تکلیف کو ختم کرنے کے لیے سببِ تکلیف کا مخالف غذاؤں یا داغ لگانے یا دواؤں سے علاج کرتے ہیں۔ جب علّت تکلیف رفع ہوجاتی ہے تو عذاب، عِذب (شیریں) ہوجاتا ہے۔ خالص سونے کو آگ میں ڈالنے سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے (مجلس میں) مغفرت کی بات نکل آنے پر فرمایا، آیت **وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**[۱] (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہوجاویں گے) کی تفسیر میں بہت سی تفسیروں میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جب تک میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں ہوگا اور دوسری روایت میں ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ بھی دوزخ میں ہوگا میں راضی نہ ہوں گا۔ فرشتے باوجود پاک ہونے کے استغفار کرتے رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ اُن کا استغفار کرنا

---

[۱] پارہ ۳۰۔ سورۂ ضحیٰ، آیت ۵

دوسروں کے کام آئے گا۔ ابیات:

دلے کو واقفِ اسرار باشد
بداند کیں نہ از پندار باشد

وہ دل جو اسرارِ الٰہی سے واقف ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ پندار کی وجہ سے نہیں ہے۔

دُرے باشد ز دریائے الٰہی
بگوشِ عارفانِ لا تناہی

دریائے الٰہی کا موتی لانہایت کے عارفوں کے کان میں ہوتا ہے۔

کہ چوں غیرے بعالم نیست موجود
بچشم ساکنانِ شہر مشہود

اللہ تعالیٰ کے سوا عالم میں کوئی موجود نہیں ہے، شہرِ مشہود کے رہنے والوں کی آنکھیں اسے ہی دیکھتی ہیں۔

بجز او دیگرے سودے نہ دارد
دریں سودا جز او سودے نہ دارد

سوائے اس کے کوئی دوسرا فائدہ نہیں پہنچاتا۔ اس سودے میں سوائے اس کے کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔

کہ باشد غیرے او کیں شوق گیرد
گریبانش بدستِ ذوق گیرد

اس کے سوا کون ہے جو اس شوق پر غالب ہے، اس کا گریبان ذوق کے ہاتھ سے پکڑتا ہے۔

ہمہ لذات وراحاتِ جہانی
شرابِ عیشِ انسانی وجانی

دنیا کی تمام لذتیں اور راحتیں، جن وانس کے عیش کی شراب ہیں۔

مر اورائی رسد ازروئے تحقیق
مجاز اندر ہماں از سوئے تحقیق

ازروئے تحقیق خاص اس کو پہنچتی ہیں، از سوئے تحقیق مجاز بھی اسی کے اندر ہے۔

کسے کو ایں ہمہ راحات گیرد
چہ باشد گردے محنت پذیرد

جوکوئی یہ تمام راحتیں حاصل کرتا ہے اگر تھوڑی دیر تکلیف برداشت کرلے تو کیا ہوگا۔

اگر ایں وصف درذاتش نہ باشد
زلذت طعمہ راچوں شناسد

اگر یہ وصف اس کی ذات میں نہ ہو تو کس طرح کھانے کی لذت پہچان سکتا ہے۔

اگر بینی دریں از روئے تصدیق
کمال دیگرست ازروئے تحقیق

اگر تو از روئے تصدیق دیکھے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کمال دوسرے کا ہے۔

بیا اشرف دگر زیں گونہ کم گوے
کہ کم بروند زیں میدان کم گوے

اے اشرف آ۔ اس طرح کی بات بہت کم کہو۔ اس میدان سے بہت کم لوگ گیند لے گئے ہیں (کامیاب ہوئے ہیں)۔

اگر گفتیم حالے در گزارید
دریں گفتن مرا معذور دارید

اگر میں نے حال میں بیان کر دیا ہے تو درگزر فرمائیں، اس گفتگو میں مجھے معذور سمجھیں۔

لطیفہ ۲۸

توبہ کے بیان میں

قال الاشرف :

التوبۃ ھی الاعراض عن الافعال القبیحۃ والاقبال علی الاعمال الحسنۃ حضرت سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا، توبہ برے کاموں سے بچنے اور اچھے کاموں پر توجہ دینے کو کہتے ہیں۔ نیز بشری کدورتوں اور بنیادی عادتوں سے بھی احتراز کرنا توبہ ہے، جیسے کدورت، حسد، نفاق، جھوٹ، بخل، حرص وطمع، فریب وریا، تہمت اور غیبت وغیرہ۔ جو شخص ہمیشہ ان برائیوں میں مبتلا رہتا ہے وہ خدا اور رسول اللہ ﷺ سے حجاب میں رہتا ہے۔ اولیاء اللہ اور ذمہ دار اہل شرع نے ان برائیوں سے منع فرمایا ہے۔ جو شخص مذکورہ عادتوں کو چھوڑ دیتا ہے اور برعکس خوبیوں کو اپناتا ہے جیسے، سخاوت، رواداری، اچھے اخلاق، انکسار اور کم آزاری تو حجاب دور ہو جاتا ہے۔ کم آزاری ایسی خوبی ہے کہ اس میں تمام خوبیاں شامل ہیں۔ بیت

مباش در پے آزار ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

ترجمہ: (اے مخاطب) کسی (انسان) کے درپے آزار نہ ہو، اس کے علاوہ جو چاہے کر، کیوں کہ ہمارے مسلک میں بجز دل آزاری کے اور کوئی گناہ نہیں ہے)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سالک کے لیے مذکورہ پسندیدہ اوصاف کی ہر ایک خوبی، تمام عبادتوں اور سعادتوں کی اصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ مذکورہ اوصاف میں سے کسی ایک صفت پر عمل کیا جائے تو باقی خوبیاں بھی اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔

ایک پیر سے چور کے مرید ہونے کا قصہ:

نقل ہے کہ ایک چور جو چوری کرنے کی تمام گھاتوں سے واقف تھا ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کرنے کی درخواست کی، چوں کہ وہ چوری کے فن میں مشہور زمانہ تھا، بزرگ نے فرمایا، مرید ہونے کی غرض وغایت گناہوں

سے توبہ کرنا ہے اس لیے ضروری ہے کہ تم اپنے مشہور فعل (چوری کرنے) سے توبہ کرو۔ چور نے کہا یہ توبہ میں ہرگز نہ کروں گا۔ شیخ نے مرید کرنے سے انکار کر دیا لیکن وہ اصرار کرتا رہا کہ شیخ اسے مرید کریں۔ جب رد و کد بہت بڑھ گئی تو بزرگ نے فرمایا، تمھیں مجھ سے ایک بات کا عہد کرنا پڑے گا باقی باتیں تم پر چھوڑتا ہوں کرو یا نہ کرو۔ اور وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے کام میں انصاف کرو گے جو کام کرو گے انصاف پر قائم رہو گے۔ چور نے بزرگ کی یہ بات مان لی۔ بزرگ نے اسے اپنا مرید کر لیا۔

مرید ہونے کے بعد چور اپنے گھر آ گیا۔ اس کی بیوی نے اس سے روزانہ کا مقررہ خرچ طلب کیا۔ اس نے بیوی سے دریافت کیا کہ اس وقت گھر میں کتنے روز کا سامان ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ دو تین روز کے لیے کافی ہوگا۔ چور نے کہا یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ گھر میں دو تین روز کی خوراک موجود ہو اور میں چوری کرنے کے لیے نکلوں۔ جب دو تین دن میں خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو چور گھر سے نکلا اور ہمسائے کے گھر میں داخل ہوا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہمسائے کے گھر میں چوری کی جائے۔ وہاں سے نکل کر دوسرے گھر میں داخل ہوا۔ اس کے دل میں پھر خیال گزرا کہ یہ بھی ہمسائے کا ہمسایہ ہے۔ یہ بات انصاف کے خلاف ہوگی کہ ہمسائے کے ہمسائے کے گھر میں چوری کی جائے۔ مختصر یہ کہ اسے سارا شہر ہمسایہ نظر آیا۔ پھر اس نے سوچا کہ بادشاہ کے محل میں بیت المال سے چوری کی جائے کہ وہاں سے کچھ حاصل کرنا میرا بھی حق ہے۔

جب بادشاہ کے محل میں داخل ہوا تو ہیروں اور موتیوں کا خزانہ نظر آیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا یہ انصاف نہیں ہے کہ تھوڑی سی زندگی کے لیے زر و جواہر کا اس قدر خزانہ چوری کروں اور عام لوگوں پر صرف کروں۔ اس نے چاندی کے سکوں کی ایک تھیلی اٹھائی وہ بھی ضرورت سے زیادہ معلوم ہوئی۔ اس نے تھیلی کو پھاڑ کر چاندی کے تھوڑے سکے لیے اور خزانے سے نکل آیا۔ جب مغرب کا سکہ مشرق کے ٹکسال سے طلوع ہوا (صبح ہوئی) تو سارے شہر میں دھوم مچ گئی کہ رات بادشاہ کے محل میں چوری ہوئی۔ ادھر شاہی محل میں جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ ایک تھیلی سے چاندی کے چند سکوں کے سوا کچھ چوری نہ ہوا۔ اس عہد کا بادشاہ بہت ہی منصف مزاج تھا۔ اس نے کہا یقیناً چور انصاف پسند ہے اسے تلاش کر کے ہمارے حضور پیش کرو۔ چوں کہ وہ چور مشہور زمانہ تھا پکڑ کر لایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ خزانے میں داخل ہو کر اس قدر کم سکے چرانے کی کیا وجہ تھی۔ چور نے جواب دیا، اے میرے بادشاہ میں نے اپنے شیخ سے عہد کیا تھا اس کے خلاف عمل نہیں کر سکتا تھا پھر اس نے سارا قصہ بادشاہ کے حضور بیان کر دیا۔ بادشاہ نے فیصلہ دیا کہ یہ سچ کہتا ہے۔

(پھر اس سے مخاطب ہو کر کہا) جب تو نے اس قدر انصاف سے کام لیا تو ہمیں بھی انصاف سے گزرنا نہیں چاہیے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بیت المال سے اس کی ضرورت کے مطابق روزینہ مقرر کیا جائے تا کہ اس کے اہل و عیال بھوکے نہ مریں، چنانچہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس حکایت کے تعلق سے آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! ایک پسندیدہ عمل سے چور

اس مرتبے کو پہنچا اگر کوئی شخص جملہ اخلاقِ حمیدہ سے موصوف ہو تو کس قدر جزا کے لائق ہوگا۔ رباعی: [1]

کسے کو سیرت انصاف گیرد
چو عنقا عرصہ تا قاف گیرد
وگر با ایں ہمہ موصوف گردد
ز بزم دُرد نوشاں صاف گیرد

ترجمہ: جو شخص انصاف کی سیرت اپناتا ہے، اس کی رسائی عنقا کی طرح قاف تک ہو جاتی ہے (سارے عالم کا عزیز ہو جاتا ہے)، اگر وہ جملہ اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو جائے تو تلچھٹ کے بجائے صاف شراب حاصل کرتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ توبہ کا حکم تمام لوگوں کے لیے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ **وَتُوبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا** [2] (سب اللہ سے توبہ کرو۔) لوگ ہر گھڑی توبہ کے دامن سے لپٹے رہیں تا کہ وصول کے گریبان تک رسائی حاصل ہو سکے۔ کافر اپنے کفر سے توبہ کریں تا کہ ایمان سے مشرف ہوں۔ گناہ گار گناہوں سے توبہ کریں تا کہ مخلص اور اطاعت گزاروں میں شامل کیے جائیں۔ مومن و مسلم ظاہری برائیوں کو ترک کریں اور باطنی خوبیوں سے آراستہ ہونے کی کوشش کریں۔ اہلِ سلوک ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام کی جانب ترقی کریں۔ اصحابِ کشف نعمتِ یقین سے مشرف ہوں۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہر شخص جس مقام پر ہے اس پر فرض ہے کہ وہاں سے اعلیٰ مقام کی جانب گام زن ہو کہ مشائخ کے کلام میں آیا ہے **من رضیٰ عن مقامه سقط عن امامه** (یعنی جو شخص اپنے مقام پر جم کر رہ گیا وہ اپنے امام سے بچھڑ گیا یعنی ترقی سے محروم ہو گیا)۔ ابیات

پائے طلب ہر کہ بدیں رہ فتاد
ہر چہ رسیدش بسر او نہ نہاد [3]

جو شخص اس راستے میں پائے طلب رکھے، اسے جو کچھ حاصل ہو اس پر اکتفا نہ کرے۔

گام بہ گام ازچہ فزوں تر بود
گام ازاں گام بروں تر بود

قدم بہ قدم آگے بڑھتا جائے، پہلے قدم کی حد سے دوسرا قدم باہر رکھنا چاہیے۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[2] پارہ ۱۸، سورۂ نور آیت ۳۱۔

[3] یہ مصرع غالباً سہو کتابت کے باعث بے وزن ہو گیا ہے، دوسرے شعر کے پہلے اور دوسرے مصرعے میں گام بہ گام اور گام ازاں گام تحریر کیا گیا ہے۔ احقر مترجم نے قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے۔ (مطبوعہ نسخہ ص ۱۵۲)

ہر کہ ازیں گو نہ ندارد عناں
باد دراں سینہ زد و ناں سناں

جو طالب اس آرزومندی سے راستہ طے نہ کرے خدا کرے کمتر لوگوں کا نیزہ اس کے سینے سے پار ہو جائے۔

اشرف ازیں راہ ز سستی نہ شد
راہ بلندیش ز پستی نہ شد

اے اشرف یہ راہ بے دلی سے طے نہیں ہوتی۔ بلند و بالا راستے پستی میں رہ کر طے نہیں ہوتے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سبحان اللہ! توبہ کرنے والوں کا اس سے زیادہ کیا مرتبہ ہوگا کہ تائب کہتا ہے ''تُبتُ'' (میں توبہ کرتا ہوں) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''قَبِلتُ'' (میں قبول کرتا ہوں) توبہ کے بعد انابت ہے۔ عام مومنین عذاب کے خوف اور ثواب کی امید کے سبب کبیرہ گناہ سے توبہ کرتے ہیں (لیکن) انابت خواص کا مقام ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَاَنِيبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ [ط] (رجوع کرو تم اپنے رب کی طرف) خواص صغیرہ گناہوں سے بچنے، قلبی خطرات سے محفوظ رہنے اور نفسانی خواہشوں کے ترک کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ انبیاء اور کامل اولیاء، عشق و محبت، معرفت و قربت اور رویت حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔

انابت کی حقیقت ماسوئ اللہ سے اعراض کرنا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک انابت مرتبہ ثانیہ ہے۔ بعض کہتے ہیں، التوبة من جهة العبد والانابة من المعبود، والتوبة في الحق الطالب والانابة من مواهب المطلوب یعنی توبہ بندے کی جانب سے ہے اور انابت (رجوع ہونا) معبود کی عنایت ہے۔ توبہ طالب پر واجب ہے اور انابت مطلوب (حق تعالیٰ) کے انعامات ہیں۔

اصحابِ طریقت کی توبہ و انابت کا طریقہ:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ توبہ اتنی پختہ کریں کہ پھر برے افعال میں مبتلا نہ ہوں بلکہ دل میں برے افعال کا خیال تک پیدا نہ ہو۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار سے کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے۔ کبیرہ گناہوں سے استغفار کرتے سے مغفرت کے آثار جلد ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ہر زمانے کے اکابر نے توبہ کرنے اور پھر توڑنے سے پناہ مانگی ہے۔ رباعی:

در دل اثر گناہ بر لب توبہ
در صحت خوش دلی و درتپ توبہ

[ط] پارہ ۲۴۔ سورۃ الزمر، آیت ۵۴

ہر روز شکستن ست ہر شب توبہ
زیں توبۂ نادرست یارب توبہ

ترجمہ: دل میں گناہ کا اثر قائم ہے اور زبان پر توبہ کی رٹ لگی ہے۔ تندرستی میں مبتلائے عیش ہو جاتے ہیں۔ بیمار پڑتے ہیں تو توبہ کرتے ہیں۔ رات کو توبہ کرتے ہیں اور دن کو توڑ دیتے ہیں، خدایا ایسی غلط توبہ سے توبہ ہے۔

بعض حضرات نے اس کے برعکس بھی کہا ہے یعنی اگرچہ ہر روز گناہ سرزد ہو لیکن جان و دل کی سچائی کے ساتھ توبہ کرتا رہے تو التائب من الذنب کمن لا ذنب له کے دائرے میں آجاتا ہے یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، جب توبہ کرنے والا توبہ کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ پہلے غسل کرے پھر اللہ تعالیٰ کے لیے دو رکعت نماز ادا کرے۔ اگر شیخ کا انتقال ہو چکا ہے تو اس کی ولایت سے امداد طلب کرے ورنہ شیخ کے حضور میں توبہ کرے۔ مناجات میں عرض کرے، الٰہی جس قدر ظاہر کا امکان ہو سکتا ہے میں پاک ہو گیا ہوں، باطن پر میری دسترس نہیں ہے۔ اپنی عنایت سے میرے دل کی لوح سے اپنے غیر کے خیال کو مٹا دے (بعد ازاں) یہ دعا پڑھے، اللھم طھر ظاھری بالماء و باطنی بالصفا یعنی اے میرے اللہ میرے ظاہر کو پانی سے پاک کر دے اور میرے باطن کو پاکیزگی (عطا فرما)۔ تائب کو چاہئے کہ اپنے دل میں اتنا پختہ ارادہ کرے کہ اب میں ان جرائم کا دوبارہ ارتکاب نہ کروں گا۔ توبہ کرتے وقت توبہ کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور آنکھیں اشکبار ہوں۔ توبہ دوزخ کے عذاب یا بہشت کی امید سے نہ کرے بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی اور ہدایت کے لیے کرے۔ کیوں کہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر میں اس قدر بے انتہا موجودات اور بے نہایت مخلوقات میں سے دو مکان (بہشت و دوزخ) پیدا نہ کرتا تو میں پرستش کے لائق نہ ہوتا[1]"۔ یہ ہمت کے لیے بہت آسان ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی امید پر کریں۔ ابیات:

کے کش پرستد زبیم عقاب
نیابد ز کردار کردہ ثواب

---

[1] واوین کے درمیان ترجمے کی فارسی عبارت یہ ہے: "چہ نقلست کہ حق تعالیٰ می فرماید، اگر من در چندیں موجودات بے نہایت و مخلوقات بے غایت دو مکان مخلوق نہ کردے، من سزائے بندگی نمی شدے"۔

اس عبارت میں غالباً سہو کتابت ہے جس کے باعث عبارت کا مفہوم ژولیدہ ہو گیا ہے۔ حضرت سید اشرف جہاں گیر سمنانی کے ملفوظ گرامی کے سیاق و سباق کے پیش نظر واضح ہدایت یہ ہے کہ توبہ، عبادت اور ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ بہشت کی امید یا دوزخ کے عذاب کے ڈر سے عبادت کی جائے۔

ثوابے کہ مشہور باشد دہند
ز مقصود صد طعنہ برسر دہند

ترجمہ: جو کوئی اس کی عبادت عذاب کے ڈر سے کرتا ہے اسے کیے گئے عمل کا ثواب نہیں ملتا، وہ سینکڑوں طعنوں سے در گزر فرما کر مقصود کی نسبت سے ثواب عطا کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ کوئی مذلت توبہ سے اور کوئی رفعت انابت سے بالاتر نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص توبہ کے لیے (چند) قدم چلے گا اور توبہ نہ کر سکا ہو تب بھی اس کا نام مغفرت پانے والوں میں لکھا جائے گا۔ بندے کے ہر عضو سے گناہ سرزد ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہر عضو سے متعلق توبہ کی جائے۔

کبیرہ گناہوں کی تفصیل

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ گناہ کبیرہ کی تعداد سولہ ہے۔ دو کبیرہ ہاتھ کے ہیں۔ ایک چوری کرنا اور دوسرا بغیر کسی وجہ کے مومن کا قتل کرنا۔ چار زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔ اول گالی بکنا، دوم جھوٹ بولنا، سوم باعصمت عورت پر بہتان باندھنا۔ چہارم جھوٹی قسم کھانا۔ تین گناہ پیٹ کے ہیں۔ پہلا سود کھانا، دوسرا شراب نوشی اور تیسرا یتیم کا مال کھانا۔ دو پوشیدہ اعضا کے ہیں۔ ایک زنا اور دوسرا لواطت۔ ایک کبیرہ پاؤں کا ہے اور وہ جہاد سے بھاگنا ہے۔ چار کبیرہ کا تعلق دل سے ہے۔ پہلا اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، دوسرا گناہ پر اصرار کرنا، تیسرا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جانا، چوتھا اللہ تعالیٰ کے مکر (خفیہ تدبیر) سے خود کو محفوظ سمجھنا۔ ان چار گناہوں کی تشریح یہ ہے۔

(۱) شرک یہ ہے کہ ہر بدی اور نیکی جو کسی سے وجود میں آئے (خدا کے سوا) اور سبب دیکھے۔

(۲) گناہ پر اصرار یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہوا اُسے بھل جانے اور بار بار گناہ کرتا رہے اور اس گناہ پر فخر کرے۔

(۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی یہ ہے کہ اس قدر ناامید ہو جائے کہ اب میری بخشش نہیں ہوگی۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے خود کو محفوظ سمجھنا یہ ہے کہ گناہ سرزد ہونے کے باوجود اس گمان میں رہے کہ میری بخشش ہو جائے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ گناہ کی کئی نوعیتیں ہیں۔ عوام کا گناہ۔ خواص کا گناہ۔ اور اخص الخواص (خواص میں بھی خاص) کا گناہ۔ اخص کا گناہ انبیا کا گناہ ہے۔ خواص کا گناہ دل میں خطرات وغیرہ کا پیدا ہونا اور حب جاہ ہے۔ عوام کا گناہ اوامر کی نافرمانی اور نواہی کا ارتکاب ہے لیکن اخص الخواص جو انبیا ہیں ان کا گناہ عوام اور خواص کے مانند نہیں ہوتا۔ اس کی توضیح مشکل ہے بس رمز و اشارے کیے جا سکتے ہیں۔ ارباب شریعت اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ اس کے ادراک سے بے بہرہ ہیں (البتہ) اصحاب حقیقت ان حقائق سے بہرہ مند ہیں اور یہ سعادت انھیں کو نصیب ہے۔

ابیات :

نباشد ہر کسے در خورد اسرار
کہ شکر را نیابد کام بیمار
بآں کس می تواں ایں راز گفتن
کہ آرد در دل و جانش نہفتن

ترجمہ: ہر شخص اسرار کے لائق نہیں ہوتا (جس طرح) بیمار کو مٹھاس کا ذائقہ محسوس نہیں ہوتا۔ یہ راز تو صرف اسی شخص کو بتایا جا سکتا ہے جو اسے دل و جان میں چھپانے کا سلیقہ رکھتا ہے۔

عین القضاۃ ہمدانیؒ نے اس کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس گناہ کا ترک کرنا کفر ہے اور پیروی کرنا طاعت ہے۔ ذنوب الانبیاء وصل الی الحق لا نہم یبعوثون من حیث الحق فی کل ذنب یعنی انبیا کا گناہ قربِ حق کے حصول میں ہے۔ وہ سب ہر خطا (کے معاملے) میں حق کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

ابلیس کا گناہ اس کا خدا سے عشق تھا اور مصطفیٰ ﷺ سے خدا کو عشق ہے، آپ حق کے محبوب ہوئے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ[1] (تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔) اس گناہ سے مراد انانیت ہے جو آدم اور آدم صفت لوگوں کو ودیعت کی گئی ہے یعنی انھیں بھی اس میں داخل ہیں۔ اگر اس گناہ کا ایک ذرہ جو مصطفیٰ ﷺ کے راستے میں رکھی گئی تھی، کونین پر ڈال دیا جاتا تو تمام عالم نیست و نابود ہو جاتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس گناہ کی تمنا تھی، انھوں نے کہا تھا اے کاش مصطفیٰ ﷺ کا سہو اور گناہ میرے حصے میں آتا۔

رازِ محمودی کے محرم اور نازِ مسعودی کے حامل ایاز کے بارے میں منقول ہے، وہ کہتا تھا کہ میں نے سلطان کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں سنا کہ وہ مجھے خصوصیت کے تخت پر بٹھاتا ہے اور محبوبیت کی نعمت سے نوازتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ایاز تو نے میرے باغِ عشق کو سیراب کر دیا اور گلستانِ شوق کو نہال کر دیا۔ اس راز سے مطلع ہونا ہر بوالہوس کے بس کا نہیں ہے لیکن صاحبِ اسرار عارف ہی اس سے آگاہ ہوتا ہے۔ ابیات :

گدائے کوچہ گردے کز گدائی
بود محرم بحرم بادشاہی

ترجمہ: کوچہ گرد فقیر گدائی کی بدولت حرم شاہی کا محرم ہو جاتا ہے۔

بہ لطفش آں چناں منسوب گردد
کہ از دیگر کساں محبوب گردد

---

[1] پارہ ۲۶، سورۂ فتح، آیت ۲

ترجمہ: وہ گدا بادشاہ کے لطف کے ساتھ اس طرح منسوب ہو جاتا ہے کہ دوسرے لوگوں سے زیادہ بادشاہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔

نثارِ او کند صد تاج و اورنگ
طفیلِ او کند صد ملک ہوشنگ

ترجمہ: بادشاہ اس پر بہت سے تاج و تخت نثار کر دیتا ہے۔ ہوشنگ (قدیم ایرانی بادشاہ) کے سینکڑوں ملک اس پر فدا کر دیتا ہے۔

ایازِ او بود از جاں چو محمود
عدم دانند بہ پیشش جملہ موجود

ترجمہ: اس کا ایاز (غلام) جان سے محمود ہو جاتا ہے اور تمام موجودات اس کے سامنے نیست ہو جاتے ہیں۔

بدو گوید ز رازِ دل فسانہ
در آید در نیازِ عاشقانہ

ترجمہ: اس سے رازِ دل کا افسانہ بیان کرتا ہے اور نیازِ عشق (کی دہلیز) میں داخل ہو جاتا ہے۔

کہ اے از تو معطر گلشنِ عشق
واے از تو منور گلبنِ عشق

ترجمہ: کہ اے (دوست) تجھ سے گلستانِ عشق معطر ہے اور عشق کا سرخ گلاب تیرے وجود سے منور ہے۔

شبستانِ ہوا آراست از تو
گلستانِ وفا پیراست از تو

ترجمہ: تیری ذات سے خواب گاہِ آرزو آراستہ اور گلستانِ وفا پیراستہ ہے۔

از انجائیکہ ز یکساں راز باشد
بہم دیگر نیاز و ناز باشد

ترجمہ: اس نوعیت کا راز جہاں بھی ہوتا ہے ایک دوسرے سے ناز و نیاز ہوتا ہے۔

چہ باشد گر دراں بزمِ سعادت
گناہِ او بود عینِ عبادت

ترجمہ: اس بزمِ سعادت میں اگر خطا سرزد ہو تو عینِ عبادت ہے۔

[1] اشرف آں کس بداند ایں گنہ را
کہ داند سر ماہیت گنہ را

ترجمہ: اے اشرف اس گناہ کے بارے میں وہی شخص جانتا ہے جو گناہ کی ماہیت کے راز سے آشنا ہے۔

اس نوعیت کے اسرار کی تشریح شریعت میں ممنوع ہے بلکہ خطرات میں مبتلا ہونا خیال کیا گیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ لوگوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ کون سی معصیت ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اور وہ کون سی طاعت ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی قربت سے دور کرتی ہے۔ فرمایا وہ طاعت جو غرور پیدا کرے دوری کا سبب بن جاتی ہے اور وہ معصیت جس کے سرزد ہونے کے بعد پشیمانی ہو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچاتی ہے۔

فرد:

گنہ گار اندیشناک از خدائے
بسے بہتر از عابد خود نمائے

ترجمہ: وہ گنہ گار جو اللہ تعالیٰ کا خوف کرتا ہے وہ خود نما عبادت گزار سے ہزار درجے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اپنے خواجہ کا قول نقل فرماتے تھے کہ معصیت سے توبہ ایک بار ہوتی ہے اور عبادت سے توبہ ہزار بار ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردیؒ) کو تحریر کیا، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ عمل کرتے رہو اور غرور سے استغفار کرتے رہو۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اکابر سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص سے گناہ سرزد ہو اور گناہ کرتے وقت اس کے دل میں خیال آئے کہ اللہ تعالیٰ غفار ہے مجھے معاف فرمائے گا اور وہ سبب فعل سے واقف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے جرم سے درگزر فرمائے گا۔

---

[1] اس مصرعے میں اشرف کے بجائے اَشرف پڑھا جائے تو مصرع باوزن ہو جائے گا۔

لطیفہ ۲۹

نماز کی معرفت کے بیان میں

قال الاشرف:

الصلواۃ وهی الانفصال عن الصلواۃ والاقبال الیٰ الصلواۃ قال علیه السلام، اول ما افترض الله علی المسلمین الصلواۃ و اول ما یحاسبون یوم القیامة الصلواۃ:

یعنی حضرت سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا، نماز اور وہ جدا ہوتا ہے نماز سے اور متوجہ ہوتا ہے نماز کی جانب۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے فرائض میں اول فرض نماز ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلے جس فرض کے بارے میں پرسش ہوگی، وہ نماز کے بارے میں ہوگی۔

وہ کسی بھی سبب سے بندے سے ساقط نہیں ہوتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ہے اور مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا[1] (یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے) هذه الآیة یستدل بها ان الصلواۃ مفروضة علی المومنین موقوۃ یعنی یہ وہ آیت ہے جس سے اس حقیقت پر استدلال کیا جاتا ہے کہ بے شک نماز معین اوقات میں مومنین پر فرض کی گئی ہے اور بندے کو نماز کا مکلف کیا گیا ہے۔ لانها خدمة تشمل علی انواع العبودیة و ذالک لانّ فیها الاقرار بالربوبیة و فیها خلع السنة والذل والاستکانة والخضوع والقلق والحاجة والاقالة من سوابق الذنوب والتجافی عن الفساد و الفحشاء والمنکر یعنی اس لیے کہ یہ خدمت عبودیت کی مختلف اقسام پر مشتمل ہے، کیوں کہ اس میں ربوبیت کا اقرار ہے۔ سنت کی خلعت کا انعام ہے۔ ذلت، عاجزی، فروتنی، بے قراری، حاجت طلبی ہے، سابقہ گناہوں سے لوٹنا ہے، فساد، بے حیائی اور منکر سے دور ہو جاتا ہے۔

---

[1] پارہ ۵۔ سورۂ نساء، آیت ۱۰۳

اس بناء پر نماز تمام عبادتوں کی جامع ہے اور اس سے تمام اوامر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ ہر عبادت جو تمام موجودات سے عمل میں آتی ہے اور ہر طاعت جو مخلوقاتِ عالم سے ظاہر ہوتی ہے نماز میں پائی جاتی ہے۔ پس جب کبھی کوئی بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس میں تمام مذکورہ عبادات موجود ہوتی ہیں۔ نظم:

ہر چہ عبادت ز ہمہ سر زند
وانچہ اطاعت ز جہاں برزند
باشد از سرِّ لہ قانتون
نیست ز احکامِ نماز او بروں

ترجمہ: ہر عبادت جو تمام مخلوق سے عمل میں آتی ہے اور ہر طاعت جو دنیا انجام دیتی ہے، وہ عبادت گزار بندوں کے لیے ایک راز ہے اور (ہر عبادت) احکامِ نماز سے باہر نہیں ہے۔

مختصر طور پر ان اشعار سے جو حقیقت عیاں ہوتی ہے یہ ہے کہ نماز کے بڑے ارکان چار ہیں۔ کھڑا ہونا، بیٹھنا، جھکنا اور سجدہ کرنا۔ عرش سے تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات نیز اعلیٰ سے ادنیٰ تک تمام موجودات جو چار اقسام پر مشتمل ہیں چار طرح سے عبادات میں مشغول ہیں۔ ان میں سے بعض قیام کرتے ہیں مثلاً درخت، دیواریں، پہاڑ اور جامد اشیا۔ بعضے حالت رکوع میں ہوتے ہیں مثال کے طور پر بے عقل و تمیز جانور اور درندے وغیرہ۔ ان میں بعض حالت قعود میں ہوتے ہیں مثلاً خشک گھاس، نباتات، بعض نہ بولنے والے جانور جیسے مینڈک وغیرہ اور بعض سجدے کی حالت میں ہوتے ہیں جیسے سانپ، بچھو اور دیگر پیٹ کے بل چلنے والے جانور۔ پس ہر ہستی ان عبادات سے خالی نہیں ہے اور یہ چار قسم کی عبادتیں جو تمام مخلوقات سے متفرق طور پر صادر ہوتی ہیں تنہا ایک انسان سے انجام پاتی ہیں۔ یہاں سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے کہ انسان خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ اور اس کی استدلالی صلاحیت سب سے بہتر ہے۔ ابیات:

انچہ جہاں را بفرقہ بداد
در تنِ انسان جمعیت نہاد
در کفِ این بحر عجب گوہریست
حقہ لبالب چہ پرُ از جوہریست

ترجمہ: جو کچھ (خوبیاں) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایک ایک کر کے عطا کیں وہ تمام خوبیاں انسان کو ودیعت فرمائیں، (ہستی کے) اس سمندر کی مٹھی میں (انسان) عجیب و غریب موتی ہے۔ یہ صندوقچہ جواہرات سے لبالب بھرا ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ عابد نمازِ شریعت، زاہد نمازِ طریقت اور عارف نمازِ حقیقت ادا کرتے ہیں۔ جس طرح نمازِ شریعت کی شرائط ہیں اسی طرح نمازِ طریقت کی بھی شرائط ہیں۔ پہلے طریقت کے وضو کی تشریح سنو۔

وضو کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم عوام کا وضو، دوسری خواص کا وضو اور تیسری قسم خاص الخاص کا وضو۔ از روئے شریعت عام مومن و مسلمانوں کا وضو بے وضو ہونے کے بعد خاص اعضا کا دھونا ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں تحریر کیا گیا ہے۔ خواص اصحاب طریقت کا وضو دل کو باطنی برائیوں کی آلودگی سے پاک کرنا ہے اور جو خاص الخاص ارباب حقیقت ہیں ان کا وضو ماسوئی اللہ کے خیال سے اپنے باطن اور روح کو پاک کرنا ہے اگرچہ (اللہ تعالیٰ کی) محبت و معرفت حاصل ہو چکی ہو۔ کتاب کشف الاسرار میں بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح جسم کی طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی اسی طرح دل کی پاکیزگی کے بغیر معرفت روا نہیں ہوتی اور دل کو تدبر اور ذکر وفکر کے صاف پانی سے پاک کیا جاتا ہے۔ طریقت و حقیقت کے وضو کے چار درجے ہیں۔

(۱) پہلا درجہ توبہ کے پانی سے ظاہری حواس کو اعضا کی برائیوں سے پاک کرنا ہے۔

(۲) دوسرا درجہ دماغ کو سالہا سال سے بسے ہوئے (لایعنی) خیالات اور اوہام سے پاک کرنا ہے۔ (کیوں کہ) یہ خیالات شیطانی خیالات اور وسوسوں کی جڑ ہیں۔

(۳) تیسرا درجہ باطنی حواس کو باطنی خطرات سے پاک کرنا ہے کیوں کہ اگر باطنی حواس پاک نہ ہوں تو (قیامت کے روز) اس کی پرسش ہوگی۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا[۱] (کیوں کہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔)

(۴) چوتھا درجہ ماسوئی اللہ سے روح اور باطن کا پاک ہونا ہے۔

احیاء العلوم میں بیان کیا گیا ہے کہ دل کا وضو میل و محبت کو ترک کرنا ہے اور روح کا وضو ماسوئی اللہ سے قطع تعلق ہے جیسا کہ بعض عارفین نے کہا ہے، الوضوء انفصال و الصلوٰۃ اتّصال فمن لم ینفصل لم یتصل یعنی وضو جدائی ہے اور نماز اتصال ہے سو جو شخص جدا نہ ہو وہ قریب بھی نہیں ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عابدوں، زاہدوں اور عارفوں کی نماز ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اور یہ جو آیہ کریمہ میں فرمایا گیا ہے، اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِہِمْ دَآئِمُوْنَ[۲] (جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔) یہ نماز بھی مختلف ہوتی ہے۔ عوام کے لیے پانچ وقت، جمعہ، عیدین، تراویح اور لیلۃ الرغائب وغیرہ کی نمازیں ہیں جنھیں وہ ہمیشہ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور ان کی ادائیگی میں چوک اور غفلت کو جائز قرار نہیں دیتے۔

خواص ہر حال میں، اشراق، چاشت، زوال آفتاب، تہجد کی نمازیں اور شیخ کی اتباع میں دیگر نوافل خضوع اور دل کی حضوری کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی نفل کسی وجہ سے فوت ہو جائے تو رات کے نوافل دن میں اور دن کے نوافل رات

---

[۱] پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۳۶

[۲] پارہ ۲۹، سورۃ معارج آیت ۲۳

میں ادا کرتے ہیں جیسا کہ آیۂ کریمہ اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ[2] میں آیا ہے اور (روزانہ کے) اوراد کو ترک کرنا تو ہرگز جائز نہیں سمجھتے کہ مشائخ کے اقوال میں آیا ہے، ترک الورد بعد الاقدام بعد من المولیٰ یعنی ورد اختیار کرنے کے بعد چھوڑنا اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔

خاص الخاص وہ حضرات ہیں کہ وظائف کے علاوہ کسی اور شغل میں مشغول نہیں ہوتے بلکہ ایک پل کے لیے ان سے غافل نہیں ہوتے، فی الحقیقت آیۂ کریمہ الّذین ھم علیٰ صلوٰاتھم دائمون کا منشاء ان ہی پر صادق آتا ہے (دراصل) یہ انبیاء کا منصب ہے اور ان کے کامل تابعین انھی کی پیروی کرتے ہیں جیسے کہ حضرت خلیل علیہ السلام ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے، رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ[3] (اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا قائم کرنے والا بنادے) اسی استقامتِ نماز کی جانب اشارہ ہے۔ جس سے بہ شمولِ اوقاتِ نماز ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ابیات:

مصلّی کو بجاں اندر نمازست
دلش در پیشِ او اندر نیازست
نمازِ پنج گانی زاہدانست
نمازِ دائمی از عارفانست

ترجمہ: وہ نمازی جو اپنی روح کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اس کا دل اللہ تعالیٰ کے حضور نیاز میں ہے، زاہدوں کے لیے پانچ وقت کی نماز ہے لیکن عارفانِ حق ہمیشہ ادائے نماز میں رہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ظاہری نماز کا تعلق اعضا سے ہے، طریقت کی رو سے باطنی نماز کا تعلق دل کے تفکر سے ہے اور از روئے حقیقت نمازِ روحانی کا تعلق فیضِ الٰہی کے ساتھ استغراق سے ہے۔ خواص کا رخ اگرچہ بظاہر کعبے شریف کی جانب ہوتا ہے لیکن باطنی طور پر وہ ربِ کعبہ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں کیوں کہ بدن کا سجدہ خضوع ہے اور دل کا سجدہ خشوع ہے اور الخشوع فی الصلواۃ الاعراض عما سوی اللہ یعنی نماز میں خشوع اللہ تعالیٰ کے غیر سے بے نیاز ہونا ہے جو صرف خواص کو حاصل ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ اکابر کا قول نقل فرماتے تھے کہ نماز سب سے بڑی عبادت ہے، اسے ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے۔ خضوع اور خشوع کے بغیر نماز اس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو۔ خشوع کے معنی تو اوپر بیان کیے جا چکے ہیں اور خضوع سے مراد اللہ تعالیٰ کے حضور میں دل کے ساتھ حاضری اور کلامِ ربانی کی آیات کے معانی پر توجہ رکھنا ہے کہ ان آیات میں کس قدر حقائق پوشیدہ ہیں۔ اگر کوئی شخص جو بحرِ نماز کا غوطہ خور ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ[1] (ہم

---

[1] سورۂ فاتحہ۔ آیت ۴

[2] پارہ ۲۹۔ سورۂ معارج آیت ۲۳

[3] پارہ ۱۳۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۴۰

خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) پر غور کرے تو اسے معلوم ہو کہ اس آیت میں معارف کے کس قدر موتی دستیاب ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ المصلی یناجی ربہ و النجوی یعنی نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے (یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے) کسی سے راز کی بات کہی جائے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ رسالہ غوثیہ سے روایت فرماتے تھے۔ قال الغوث ای الصلواۃ اقرب الیک قال اللہ تعالیٰ الصلواۃ التی لیس فیھا سوای والمصلی غائب عنہ یا غوث لا صلواۃ لمن لا معراج لہ عندی یاغوث المحروم عن الصلواۃ ھو المحروم من المعراج عندی کما قال علیہ السلام الصلواۃ معراج المومن یعنی "غوث" نے کہا کون سی نماز آپ کے قریب تر کرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ نماز جس میں میرے سوا کوئی نہ ہو اور نمازی اس سے غائب ہو۔ اے غوث وہ نماز نہیں ہے جس میں میرا قرب حاصل نہ ہو۔ اے غوث وہ شخص نماز سے محروم ہے جو میرے نزدیک معراج سے محروم ہے"۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، نماز مومن کی معراج ہے۔ عارفِ ربانی عین القضاۃ ہمدانی نے فرمایا ہے کیا تم جانتے ہو کہ لوگ کس وجہ سے نماز ادا کرتے ہیں اور کیوں ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں، وہ لوگ جو مشاہدے کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مشاہدے کا نور تمام اعضا میں سرایت کر جائے اور وہ جو قاصر رہتے ہیں وہ دریائے استغراق میں غرق رہتے ہیں۔ استغراق نشے کے عالم سے ہے اور نشہ نماز سے مانع ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ میں آیا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى[1] (اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں نہ جاؤ کہ تم نشے میں ہو۔)

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے ہیں کہ نماز کی راحت چھ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ دل کی حضوری، معنی کی سمجھ، (نماز کی) ماہیت کی تعظیم، خوف، امید اور (اللہ تعالیٰ سے) حیا۔ قیل المصلیٰ یحتاج الیٰ اربعۃ اشیاء فناء النفس وذھاب الطبع و صفاء السر و کمال المشاھدۃ یعنی کہا گیا ہے کہ نمازی چار باتوں کا محتاج ہے، نفس کے فنا ہو جانے، طبیعت کے یکسو ہونے، باطن کے پاک ہونے اور مشاہدے کے کمال تک پہنچ جانے کا۔ خاص الخاص حضرات جب نماز کی نیت کرتے ہیں تو اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ[2] (میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں) کے معنی دل پر نقش ہو جاتے ہیں، اپنے ماسوٰی کی نفی کرتے ہیں اور جب تکبیر کہتے ہیں تو وجودِ مطلق کا اثبات کرتے ہیں ملک وملکوت کو مٹا ہوا جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو ظاہر و باطن کا ناظر اور خود کو منظور سمجھتے ہیں۔ کما قال علیہ السلام الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا، احسان تیرا عبادت کرنا ہے گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر اسے نہیں دیکھ رہا تو اللہ بے شک تجھے دیکھتا ہے۔

---

[1] پارہ ۵۔ سورۂ نساء آیت۔ ۴۳

[2] پارہ ۲۳۔ سورۂ الصّٰفّٰت۔ آیت ۹۹

نماز کو حضوری کی شرط کے ساتھ اور بغیر کسی غلطی کے ادا کرتا ہے نماز اس کے لیے یہ دعا کرتی ہے جس طرح تو نے میری حفاظت کی خدا تیری حفاظت کرے۔ اگر نماز غفلت اور سستی سے ادا کی ہے تو نماز یہ دعا کرتی ہے، جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے خدا تجھ کو ضائع کرے۔ یہ سعادت اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جس کا آئینہ دل تعلقات دنیاوی سے پاک اور انوارِ غیبی سے متصف (روشن) ہو چکا ہو۔

لطیفہ ۳۰

روزے کی معرفت کا بیان

قال الاشرف:

الصوم و هو الامساک من الاکل والشرب والجماع و ان یاتی بهما

حضرت سیدؒ اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، روزہ نفس کو کھانے، پینے اور جماع سے باز رکھنا اور ان اسباب کو روکنے کا نام ہے جن سے یہ خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں چار قسم کی آگ پیدا کی ہیں۔ اوّل دوزخ کی آگ، دوسری معدے کی آگ، تیسری آگ جو دل میں ہوتی ہے اور چوتھی آگ جو لکڑی جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ دوزخ کی آگ کافروں اور فاسدوں کو جلانے کی لیے ہے۔ معدے کی آگ کھانے کو ہضم کرنے کے لیے ہے۔ وہ آگ جو دل میں ہوتی ہے وہ ظاہری گناہوں کو جلاتی ہے (بلکہ) درحقیقت دل میں محبت کی آگ وہ آگ ہے جو اغیار اور ماسوی اللہ کے خس و خاشاک یکسر جلا دیتی ہے۔ لکڑی کی آگ ہوس کی دیگ پکاتی ہے۔ جس طرح نماز میں تمام اعضا و جوارح محبوس ہو جاتے ہیں اسی طرح روزے میں بھی تمام ظاہری اور باطنی حواس مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ارکانِ خمسہ بظاہر جدا جدا ہیں، دراصل ایک ہیں۔ ان کی مغائرت الفاظ میں ہے معنی کے اعتبار سے ان میں کوئی غیریت نہیں ہے۔

سوال: اگر لوگ یہ اعتراض کریں کہ جب ارکانِ خمسہ حقیقت کے اعتبار سے واحد ہیں تو تکرار کا کیا فائدہ ہے۔

جواب: شریعت میں یہ افعال دواؤں کی مثل ہیں جن کا استعمال جسمانی امراض کو ختم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر پانی کی خاصیت سرد اور تر ہے اور دھنیے کی تاثیر بھی سرد اور تر ہے۔ جہاں پانی استعمال کرانے کی ضرورت ہے تو دھنیا استعمال نہیں کراتے، حکمت کا فائدہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر مزا اور مٹھاس مختلف ہے لیکن دراصل ان کی تاثیر ایک ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ روزہ رکھنے سے مراد محض بھوکا رہنا نہیں ہے بلکہ دوسرے فائدے بھی اس کے ساتھ ہیں تاکہ ان کا فائدہ بھی حاصل ہو، اگر محض بھوکا رہنے سے کمال حاصل ہو سکتا تو تمام جوگی کامل ہوتے اور جانور بھوک سے

کمال حاصل کر لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھوک سبب کمال نہیں ہے بلکہ کمال عرفان حاصل ہو جانے میں ہے۔ قال علیہ السلام ربّ صائمٌ لیس من صوم الا جوع و عطش یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بعض روزہ داروں کو ان کے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں ملتا۔ اگرچہ بھوک سے باطن میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور کسی قدر کشف بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن جلد ہی زائل ہو جاتا ہے۔

ایک عورت کی تمثیلی حکایت جو علاقہ بہار میں تھی:

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ملک بہار میں ایک لالہ رُخ دوشیزہ کا ایک سرو قد نوجوان سے رشتہ قرار پایا اور اس حسن صفت کا نوجوان سے نکاح ہو گیا۔ دلہن لباسِ حیا اور زیورِ وفا سے آراستہ تھی (شرم کی وجہ سے) تین دن تک دولھا کے گھر میں کچھ نہ کھایا۔ جب بھی دولھا کی ماں کھانے کے لیے کہتی وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر دیتی۔ تین دن میں اسے کمال حاصل ہو گیا۔ چوتھے دن شرم کی چادر اتار کر اس نے سسر سے کہا کہ گھر کا سامان باہر نکال دیں کہ آگ لگنے والی ہے۔ سسر نے اس کی بات پر توجہ نہ دی۔ قدرتِ الٰہی سے ایک ساعت نہ گزرنے پائی تھی کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ اس طرح کی چند اور باتیں جو دلہن نے کہیں پوری ہوئیں۔ بالآخر یہ واقعہ حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ کے گوش گزار کیا گیا۔ حضرت شیخ نے مزید حالات دریافت فرمائے جو آپ کی خدمت میں عرض کر دیے گئے۔ آپ نے حالات سن کر فرمایا کہ دلہن کو کھانا کھلاؤ۔ اسے کھانا کھلایا گیا، اس کے بعد اس سے دریافت کیا اب بتاؤ تمہارے باطن میں کچھ نظر آتا ہے یا نہیں۔ دلہن نے جواب دیا کہ مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ حضرت شیخ منیریؒ نے اس وقت فرمایا کہ دراصل بھوکا رہنے کی وجہ سے دلہن کو جزوی کشف حاصل ہو گیا تھا (اب زائل ہو گیا)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ کے اقوال میں بیان کیا گیا ہے حکایتاً عن اللہ تعالیٰ یا احمد بعزتی و جلالی وما اول عبادۃ العباد و توبتھم و قربتھم الا الصوم والجوع یعنی اللہ تعالیٰ سے حکایت اے احمد (ﷺ) میری عزت و جلال کی قسم اوّل نہیں ہے، عابدوں کی عبادت، ان کی توبہ اور قربت مگر روزہ اور بھوک۔ اس عمل میں ریاضت، ریاست، مجاہدہ، مشاہدہ، سخاوت، کرامت، آشنائی اور روشنائی سب اوصاف شامل ہیں۔ جسمانی اعمال روحانی ہو جاتے ہیں۔ جسم کی بے خوابی دل کی بیداری کو بالیدہ کرتی ہے۔ اے احمد (ﷺ) روزے اور خاموشی سے زیادہ ہماری بارگاہ میں کوئی عبادت پسندیدہ تر نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، اصحابِ طریقت تمام اعضا کا روزہ رکھتے ہیں تاکہ فی الحقیقت روزے کا حق ادا کر سکیں مثلاً آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ حرام شے پر نظر نہ پڑے۔ جس شے پر نظر پڑے اسے رخسارِ حقائق کا آئینہ جانے۔ کان کا روزہ یہ ہے کہ خود کو لایعنی باتیں سننے سے باز رکھے اور جو بات سنے اسے ندائے حقیقی خیال کرے۔ زبان کا روزہ یہ ہے کہ فضول

باتیں کرنے سے خود کو روکے اور جو کچھ کہے اس کلام میں حقیقی متکلم کو ملاحظہ کرے۔ اپنی زبان کو شجر موسیٰ کے مانند خیال کرے۔ اس طرح کی اور مثالیں ہیں۔ ہاتھ پاؤں کا روزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خیال دل میں پیدا نہ ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے **اذا صمت فلیصم سمعک و بصرک ولسانک** یعنی جب تو روزہ رکھے تو تیرے کان، آنکھ اور زبان (بھی) روزہ رکھیں۔ جو شخص اس طرح روزہ رکھتا ہے وہ خواہ کھائے، پیے یا مباشرت کرے از روئے طریقت وہ روزے دار ہے بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ دائمی روزے دار ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے، **ثلثة یفطرون الغیبة والکذب و الفحش قال اذا غتاب صائم افطر** یعنی تین باتیں روزہ کھول دیتی ہیں، غیبت، جھوٹ اور فحش (نیز) فرمایا، جوں ہی روزے دار نے غیبت کی روزہ کھل گیا۔

احیاء العلوم میں بیان کیا گیا ہے کہ نفس کا روزہ کھانے، پینے اور شہوت سے خود کو روکنا ہے، دل کا روزہ نفس کی خواہشوں کے خلاف ہونا ہے اور روح کا روزہ امیدوں کو قطع کرنا ہے۔ عوام گناہوں کی بخشش کی نیت سے روزہ رکھتے ہیں۔ خواص نفس پر قہر کی غرض سے روزہ رکھتے ہیں۔ خاص الخاص کی نیت خالص اللہ کے لیے ہوتی ہے تاکہ الصوم لی وانا اجزی بہ کی سعادت حاصل ہو یعنی روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ روزہ رکھنا روٹی بچانا ہے اور نماز پڑھنا بوڑھی عورتوں کا کام ہے دوسرے کا دل ہاتھ میں لینا مردوں کا کام ہے۔

اگر کوئی شخص ہمیشہ روزہ نہ رکھ سکے تو کھانے کے وقت صرف اسی قدر کھانا کھائے کہ بھوک باقی رہے اور کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔ اس عمل کی اصل حضرت شیخ الاسلام نظام الحق والدین قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ کسی ملاقاتی کو افطار کراتے تو مہمان کے ساتھ موافقت فرماتے لیکن اس کے بعد کچھ تناول نہ فرماتے۔ بیت:

اے بسا صائم کہ او ہم صائم و ہم مفطر ست
وے بسا نائم کہ او در نوم حاضر ساہر ست

ترجمہ: بہت سے روزہ دار ہیں جو روزے میں بھی بے چین رہتے ہیں، بہت سے ایسے سونے والے ہیں کہ وہ نیند میں حاضر اور بیدار رہتے ہیں۔

(دراصل) روزہ رکھنے سے دل میں ایک خاص قسم کی حیرانی پیدا ہوتی ہے جو رطوبت کو خشک کرتی ہے اور ان غلیظ پردوں کو جلا دیتی ہے جو لذتوں اور شہوتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ قلب کے مرکز میں ایسا نور پیدا کرتی ہے جس سے حقائق و معانی کا ادراک ممکن ہو جاتا ہے۔

کل قیامت کے دن فرماں برداروں کی طاعتوں اور عبادت گزاروں کی عبادتوں کا ثواب ان کے دشمنوں کو دیا جا سکتا ہے لیکن روزوں کا ثواب ہرگز نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ ہر طاعت کی جزا بہشت ہے لیکن روزے کی جزا اللہ تعالیٰ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی، تجوع ترانی یعنی آپ بھوکے رہیں (تاکہ) مجھے دیکھیں۔ بہشت

کے ایک دروازے کا نام ''ریان'' ہے، روزہ دار اس دروازے سے بہشت میں داخل ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ روزہ رکھنے کا مقصد کم خوراکی ہے۔ اگر صائم روزہ رکھے اور رات کو پیٹ کی زنبیل بھرے تو یہ بات باعثِ شرم ہے۔ کم خوراکی سے متعلق بے شمار نکتے ہیں۔ اگرچہ چند چمچے شوربے کے پیے۔ مسافر بھی روزہ دار ہوتا ہے کہ اس کے سفر کی تکلیف کسی طرح روزے سے کم نہیں ہے۔

لطیفہ ۳۱

زکواۃ کا بیان

قال الاشرف :

الزکواۃ تزکیۃ البال عن حال المال الّتی ھی الثقال و بحسب الظاھر الزکواۃ اخراج المال فی سبیل اللہ تعالیٰ و فی اللغۃ بمعنی العطایا قال علیہ السلام الزکواۃ طھور الایمان و عنہ علیہ السلام لا یقبل اللہ الایمان الاّ بالزکواۃ۔

حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا زکواۃ دل کو حالتِ مال سے پاک کرتا ہے کہ وہ بوجھ ہے۔ زکواۃ بحسب ظاہر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے اور لغوی اعتبار سے اس کے معنی بخشش ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکواۃ ایمان کو پاک کرنے والی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان قبول نہیں فرماتا مگر زکواۃ کے ساتھ (قبول فرمالیتا ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اہل شریعت کی زکواۃ الگ ہے اور اہل طریقت کی زکواۃ الگ ہے جیسا کہ منقول ہے۔ کسی شخص نے حضرت شبلیؒ سے دریافت کیا کہ دوسو درہم میں سے کتنی زکواۃ ادا کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے طریقے کے مطابق بتاؤں یا اپنے طریقے کے مطابق کہوں۔ اس شخص نے کہا کہ مسئلہ تو ہر ایک کے لیے یکساں ہے لہٰذا آپ کے طریقے اور میرے طریقے کا سوال کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ تمہارے طریقے کے مطابق دوسو درہم میں سے پانچ درہم زکواۃ دی جائے گی اور میرے طریقے کے مطابق وہ تمام دوسو درہم اور ان کے علاوہ پانچ درہم اور ادا کیے جائیں گے۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ دوسو درہم تو آپ کے پاس ہیں وہ آپ زکواۃ میں ادا کردیں گے۔ پانچ درہم کس طرح فراہم ہوں گے۔ فرمایا پانچ درہم قرض لے کر دوں گا۔ اس شخص نے کہا، اس قسم کی زکواۃ کس مذہب میں ہے۔ فرمایا یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مذہب ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے آپ سے دریافت فرمایا "اپنے اہل وعیال کے

لیے کیا رکھا ہے" عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ۔

حضرت امیر المومنین علیؓ سے مروی ہے کہ اپنے قصیدے میں یہ شعر کہا۔ شعر:

فما وجبت علی زکواۃ مال
وھل یجب الزکواۃ علیٰ جواد

ترجمہ: پس مجھ پر مال کی زکواۃ واجب نہیں ہے۔ کیا سخی پر زکواۃ واجب ہوتی ہے۔

کریموں کا مال عطا و بخشش ہوتا ہے اور ان کے خون کا خوں بہا جائز نہیں ہے نہ اپنے مال کے ساتھ بخیلی کرتے ہیں اور نہ ان کا خون ان کی ملکیت ہے۔

ابیات:

چو کافر فدا ساخت در راہ سر
چہ مسلم کہ نبود فدائے دگر
ز مال ورداں دل بر آوردہ اند
کہ اہلِ طریقت چنیں کردہ اند

ترجمہ: جب کافر اپنے دین کے لیے جان فدا کر سکتا ہے تو کیا مسلمان اللہ کی راہ میں سر فدا نہیں کر سکتا، انھوں نے اپنے مال اور جان سے اپنا دل اٹھالیا ہے کیوں کہ اہلِ طریقت کی یہی روش رہی ہے۔

قال الاشرفؒ الدنیا ملک المولیٰ وما العبد حق فیھا یعنی حضرت سیدؒ اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، دنیا اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور بندے کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو اس کی صفتِ قدیم سے پہچانا اور اپنی ذات کو معدوم جانا اس کا مولا کی ملکیت میں کوئی تصرف نہیں ہے۔ اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ہرگز جائز نہیں ہے۔ پس جس شخص کی ملکیت ہی نہیں ہے وہ زکواۃ کہاں سے ادا کرے گا، نیز اس سے قبل بیان کی گئی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ زکواۃ مال کو پاک کرنے والی ہے تو اس کی تشریح یہ ہوگی کہ جب ایمان کامل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور بندہ شریعت کی حدود اور اپنے اوقات کی حفاظت کرتا ہے تو جو تھوڑا یا بہت مال اسے حاصل ہوتا ہے اسے راہِ حق میں نثار کر دیتا ہے، وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [۱] (اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو) اور اللہ تعالیٰ کی مرضی پر شاکر و راضی ہو جاتا ہے۔ اگر نورِ ایمان اور صفائے باطن نہ ہوتے تو بندے کو یہ پاکیزگی کہاں سے حاصل ہوتی کہ اس نے مردار (دنیا) کی محبت اپنے دل سے نکال دی ہے۔ بے شک جس شخص کے دل میں دنیائے دُنی کی محبت ہو اور اس کی ملکیت میں کچھ نہ ہو، وہ اس شے کی طرف مائل ہوگا جو گندی اور ناپاک ہوگی پاک ہرگز نہ

---

[۱] پارہ ۲۸۔ سورۂ حشر، آیت ۹

ہوگی۔ پس طہارت کا اصل سبب مال کو اپنے سے دور کرنا ہے اور ناپاکی کا سبب اس کی جانب مائل ہونا ہے۔ الزکواۃ طہور الایمان (زکواۃ ایمان کو پاک کرنے والی ہے) یہ ہے۔

دوسری حدیث میں جو یہ ارشاد ہوا کہ **لا یقبل اللہ الایمان الاّ بالزکواۃ** (اللہ تعالیٰ ایمان قبول نہیں فرماتا مگر زکواۃ کے ساتھ) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان باطن کے ضعف اور عدم معرفت کے ساتھ دو سو درہم میں سے پانچ درہم دیتا ہے تو اس پر زکواۃ کا حکم کریں گے، جب کلمہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کے ایمان پر حکم کریں گے۔ بہر صورت چوں کہ وہ اپنے اسلام میں ضعیف ہے اور باطن کی قوت سے عاری ہے اور اسباب میں حالات کے پیدا کنندہ کو دیکھنے سے محروم ہے نہ یہ جانتا ہے کہ توکل کیا ہوتا ہے نیز تمام مال راہِ حق میں ایثار نہیں کرتا، اگر اس کے حال کے مطابق کہ اس نے دو سو درہم میں سے صرف پانچ درہم جدا کیے، اس سے کہا جائے کہ قبول نہیں (تو درست ہے کیوں کہ) اس نے پہلے پہل احکامِ شریعت کی سہولت کو اپنے دل میں جگہ دی پھر ایمان قبول کیا پس اس کا ایمان احکامِ شریعت کی سہولت کے واسطے سے ہے کہ اگر ان احکام (کی سہولت) کو دل میں جگہ نہ دیتا تو ایمان بھی نہ لاتا۔

اب دوسرے گروہ کے اصحاب ہیں جنھوں نے دنیا کے مال کی محبت اپنے دل سے مٹا دی ہے اور سخاوت کو اختیار کیا ہے، بے شک وہ اللہ کے حبیب ہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، السخی حبیب اللہ یعنی سخی اللہ کا دوست ہے اور دوست مقبول ہوتا ہے نہ کہ مردود۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا، البخیل عدو اللہ یعنی بخیل اللہ کا دشمن ہے۔ جب بخیل دشمن ٹھہرا تو مقبول نہیں ہو سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ زکواۃ کے ایک معنی ”زیادہ ہونے“ کے بھی ہیں کیوں کہ زکواۃ دینے والے کے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرے معنی پاکیزگی کے ہیں کیوں کہ مال کی زکواۃ دینے سے زکواۃ دہندہ کا دل برے اخلاق کی گندگی سے پاک ہو جاتا ہے اور عقوبت سے سلامت رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ**[ط] (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجئے جس کے (لینے کے) ذریعے سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک صاف کر دیں گے)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ زکواۃ ہر ہستی کی نسبت سے ہے۔ سب سے پہلی زکواۃ اللہ تعالیٰ نے نکالی کہ (مخلوق کو) عدم سے وجود میں لایا۔ جب انھیں وجود بخشا تو ان کی استعداد کے مطابق اعمالِ عبادت کا حکم دیا۔ سفر میں چار رکعت نماز کی بجائے دو رکعت رکھی۔ کمالِ زکواۃ یہ ہے کہ اپنے بندوں کو گناہوں کی آلائش سے پاک کر کے جنت میں رہنے کے قابل بنائے گا۔ انبیا کی زکواۃ خلق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت و ہدایت ہے۔ انھوں نے اپنی امتوں کو اوامر و نواہی کے احکام پہنچائے۔ اغنیا (اہلِ دولت) کی زکواۃ سب کے علم میں ہے۔ علماء کی زکواۃ یہ ہے کہ فقہ، حدیث اور قرآن کی تفسیر کے

[ط] پارہ ۱۱۔ سورۂ توبہ۔ آیت ۱۰۳

حوالے سے لوگوں کو دین اور جہاد کے مسائل سکھاتے ہیں۔ اولیاء و مشائخ کی زکواۃ یہ ہے کہ خاص سالکوں کے اندر سلوک کی فہم پیدا کرتے ہیں اور ان کے ظاہر و باطن کی مشغولی نیز دنیا اور جاہ کی ہوس ترک کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ خاص الخاص اہل حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ عطا کے ساتھ صادق مریدوں کے دل کو پاک کرتے ہیں اور ان کی روح کو مجلا کرتے ہیں۔ خاص طالب علموں اور اصحاب کو عشق و محبت، سعادت و معرفت اور قربت کی نعمت عطا کرتے ہیں اور حقائق و معارف نیز نفی غیر کے اسرار بتاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا ؒ کی کرامت:

حضرت قدوۃ الکبرا ؒ اکثر اوقات سفر فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ شیراز زرنگاہ میں تھے۔ اکابر اور مآثر عزیزوں کے مزارات کی زیارت کے بعد (جائے قیام پر) تشریف فرما تھے کہ ایک درویش حاضر خدمت ہوا۔ اس نے اپنے بہت سے مجاہدات اور بڑی بڑی ریاضتوں کا حال بیان کرکے عرض کیا کہ میں بارہ سال سے فلاں شیخؒ کی خدمت میں زندگی بسر کر رہا ہوں لیکن ابھی تک مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ مصرع :

درخت کام و مرادم بہ بر نمی آید
(میرے مقصد اور میری مراد کے درخت میں پھل نہیں آتا ہے)

جب درویش نے بہت زیادہ اصرار کیا اور بے حد عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا تو۔ مصرع:

چو گفت از دل سخن در دل اثر کرد
(چوں کہ دل سے بات کہی تھی دل میں اثر کر گئی)

آپ نے فرمایا میاں غم نہ کرو اور دل میں تسلی رکھو۔ آپ نے اس کے حصول مقصد کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھی۔ ایک ساعت نہ گزری تھی کہ مقصد کی ابتدا سے انتہا تک اسرار اس پر منکشف ہوگئے اور اعیان الٰہی کے آثار و احکام کا عرفان اسے حاصل ہوگیا۔ بیت:

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ترجمہ: وہ کاملین جو ایک نظر میں خاک کو کیمیا بنا دیتے ہیں، اے کاش اپنا گوشۂ چشم ہماری جانب بھی کر دیں۔

لطیفہ ۳۲

حج وجہاد کا بیان

قال الاشرفؒ

الحج وھو القصد الیٰ طواف کعبة القلوب۔ والجھاد وھو المحاربة بالنفس کما اشار علیه السلام الیه بقوله رجعنا من الجھاد الاکبر الیٰ الجھاد الاصغر[1]

حضرت سیّد اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ حج دلوں کے کعبے کے طواف کا قصد کرنا ہے اور جہاد نفس کے ساتھ جنگ کرنا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے، ہم جہادِ اکبر سے جہادِ اصغر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حج کے واجب ہونے کی شرطیں بہت سی ہیں اور اس کا وجوب اس آیۂ کریمہ سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا[2] (اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمے اس مکان کا حج کرنا ہے جو طاقت رکھے وہاں تک جانے کی)۔

اسلام کے پانچ فرضوں میں سے ایک فرض حج ہے۔ جس وقت عقل، بلوغ اور استطاعت کی شرطیں پوری ہو جائیں تو احکامِ حج کی پوری بجا آوری واجب ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اگر جسم صحت مند ہے تو دوسری شرطیں لازمی نہیں

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ حدیث شریف، "رجعنا من الجهاد الا کبر الیٰ الجهاد الاصغر" کی قرأت میں نقل کی گئی ہے اس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قرأت معروف قرأت کے برعکس ہے شاید کاتب کا سہوِ کتابت ہو۔ حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخشؒ نے پوری حدیث شریف اپنی تصنیف کشف المحجوب میں اس طرح تحریر فرمائی ہے: رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الا کبر قیل یارسول الله وما الجهاد الا کبر قال وهی مجاهدة النفس۔ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ جہادِ اکبر کیا ہے فرمایا نفس سے مجاہدہ کرنا۔ ملاحظہ فرمائیں، کشف المحجوب (فارسی) مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع، لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۱۳

[2] پارہ ۴۔ سورۂ آلِ عمران، آیت ۹۷۔

ہے۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا، تمھاری زادِ راہ بہترین زادِ راہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے ایک مرتبہ سفر سلطانیہ میں حضرت سلطان ولدؒ کے ساتھ یک جائی کا اتفاق ہوا، انھوں نے دریافت فرمایا، کہاں سے آرہے ہو کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا علم سے چشم کی طرف جارہا ہوں منزل درمیان میں ہے اور حاصل دو قدم پر ہے۔ یہی دونوں عالم سے مقصود ہے اور اس منزل پر کوئی نہیں پہنچتا مگر یہ کہ وہ صاحب دوچشم ہو۔ غزل:

چہ پرسی اے مسافر راہِ من آین
بگویم گر نہی گوشِ دلِ عین

ترجمہ: اے مسافر میری راہ کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ اگر عین کے گوشِ دل سے سنو تو بیان کرتا ہوں۔

کہ سالک رہِ دور و درازست
زاوّل علم تا سر منزلِ عین

ترجمہ: کہ سالک کا راستہ دور و دراز ہوتا ہے۔ اس کی ابتدا علم سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا مشاہدۂ حقیقت ہے۔

دریں بیدائے رہ بسیار غولند
کہ از رہ می برندر طرفۃ العین

ترجمہ: اس صحرا میں بہت سے جنات آباد ہیں جو سالک کو پلک جھپکتے میں راستے سے اچک لیتے ہیں۔

دریں رہ راہ بر آگاہ باید
کہ تا منزل برد از پائے خطوین

ترجمہ: اس راستے میں کامل راہبر کی ضرورت ہے جو سالک کو دو قدم کے فاصلے سے منزل تک پہنچا دے۔

میانِ علم و عین اے سالکِ راہ
ترا مقصد نہاد وحاصلِ بین

ترجمہ: اے سالک علم اور عین کے درمیان مقصد اور حاصل کو رکھ دیا گیا ہے۔

دریں رہ یافتہ مقصود اشرف
کہ مقصود ایں بود از خلقِ کونین

ترجمہ: اس راہ میں اشرفؒ نے مقصود کو حاصل کرلیا ہے کہ کونین کی تخلیق کا مقصود بھی یہی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کعبے کی زیارت سے مشرف ہوا ہے جس طرح اصحاب

طریقت زیارت کرتے ہیں زہے نصیب، ورنہ اہل شریعت کے انداز میں یہ فضیلت حاصل کرے، اگر یہ حاصل نہ ہو تب بھی اس سعادت کے نہ پانے کی حسرت اور اس فائدے سے محروم ہونے کی مصیبت کا احساس بجائے خود ایک خوش گوار دولت اور بلند سعادت ہے۔

اس جوان کا قصہ جو ظاہری حج سے محروم ہو گیا تھا:

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک جوان تھا جو دریائے حیرت میں غرق اور صحرائے فکر کی سیر میں مشغول رہتا تھا۔ وہ حج کے دوسرے دن جب حجاج وقوف منا میں تھے آیا اور حج کے اعمال شروع کر دیے۔ اسے بتایا گیا کہ وقوف عرفات کا دن گزر چکا ہے، آج ان افعال کی ادائگی جائز نہیں ہے۔ جب اس نے یہ بات سنی تو بے حد ملول ہوا، اور ایک دردناک آہ بھری۔ ایک عارف بھی وہاں موجود تھے، انھوں نے کہا، (اے جوان) میں نے سو سے زیادہ حج کیے ہیں ان کے بدلے میں یہ آہ مجھے بیچ دے۔ جوان نے آہ بیچ دی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ندائے غیب سنی کہ ایک بار پھر وہی آہ کر جو تو بیچ چکا ہے۔ فرمایا، اس بیش قیمت آہ کی قیمت معنوی حج کے فقدان کی بنا پر تھی نہ کہ اس ظاہری حج کی قیمت تھی۔ مصرع:

کہ مرجاں راچو جوہر قیمتے نیست

ترجمہ:۔ مونگے کی قیمت جوہر کے برابر نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اصحاب ظاہر کا معاملہ شرعی ومرعی رخصت کے ساتھ ہے اور اربابِ باطن کے ساتھ جو معاملہ رکھا گیا ہے وہ معلوم ہے (رخصت کا نہیں ہے) البتہ نیت کرنے والوں کو زادِ راہ کے بغیر حج کا سفر نہیں کرنا چاہیے۔ حج پر جانے والوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک طرح کے وہ لوگ ہیں جو کاروبار کے جذبے سے جاتے ہیں۔ بعضے ایسے ہوتے ہیں جو عزت ونام کی خاطر کہ "حاجی" کہلائے جائیں حج پر جاتے ہیں ایسے تمام لوگ حقیقی حج سے محروم رہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سفرِ کعبہ کا مقصد دولتِ حضور اور شوکتِ سرور کا پانا ہے۔ ابیات:

ابلہاں تعظیم مسجد می کنند
در صفائے اہل دل جدی کنند

ترجمہ: سیدھے سادے بے عقل لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں۔ اہل دل پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

آں مجاز ست ایں حقیقت اے فلاں
نیست مسجد جز درونِ کاملاں

ترجمہ: اے شخص وہ مجاز ہے اور یہ حقیقت ہے۔ کاملوں کا باطن ہی مسجد ہوتا ہے۔

مسجدے کاں اندرون اولیاست
سجدہ گاہے جملہ است ایں جا خداست

ترجمہ:۔ وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہوتی ہے وہ سب کی سجدہ گاہ ہوتی ہے کہ وہاں خدا موجود ہے

تا نگرداں کعبہ را دروے نرفت
اندریں کعبہ بجز آں سے نرفت

ترجمہ:۔ جب تک کعبے کا طواف کرو گے اندر نہ جا پاؤ گے۔ اس کعبے میں سوائے اہل ہمت کے کوئی نہ گیا

تا دلِ مرد خدا نامد درد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

ترجمہ: جب تک کسی مردِ خدا کا دل بھر نہ آیا۔ خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا۔

عین القضاۃ ہمدانیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہری حج سب کر لیتے ہیں لیکن معنوی حج کا معاملہ مختلف ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ظاہری حج کے لیے سیم و زر درکار ہوتا ہے۔ جس کے پاس ہو بکھیرتا جائے لیکن معنوی حج میں جان و جہاں نثار کرنے پڑتے ہیں۔ مَنِ استطاعَ اِلیہ سَبیلاً یہ ہے۔ دل طلب کرنا چاہیے کہ دل حج اکبر کا مقام ہے۔ سئل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، این اللہ فقال علیہ السلام فی قلوب عبادہ قیل قلب المومنین بیت اللہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اللہ کہاں ہے۔ علیہ السلام نے فرمایا اپنے بندوں کے خانۂ دل میں۔ نیز بعضوں کے نزدیک مومن کا دل بیت اللہ ہے۔

سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو کعبے کے راستے پر چلا جا رہا تھا۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ کعبے شریف جا رہا ہوں انھوں نے دریافت کیا کہ تمھارے پاس کتنے درم ہیں اس نے جواب دیا میرے پاس سات درم ہیں۔ سلطان العارفین نے فرمایا کہ وہ درم مجھے دو اور میرے گرد سات چکر لگاؤ۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا، فرمایا کہ تم نے حج اکبر کیا ہے۔ ابیات:

طوافِ کعبۂ دل بہتر آمد
زطوفِ کعبہ کاندر کشور آمد
دریں کعبہ صفائے خویش بیند
دریں قبلہ صفائے داور آمد
زطوفِ صد ہزاراں کعبہ در گل
طوافِ کعبۂ دل خوش تر آمد

ترجمہ:۔ کعبۂ دل کا طواف کرنا زیادہ اچھا ہے۔ جو شخص کعبے کے طواف سے اس ملک میں آیا وہ اس کعبے میں خود کو پاک وصاف دیکھتا ہے کیونکہ اس قبلے میں حقیقی حاکم کا تقدس ہے مٹی سے بنے ہوئے لاکھوں کعبے کے طواف سے دل کے کعبے کا طواف بہتر ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ جب حج کے لیے راستے پر قدم رکھے تو چاہیے کہ فنا کی چار تکبیریں دنیا کے چار گوشوں پر پڑھے اور جس منزل میں قیام کرے، سلوک کی منزلوں میں سے کوئی منزل طے کرے۔ جب میقات پر آئے تو لباسِ ظاہری کو اتار دے اور گدڑی کے ٹکڑوں کا احرام باندھے، ظاہری اور معنوی طور پر نا امیدی کو چکنا چور کرنے کی عادت پیدا کرے۔ دنیاوی معاملات اور برے لوگوں سے علاحدگی اختیار کرے۔ جب عرفات میں آئے تو معارف کے اسرار، عارفوں کے آثار ومشاہدات کی آگاہی حاصل کرے۔ جب مزدلفہ میں آئے تو حاصل شدہ مرادات سے دست بردار ہو جائے۔ جب مطاف منیٰ آئے تو کعبۂ دل کے گرد، گرداں ہو۔ ماسوی اللہ کے خیال سے خود کو پاک کرے۔ چند ساعتیں دل کے کعبے میں، آرزوئے محبوب کے ساتھ طواف میں گزارے تاکہ دل کی آنکھ سے صاحب خانہ کا مشاہدہ اس طرح حاصل ہو جائے جس طرح تم نے ظاہری آنکھوں سے خانۂ کعبہ کو دیکھا ہے، نیز طواف کرتے ہوئے مولوی (مولانا رومیؒ) کی یہ غزل اس ذوق سے پڑھتا رہے کہ ایک خاص کیفیت حاصل ہو جائے۔ غزل:۔

طواف حاجیاں دارم بگرد یار می گردم
نہ اخلاقِ سگاں دارم کہ بر مردار می گردم

ترجمہ:۔ میں محبوب کے گرد پھر کر حاجیوں کا طواف ادا کرتا ہوں۔ میں کتوں کی عادت کی طرح مردار کے گرد نہیں گھومتا

نہ خواہم خانۂ دردہ نہ گاؤ کلۂ فربہ
ولیکن مست سالارم پے سالاری گردم

ترجمہ: میں دس دروازے والا محل نہیں چاہتا ہوں۔ اور نہ موٹی تازہ گائے۔ لیکن اپنے رہبر کا دیوانہ ہوں اور اس کے پیچھے رہتا ہوں۔

نمی دانی کہ رنجورم کہ جالینوس می خواہم
نمی دانی کہ مخمورم کہ بر خمار می گردم

ترجمہ:۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں بیمار ہوں اس لیے مجھے طبیب کی تلاش ہے۔ تو نہیں جانتا کہ میں نشے میں ہوں اس لیے شراب دار کے گرد پھر رہا ہوں۔

نمی دانی کہ سیمرغم کہ گرد قاف می پرّم
نمی دانی کہ بو بردم کہ بر گلزار می گردم

ترجمہ:۔ تو نہیں جانتا کہ میں سیمرغ ہوں جو کوہ قاف پر اڑ رہا ہوں۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں نے خوشبو پائی ہے اس لیے باغ کے گرد پھر رہا ہوں۔

ہرآں نقشے کہ می آید درو نقاش می بینم
براہِ عشق لیلیٰ داں کہ مجنوں واری گردم

ترجمہ:۔ میرے سامنے جو نقش آتا ہے میں اس میں نقش بنانے والے کو دیکھتا ہوں۔ جان لے کہ عشقِ لیلیٰ میں مجنوں کی طرح آوارہ ہو گیا ہوں۔

جب صفا مروہ پر سعی کرنے کے لیے آئے تو کوشش کرنی چاہیے کہ (مرنے سے قبل تمھاری روح) بشری کدورت سے پاک ہو کر فرشتے کی پاکی وصفائی سے مبدل ہو جائے۔ جب منا پہنچے تو شیطانی خطرات اور خیالی وسوسوں کو صفحۂ دل سے کھرچ ڈالے اور اپنے دامن دل کو کل آرزو سے خالی کر دے۔ جب قربانی دینے کی جگہ پر آئے تو چاہیے کہ نفس کے دیو کو ریاضت ومجاہدے کی چھری سے ذبح کر ڈالے بلکہ اپنے آپ کو بھی فدا کر دے۔

اس جوان کی کیفیت جس نے منا میں اپنی جان قربان کر دی:۔ اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا، حضرت ذوالنون قدس سرہ[1] نے مقام منا میں ایک جوان کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ سب لوگ قربانی دینے میں مصروف تھے اور وہ اسے دیکھ رہے تھے کہ یہ جوان کیا کرتا ہے۔ (یکا یک) اس نے کہا، یا اللہ سب لوگ قربانی دے رہے ہیں میری آرزو ہے کہ تیری بارگاہ میں خود کو قربان کر دوں اسے قبول فرما۔ یہ کہہ کر اس نے شہادت کی انگلی کا اشارہ کیا اور اسی حالت میں گر پڑا۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ بیت:

خوب رویاں چو پردہ برگیرند
عاشقاں پیشِ شاں چنیں میرند

ترجمہ: جونہی خوب رو اپنے چہرے سے نقاب اٹھاتے ہیں عشاق ان کے سامنے اسی طرح جان دے دیتے ہیں۔

جب شیطان کو کنکری مارے تو چاہیے کہ ظاہری وباطنی حواس کی خواہشوں کو اپنی طبیعت سے دور کر دے جب وقوف کے وقت عرفات جائے تو چاہیے کہ دل کے کوہ قاف پر آئے اور واقف ہو کہ یہ اوصاف اس سے رفع ہوئے یا نہیں۔ اگر ہوئے ہیں تو وہ ظاہری اور معنوی طور پر حاجی ہے اگر نہیں ہوئے تو پھر رکی حاجی ہے جس وقت محبتِ الٰہی کا جام اسے پلایا جائے تو خامی کے درجے سے ترقی کر کے پختگی کے مرتبے میں منتقل ہو جائے۔ بیت:

---

[1] حضرت ذوالنون مصریؒ۔ ان کا اسم گرامی ابو الفیض بن ابراہیم تھا۔ بعض نے ثوبان بن ابراہیم کہا ہے۔ آپ تیسری صدی ہجری کے اولیائے کبار میں سے تھے۔ سال وفات ۲۴۵ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اردو ترجمہ رسالہ قشیریہ ص ۲۳۔ ۲۴

صوفی نہ شود صافی تا درنہ کشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ترجمہ: صوفی اس وقت تک صافی نہیں ہوتا جب تک (عشق الٰہی کا) جام نہ پیے۔ ایک خام شخص کو پختہ ہونے کے لیے بہت زیادہ سفر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت کی نعمتوں سے جدا کر کے محنت آباد دنیا میں بھیجا گیا تو حضرت آدمؑ اور حضرت حوا میں جدائی ہوگئی۔ (مدتوں بعد) دوبارہ کوہ عرفات پر ایک دوسرے سے ملے۔ (اسی طرح) عاشق الٰہی بھی کوہ عرفات پر جمالِ محبوب سے مشرف ہوتا ہے۔ وادیٔ فراق کا ہر رنج وغم اور صحرائے مفارقت کا ہر دکھ وہاں زایل ہو جاتا ہے۔

البتہ حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے فلک چہارم پر بیت المعمور میں رکھ دیں۔ یہی حجر اسود جو آج اہل عالم کا قبلہ اور مسلمانوں کا کعبہ ہے، سُرخ یاقوت کا ٹکڑا تھا۔ پھر حق تعالیٰ نے کوہِ بوقبیس کو پھٹ جانے کا حکم دیا اور یہ پتھر اس شگاف میں سما گیا اور کوہ بوقبیس نے دوران طوفان اس کی حفاظت کی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں انھیں حکم دیا کہ اے ابراہیم بوقبیس میں ایک پتھر ہے اسے وہاں لا کر رکن یمانی میں نصب کر دو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے حجر اسود کا رنگ سرخ تھا، حائضہ عورتوں کے بوسہ دینے کے باعث سیاہ ہو گیا۔ جب حق تعالیٰ نے میثاق کے دن اپنے بندوں سے عہد لیا تھا، اس عہد نامے کو ان سے لے کر اس میں بند کر دیا تھا۔ چنانچہ اب جو شخص اسے بوسہ دیتا ہے (درحقیقت) روز میثاق کے عہد کی بجا آوری کرتا ہے۔ کل قیامت کے دن یہ پتھر اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دے گا کہ تیرے فلاں فلاں بندے نے عہد وفا کی پاسداری کی ہے اسے بخش دیجیے۔ حق تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔

یہ فقیر (اشرفؒ) کہتا ہے کہ میں نے حجر اسود میں عجیب خاصیت دیکھی ہے جسے بیان نہیں کر سکتا، اور وہ خاصیت یہ ہے کہ میں نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہی ایسی لذت وراحت محسوس کی کہ جب تک زندگی ہے اسے فراموش نہیں کر سکتا۔ دنیا میں اس لذت سے بالاتر لذت محسوس نہیں کی، نہ اس سے پاکیزہ تر شے کا مشاہدہ کیا۔ میں نے بہت سے بزرگوں سے اس عجیب وغریب تاثیر کا ذکر کیا، سب نے یہی فرمایا کہ ہم نے بھی اس کی مثل کسی شے کا مشاہدہ نہیں کیا۔ سبحان اللہ! اہلِ دل کی اس قدر کثیر تعداد کی نظر حجر اسود پر پڑی ہے اور اسے بوسہ دیا ہے لیکن حجر اسود کی خاصیت اس سے زیادہ ہی ہوگی جس کا انھوں نے مشاہدہ کیا ہے۔

کسے کو بوسہ زد بر لب سنگ
بیاد لعل یاقوتین آں سنگ
بر آمد گوہر مقصود ازاں جا
کہ گوہر می رسد از سنگ تا چنگ

ترجمہ: جس شخص نے دو لال یاقوتوں کی یاد میں اس پتھر کو بوسہ دیا اس نے وہاں سے گوہر مقصود حاصل کر لیا کیوں کہ گوہر پتھر (کی کان) ہی سے ہاتھ تک پہنچتا ہے۔

وہ صاحبِ نعمت خوش وقت ہے جو فقیروں کا منظور نظر ہو، اور خوش بیانوں کے دل میں جگہ پائے۔ رباعی:[۱]

ہر کہ او یار استاں کم سنگ شد
در کمی افتاد، عقلش تنگ شد
گر تو سنگ صخرہ ومرمر شوی
چوں بہ صاحب دل روی گوہر شوی

ترجمہ: جو شخص راست لوگوں کا رفیق نہ بن سکا، وہ نقصان میں رہا اور اس کی عقل تنگ ہو گئی۔ اگر تو پتھر کی چٹان اور سنگ مرمر ہے تو کسی صاحب دل کی صحبت میں رہ تا کہ گوہر بن جائے۔

جو شخص تمام اوصافِ بشریت سے فانی ہو جائے تو جان سکتا ہے کہ اس کی یہ حالت ان ہی معنوں میں ہے جو نماز میں حاصل ہوتی ہے۔ اگر چہ الفاظ مختلف ہیں لیکن معنی ایک ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ قبلہ کے معنی کسی چیز کی جانب توجہ کرنا ہے۔ جو شخص کسی شے کی طرف رخ کرتا ہے وہی اس کا قبلہ ہے، ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور بھی۔ چناں چہ گزشتہ نبیوں اور انھوں کا قبلہ بیت المقدس تھا (لیکن) حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا قبلہ، کعبۂ شریف قرار دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَ لِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا[۲] (ترجمہ: ہم آپ کے منھ کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لیے آپ کی مرضی ہے)۔

اور اہل شوق ومحبت اور فرقۂ عشق ومعرفت کا قبلہ "جمالِ الٰہی" ہے۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَمُوَلِّيْهَا[۳] (ترجمہ) اور ہر شخص (ذی مذہب) کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے۔ اس حقیقت کا بھید ہے۔ یہ حضرات صخرہ یا کعبہ یا عرش کے آگے سر نہیں جھکاتے نہ پنہاں نہ آشکارا۔ فرد:

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[۲] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۴

[۳] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۸

ہر قوم راست را ہے دینے وقبلہ گا ہے
ماقبلہ راست کردیم برست کج کلا ہے

ترجمہ: ہر قوم کا ایک دین اور قبلہ ہوتا ہے ہم نے اپنا رُخ کج کلاہ محبوب کی جانب کرلیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ چار قبلے ہیں۔ پہلا قبلہ جوارح کا کہ تمام مومنین اور مسلمین پر فرض کیا گیا کہ اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں۔ دوسرا قبلہ دل کی توجہ کا کہ اصحابِ طریقت اسی کی جانب متوجہ اور اسی کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔ تیسرا قبلہ شیخ ہے۔ ہر مرید کی توجہ شیخ کی جانب رہتی ہے۔ چوتھا قبلہ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ [1] (تو تم لوگ جس طرف منھ کرو اُدھر (ہی) اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے)۔

یہی تمام قبلوں کا زندہ دار ہے۔ فرد:

چوں قبلہ بجز جمالِ معشوق نبود
عشق آمدو محو کرد ہر قبلہ کہ بود

ترجمہ: چوں کہ محبوب کے جمال کے سوا کوئی قبلہ نہ تھا، عشق آیا اور اس نے ہر قبلے کو محو کردیا۔

تمام رسولوں، نبیوں اور خاص الخاص اولیا نے باطنی طور پر اسی کی جانب توجہ رکھی ہے اور اس کے سوا ہر ایک کی طرف سے پیٹھ موڑلی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حج کے معنی قصد کرنا ہیں (چناں چہ) جو شخص کسی شے کا قصد کرے اور ظاہراً و باطناً اس راہ میں قدم رکھے وہی اس شخص کا حج (قصد) ہوتا ہے۔ زیارت کرنے والے اور حاجی صاحبان اپنی دینی اور دنیاوی حاجتوں اور مقصدوں کی تکمیل کے لیے کعبے کا طواف کرتے ہیں تاکہ گناہوں کے نقوش ان کے اعمال نامے سے مٹ جائیں لیکن مشتاقوں، عاشقوں اور عارفوں کا مقصود ربِ کعبہ کا تقرب ہوتا ہے۔ ان کا احرام باندھنے کا مقصد بہر طور دل ہوتا ہے تاکہ اسرارِ الٰہی کے محرم بن جائیں، قال علیہ السلام قلب العارف حرم اللّٰہ وحرام علیٰ حرم اللّٰہ ان یلج فیہ غیر اللّٰہ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، عارف کا دل اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر حرم پر حرام ہے کہ اس میں غیر اللہ داخل ہو۔ منائے نعمت اور عرفاتِ معرفت میں ان تسبیح خوانوں کی تسبیح یہ ہوتی ہے۔ شعر:

مارا حریم کعبۂ دل طوف ہر زماں
حاجی تو طوف می کنی در کعبہ وحرم

ترجمہ: ہمیں ہر گھڑی کعبۂ دل کی چار دیواری کا طواف نصیب ہے۔ اے حاجی تو کعبہ وحرم کا طواف کرتا ہے۔

حاجی کعبے کا حج مغفرت اور آسانی کی طمع میں کرتے ہیں شوق کا جذبہ کم ہوتا ہے اس کے برعکس اہلِ عشق طلب دوست

---

[1] پارہ ۱، سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۵

کی راہ میں سر پیش کرنے اور جان دینے میں شادی و فرحت محسوس کرتے ہیں۔ شعر:

احرامِ عاشقاں بہ از احرامِ حاجیاں
کاں رو بسوئے کعبہ بود ایں بسوئے دوست

ترجمہ: عاشقوں کا احرام حاجیوں کے احرام سے بہتر ہے۔ وہ کعبے کی طرف اور یہ دوست کی طرف جاتا ہے۔

اہلِ عشق و معرفت کا کعبے اور بت خانے، مسجد و میخانے سے مقصودِ اصلی طلبِ مولیٰ ہے۔ فرد:

در مسجد و مے کدہ گرمی روم چہ شد
در سجدہ و پیالہ بود عکس روئے دوست

ترجمہ: اگر میں مسجد اور میخانے میں جاتا ہوں تو کیا خرابی ہے۔ سجدہ ہو یا جامِ شراب دونوں میں دوست کے چہرے کا عکس نظر آتا ہے۔

عام کعبہ ظاہر ہے اور خاص کعبہ باطن ہے۔ ظاہری کعبے کا دروازہ کھلا ہوا، اور زیارت گاہ خلق ہے باطن کے کعبے کا دروازہ بند رہتا ہے تاکہ اغیار سے محفوظ رہے اور غیر کی کوئی راہ وہاں تک نہیں پہنچتی کیوں کہ نورِ احدیت کی زیارت کا مقام ہے۔ رباعی[1]:

بطوفِ کعبۂ گِل روز گار ست
بجوفِ قبلۂ دل کرد گار ست
تواں دانست زیں جا فرقِ ہر دو
کہ ایں راخلق زائر بہر آں رو

ترجمہ: دنیا مٹی کے کعبے کا طواف کرتی ہے۔ قبلۂ دل کے اندرونی گوشے میں خود خدا ہے۔ اس بات سے دونوں کا فرق معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مخلوق اس کی زیارت کرتی ہے اور اس کے لیے وہ (خدا) ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے کہ پتھر اور مٹی سے بنے ہوئے کعبے کو ایک نظر دیکھ کر شرف پاتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں اور قبلۂ دل پر قطعاً نگاہ نہیں ڈالتے جس پر اللہ تعالیٰ کی ہر وقت نظر رہتی ہے، جیسا کہ سلطان العارفینؒ نے فرمایا ہے، زیارت اهل القلب خير من زيارت الكعبه سبعين مرة یعنی اہلِ دل کی زیارت کعبے کی زیارت سے ستر گنا زیادہ بہتر ہے۔ ظاہری کعبہ پتھروں سے بھرا ہوا ہے اور باطنی قبلہ اسرار سے پُر ہے۔ اوّل الذکر مخلوق کے طواف کرنے کی جگہ ہے اور ثانی الذکر خالق کی ڈولی ہے۔ وہاں مقامِ خلیل ہے یہاں مقصدِ جلیل ہے۔ خلیل و جلیل

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں بلکہ ہیئت بھی رباعی کی نہیں ہے۔

میں فرقِ قلیل ہے۔ وہاں چشمۂ زمزم ہے اور یہاں دمادم دورِ جام ہے۔ وہاں حجرِ اسود ہے اور یہاں نگاہِ ارشد ہے۔ مثنوی:

گر آنجا چشمہ سارِ زمزم آمد
دریں جا رود بارِ قلزم آمد

ترجمہ: اگر وہاں زمزم کے بہت سے چشمے ہیں تو یہاں سمندر کے بہت سے ندی نالے ہیں۔

گر آنجا قبلہ گاہِ سنگِ اسود
دریں جا قبلہ گاہِ خالِ برخد

ترجمہ: اگر وہاں سنگِ اسود کا قبلہ گاہ ہے تو یہاں رخسار کا تل قبلہ گاہ ہے۔

آپ نے شیخ الاسلام نظام الدینؒ کا قول نقل فرمایا، کہ حج کے لیے جانا اُن لوگوں کا کام ہے جنھیں حیرت و استغراق کی پاکیزگی کا ذرہ برابر حصہ نہیں ملا اور اپنی خواہشِ نفس میں سر کھپاتے ہیں۔ مثنوی:

کسے راکو بود بادوست سرکار
چہ باشد در ہوائے کعبہ اش کار

ترجمہ: وہ شخص جو اپنے محبوب سے (ہمہ وقت) سروکار رکھتا ہے اسے آرزوئے کعبہ سے کیا کام ہے۔

کہ راہِ کعبۂ گِل کوہسار ست
طریق قبلۂ دل روئے یار ست

ترجمہ: مٹی کے کعبے کی راہ میں پہاڑ ہیں جب کہ کعبۂ دل کے راستے میں محبوب کے چہرے کا نظارہ ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حج اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی علامت اور وصولِ مطلق کی بشارت ہے۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا[1] (اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، لوگ تمھارے پاس (حج کو) چلے آئیں گے)۔

باطنِ ذات اور آرزوئے محبت کی خوش منزلوں اور مرحلوں سے قدم باہر رکھ اور نفسِ امارہ کے صحرا کو عبور کر، جب میقاتِ دل میں پہنچے تو توبہ کے پانی سے غسل کرکے لباسِ بشریت سے مبرا ہو جا اور عبودیت کا احرام باندھ لے پھر عاشقانہ انداز میں "میں حاضر ہوں" کا نعرہ بلند کر۔ عارفانہ انداز میں داخلِ عرفات ہو، پھر جبلِ رحمت پر آجا۔ وہاں سے منائے آرزو میں آ اور نفسِ بہیمی کو ذبح کر۔ اپنی نظر وصالِ دوست کے کعبہ کی طرف رکھ اور نفس کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے۔ فرد:

---

[1] پارہ ۱۷، سورۂ حج آیت ۲۷

چوں رسیدی طواف کن یعنی
گرد ما گرد نہ بگردِ خود

ترجمہ: جب وہاں پہنچے تو طواف میں مشغول ہو جا یعنی ہمارے گرد طواف کر اپنے گرد چکر نہ لگا۔

اور حجر اسود پر پاؤں نہ رکھ

جہادِ صوری و معنوی کا ذکر: (حج کے بعد) جہاد کا ذکر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ[1]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس وقت کافر بغاوت کریں تمام بندوں پر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا فرض ہے، البتہ کافروں کی بغاوت میں جہاد فرض کفایہ ہوتا ہے۔ جہاد کے لیے ایک امیر ہونا اشد ضروری ہے تاکہ میدانِ ہمت کے جہادی اور صف شکن سپاہی اس امیر کی اطاعت کریں اور نقطے کی مثل اس کے دائرۂ حکم سے باہر نہ ہوں اور دل کی قوت سے باہم متحد ہو کر کافروں کے لشکر پر حملہ کریں۔ بزدلوں کو لشکر کے ساتھ نہ لیجائیں اور اگر (کسی مجبوری سے) ساتھ لے جانا پڑے تو جنگ میں شامل نہ کریں، کیوں کہ بزدلوں کو ایمان کامل حاصل نہیں ہوتا اور جن کا ایمان کامل نہیں ہوتا وہ ناقص الایمان ہوتے ہیں گویا اہل شرک کے قریب تر ہوتے ہیں۔ رباعی:[2]

از مرگ حذر کردن دوزہ روا نیست
روزے کہ قضا باشد آں روز قضا نیست
روزے کہ قضا باشد کوشش نہ کند سود
روزے کہ قضا نیست درو مرگ روا نیست

ترجمہ: دو روزہ زندگی میں موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ جس دن موت مقرر ہو چکی ہے وہ کسی حال میں نہیں ٹلتی موت کے دن کسی طرح کی کوشش کارگر نہیں ہوتی اور جو دن موت کا نہیں ہے اس دن موت نہیں آئے گی۔

جب مالِ غنیمت حاصل کریں تو اسے امیر لشکر کے سامنے کتب فقہ میں درج شدہ ہدایات کے مطابق تقسیم کریں۔ امیر جو کہ قوم کا پیشوا ہوتا ہے اور لشکرِ اسلام اس کا مطیع ہوتا ہے، اسے ایسا ہونا چاہیے جو اپنی ذات پر لذتوں اور شہوتوں کا دروازہ بند کر لے اور جس چیز کے پینے سے منع کیا گیا ہے اسے نہ پیے، کیوں کہ شراب عقل کو زایل کر دیتی ہے۔ روشن رائے اور بے خطا فکر، سوائے کمالِ عقل حاصل ہونے اور فہمِ لغو کو ترک کرنے کے نصیب نہیں ہوتے۔ عمل کی راہ میں کاہلی اور بے دلی

---

[1] پارہ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۲۰۔ غالباً مطبوعہ نسخے میں جاھدوا سے پہلے "آمنوا وھاجروا" سہو کتابت کے باعث نقل نہ ہو سکے۔ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے: "وہ لوگ جو ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا"

[2] یہ اشعار رباعی کے وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

شراب کے باعث پیدا ہوتی ہیں اور بے ہودگی جان کا لازمہ ہے آج کے ہزاروں کام کل پر چھوڑ دیتا ہے۔ فرد:

جہاں آں کس بود کو درشتابد
جہاں داری توقف بر نہ تابد

ترجمہ: دنیا اس شخص کے تابع ہوتی ہے جو سعی و عمل میں جلدی کرتا ہے۔ جہاں داری غفلت و توقف کو برداشت نہیں کرتی۔

ملکی مہمات اور حکمت عملی میں سرداروں کی جماعت سے مشورہ کرنا چاہیے۔[۱] اس کے بعد اس کے نفاذ کے طریقوں پر غور و تدبر سے اس عمل کے فائدے اور نقصان کا اندازہ ہو جائے گا، جیسا کہ حکما نے کہا ہے، **لاظہر خیر من مشاورت العقلا** یعنی البتہ اہل عقل کے مشورے سے خیر ہی ظاہر ہوگا۔ جو امر کہ بہادر اور جرار لشکر کے بس کا نہ ہو وہ اہلِ عقل کی تدبیر سے حل ہو جاتا ہے۔ رباعی:[۲]

بر آرند دیوار روئیں زپاۓ
جواناں بہ شمشیر پیراں زراۓ
بل آں کار کز لشکرِ کوہ کن
نباشد کند عقل از فکروفن

ترجمہ: جوان اپنی تلوار سے اور بوڑھے اپنی تدبیر سے فولادی دیوار اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں بلکہ جو کام کوہ کن لشکر کے بس کا نہیں ہوتا عقل فکر و تدبیر سے انجام دیتی ہے۔

مشاورت کے بارے میں بہت سے آثار اور بے شمار فائدے ضبطِ تحریر میں آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ**[۳] (ترجمہ: اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجیے)۔ یہ حکم نہ صرف ضرورت کے اعتبار سے بلکہ اس لیے بھی تھا کہ اُن کا (صحابہؓ کا) دل خوش ہو نیز امت کو یہ تعلیم دینا تھا کہ وہ بہتر رائے اور مشورے سے اپنے امور انجام دیں، کیوں کہ انسانی عقلوں میں خاصہ فرق ہوتا ہے اور مخلوق کی سمجھ اور ادراک مختلف ہوتے ہیں۔ جو کام شمشیرِ آبدار سے انجام نہیں پاتا وہ تفکر اور تدبیر سے انجام پا جاتا ہے۔ شعر:

بشمشیرے یکے تا دہ تواں کشت
بہ راۓ لشکرے را بشکنی پشت

---

[۱] اس جملے کی فارسی عبارت کسی قدر ژولیدہ ہے۔ سیاق و سباق سے مطابقت پیدا کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔

[۲] یہ اشعار کسی مثنوی کے ہیں، بہر حال انھیں رباعی نہیں کہہ سکتے۔

[۳] پارہ ۴۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹

ترجمہ: ایک تلوار سے (زیادہ سے زیادہ) دس آدمی قتل کیے جاسکتے ہیں جب کہ تم ایک رائے سے پورے لشکر کی کمر توڑ سکتے ہو۔ الشعر:

الرائے قبل الشجاعت شجعانی
وهو الاوّل وهی المحل الثانی

ترجمہ: بہادر کی شجاعت سے رائے کو فوقیت حاصل ہے۔ رائے کا مقام اوّل ہے اور بہادری کا مقام ثانی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ دانشورانِ زمانہ کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ مشاورت میں (حکمتِ عملی کے) افشا ہونے کا احتمال ہوتا ہے جو امورِ مملکت میں نقصان کا باعث ہوسکتا ہے، حالاں کہ باہمی مشورے میں اخفا یقینی ہے۔ مثال کے طور پر کسی مجلس مشاورت میں دس اہلِ عقل اور خرد مندانِ زمانہ موجود ہیں۔ امیر یا حاکم ہر ایک سے مشورہ طلب کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی عقل کے مطابق رائے دیتا ہے۔ اس مجلس میں ہر شخص کا مشورہ ایک دوسرے کے علم میں آجاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں تمام مشیر اس شبہے میں رہتے ہیں کہ خدا جانے امیر کس شخص کی رائے اور مشورے پر عمل کرے گا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ جب گلستانِ ممالک کے سرو، حضرت ابراہیم شاہ کی عراق پر حکومت تسلیم کرلی گئی اور انھیں دنیا پر حکومت کرنے کا موقع ملا تو انھوں نے مشورے کے طریقے کو اختیار کیا۔ اس پسندیدہ اخلاق وصفت کی رعایت کے سبب ہمیشہ کامیاب وکامراں رہے۔ وہ نوشیرواں کے نصائح پر عمل کرتے تھے۔ اگر چہ ان کے بعض مصاحبوں نے شاہنامے کے مطالعے پر اصرار کیا لیکن انھوں نے شاہنامہ پڑھنا پسند نہیں فرمایا البتہ تواریخ میں "تاریخ طبری" ہمیشہ نظر مبارک کے سامنے رکھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ کفایت شعار وزیروں اور اہلِ علم مصاحبوں کو خوش رکھتے تھے اور ظلم سے پرہیز کرتے تھے، کہ لابد خل الضرر علی الوالی لاربعة اشیاء تشاغله باللذات عن الاشیاء وسوء اخلاقه علیٰ بطانة و افراط عقوبة عند غضبه ومداومة ظلم الیٰ رعیة یعنی[۱] حکومت وسلطنت میں نقصان وفساد چار باتوں سے ہوتا ہے۔ والیِ ملک دنیائے فانی کی لذتوں میں خود کو غرق کردے اس کے باعث تمام ملکی اور مالی معاملات درہم برہم ہوجاتے ہیں۔ اپنے اقربا کے ساتھ بد خلقی کرے اور اُن کو سزا دینے میں حد سے تجاوز کر جائے یعنی دس بیدوں کی سزا ہے تو ہزار بید لگانے کا حکم دے یا قتل کرادے یا اسی طرح کی سزائیں دے۔ رعیت پر ظلم کرے تو یقیناً رعایا ظلم سے متنفر اور شکستہ خاطر ہوجائیگی۔ عمارت سازی اور زراعت میں مشغول نہ ہوجانا چاہیے، اس سے مال اور خزانے کا نقصان ہوگا، رعیت تباہ ہوجائیگی اور ملک میں خرابی نمودار ہوگی، اس کے نتیجے میں سپاہی بانک پن اختیار کرلیں گے اور فساد رونما ہوگا۔ میں اسی نوعیت کی وجوہات اور مثالیں عراق وخراساں میں دیکھ چکا ہوں بلکہ چچا بہادر خاں جن کی سلطنت اسی علاقے میں تھی اس کے زوال کا سبب یہی خراب باتیں تھیں۔

---

[۱] عربی عبارت کا فارسی ترجمہ کسی قدر تغیرِ الفاظ کے ساتھ شاملِ متن ہے، اسی فارسی عبارت کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

جو بادشاہ ان بری عادتوں میں مبتلا ہو، آخر کار بادشاہت اس کی ہاتھ سے چلی جاتی ہے کیوں کہ بغیر لشکر و رعایا کے بادشاہت ایسا خیمہ ہے جو بغیر رسیوں اور میخوں کے ہو، ایسے خیمے کا کھڑا رہنا ناممکن ہے اسی بات کے تعلق سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آردشیر بابک کے حالات میں بیان کیا گیا ہے، **لاملک الّا بالرجال، ولا رجال الّا بالمال، ولا مال الّا بالعمارۃ ولا عمارۃ الّا بالعدل، ولا عدل الّا بالسیاست** یعنی لوگوں کے بغیر ملک نہیں ہوتا، مال کے بغیر لوگ نہیں ہوتے، عمارت کے بغیر مال نہیں ہوتا، عدل کے بغیر عمارت نہیں ہوتی اور سیاست کے بغیر عدل قایم نہیں ہوتا۔

سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ خوارزم کی طرف جائے چناں چہ وہ سیستان[۱] کی حدود اور علاقے میں پہنچ گیا۔ اس کے لشکر نے آبادیوں کو تباہ کرنا شروع کردیا۔ اس علاقے کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ سلطان سے ملاقات کرنے آئے اور فی البدیہہ یہ چند اشعار پڑھے۔ سلطان نے ان اشعار کے سنتے ہی گھڑ سوار فوجیوں کو اُن ناپسندیدہ عمل سے روک دیا اور خود سوار ہوکر دوسری جگہ پڑاؤ کیا۔ وہ ابیات یہ ہیں۔ ابیات:

سلطانِ دولت ست کہ بفرماں نشستہ است
آں جانہ پاے بود کہ درباں نشستہ است

وہ سلطانِ نعمت ہے جو فرمان کے ساتھ تخت نشیں ہے۔ جہاں کسی کے قدم نہ تھے اب وہاں دربان بیٹھا ہوا ہے

پروانۂ زشمع سلاطین بدو رسید
گفتا درآے زود کہ سلطاں نشستہ است

جب سلاطین کی شمع کا پروانہ (دربان تک) پہنچا تو اس نے کہا کہ جلدی سے آؤ سلطان تشریف فرما ہے۔

چوں خضر زندہ گشتہ زدا راے روز گار
کا سکندرے بجاے سلیماں نشستہ است

زمانے کا بادشاہ خضر کی مانند زندہ ہوگیا۔ سلیمان کی جگہ اب ایک سکندر کا راج ہے

سوگندی خورم کہ چو ایں شاہ کس ندید
اینک گواہ عدل واحساں نشستہ است

میں قسم کھاتا ہوں کہ اس بادشاہ کی مثل دوسرا نہ دیکھا۔ اب عدل واحسان کا شاہد تخت نشیں ہے۔

گرد سپاہ تو کہ چو مورند چوں ملخ
بر خوشہ ہاے کشتۂ دہقاں نشستہ است

---

[۱] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۱۶۷ پر جگہ کا نام سفیان درج کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ سیستان ہے۔ متن میں قیاسی تصحیح کی گئی ہے۔

آپ کی فوج کی گرد جو چیونٹیوں کی طرح کثیر ہے ٹڈیوں کی مثل دہقاں کے اجڑے ہوئے خوشوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔

بارانِ عدل بارکہ ایں خاک مدتے
تابر امید وعدۂ باراں نشستہ است

اے سلطان اس زمین پر عدل کی بارش برسایئے جو ایک عرصے بارش کے وعدے کے پورا ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دنیاوی بادشاہ جو اس نہج پر اپنے اوقات شریف اور لطیف ساعتیں بسر کرتے ہیں چاہیے کہ صبح نماز فجر کی دو رکعتیں خدائے یگانہ کے لیے ادا کریں پھر اس کی یاد میں اشراق تک مشغول رہیں۔ اس کے بعد ثقہ عالموں اور نامور صلحا کی صحبت میں بیٹھیں اور اُن سے اُن آیاتِ قرآنی کے معانی اور مطالب دریافت کریں جو عدل واحسان سے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ یہ مشغلہ چاشت تک جاری رکھیں۔ اسی مجلس میں پہلے وزیروں اور مصاحبوں کو طلب کریں تاکہ وہ لشکر کے درپیش مسائل پیش کریں۔ ہر ایک کو تسلی بخش جواب دیں اور ہر ایک کو اس کے مدعا تک پہنچائیں۔ اس کے بعد عام لوگوں کو دربار میں بلائیں تاکہ عام لوگ اپنے دعوے اور معاملات فیصلے کے لیے ان کی خدمت میں پیش کریں اور مسلمانوں کے درپیش مسائل حل کیے جائیں۔ بادشاہوں پر لازم ہے کہ وہ ہر معاملے کا فیصلہ انصاف کے تقاضوں اور شریعت کی ہدایات کو مدنظر رکھ کر کریں۔

اکابر شیوخ اور نامور سرداروں کے معاملات ومسائل بالمشافہ نہ سنے جائیں بلکہ بالواسطہ طریقہ اختیار کیا جائے یعنی ان سادات، قضات اور مشائخ کی عرضیاں خود صدر روانہ کرے گا، اور لشکر کے اہم مسائل وزیر اور مصاحب پیش کریں گے۔ صدر کا عہدہ ایسے شخص کو تفویض کیا جائے جو دین دار اور دردمند ہو بلکہ یہ منصب ایسے شخص کو دینا بہتر ہے جو صوفیانہ مشرب کا حامل ہو۔ اگرچہ کوئی صوفی یہ منصب قبول نہیں کرے گا لیکن اس معاملے میں تکلف سے کام لے کر اسی کو تفویض کریں اس لیے کہ کام میں عموی فلاح وبہبود مضمر ہے۔ وزیر ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو تمام فنوں اور ہنروں سے آراستہ وپیراستہ ہو، خاص طور دین دار ہو۔ وکالت ایسے شخص کے سپرد کی جائے جو شکل وشباہت کے اعتبار سے پسندیدہ اور پاکیزہ خصائل کا حامل ہو صاحب عقل اور مسئلے کو فوراً سمجھنے والا ہو۔ ان خوبیوں کے حامل ہر شخص کو مناسب عہدہ تفویض کرے۔ جہاں تک ممکن ہو حکومت وسلطنت کے احکام نافذ کرنے اور سرانجام دینے کے لیے کسی غیر متعلق شخص کو ہرگز شامل نہ کرے۔ ایک شخص کا کام دوسرے کے سپرد نہ کرے۔ قیلولے کے وقت آرام کرے۔ جب قیلولے سے فارغ ہو تو نماز کی تیاری کرے اور نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے۔ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد جس قدر ہو سکے تلاوت قرآن کرے، خاص طور پر سورۂ قد سمع اللہ کی تکرار بہتر ہے کیوں کہ نامور سلاطین وملوک اس سورہ کی تلاوت میں مصروف رہے ہیں۔

سلطان محمود غازی انار اللہ برہانہ کے حالات سے منقول ہے کہ وہ مذکورہ بالا سورہ کی تلاوت کرتے تھے اور اصرار کے ساتھ کہتے تھے کہ مجھے دنیا میں جو سلطنت وشوکت حاصل ہوئی وہ اسی سورہ کی برکت سے حاصل ہوئی ہے یہی بات گزار

سلطنت اور لالہ زارِ مملکت کے پھول حضرت ابراہیم شاہ بھی فرماتے تھے اور اس فقیر سے اس سورہ کی تلاوت کا بے حد اصرار کرتے تھے، چناں چہ جب اس فقیر نے تختِ سلطنت اور سریرِ حکومت ترک کیا تو برادرِ عزیز ارشد محمد شاہ سے پہلی بات یہی کہی تھی کہ وہ یہ سورہ حفظ کرلیں اور رجالِ غیب کے سامنے آنے سے پرہیز کریں۔

مختصر یہ کہ تمام امور میں سے کسی امر کا فیصلہ ہدایتِ شرع کے بغیر نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو عدل وانصاف کے کسی نکتے کو نظر انداز نہ کرے تاکہ دونوں جہان کی مملکت کے کاموں میں خلل واقع نہ ہو۔ ابیات:

جہاں داری وملکِ کے خسروی
مقام بزرگ ست کو کوچک مدار
(کسی ملک کی حکومت وسلطنت چلانا اہم مقام ہے اسے معمولی خیال نہ کر)

اگر پائے مورے در آید بہ سنگ
خدا از تو پرسد بروزِ شمار
(اگر (تیری غفلت کی وجہ سے) کسی چیونٹی کا پاؤں پتھر کے نیچے آئے تو قیامت کے دن خدا اس کی پرسش کرے گا۔)

اگر برسرِ نامرادے رود
ستم خود چہ پیش آیدت کاروبار
(اگر کسی نامراد کے سر پر ظلم ہو اور معاملہ تیرے سامنے پیش کیا جائے)

دگر زینت داد در بر کنی
دہی دادِ مظلوم دروقت بار
(تو تو زینتِ انصاف کو قایم رکھ اور دربار میں مظلوم کی داد رسی کر)

شمارندت از پادشاہانِ عدل
مکانِ تو فردوس باشد زنار
(تیرا شمار عادل بادشاہوں میں کیا جائے گا اور بجائے دوزخ کے تجھے جنت میں جگہ ملے گی۔)

قال علیہ السلام کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص حاکم ہے ہر شخص سے اس رعیت کے بارے میں پرسش ہوگی۔ یہ پہلو دنیاوی بادشاہوں سے متعلق ہے لیکن ملکِ دین کے بادشاہوں اور لشکرِ یقین کے سلطانوں نے دنیاوی سلطنت ہی کو وسیلۂ آخرت کیا ہے اور فرماں روائی کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ ان کا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے کے لیے ہے اور ان کی جان حقایق کی فضا اور دقایق کے صحرا میں پرواز کرنے کے لیے ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اسے راہِ حق میں فنا کردیں کیوں کہ خدائے تعالیٰ کے بغیر تسکین نہیں پاتا کہ

لاراحة للمؤمن من دون لقاء الله یعنی لقائے الٰہی کے بغیر مومن کو راحت نہیں ملتی۔ رباعی

ہر دم ز خودی خویش ملالم گیر
سودائے وصال آں جمالم گیر
پروانۂ دل چو شمع رویت نگرد
دیوانہ شود ترک دو عالم گیرد

ترجمہ: میں اپنی خودی کے ہاتھوں ہر دم ملول رہتا ہوں۔ مجھے اس کے جمال سے واصل ہونے کا شوق رہتا ہے۔ جب پروانۂ دل اس کے شمعِ رخ کو دیکھتا ہے تو دیوانہ ہو جاتا ہے اور دونوں عالم چھوڑ دینا چاہتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کسی کافر سے جنگ کر رہے تھے۔ چاہتے تھے کہ تلوار سے اسے زخمی کریں۔ کافر کو ضربِ تیغ سے بچنے کی کوئی راہ نہ ملی تو آپ کے منہ پر تھوکا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے تلوار نیام میں رکھ دی اور چل دیے۔ کافر کو اس بات سے سخت تعجب ہوا کہ باوجود دبدبے اور قدرت مجھے قتل کیوں نہیں کیا اس نے آپ کا پیچھا کیا اور دریافت کیا کہ اے جوان تم کون ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ابن ابو طالب ہوں۔ کافر نے پھر پوچھا کہ تم نے مجھے زخمی کیوں نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، میری تم سے جنگ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے تھی، جب تم نے مجھ پر تھوکا تو میرے نفس میں اضطراب اور غصہ پیدا ہوا کہ اسے فوراً قتل کر دے۔ میرا نفس رنجیدہ ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے خلاف کیا تا کہ نفس کی مراد اور اللہ تعالیٰ (کی مرضی) کے درمیان شرکت نہ ہو۔ وہ کافر ایمان لے آیا۔

اس سلسلے میں حضرت قدوۃ الکبراؒ نے روایت کی کہ جب مومنین پر جہاد فرض ہونے کا حکم ہوا تو حضور علیہ السلام نے کافروں سے جہاد و قتال کرنے کے فضائل و شمائل بیان فرمائے۔ صحابہؓ پر شرکتِ جہاد کی تمنا غالب ہوئی۔ (ان میں) ایک جماعت معذوروں کی تھی جنھیں جہاد میں شریک ہونے کی قوت اور استعداد حاصل نہ تھی۔ اس جماعت نے آرزو کی کہ کاش ہم بھی جہاد کی تکلیف اٹھاتے اور ثواب کی غنیمت سے بہرہ ور ہوتے۔ ایک روز یہ جماعت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دولتِ جہاد سے محروم رہنے کا غم عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جہاد کی سکت نہیں رکھتا اسے کہیں کہ وہ حج کے لیے جائے اسے وہی ثواب ملے گا۔ جماعت یہ حکم سن کر خوش ہوئی۔ اسی جماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھیں حج کی قدرت نہ تھی وہ شکستہ دل ہوئے اور سب مل کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا سبب غم بیان کیا کہ محروموں میں چند لوگ ہیں جو حج کر کے جہاد کی فضیلت سے بہرہ یاب ہوں گے۔ ہم میں نہ حج کرنے کی استطاعت ہے نہ جہاد کی قدرت، ہم کیا کریں؟

نماز جمعہ کے فضائل:

حضور علیہ السلام نے فرمایا، **الجمعة حج المساکین** یعنی مسکینوں کا حج جمعہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا، کہ جنگ تبوک میں ایک جماعت مدینہ شریف میں اپنے گھروں میں رہی اور کسی عذر کے سبب شرف جہاد سے مشرف نہ ہو سکی۔ اس حسرت کی بنا پر اس جماعت کے لوگوں نے ندامت کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ حضور علیہ السلام نے بطور بشارت فرمایا **ماقطعناوا دیا وما اصابنا شدة الاوهم معناً** یعنی ہم نے کوئی صحرا عبور نہیں کیا نہ ہمیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی مگر یہ کہ وہ ہمارے ساتھ تھے، اس لیے کہ قصد وارادے کے اعتبار سے شریک تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ میدان الٰہی کے مجاہد اور معرکۂ نامتناہی کے چالاک جوانوں کا لشکر کائنات کے بادشاہ اور فوج موجودات کے شہنشاہ کے ہاں اتنا بلند مرتبہ ہے کہ اگر اس کی شرح زمین کے درختوں کے پتوں پر اور گلزار آثار کی کتابوں میں لکھی جائے تو نا تمام رہے۔ جہاد باطنی جس کے بارے میں حضور علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں ایک دوسری حقیقت ہے۔ اس کے فضایل وصول الٰہی اور حصول نامتناہی کے تخت پر جلوس اور تمکن ہیں۔ قطعہ:

مبارزی تواں گفتن کسے را
کہ سازد بر سپاہ خویش پیکار
جو نصرت یابد او بر لشکرِ خویش
سپہ دارے بود عالی جہاندار

ترجمہ: لڑانے والا اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جو (اپنے نفس کی) فوج سے جنگ کرے جب وہ اپنے نفس کے لشکر پر فتح پائے گا تو وہ مجاہد بڑے مرتبے کا بادشاہ ہوگا۔

لطیفہ ۳۳

امت کے فرقوں کی خصوصیات اور ان کے مذاہبِ کثیرہ کی تفصیل انسان کے ظاہری اور معنوی مراتب کا بیان

قال الاشرفؒ

سمی الامۃ امۃ لانہا یجتمع علی حکم الشارع یعنی سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا کہ امت کا نام امت اس لیے ہوا کہ وہ بہر طور شارع کے حکم پر مجتمع ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اعلیٰ ترین دولت ونعمت جس سے انسان سرفراز فرمایا گیا ہے اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ یہ جماعت میدان الٰہی کی سوار اور مکان نامتناہی کی محافظ ہے اس لیے اس نعمت سے بہرہ مند ہوئی۔ مثنوی:

چہ دولت آں کے کو از سعادت
بود در مذہب سنّت جماعت
مراتب نیست اعلیٰ زیں شعارش
مناصب نیست والا زیں دثارش
بسے بے دولت و نہجار باشد
کہ سر مو از رہش سیار باشد

ترجمہ: وہ شخص جو نیک بختی کے باعث اہل سنت وجماعت میں ہے بڑا صاحبِ دولت ہے۔ اس امتیازی نشان سے اعلیٰ تر کوئی رتبہ نہیں ہے نہ اس کی اس خلعت سے بہتر کوئی منصب ہے وہ شخص بہت ہی بے دولت اور بے قاعد ہوتا ہے جو اس مذہب کے راستے سے سرِ مو ہٹ جائے۔

قال علیہ السلام، سیاتی زمان علیٰ امتی یتفرق علیٰ ثلثۃ وسبعین فرقہ، اثنان وسبعون منہا ہالک وواحد منہا ناجیۃ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا قریب ہے کہ میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تہتر فرقوں میں منقسم

ہو جائے گی۔ ان میں سے بہتر ہلاک ہو جائیں گے اور اُن میں سے ایک نجات یافتہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے کہ مختلف مذاہب کے عقاید سے آگاہ ہونا فائدے سے خالی نہیں ہے تاکہ اعلیٰ اور ادنیٰ مذاہب میں تمیز کر سکے اور پیش کرنے والا بھی بن سکے۔ یہ لطیفہ سات اصناف پر تصنیف کیا گیا ہے۔

صنفِ اوّل۔ اہل سنت والجماعت کے مذہب یعنی ایمان، اسلام، توحید، مذاہب شریعت کے اعتقاد اور مجتہدوں کے اجتہاد کا بیان:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اہل سنت والجماعت دس امور کے معتقد ہیں۔ اوّل دونوں پیروں یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی افضلیت کے قائل ہیں دوم دونوں دامادوں یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بزرگی تسلیم کرتے ہیں۔ سوم دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور کعبے شریف کو محترم خیال کرتے ہیں۔ چہارم موزے پر مسح کرنے کو جائز مانتے ہیں۔ پنجم جنت اور دوزخ کے حقیقی ہونے کے قائل ہیں۔ ششم امام صالح ہو یا بد ہو دونوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں، ہفتم نیکی اور بدی کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں۔ ہشتم بندہ فرماں بردار ہے یا خطا کار دونوں کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں۔ نہم نماز اور زکوٰۃ کی ادائگی فرض سمجھتے ہیں دہم ظالم ہو یا عادل دونوں امیروں کی اطاعت کرتے ہیں۔

حضرت امام المسلمینؒ نے "فقہ اکبر" میں تحریر کیا ہے کہ توحید، معرفت، ایمان اور اسلام ان چار باتوں کو تسلیم کرنا مومن ہونے کی نشانی ہے، البتہ وہ بہتر فرقے جو باطل ہیں دراصل چھ ہیں، تفصیل یہ ہے:

(۱) رافضیہ، (۲) خارجیہ، (۳) قدریہ، (۴) جبریہ (۵) جہمیہ اور (۶) مرجیہ۔ ان میں ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں۔ اس طرح چھ کو بارہ سے ضرب دیں تو بہتر حاصل ہوتے ہیں، جیسا کہ بیان کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صنفِ دوم۔ رافضیوں کے بارہ فرقوں کی تفصیل:

پہلا علویہ جو حضرت علیؓ کو نبی مانتے ہیں۔ دوسرا ابدیہ جو حضرت علی کو شریک نبوت کہتے ہیں۔ تیسرا شیعہ جو حضرت علیؓ کو دوسرے صحابہؓ سے زیادہ نہ چاہے اس کو کافر کہتے ہیں۔ چوتھا اسحاقیہ جو عالم کو کسی بھی زمانے میں نبی سے خالی نہیں مانتے یعنی ان کے نزدیک نبوت ختم نہیں ہوئی۔ پانچواں زیدیہ جو حضرت علیؓ کی اولاد کے علاوہ دوسرے کو امام نہیں مانتے۔ (جملہ نا خوانا) چھٹا عباسیہ جو حضرت عباسؓ اور عبدالمطلب کی اولاد کے سوا کسی کو حکومت کرنے کے لائق نہیں مانتے۔ ساتواں امامیہ جو زمین کو امام غیب داں سے خالی نہیں جانتے ان کے نزدیک امام فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ بنو ہاشم کے علاوہ نہیں ہو سکتا۔ آٹھواں نادمیہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو دوسرے سے فاضل خیال کرے وہ کافر

ہے۔ نواں تناسخیہ جو روحوں کو ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ دسواں لاعنیہ جو حضرت معاویہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ پر لعنت جائز قرار دیتے ہیں۔ گیارہواں راجعیہ جو کہتے ہیں کہ قیامت برپا ہونے سے پہلے حضرت علیؓ دنیا میں آئیں گے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ بجلی کی کڑک، گھوڑے کی زین کا تنگ اور پرچم حضرت علیؓ کا کوڑا (تازیانہ) ہے۔ بارہواں متربصیہ یہ مسلمان بادشاہوں کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن یہ بارہ فرقے جن باتوں میں باہم متفق ہیں وہ یہ ہیں کہ نماز باجماعت ادا نہیں کرتے، موزے پر مسح نہیں کرتے، شیخینؓ پر لعنت کرتے ہیں اور دوسرے صحابہؓ سے بیزار ہیں، مگر حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ تنہا رسالت کا کام انجام نہیں دے سکتے تھے، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو برا کہتے ہیں اور انھیں مجتہد بھی نہیں مانتے، رحمت سے ناامید ہیں، تراویح نہیں پڑھتے، طلاق کے لیے مختلف الفاظ ادا کرتے ہیں اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نہیں رکھتے۔

صنفِ سوم۔ فرقۂ خارجیہ کے بیان میں:

پہلا ازرقیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ مومن خواب میں کوئی اچھی بات نہیں دیکھتا کیوں کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ دوسرا امامیہ، جو کہتے ہیں کہ قول، عمل، نیت اور سنت ایمان ہے۔ تیسرا ثعلبیہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے کام ہماری مرضی کے مطابق ہیں، تقدیر و قضا کا ان میں دخل نہیں۔ چوتھا خازمیہ جو کہتے ہیں کہ فرض مجہول ہے اس کی فرضیت اتفاقی ہے۔ پانچواں خلفیہ جو کافروں سے جہاد نہیں کرتے۔ چھٹا کوزیہ جو طہارت میں بے حد غلو کرتے ہیں اور غسل کرتے وقت اعضا کو رگڑتے ہیں۔ ساتواں کنزیہ جو مال جمع کر کے رکھتے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے کیوں کہ ان کے نزدیک فرض نہیں ہے۔ آٹھواں فرقہ معتزلہ کا ہے جو ہر دو امور سے بیزار ہیں اور کہتے ہیں تقدیر شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتی کہ اس میں ظلم ہوتا ہے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ شر اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ہے اگر ایسا کہیں تو اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت ہوتا ہے، یہ فرقہ میت کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا قرآن کو حادث یعنی مخلوق کہتا ہے، اس کے نزدیک قرآن جو کچھ ہے وہ مخلوق بندوں کے افعال ہیں، مردے کو صدقے سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کا عقیدہ ہے کہ کسی ہستی کو ولایت اور شفاعت حاصل نہیں اور کہتے ہیں کہ معراج بیت المقدس تک ہوئی ہے، کتاب، حساب، میزان اور صراط کچھ نہیں ہے۔ فاسق مسلمان اعراف میں ہوں گے، ملائکہ مومنین سے زیادہ افضل ہیں، مومن اور کافر کی عقل برابر ہوتی ہے، رویتِ باری اور کرامتِ اولیا کے منکر ہیں۔ (اللہ تعالیٰ) خلق کرتے وقت خالق اور رزق دیتے وقت رازق ہوتا ہے اس سے پیشتر نہیں ہوتا۔ وہ فی نفسہٖ عالم و قادر نہیں ہے اور علم و قدرت کی صفات نہیں رکھتا، جو شے عدم میں ہے وہ عدم میں رہے گی، دکھ کی بات ہے کہ اہلِ بہشت مریں گے، سوئیں گے اور میت ہو جائیں گے، مقتول اجل سے نہیں مرتا، قیامت کی نشانیوں کے، کہ دجال اور یاجوج ماجوج آئیں گے، منکر ہیں، طلاق شدہ عورت کو حلالے کے بغیر جائز قرار دیتے ہیں، عقل کو علم سے افضل کہتے ہیں، معراج شریف کی باتیں بے واسطہ

حقیقت نہیں ملتے ،ان کے نزدیک عرش سے مراد بلندی، کرسی سے مراد علم، دوسرے حجابات سے مراد رویت کی ممانعت ہے، لوح سے مراد تمام احکامات اور قلم سے مراد تقدیر ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسالت نہ تھی، رزق حرام نہیں ہوتا اور اسی کی مثل بہت سی باتیں معتزلہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے عقائد سے ان کو رسوا کرے۔ نواں فرقہ میمونیہ ہے جو کہتے ہیں غیب پر ایمان لانا باطل ہے۔ دسواں محکمیہ ہے جو کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کا مخلوق پر کوئی حکم نہیں ہے۔ گیارھواں اخنسیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں اعمال کا بدلہ نہیں ملے گا بارھواں شمراخیہ ہے جو کہتے ہیں کہ عورتیں خوشبو کی مانند ہیں جس کا جی چاہے سونگھے، نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ خارجیہ فرقے بھی بعض مسائل میں باہم متفق ہیں مثلاً جماعت کو جائز قرار نہیں دیتے۔ گناہ گار مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ ظالم بادشاہ پر خروج کرتے ہیں (لڑتے ہیں)۔

صنفِ چہارم۔ فرقۂ جبریہ کے بیان میں:

پہلا فرقہ مضطریہ جو خیر وشر کو حق تعالیٰ کی طرف سے خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ خیر سے کوئی ثواب ملتا ہے اور نہ شر سے عذاب۔ دوسرا افعالیہ ہے جو کہتے ہیں کہ فعل بندے سے سرزد ہوتا ہے لیکن اسے اس فعل پر قدرت نہیں ہے۔ تیسرا معیہ ہے جو کہتے ہیں کہ قدرت اور فعل دونوں ساتھ ہیں اور بندہ دونوں کا حامل ہے۔ چوتھا فرقہ مفروغیہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، بندے سے پیدا نہیں ہوتی۔ پانچواں مطمئنہ ہے جو کہتے ہیں کہ (حقیقی) خیر وہ ہے جس سے نفس مطمئن ہو۔ چھٹا نجاریہ ہے ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کو) اپنے علم پر پیدا کیا معلوم پر پیدا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے افعال کی نسبت سے عذاب دیتا ہے ان کے افعال کی نسبت سے نہیں۔ ساتواں فرقہ کسبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ثواب یا عذاب اچھے یا برے عمل کی نسبت سے ملتا ہے زیادہ نہیں دیا جاتا۔ آٹھواں فرقہ سابقیہ ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ نیک بختی یا بد بختی ہمارے وجود سے پہلے مقرر ہو چکی تھی۔ اطاعت ومعصیت کا نہ فائدہ ہے اور نہ نقصان۔ نواں فرقہ حبیبیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ دوست دوست کو عذاب نہیں دیتا، ہم اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ دسواں خوفیہ جو کہتے ہیں کہ دوست دوست کو نہیں ڈراتا۔ گیارھواں فکریہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس کا علم زیادہ ہوتا ہے اس سے عبادت ساقط ہو جاتی ہے، لوگوں پر واجب ہے کہ جس کی جتنی ضرورت ہے اسے پورا کرنے میں مدد کریں پس وہ لوگوں کے مال میں شریک ہو جاتا ہے اگر مدد نہ کریں تو ظالم نہیں ہوتے۔ بارھواں فرقہ حسبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ زاہد کے لیے مال میں تقسیم نہیں ہے۔

صنفِ پنجم۔ فرقۂ جہمیہ کے بارہ فرقوں کا بیان:

پہلا فرقہ معطلیہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات مخلوق ہیں۔ دوسرا مراقیہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر ہے۔ تیسرا مرقیہ ہے جو کہتے ہیں کہ اہل دوزخ اس طرح جلتے ہیں کہ آگ میں کوئی شخص باقی نہیں

رہتا۔ چوتھا فرقہ مخلوقیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ قرآن مخلوق (حادث) ہے۔ پانچواں واردیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص دوزخ میں گیا واپس نہیں آتا، مومن دوزخ میں نہیں جائے گا۔ چھٹا عریہ ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاکم تھے رسول نہ تھے (نعوذ باللہ)۔ ساتواں فانیہ ہے جو کہتے ہیں کہ بہشت و دوزخ فنا ہو جائیں گے۔ آٹھواں زنادقیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ معراج روحانی تھی، رویت دنیا میں ہوگی آخرت میں نہ ہوگی، عالم قدیم اور معدوم ہونے والی شے ہے۔ نواں فرقہ لفظیہ ہے جو کہتے ہیں قرآن قاری کا کلام ہے خدا کا کلام نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ گندی بات ہے، بے شک قرآن کلام اللہ ہے۔ دسواں قبریہ ہے، یہ عذاب قبر کے منکر ہیں۔ گیارھواں واقفیہ ہے جو قرآن کے مسئلے میں اس کے قدیم یا حادث ہونے پر خاموش ہیں۔ بارھواں فرقہ متراصبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ علم، قدرت اور مشیت مخلوق (حادث) ہیں اور خلق غیر مخلوق ہے۔ لیکن یہ فرقے بھی بعض مسائل میں ایک دوسرے سے متفق ہیں کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے زبان سے نہیں، یہ فرقے منکر نکیر کے سوال، موت کے فرشتے کی آمد اور موسیٰ علیہ السلام کے خدا سے تکلم کے بھی منکر ہیں۔

صنف ششم۔ مرجیہ کے بارہ فرقوں کا بیان:

پہلا فرقہ تارکیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایمان لے آئے تو اس کے بعد کوئی بات اس پر فرض نہیں ہے۔ دوسرا شائبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص ایک بار لا الہ الا اللہ کہہ دے (وہ کافی ہے) پھر خواہ طاعت کرے یا گناہ کرے۔ تیسرا راجیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ کوئی بندہ فرمانبرداری کرنے سے فرماں بردار نہیں کہلاتا نہ گناہ کرنے سے اس کا نام گنہگار ہوتا ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ آیندہ اس کے خلاف کرے۔ چوتھا شاکیہ ہے، ان کا خیال ہے کہ علم میں شک ہے اور ایمان بے شبہ ہے۔ پانچواں حسییہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے، جو شخص جملہ اوامر و نواہی سے ناواقف ہے کافر ہے۔ چھٹا فرقہ عملیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے۔ ساتواں منتوسیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔ آٹھواں مستثنیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں ان شاء اللہ۔ نواں امریہ ہے جو کہتے ہیں کہ قیاس کرنا باطل ہے لائق دلیل نہیں ہوتا۔ دسواں بدعیہ ہے جو کہتے ہیں کہ بادشاہ کا حکم بجالانا چاہیے خواہ گناہ ہی ہو۔ گیارھواں مشبہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور دلیل یہ کہ ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ یعنی تحقیق کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ بارھواں فرقہ حشویہ ہے جو کہتے ہیں کہ واجب، سنت اور نفل یکساں ہیں۔ [۱]

حضرت امام ابوالقاسم رازی نے اپنے رسالے میں سات دوسرے فرقوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں اوّل کرامیہ جو کہتے ہیں کہ ایمان کا اقرار زبان سے ہوتا ہے دل سے نہیں، مردے کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں، سوال نہیں پوچھے

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں فرقۂ قدریہ کے بارہ فرقوں کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اس طرح تہتر فرقوں کی تفصیل کے بجائے اس میں اہل سنت والجماعت کو ملا کر اکسٹھ فرقوں کا ذکر آیا ہے۔ ممکن ہے کسی اور خطی نسخے میں ان کا ذکر ہو۔

جاتے، معراج سونے چاندی سے مرصع سیڑھی تھی، ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، جو کچھ آسمانی کتابوں میں ہے وہی قرآنی حکایات ہیں، عرش خدا کے بیٹھنے کی جگہ ہے، وہ جسم رکھتا ہے اور اس کا عرش پر راست ہونا بیان کیا گیا ہے، موت کا فرشتہ تھک جاتا ہے، معرفت کا نور مخلوق کے دل اور زبان میں ہوتا ہے، ہمارا امام سوائے قریشی کے دوسرا نہیں ہوتا۔ رسول اپنی ذات سے مخلوق پر حجت نہیں ہوتا مگر معجزے کے ساتھ اور کرسی دو پاؤں رکھنے کی جگہ ہے۔ دوم دہریہ جو طبیعت کو قدیم کہتے ہیں، ستاروں کو فاعل مختار مانتے ہیں۔ لوگ جو خواب دیکھتے ہیں اس کی حقیقی تعبیر نہیں جانتے، قرآن، احادیث، صحابہؓ ستاروں کی تقدیر، قبلہ، محراب اور طہارت سب میں شک[1] کرتے ہیں۔ سوم منابیہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے نزدیک بندے کا کافر ہونا روا ہے یا خلق کے نزدیک یا دونوں کے نزدیک۔ چہارم اباحیہ، جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا میں ہوتی ہے، ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، گناہ سے مومن کا نقصان نہیں ہوتا اور دوستی کی تکلیف اٹھا کر خاتمے سے ڈرتے ہیں۔ پنجم باطنیہ جو قیامت کے بارے میں احادیث کی تاویل کرتے ہیں۔ ششم براہمیہ جو رسولوں کی رسالت کی منکر ہیں ہفتم اشعریہ جو کہتے ہیں کہ عقل ضروری علم کی ایک قسم ہے، اشعریہ مراتب معتزلہ کی شاخ ہے۔

مراتب انسانی کا بیان:

مراتب انسانی کا ذکر آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مراتب انسانی سے مراد حضرات خمسہ اور تنزلات ستہ ہیں تو حضرات خمسہ کی تشریح اس لطیفے میں ہو چکی ہے جس کا عنوان "اصطلاحات و مراتب وسلوک" ہے۔ اگر مراتب سے مراد انسانی اوصاف ہیں جیسے اس حدیث میں وارد ہوئے ہیں (تو اب بیان کیے جاتے ہیں)۔

> "حضور علیہ السلام نے فرمایا، میری امت تین اقسام پر ہے ایک قسم ہے جو انبیا (علیہم السلام) سے مشابہت رکھتی ہے۔ دوسری قسم ملائکہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ تیسری قسم چوپایوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ پس جو لوگ انبیا کے مشابہ ہیں ان کا مقصود صلوٰۃ، زکوٰۃ اور صدقہ ہے۔ جو لوگ ملائکہ سے مشابہ ہیں ان کا مقصود تسبیح، تہلیل اور تمجید ہے، جو لوگ چوپایوں سے مشابہ ہیں ان کا مقصود کھانا، پینا اور سونا ہے۔"

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ معنوی انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات و تعریفات سے موصوف و معروف ہو، اور سلوک کے حقائق نیز درویش کے رموز کے شرف سے مشرف کیا گیا ہو۔ ظاہری انسان وہ ہے جس کی زندگی مذکورہ اوصاف و کمالات کے برعکس ہو، اور مجازی اسلام و ایمان سے بھی بہرہ ور نہ ہو۔ ابیات:

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۱۷۲، سطر ۷) پر "در ہمہ شاکی باشند" نقل ہوا ہے۔ مترجم کا قیاس ہے کہ سہو کتابت سے شکی کے بجائے شاکی لکھ دیا گیا ہے۔ اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

دراں وقتے کہ انساں آفریدند
درو وصفے دو پنہاں آفریدند

ترجمہ: جس وقت (اللہ تعالیٰ نے) انسان کو پیدا کیا، اس کے اندر دو پوشیدہ خوبیاں بھی رکھیں۔

یکے آثار وجدانِ خدائی
کہ باشد بہر عرفاں راگواہی

ترجمہ: ایک فطری وجدان کے آثار تا کہ وہ عرفان الٰہی کی گواہی دے سکیں۔

دوم اوصاف حرمانی سرشتند
کہ زاں آثار در دوزخ ہشتند

ترجمہ: دوسری خوبی یہ کہ اس کی سرشت میں محرومی کا وصف رکھا اس لیے کہ ان آثار سے عذاب میں چھوڑ دیا جائے۔

اگر اولست مدہوشش دارد
وگر از ثانیست صورت نگارد

رجمہ: اگر پہلی خوبی (فطری وجدان) کا اثر اسے بے ہوش کردے تو دوسری خوبی (محرومی کا احساس) نقش ونگار بناتا رہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بازار روزگار میں انسانوں کی ایک کسوٹی مقرر کردی گئی ہے۔ اگر انسان چاہے تو پنے جواہر سے آشنا اور اپنے گوہر سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ خود کو اس کسوٹی پر پرکھنے سے اس کی قدر و قیمت عیاں ہوجائے گی۔ ابیات:

خلقتِ مخلوق را اے ہوشیار
یاز نورِ پاک داں یا خود زنار

اے صاحب ہوش تم مخلوق کی پیدائش کو خواہ پاک نور سے جانو یا آگ سے سمجھو۔

ایں یکے لطف ست وآں دیگر غضب
ایں یکے در امن وآں دیگر تعب

یہ ایک لطف وکرم ہے اور دوسرا غضب وقہر ہے۔ یہ ایک امن وامان ہے اور دوسرا عذاب۔

جنس سوئے جنس خود طامع شود
ہر یکے با اصل خود راجع شود

ہر جنس اپنی جنس کی طرف راغب ہوتی ہے، ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

گر توی خواہی کہ دانی قدر خویش
کہ زلطفے یاز خشم یار پیش

اگر تو چاہتا ہے کہ اپنی قدر و قیمت معلوم ہوجائے تو دوست کے روبرو پیش ہو اس کی مہربانی اور ناخوشی معلوم ہوجائے گی۔

بہ زتو کس کے شناسد طبع تو
تو شناسی خویشتن رامو بمو

تجھ سے بہتر کون تیری طبیعت کو جان سکتا ہے۔ تو اپنے جسم کے روئیں روئیں سے واقف ہے۔

ہمتِ خود بیں کہ درچہ غالبست
سوئے حق یا سوئے دنیا راغبست

اپنی ہمت پر غور کر کہ اس میں کون سا احساس غالب ہے۔ تیری ہمت مائل بہ حق ہے یا دنیا سے رغبت رکھتی ہے۔

گر سوے دنیا ست میلِ تو بدی
ورسوے حق ست ہمت اسعدی

اگر دنیا کی طرف ہے تو تیری یہ رغبت بری ہے اگر ہمت حق تعالیٰ کی طرف ہے تو نیک ہے۔

مرد معنی طالبِ یزداں بود
ور نباشد صورتِ بے جاں بود

مرد معنی اللہ تعالیٰ کا طالب ہوتا ہے اگر طالب حق نہیں تو بے روح جسم ہے۔

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ
ماجی تو استخوان و ریشۂ

اے بھائی تو اسی اندیشے میں مبتلا ہے کہ تیری ہڈیاں اور ریشے باقی رہ جائیں۔

لطیفہ ۳۴

سفر کے فائدوں اور شرطوں کا بیان

قال الاشرفؒ:

السفر سفران الظاهر والباطن، سفرا الظاهر طي الارض بمشي الا قدام وسفر الباطن سير القلب بار شاد الامام.

حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، سفر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ظاہری سفر یعنی پیروں سے چل کر زمین عبور کرنا، دوسرا باطنی سفر یعنی امام کے حکم کے مطابق قلب کی سیر کرنا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سفر کے فائدے آیات قرآنی سے بھی ثابت ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ. هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ [1]

(ترجمہ) تو زمین میں چلو اور دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔ یہ لوگوں کے لیے واضح بیان اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

اسی سے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا:

سافروا تصحوا وتغتنمو ایزدی وتر زقوا قیل تصحوا بابد انکم بالحرکة وادیا نکم بالا عتبار وتغتنمو الوصل [2]

(ترجمہ) سفر کرو، تم صحیح ہوجاؤ گے اور غنیمت جانو گے اور تمھیں روزی ملے گی۔

دنیا کے عجایب وغرایب بے شمار ہیں۔ ہر شے جو ایک دوسرے سے مختلف ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے کمال، اس کے قدیم ہونے اور ہر شے کے فنا ہوجانے پر دلیل ہے۔ شعر:

---

[1] پارہ ۳۔ سورہ آل عمران، آیات ۱۳۷۔ ۱۳۸

[2] اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے جسموں میں حرکت کی وجہ سے چاق وچوبند ہوجاؤ گے اور دینی اعتبار سے عبرت پکڑو گے اور قربت کو غنیمت خیال کرو گے۔

فحادثہ ففی کل شیٔ آیۃ
تدل علیٰ انہ واحد

ترجمہ: پس ہر چیز میں جو اس کی نشانی ہے دلالت کرتی ہے کہ وہ (اللہ) واحد ہے۔

دنیا کے اطراف اور ملکوں میں سفر کرنے سے نفس کو، بہت زیادہ ریاضتوں اور بڑے بڑے مجاہدوں کی بہ نسبت، جلد شکست دی جا سکتی ہے کیوں کہ سفر میں ان سے کہیں زیادہ تکالیف اور مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ بیت

سفر کردن بہ اقدامِ عبادت
ریاضت باشد از راہِ سعادت

ترجمہ: عبادت کے ارادے کے ساتھ سفر کرنا، نیک بختی کی راہ سے ریاضت کرنا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ مسافرت میں اگر چہ بہت سی تکالیف اور سختیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور لوگ اپنے اصلی وطن سے دور ہو جاتے ہیں لیکن راحت اور خیریت سے قریب رہتے ہیں، کیوں کہ (اس حقیقت پر کہ سفر کرنے سے) بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا مکۂ معظمہ سے مدینۂ طیبہ ہجرت فرمانا دلیل محکم ہے۔

بیت

ز بحش از دیدہ خبابت فشاں
غریبش از مکہ ولایت ستاں

ترجمہ: آپ کی قبر مبارک آنکھوں سے دریا کا جوش پھیلاتی ہے۔ مکے سے آپ کی بے وطنی نے ملک حاصل کر لیا۔

سفر اہل معنی کو کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اگر معنی کا حصول ہو گیا تو پھر سفر کی کیا ضرورت ہے۔ سفر میں بزرگوں کی محض زیارت ہی ہونا بڑی غنیمت بات ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مشائخ سے معانی کا استفادہ کیا جائے، محض یہ دعویٰ کرنے کے لیے سفر نہ کیا جائے کہ ہم نے اتنے بزرگوں کی زیارت کی ہے اور اتنے مقامات و مزارات دیکھے ہیں اور اتنے ملکوں کی سیر کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ سفر سے متعلق مشائخ چار طریقے اختیار کرتے ہیں۔ پہلا گروہ وہ ہے جو شروع میں سفر کرتا رہتا ہے اور آخر کسی جگہ مقیم ہو جاتا ہے۔ اس گروہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دائم الاوقات مقیم اور دائم حالات مسافر ہوتے ہیں بہر حال پہلا گروہ طلبِ مقصد کے لیے ابتدا میں سفر کرتا ہے اور جب مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو پھر کسی جگہ مقیم ہو جاتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ خوش قسمتی سے مقصد حاصل کر لیتا ہے لیکن اسے خوف رہتا ہے کہ کہیں مقصد میں خلل واقع نہ ہو اس لیے سفر میں رہتا ہے۔ تیسرا گروہ وہ ہے کہ کسی جگہ مقیم ہوتا ہے اور اس دوران میں مقصد حاصل ہو جاتا ہے پھر وہ طے کر لیتا ہے کہ مقیم ہو کر اپنے کام میں مشغول رہیں۔ چوتھا گروہ وہ ہے کہ جب دورانِ سفر اسے مقصد ظاہر ہونے لگتا ہے

تو وہ خیال کرتا ہے کہ جس امر میں اسے مقصد حاصل ہو جائے گا، بہتر ہے کہ ہم وہی کام کرتے رہیں۔ ابیات

لاجرم چوں مختلف افتاد سیر
ہم روش ہرگز نہ بودہ ہیچ طیر

ترجمہ: جب سفر ہی مختلف (سمتوں میں) کرنا پڑے تو کوئی پرندہ ایک روش پر پرواز نہیں کرتا۔

طائر اول سفر آخر مقیم
دیگرے بر عکس در طیراں کریم

ترجمہ: اے کریم! (کبھی) ایک پرندہ شروع میں سفر کرتا ہے اور آخر میں ٹھہر جاتا ہے، دوسرا پرندہ اس کے برعکس پرواز کرتا ہے۔

دیگرے در طیر باشد ہر زماں
مختلف اطوار مرغانِ ہوا

ترجمہ: ایک اور پرندہ ہوتا ہے جو ہر وقت پرواز میں رہتا ہے۔ ہوا میں پرواز کرنے والے کے اطوار ایک جیسے نہیں ہوتے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اکابر سے روایت فرماتے تھے کہ سفر کے جملہ مقاصد میں سے ایک مقصد مشائخؒ سے ملاقات کرنا ہوتا ہے اور اپنے زمانے کے بزرگوں کا دیدار جو دولت کی اکسیر اور شوکت کا کیمیا ہے۔ یہ کسی لوہے اور تانبے کی مانند دل رکھنے والے شخص کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اس شرف سے مشرف ہو۔ رباعی:[1]

گر تو سنگِ صخرہ و مرمر شوی
چوں بہ صاحب دل رسی گوہر شوی
گرچہ باشد مس و آہن را صفا
زر نہ گردد تا نیابد کیمیا

ترجمہ: اگر تو سنگ مرمر اور سنگ صخرہ ہو جائے تب بھی صاحب دل کی صحبت میں گوہر بن سکتا ہے اگر چہ تانبے اور لوہے میں چمک پیدا ہو جاتی ہے لیکن وہ بغیر کیمیا کے سونا نہیں بن سکتے۔

طالب صادق کو ہر بزرگ سے علاحدہ علاحدہ فیض حاصل ہوتا ہے اور یہ جو گروہ صوفیہ میں کہاوت مشہور ہے کہ ”میں نے اپنے بزرگوں سے نعمت پائی ہے“ اس سے مراد یہی فیضِ نظر ہے۔ غزل حضرت سلطان صاحبؒ:

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

ہر کہ او کیمیا اثر باشد
گر ترا زہ یکے نظر باشد

ترجمہ: وہ بزرگ جو کیمیا اثر ہیں، ان کی ایک ہی نظر تیرے لیے کافی ہے۔

ہر مسے راکہ پیش او بہ نہی
زالتفاتش طلائے زر باشد

ترجمہ: جس تانبے کو تو اُن کے سامنے رکھے گا۔ ان کی توجہ سے خالص سونا ہو جائے گا۔

خود شنیدی کہ شیخ نجم الدین
باپسر وعدہ کرد گر باشد

ترجمہ: تو نے خود سنا ہے کہ شیخ نجم الدین نے بیٹے سے قوت کا وعدہ کیا

واں ندانست کاں بموعدِ او
شیر و سگ رابرو گزر باشد

ترجمہ: اس نے (بیٹے نے) نہ جانا کہ ان کے وعدے کے وجہ سے شیر اور کتے اس کے پاس آئیں گے۔

چہ نظر بودہ است شیراں را
کہ سگ از لطف شیر نر باشد

ترجمہ: شیروں کی بھی کیا خوب نظر ہوتی ہے کہ ان کی نگاہ لطف سے کتا شیر نر ہو جاتا ہے۔

گربہ راگر بودز شیر نظر
کہ شناسائے ہر گہر باشد

ترجمہ: اگر یہ (اللہ کا) شیر کسی بلّی پر نظر ڈال دے تو وہ گوہر شناس ہو جاتی ہے۔

اشرف از جاں تراب شیراں باش
کہ ترابش بہ از شکر باشد

ترجمہ: اے اشرف جان و دل سے شیرانِ خدا کی مٹی بن جا کہ ان کی مٹی شکر سے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔

گروہِ صوفیہ میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ جس قدر بزرگوں کی باتیں سود مند ہوتی ہیں اسی قدر ان کا دیدار بھی نفع بخش ہوتا ہے۔ (بلکہ) ایک گروہ کا تو قول یہ ہے کہ جس بزرگ کا دیدار نفع بخش ہوتا ہے ان کی باتیں بھی یقیناً سود مند

بر آسائی چواز دیدار دلدار
دل آسائے بود از گفتۂ یار

ترجمہ: جب محبوب کے دیدار سے تجھے تسکین ملتی ہے تو محبوب کی باتوں سے یقیناً دل کو راحت ملے گی۔

(یہ جو کچھ کہا گیا ہے) اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بعضے سانپوں اور اژدروں میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب وہ کسی پر نظر ڈالتے ہیں، ان کی نظر پڑتے ہی وہ شخص ہلاک ہو جاتا ہے، پس اگر (اللہ کے) اِن خاص بندوں میں سے بعض خاص الخاص بندوں کی نظر ایسی ہو، کہ جب وہ کسی طالب صادق پر نگاہِ لطف کریں، اس کی حالت میں شرف اور زندگی میں عظمت پیدا ہو جائے تو کیا عجب ہے۔ قطعہ:

چو تاثیرے بود در مار و اژدر
کہ مردم را کند از چشم ابتر
عجب نبود کہ از تاثیرِ یزداں
نظر وجداں بود در چشم گوہر

ترجمہ: جب سانپ اور اژدر میں یہ تاثیر ہے کہ ان کی نظر سے آدمی کی حالت ابتر ہو جاتی ہے۔ تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی بندے کی نظرِ گوہر کسی آدمی میں وجد کی کیفیت پیدا کر دے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ صاحب عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ) سے منقول ہے کہ میرے شیخ منا میں واقع مسجد خیف میں ادھر اُدھر پھر کر لوگوں سے مصافحہ کر رہے تھے۔ جب ہم نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی پر نظر ڈالیں تو اس پر خاص کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔ فرد:

اگر دستم بدستِ یار باشد
بدستِ من جہاں را کار باشد

ترجمہ: اگر میرا ہاتھ دوست کے ہاتھ میں ہو تو میرا ہاتھ دنیا کے لیے کارکشا ہو جائے۔

سفر کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سفر میں نفس کو بھلی لگنے والی چیزوں سے لاتعلق ہو جانا اور شیطانی خیالات کا قلع قمع کرنا آسان ہوتا ہے نیز دوستوں سے جدائی کے جام پیتے پیتے بزرگوں کے جامِ مراد تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ نفسانی لذتوں کو ترک کرنا، خود پسندی کی رعونت سے نکل جانا اور دنیا کی عجیب و غریب چیزیں دیکھ کر عبرت حاصل کرنا دوسرا فائدہ ہے۔ [1]

---

[1] اس کے بعد مطبوعہ نسخے میں یہ جملہ ہے: و چرا نگاہ و انظار در مسارح فکرت
مترجم اس کا ترجمہ کرنے سے قاصر رہا، البتہ سیاق و سباق کو مدنظر رکھتے ہوئے قیاسی ترجمہ کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

چراگاہ میں چوپایوں (کی تخلیق) پر غور کرنا پامال زمینوں اور پہاڑوں کے اجزا کا مطالعہ کرنا، جمادات کے ذروں کی تسبیح سننا اور کائنات کے صفحوں کا مطالعہ کرنا (اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے) کہ سب اپنی اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ یہ آیۂ مبارکہ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ [1] (ترجمہ) اور کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔

اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ قطعہ

ہر چہ آمد از زمیں تا آسماں
جملہ در تسبیح اوہست ہر زماں
گر بود سوراخِ گوشِ دل نواز
بشنوی از ذرۂ ذرات راز

ترجمہ: زمین سے آسمان تک جو شے ظہور میں آئی ہے وہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں اگر تیرے پاس دل نواز کان کے سوراخ ہیں تو تو ذراتِ عالم کے ایک ذرے سے بھی یہ راز سن سکتا ہے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا، کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیابانوں، مختلف علاقوں اور دریاؤں میں سیر و سیاحت کا سبب معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے زیادہ سفر کرتا ہوں کہ شاید کسی ایسی جگہ پہنچوں جہاں مردانِ خدا میں سے کسی مردِ خدا کا قدم وہاں پڑا ہو، میں وہاں سجدہ کروں اور وہ خاک میری بخشش کی سفارش کرے۔ سبحان اللہ! اس بے نیازی کا کیا کہنا، کہ باوجود نبی اور رسول ہونے کے بندگی کا نیاز اس رتبے تک پہنچ چکا تھا، پھر وہ لوگ (جنھیں بڑے مرتبے) حاصل نہیں ہیں کس بات پر نازاں ہیں۔ اس شخص پر صد ہزار رحمتیں ہوں جس نے یہ کہا ہے شعر:

یقیں می داں کہ شیرانِ شکاری
دریں رہ خواستند از مور یاری

ترجمہ: اے شخص یقین کر کہ راہ طریقت میں شکار کرنے والے شیر (نفس کو شکست دینے کے لیے) چیونٹی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو شخص زیادہ عارف ہے زیادہ مفلس ہے۔ مثنوی:

ہر کہ از مرداں بود چالاک تر
باشد از بیم بلاں غمناک تر

---

[1] پارہ ۱۵۔ بنی اسرائیل، آیت ۴۴

لطیفہ ۳۵

دنیا کے ان عجیب وغریب آثار کے بیان میں جو سیّد اشرف جہاں گیر سمنانیؒ نے ملاحظہ فرمائے اور کوہستان معمر کے گونا گوں مقامات جو آپ کے مشاہدے میں آئے

قال الاشرفؒ:

مارائت من غرائب الموجودات وعجائب المخلوقات لو کشفتہا لا یصدق بعضہم یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، میں نے موجودات اور مخلوقات سے متعلق جو عجیب وغریب باتیں دیکھی ہیں اگر انھیں بیان کروں تو بعضے لوگ یقین نہ کریں۔

پہلا معائنہ، شجر الوقواق:

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، ہم سمندر کے جزیروں میں سے ایک جزیرے پر پہنچے۔ ایک چھوٹی سی جماعت ہمارے ساتھ تھی۔ اس جزیرے کے پہاڑ کے دامن میں ایک درخت تھا، جسے "شجرۃ الوقواق" [ط] کہتے ہیں۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ درخت عجائبات عالم میں سے ہے۔ وہ عجیب بات یہ ہے کہ اس درخت کا تنہ بہت بڑا تھا

[ط] غیاث اللغات میں برہان اور شرح خاقانی کے حوالے سے لفظ "وقواق" کے یہ معنی بیان کیے ہیں:۔

"وقواق بالفتح نام جزیرہ است ودراں جا درختاں باشد کہ ثمر آنہا بصورت انسان باشد نر و مادہ، طول ہر یک بہ قدر یک دست از مقام ناف، چوبے بہ درخت پیوستہ بوقت شب گریہ می کنند وسخن ہم می نمایند دمی جنبند و چوں از درخت جدا کنند بمیرند وبجاز آں درخت را نیز وقواق گویند۔"

ترجمہ: وقواق زبر کے ساتھ، ایک جزیرے کا نام ہے۔ وہاں جو درخت ہیں ان کے پھل انسان کی شکل کے ہیں۔ ان میں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ ناف تک ان کا قد ایک ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ ایک لکڑی درخت سے پیوست کر کے رات کے وقت روتے ہیں۔ باتیں بھی کرتے ہیں اور حرکت بھی کرتے ہیں۔ جب درخت سے جدا کر دیے جائیں تو مر جاتے ہیں۔ جزیرے کے نام کی مناسبت سے اس درخت کو وقواق بھی کہتے ہیں۔

غیاث کے علاوہ لغت دہخدا بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اور اس کی شاخیں بہت لمبی تھیں۔ اس درخت کے پھل ناف تک انسانی جسم کی طرح شاخوں کے سرے پر لٹکے ہوئے تھے اس کی رگ رسی کی طرح ہے۔ یہ جسم حرکت کر کے ایک دوسرے کے قریب بیٹھتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں لیکن ان کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔

ایک روز ہم اس درخت کے نیچے اس خیال سے مقیم ہوئے کہ یہ معلوم کریں ان کی غذا کیا ہے جب شام کا وقت قریب ہونے لگا تو عجیب وغریب شکلوں اور پروں کے جانور اس درخت کی شاخوں پر آ کر بیٹھنے لگے۔ پھر انھوں نے اپنی غذا اپنے پوٹوں سے باہر نکالی اور کھانا شروع کر دیا۔ غذا کھاتے وقت تھوڑی بہت غذا اس درخت کے پتوں پر گر جاتی تھی اسے یہ انسان نما پھل کھا لیتے تھے۔ اتفاق سے اس غذا کا ایک ٹکڑا درخت کی جڑ میں میں آ پڑا۔ ہم نے اسے اچھی طرح دیکھا تو وہ صاحبی[1] اور خایۂ غلاماں انگور تھا۔[2]

سبحان اللہ! ایسا رزق دینے والا ہے کہ ہر جاندار کو ہر جگہ سے رزق پہنچاتا ہے۔ قطعہ:

زہے حکیم ورحیم وکریم آں قادر
کہ خلق کرد عجائب غرائب آفاق
بخوان برگ نہادہ زمیوہ رزق دہد
بہ پیش مردم اثمار شجرۃ الوقواق

ترجمہ: سبحان اللہ! وہ حکمت والا، رحم کرنے والا اور بخشش کرنے والا ایسا صاحب قدرت ہے کہ اس دنیا میں عجیب وغریب چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ شجرۃ الوقواق کے انسان نما پھلوں کو پتوں کا دستر خوان بچھا کر میوے کا رزق دیتا ہے۔

ہم نے اس علاقے کے گرد ونواح میں رہنے والے لوگوں سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی موت کا سبب یہ ہے کہ جس وقت ان کی ناف کو درخت سے الگ کر دیا جائے تو اسی وقت مر جاتے ہیں۔

دوسرا معائنہ، جزیرۂ صحف کے حالات:

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ ہم جزیرۂ صحف میں پہنچے جو بہت لمبا چوڑا تھا۔ اس کا جنگل طرح طرح کے پھلوں سے بھرا ہوا تھا اور درخت بھی مناسب اور موزوں تھے۔ وہاں ہمیں ایک صاف ستھرا مکان مل گیا جو دنیاوی اسباب سے خالی تھا۔ ہمیں اس مکان میں ٹھہرے ہوئے کچھ وقت گزرا تھا کہ سیاہ پوشوں کی ایک جماعت آ گئی۔ ہم نے ہر چند ان سے گفتگو کی لیکن وہ کسی بات کا جواب ہی نہ دیتے تھے۔ ہزار کوشش کے بعد انھوں نے کہا کہ سیاہ پوشوں کے راز شہر مدہوشاں سے معلوم ہوں گے۔ ہم دس منزلیں کر کے شہر مدہوشاں میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ اس شہر کے تمام لوگ چاند کی مانند خوبصورت

---

[1] صاحبی ایک قسم کا انگور (غیاث)

[2] خایۂ غلامان ایک قسم کا انگور (اشٹین گاس)

تھے اور ان کے چہرے دل پسند تھے۔ جیسے کہ ان کا وصف ہفت پیکر[۱] میں بیان کیا گیا ہے۔

ہم نے چاہا کہ اس شہر کے منارے پر چڑھ کر شہر کا مشاہدہ کریں لیکن نور العین نے ہمیں جانے نہیں دیا۔ بہر حال جو عجیب بات یہاں ہمارے مشاہدے میں آئی یہ تھی کہ جو شخص اس شہر کے لوگوں سے ملے اور دیکھے تو وہ نعمتِ عشق سے ضرور بہرہ مند ہو جاتا ہے رباعی[۲]:

دیدنِ روے دوست ہر کس را
اثرے دارد از کم و بسیار
ہچوں آں نافۂ کہ نکہتِ خوش
می دہد بر ہمہ یمین ویسار

ترجمہ: ہر شخص جو دوست کا دیدار کرے اس پر کم یا زیادہ اثر ضرور ہوتا ہے۔ جیسے کسی نافے کی خوشبو ہوتی ہے کہ وہ دائیں بائیں اطراف میں پھیل جاتی ہے۔

تیسرا معائنہ۔ ایلاک کے نواح میں شہر کا حال جس میں صرف عورتیں تھیں کوئی مرد نہ تھا:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہم ایلاک کے نواح میں پہنچے اس ملک کی سرحد کے ساتھ ایک دریا بہتا ہے۔ اس کے کنارے ایک شہر جو آبادی اور مکانوں سے معمور تھا نظر آیا۔ جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سب عورتیں تھیں۔ ہمارے دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ تقدیری فیصلے کے مطابق اس شہر میں مرد پیدا نہیں ہوتے۔ ہر عورت جب حیض سے پاک ہو جاتی ہے تو وہ اس دریا کے پانی میں اترتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاملہ ہو جاتی ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ لڑکی ہوتی ہے۔ رباعی[۳]:

چہ خالقی کہ وجود از عدم ہویدا کرد
بیا فرید بہر گونہ از اناث ذکور
اگر چہ واسطۂ خلق مرد و زن آمد
ولے بجاے جز زن نمی شود منظور[۴]

---

[۱] ہفت پیکر۔ نظامی گنجوی کی مثنوی ''ہفت پیکر'' کی جانب اشارہ ہے۔ [۲] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[۳] یہ رباعی معروف وزن و بحر میں نہیں ہے۔ اسے قطعہ کہہ سکتے ہیں۔

[۴] چوتھا مصرع وزن و بحر سے خارج ہے۔ اس مصرعے کو اگر اس طرح پڑھا جائے تو کسی قدر مفہوم پیدا ہو سکتا ہے

ولے بجاے کہ جز زن نمی شود منظور

اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

ترجمہ: کیسا (عظیم) خالق ہے جس نے عدم سے وجود کو ظاہر کیا اور بہر طور مرد اور عورت پیدا کیے اگر چہ پیدائش کا واسطہ مرد اور عورت ہی ہوتے ہیں لیکن اللہ کی قدرت سے یوں بھی ہوتا ہے کہ پیدائش کا واسطہ صرف عورت ہوتی ہے۔

چوتھا معائنہ۔ سیلان کے سفر میں چیونٹوں کے بادشاہ نے حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کی دعوت کی:

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ سیلان کے سفر میں ہم ایسے مقام پر آ پڑے کہ تین دن تک آگے جانے کا راستہ ظاہر نہ ہوا نہ ایسے آثار نظر آئے۔ سفر کے ساتھ بھوک اور پیاس سے تنگ آ گئے۔ ہم نے ایک درخت کے نیچے قیام کیا ساتھیوں نے بھی اپنا سامانِ سفر یہیں رکھ دیا۔ ہم تھوڑی ہی دیر بیٹھے ہوں گے کہ بے قیاس چینٹے بھاگتے ہوئے آئے اور حضرتؒ کے قریب بیٹھ گئے۔ ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگے جس سے لوگوں کو گمان پیدا ہوا کہ آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ جب ایک گھڑی اسی طرح گزر گئی تو وہ چینٹے روانہ ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ دستور کے مطابق دوستوں کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ قریب ایک پہر گزرنے کے ایک چینٹا آیا اور اشارے کرنے لگا۔ سب لوگ اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ تھوڑا سا راستہ طے کرنے کے بعد ایک درخت کے نیچے جہاں اس کا بل تھا، وہاں شیرینی کے چالیس ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ایک ڈھیر بڑا تھا باقی یکساں تھے۔ ہر شخص کو ہر تودے کے سرے پر بٹھا دیا۔ حضرتؒ نے کھانے کی اجازت دی۔ ہر شخص نے اپنی خواہش اور بھوک کے مطابق کھایا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو فاتحہ کی درخواست کی۔ فاتحہ پڑھی اور وہاں سے روانہ ہوئے وہ چینٹا قیام گاہ کی سرحد تک ساتھ آیا۔ یہاں سے حضرتؒ کو رخصت کیا۔ جب وہ چینٹا چلا گیا تو حضرت نور العین نے اس بارے میں استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چینٹا تمام چینٹوں کا بادشاہ ہے۔ ایک دن کوئی امیر اس سبزے زار میں شکار کے لیے آیا تھا۔ اس کے پاس بہت سا کھانا تھا۔ اس مقام پر انھوں نے کھانا کھایا۔ بچا ہوا کھانا یہیں چھوڑ کر چلے گئے اور کچھ چینٹوں کے بلوں پر ڈال دیا۔ چینٹوں کے بادشاہ نے یہ تمام شیرینی جمع کر کے، رکھی اور دل میں ٹھہرا لیا کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ جب کوئی بزرگ یہاں آئیں گے تو ہم ان کی دعوت کریں گے۔ حق تعالیٰ نے درویشوں کی ایک جماعت یہاں پہنچا دی۔ جیسا کہ مشاہدے میں آیا اس نے فرصت پائی۔ رباعی:[۱]

چہ قادرے کہ بروئے زمیں ہم از قدرت
ضعیف مورچہ را می دہد سلیمانی
کند بہ رفعتِ خسرو نعیم شیرینی
دہد زشکر خوش تر زروے مہمانی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسا صاحب قدرت ہے کہ اپنی قدرت سے روئے زمین پر کمزور چینٹے کو شوکت سلیمانی عطا کرتا ہے وہ خسرو

---

[۱] یہ بھی رباعی نہیں ہے۔ قطعے کے شعر ہیں۔

جیسی شان کے ساتھ شیرینی کی نعمت سے جو شکّر سے زیادہ خوش ذائقہ ہوتی ہے مہمانی کرتا ہے۔

پانچواں معائنہ۔ جبل الفتح کے متوکل درویشوں سے ملاقات:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جب ہم جبل الفتح پہنچے تو ہمیں ایسے درویشوں کی جماعت ملی جو توکل کے راستے پر گام زن تھے۔ تیس سال سے یہی طریقہ اختیار کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہمیں چالیس دن ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب بھی وقت میسر ہوتا یہ درویش ملاقات کے لیے آتے۔ انھوں نے بے حد بشارتیں دیں۔ ان درویشوں میں شیخ ابوالغیث تھے جو ان کے پیشوا تھے۔ انھوں نے ایک پتھر عنایت کیا جس میں ایسی چمک تھی کہ کوئی جوہر اس کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا اور اس کے بہت سے خواص بیان کیے، ان میں سے چند یہ تھے کہ اگر کوئی مسافر اسے کمر سے باندھ لے تو خواہ کتنا ہی سفر کرے ہرگز نہ تھکے۔ اگر پیاس کی حالت میں منھ میں رکھ لے تو سیراب ہوجائے۔ اسی طرح بھوک اور دیگر حالتوں کے بارے میں اس کے خواص بیان کیے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ان کی پاسِ خاطر کے خیال سے وہ پتھر لے لیا اور جب روح آباد تشریف لائے تو ملک محمود کو عطا فرمایا، اگرچہ بعضے اصحاب نے اپنے لیے عنایت فرمانے کی گزارش کی لیکن آپ نے فرمایا کہ ملک محمود اس عنایت کے لیے مناسب شخص ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس کے علاوہ مشاہدات کا بھی ذکر فرمایا۔ فرماتے تھے کہ (یہ) درویش تین شخص تھے۔ ان کی رہائش جبل الفتح کے دامن میں تھی۔ روزہ افطار کرنے کے وقت دس روٹیاں اور ایک پیالہ شربت (غیب سے) آتا تھا۔ اگر کوئی مہمان آجاتا تو انھی روٹیوں میں سے اسے بھی تقسیم کرتے تھے۔ ان درویشوں میں ایک درویش آپ کے ساتھ آیا اور اس نے بے حد خدمت بھی کی چناں چہ گوناگوں مقامات اور مرادات سے مشرف ہوا۔ جبل الفتح کے نام کی یہ وجہ ہے کہ جس شخص کو راہِ سلوک میں کامیابی حاصل نہ ہو اگر وہ جبل الفتح میں ایک مقررہ مدت کے لیے اعتکاف میں بیٹھ جائے تو اپنی مراد سے بہرہ مند ہوجاتا ہے۔

چھٹا معائنہ۔ ایک پاؤں کے انسان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہم جزیرے کے بیابان میں سفر کررہے تھے کہ ہمارے سامنے ایک پاؤں کے انسانوں کی جماعت نمودار ہوئی۔ وہ انتہائی تیزی سے چل کر ہمارے پاس آئے اور ہماری جماعت کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ انھوں نے جو باتیں کیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آئیں۔ بالآخر اشاروں سے ان کا مقصود معلوم ہوا کہ وہ اس بات پر حیران ہیں کہ تم لوگ دو پاؤں سے کس طرح چلتے ہو۔ سب سے آخر میں ہم نے ان کے دین ومذہب کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ اُن کا کوئی دین ومذہب نہیں ہے وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ دین ومذہب کیا ہوتا ہے البتہ اس کا اقرار کیا کہ ہم اتنا جانتے ہیں کہ زمین وآسمان کو پیدا کرنے والا کوئی صانع ضرور ہے۔

ان کی غذا اور خوراک درختوں کے پھل ہیں۔ بچوں کی پیدائش عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے بعض لوگ انھیں نسناس کہتے ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نسناس ایک دوسرا گروہ ہے۔ بعض لوگ شجرالوقواق کے آدمیوں کو نسناس کہتے ہیں لیکن درحقیقت نسناس وہ گروہ ہے جو خدا شناس نہیں ہوتا۔ رباعی[1]

اگر چہ ثمرۂ وقواق راخلق
بہ عالم مردماں نسناس گویند
ولیکن در حقیقت اے برادر
زناسے خداشناس گویند

ترجمہ: اگر چہ مخلوق شجرالوقواق کے (انسان نما) پھلوں کو دنیا میں قبیلۂ نسناس کہتی ہے۔ لیکن اے بھائی درحقیقت جو لوگ خدا کو نہیں پہچانتے انھیں ہی نسناس کہتے ہیں یعنی خداناشناس۔

ساتواں معائنہ۔ گلبرگہ شریف میں قیام کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جب دکھن کے سفر میں ہمارا گزر گلبرگہ کے علاقے میں ہوا تو ہم نے دیکھا کہ اس علاقے کے ایک پہاڑ کے دامن میں ایک بزرگ گوشہ نشین تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ (اس وقت) ان کی عمر سات سو سال تھی۔ یہ بات دنیا کے عجائب وغرائب میں سے ہے۔ ان بزرگ نے بہت سی باتیں بتائیں۔ ان کے پاس ایک انگوٹھی تھی جو دنیا کے عجائب میں سے تھی۔ اس انگوٹھی میں یہ خاصیت تھی کہ جب پہننے والا اس کے نگینے کا رخ اپنی طرف کر لیتا تو نگاہوں سے غائب ہو جاتا اور جب اس نگینے کا رخ باہر کی جانب کرتا تو ظاہر ہو جاتا تھا۔ رخصت ہوتے وقت انھوں نے ایک شغل بتایا جس کے فائدے حدِ بیان سے باہر ہیں۔ اس علاقے کے لوگ بے حد حسین ہیں۔ فرزند عبداللہ بیگی ان میں سے ایک خوب رو کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ ایک بار تو اسے چالیس دن تک کھانے پینے کا ہوش نہ رہا۔ دوسرے سفر میں جب ہمارا گزر اس علاقے سے ہوا تو ہم نے اسے ان لوگوں کے دام سے رہائی دلائی۔ رباعی:[2]

ہر کہ دریں سلسلہ زنجیر شد
بر سر اورنگ جہاں میر شد
شیر صفت باشد کو بگسلد
سلسلۂ راکہ جہاں گیر شد

ترجمہ: جو شخص اس سلسلے میں زنجیر ہو گیا وہ تختِ عالم پر میر ہو کر بیٹھا شیر صفت ہونا چاہیے جو اس کو توڑے۔ اس سلسلے کو

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔
[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

جس نے دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔

اس علاقے کے ہر گاؤں اور شہر میں عجیب باغات اور روشیں تھیں۔ حضرتؒ نے فرمایا اسی وجہ سے اس کا نام گلبرگہ ہے۔

آٹھواں معائنہ۔ بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بیت المقدس میں ہم متبرک مقبروں اور مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہاں جس قدر فیض انبیا علیہم السلام کی ارواح پاک سے ہمیں حاصل ہوا، اس قدر فیض کسی شہر میں حاصل نہ ہوا، کیوں کہ اکثر انبیا علیہم السلام یہاں مدفون ہیں۔ خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبارک مقبرہ بھی اسی جگہ ہے یہاں سارے علاقے کے فقیروں اور مسکینوں کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ جب ہم مسجد اقصیٰ کے طواف کے لیے وہاں آئے تو ایک عجیب بات ظاہر ہوئی کہ زبان اس کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ میں ہر روز ہزار بار رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور جو شخص اس کے طواف سے مشرف ہوتا ہے، وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔

نواں معائنہ۔ صالحیۂ دمشق، دمشق کی مسجد میں بارہ ہزار محراب ہیں:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دمشق کی مسجد جامع عبداللہ امیہ نے تعمیر کرائی تھی۔ ستر اونٹوں پر تعمیری سامان لاد کر لایا گیا تھا، وہ سب مسجد کی تعمیر میں صرف ہوا۔ اس میں بارہ ہزار محراب ہیں۔ اکثر انبیا اس کے ہر ستون کے ساتھ آسودۂ خاک ہیں۔ بارہ ہزار قندیل (ہر شب) روشن کی جاتی ہیں۔ انبیا کی قبروں کے ساتھ ہر ستون پر ایک قندیل لگائی گئی ہے۔ لوگ اس مسجد کے تین ستونوں میں نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر طرف روح کو فرحت پہنچانے والی نہریں اور چشمے جاری ہیں۔ انھیں ایک درجے میں بے مثال کہا جا سکتا ہے۔

دسواں معائنہ۔ کوہِ لبنان، کوہ نہاوند اور کوہ طور کا مشاہدہ۔ شیطان سے ملاقات اور سوال وجواب:

لبنان کا پہاڑ خیال کی ایک بہشت ہے۔ جدھر دیکھو دریا بہتے ہوئے نظر آتے ہیں جن میں اکثر اسی پہاڑ سے نکلے ہیں۔ یہاں چالیس محرابیں ہیں۔ ہر محراب میں سے بہتا ہوا پانی گزرتا ہے۔ بہاؤ کی آواز سے قرآن کی قرأت سنائی دیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ابدالوں کی قیام گاہ ہے۔ اکثر اصحاب سلوک کو یہاں اپنا مقصود حاصل ہوا ہے اور بزرگوں کی ایک جماعت نے یہاں اپنے کام کو انجام تک پہنچایا ہے۔ حضرتؒ نے بھی یہاں دس دن اعتکاف میں بسر کیے۔

کوہ نہاوند کے نزدیک ایک مسجد ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ کسی عظیم القدر شخص کی تعمیر کردہ ہے۔ وہاں اس کے ساتھیوں کے تین ہزار تابوت ہیں۔ ان کے زخموں پر دھنی ہوئی روئی رکھ دی گئی ہے۔ مسافر اس مقام پر جاتے ہیں اور روئی اٹھا کر

دیکھتے ہیں تو اس میں سے خون ٹپکنے لگتا ہے پھر روئی اس جگہ رکھ دیتے ہیں جو شخص وہاں جاتا ہے اپنی استعداد کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے۔

کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدفن ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ میں اور برادرم خضر علیہ السلام اس کا طواف کر رہے تھے کہ شیطان لعین ظاہر ہوا۔ میں نے اس سے سجدہ نہ کرنے کا سبب معلوم کیا۔ اس نے کہا ثابت قدم عاشق کس طرح (محبوب کے) غیر کی جانب متوجہ ہو سکتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ عاشق میں تو تو ثابت قدم ہے لیکن تو نے غلطی بھی کی ہے کہ یہاں یہ جاننا چاہیے کہ ایک شخص کسی شخص سے کامل وابستگی رکھتا ہے اور وہ کسی اور شخص سے وابستگی رکھتا ہے۔ اگر محبوب اوّل اپنے عاشق کو حکم دے کہ تو میرے محبوب کی خدمت بجالا تو اس میں عاشق کے لیے دو خطرے موجود ہیں۔ اوّل یہ کہ (عاشق نافرمانی کرے اور) کہے کہ مجھے اس سے کیا سروکار کہ دوسرے کی طرف توجہ کروں۔ دوئم یہ کہ مجھے اپنی مراد سے کوئی سروکار نہیں (یعنی وہ محبوب کا عاشق نہیں ہے اپنی ذات کا عاشق ہے) پس جو کچھ محبوب حکم فرمائے اس کی پابجائی کرے یہ آخری خطرہ ہے۔ ابیات:

یکے عاشق مہیں محبوب دارد
کہ محبوبش دگر مطلوب دارد

ترجمہ: ایک شخص بڑی شان والے محبوب کا عاشق ہے اور اس کے محبوب کا کوئی دوسرا مطلوب ہے۔

محبّ خویش را کارے بفرمود
کہ محبوب مرا خدمت بکن زود

ترجمہ: اس نے اپنے عاشق کو اس کام کا حکم دیا کہ تم میرے محبوب کی خدمت جلد بجالاؤ۔

اگر آں ہست عاشق ثابت اقدام
نہد سر بر خطِ محبوب تا کام

ترجمہ: اگر وہ ثابت قدم عاشق ہے تو انجام تک اپنے محبوب کے حکم پر سر نیاز رکھے گا۔

اگر عاشق مرادِ خویش باشد
بہ خدمت کردنش دل ریش باشد

ترجمہ: اگر وہ اپنی مراد کا طالب ہے تو وہ اپنے محبوب کے محبوب کی خدمت کرنے سے تکلیف محسوس کرے گا۔

مریدے اوّلست ثانی نہ باشد
چوزیناں نیست قربانی نہ باشد

ترجمہ: مرید وہ ہے جو اوّل و آخر مرید ہو اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی کوئی قربانی قبول نہیں ہوتی۔

حضرتؒ نے اس سے اور بھی بہت سے عجیب وغریب اسرار اور معاملات سے متعلق سوالات کیے ابلیس نے سب کے تسلی بخش جواب دیے۔

گیارھواں معائنہ۔ جبل القدم میں حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت:

جبل القدم میں حضرت آدم علیہ السلام کا قدم مبارک ہے۔ آپ کو پہلے پہل کوہ سراندیپ میں اتارا گیا تھا۔ آپ نے چالیس سال تک اور ایک قول کے مطابق ستر سال تک ایک پیر پر کھڑے رہ کر توبہ واستغفار کی اور بے حد گریہ وزاری کرتے رہے یہاں تک کہ ایک چشمہ جاری ہوگیا اور اس سے نیل گھاس اُگ آئی۔ فرد:

نیلِ گنہ چوں زکفش شستہ شد
نیلِ گیا در قدمش رُستہ شد

ترجمہ: جب ان کی ہتھیلی سے گناہ کا نیل دھل گیا تو ان کے قدموں میں نیل گھانس اگ آئی۔

وہاں جواہر کی کانیں ہیں اور ایک پتھر آدم علیہ السلام کے قدم کا نشان تین گز لمبا ابھرا ہوا ہے۔ حضرت ذوالقرنین نے بے حد مشقت اور بہت زیادہ تکلیف برداشت کر کے سفر کیا اور آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تین فرسنگ تک بندھی ہوئی ایک زنجیر کے سہارے دنیا بھر کے سیاح اور مسافر آدم علیہ السلام کے مقدم تک پہنچتے ہیں۔ اس جگہ سے راتوں کو بلند آواز سے ذکر کی صدائیں اور قرآن پڑھنے کی آوازیں سنائی دیتے ہیں لیکن ذاکر اور قاری نظر نہیں آتے البتہ زائرین میں سے بعض پر وہ اپنے آپ کو ظاہر بھی کر دیتے ہیں اور وارداتِ الٰہی اور مقاماتِ نامتناہی تک رسائی میں واسطہ بن جاتے ہیں۔

بارھواں معائنہ۔ بصرہ، بغداد شریف اور گاذرون کا سفر ابواسحٰق گاذرونی کا روشن کردہ چراغ جو ابھی تک روشن ہے:

بصرے میں جس قدر عجیب وغریب آثار مشاہدے میں آئے دوسری جگہ کم ہی ہوں گے یہاں کے مشہور نخلستانوں کی جیسی بے حد لذیذ کھجوریں دوسری جگہ پیدا نہیں ہوتیں۔ یہاں خواجہ حسن بصریؒ، زین العابدینؒ، سعدؓ اور طلحہؓ کے مزارات ہیں بغداد شریف میں حضرت غوث الثقلینؒ، حضرت خواجہ معروف کرخیؒ اور دیگر بزرگانِ عالم اور اولیائے نامدار کے مقبرے ہیں، جن کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ جس شخص کو مذکورہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہے وہی جانتا ہے کہ اسے کس قدر سعادت حاصل ہوئی ہے۔

گاذرون میں بہت سے اولیائے زمانہ کی قبریں ہیں لیکن سب سے زیادہ عجوبہ جو یہاں مشاہدے میں آیا وہ حضرت شیخ

ابو اسحاق گازرونی[1] کا مقبرہ اور وہ چراغ ہے جو آپ نے اپنے دست مبارک سے روشن کیا تھا اور ابھی تک روشن ہے۔ امید ہے کہ قیامِ قیامت تک اسی طرح روشن وتابندہ رہے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہِ شیراز نے جو زیورِ صلاح سے آراستہ اور لباسِ فلاح سے پیراستہ تھا، اس چراغ کو بجھا دیا تھا لیکن پلک جھپکنے سے پہلے چراغ روشن ہوگیا اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ اس کا بیٹا مر گیا۔

مصر، اتنا بڑا شہر ہے کہ اس کی تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس شہر کے شوروغل کی آواز دس کوس تک سنائی دیتی ہے۔ خسرو جو شیریں کا عاشق تھا یہیں رہتا تھا لیکن جو نادر بات ہے وہ یہ ہے کہ فرہاد کو وہ بے ستون کی اسی جگہ مرا جو اس نے کھودی تھی جیسا کہ یہ قصہ مشہور ہے۔ اس کے تیشے کا دستہ انار کی لکڑی کا تھا۔ وہ انار کا درخت وہاں موجود ہے۔ جب اس میں پھل آتے ہیں تو بعض انار خون آلود ہوتے ہیں اور بعض دوسرے اناروں کی طرح ہوتے ہیں۔

تیرھواں معائنہ۔ ملک کوہِ قاف اور دیوارِ سکندری:

کوہِ قاف کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ سارا پہاڑ زبرجد کا ہے۔ اس پہاڑ نے ساری دنیا کو گھیر رکھا ہے۔ یہاں آسماں صاف اور آئینے کے مانند ہے۔ اس کا عکس جو زمین پر پڑتا ہے سبز رنگ کا ہے جب لوگ دیوارِ سکندر پر پہنچتے ہیں (تو دیکھتے ہیں کہ) سات دھاتوں سے بنی ہوئی اینٹوں سے سات سو کوس کا راستہ بند کردیا گیا ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ یاجوج ماجوج (پوری رات) دیوار چاٹتے ہیں علی الصبح جیسی تھی ویسی ہی ہوجاتی ہے۔

خصلان میں شیخ اسماعیل عطار رہتے ہیں۔ وہ بہت ہی قوی جذبے کے حامل بزرگ ہیں۔ جب حالت اجازت دیتی ہے تو دو تین دن کے لیے سماع کی مجلس میں چلے جاتے ہیں۔ ان کی خانقاہ اتنی وسیع ہے کہ اس کے ہر کونے میں بیس حجرے ہیں۔ جب کوئی مسافر آتا ہے تو کسی ایک حجرے میں قیام کرتا ہے۔ اس شہر کے باشندے خلیق ہیں وہ اپنی خوبصورت کنیزوں کو ان مسافروں کی خدمت گزاری کے لیے ان کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ جو شخص پاکباز ہوتا ہے اس کے معتقد ہوجاتے ہیں اور دل وجان سے اس کی خدمت کرتے ہیں۔ اگر ہاتھ کو ذرا سی جنبش دیتا ہے تو یہ کنیزیں دوڑ کر اپنے آقا کو مطلع کرتی ہیں۔ ان کا آقا بیس گز کپڑا فراہم کرتا ہے اور وہ بغیر کسی تکلیف کے اپنی جان، جان آفریں کو سپرد کردیتی ہیں۔ ان کا قبرستان الگ ہے وہیں دفن کرتے ہیں۔

اسکندریہ میں آئینۂ سکندری ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ آئینہ تیس گز لمبا بنایا گیا ہے۔ پھر ایک بلند منارہ تعمیر کرکے آئینے کو اس پر نصب کردیا گیا ہے وہ اس لیے کہ فرنگی بلاناغہ راتوں میں کشتی پر سوار ہوکر اسکندریہ پر حملے کرتے تھے۔ جب وہ آئینے کے مقابل آتے تو اس میں ان کا عکس ظاہر ہوجاتا۔ اہل شہر مستعد ہوکر پیش قدمی کرکے ان سے جنگ کرتے جس میں

---

[1] حضرت شیخ ابو اسحاق گازرونی کا اسم مبارک ابو اسحاق ابراہیم بن شہریار بن زادان فرخ بن فیروز گازرونی تھا۔ آپ نے ذی قعدہ ۴۲۶ھ میں وفات پائی۔ (سرچشمہ تصوف در ایران ص ۲۰۳)

فرنگیوں کو شکست ہوئی۔

چودھواں معائنہ۔ مدینۃ الاولیا، کوہِ ابواب اور جزیرہ طلسم کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ مدینۃ الاولیا عراق کے علاقے میں ہے۔ اس کو مدینۃ الاولیا اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں سوائے اولیا کے کسی دوسرے کا گزر ناممکن ہے۔ جب میر سید علی ہمدانیؒ[1] وہاں تشریف لائے تو ہم ایک بڑی جماعت کے ساتھ تھے۔ ہم چالیس افراد تھے جنھیں اس شرف سے مشرف ہونے کی توفیق ہوئی۔ یہاں تقریباً سو اولیا اور مشائخ ہیں جو یہاں متوطن ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو یہ شرف بخشا ہے کہ سوائے صاحبِ ولایت کے یہاں دوسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے یہاں چالیس دن اعتکاف میں گزارے۔ حضرت شیخ عبداللہ نے جو اس جماعت کے سرِ حلقہ ہیں حضرتؒ پر بے حد نوازشیں فرمائیں اور ایک عجیب تحفہ بھی عطا کیا جس کی تفصیل عجائبات میں سے ہے۔

جبل الابواب۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ بنا ہوا ہے جس میں رہزنوں کے گروہ نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ اس قلعے کو سوائے سکندر ذوالقرنین[2] کے کوئی فتح نہ کرسکا۔ اس کی ایک تنگ جگہ میں اس غار نشیں زاہد کا مقبرہ ہے جس کی دعا سے یہ قلعہ فتح ہوا تھا۔ یہ عجیب نورانی اور روحانی فیض بخش مزار ہے۔ بعض لوگ جو اس کے حجرے میں اعتکاف کرتے ہیں وہ بے فیض نہیں رہتے۔

جزیرۃ الطلسم۔ سب سے زیادہ عجیب و غریب جو بات ہوسکتی ہے وہ جزیرۂ طلسم سے متعلق ہے۔ یہ وہ جزیرہ ہے کہ جب سکندر کی کشتی یہاں پہنچی تو بحر محیط میں آپڑی۔ ہر چند وہاں سے کشتی کا رخ موڑا گیا لیکن نہ نکل سکی۔ بالآخر دانشمند بلیناس کشتی سے اتر کر جزیرے پر آیا اور سکندر سے بعض آلات طلب کیے چند دن میں طلسماتی صورتوں کو صورت انسانی میں تبدیل کیا اور ایک نقارہ بھی مہیا کرلیا۔ وہ ایک نقارہ بجانے والی طلسمی صورت کے حوالے کیا۔ جب ظاہری اسباب کا مقصد حاصل ہوگیا تو بلیناس واپس کشتی میں آگیا۔ اس نے اس عمل میں ایسی خفیہ تدبیر کی تھی کہ جیسے ہی اس نے کشتی میں قدم رکھا طلسمی نقارہ بجنے لگا۔ نقارے کے بجتے ہی کشتی چلنے لگی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہلاکت سے سب کو بچالیا تو لوگوں نے بلیناس

---

[1] میر سید علی ہمدانیؒ کا اسم گرامی امیر سید علی بن شہاب الدین بن میر سید محمد حسینی ہمدانی تھا۔ سال وفات ۷۸۶ھ ہے۔ آپ نے رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کی طرح ایک فتوت نامہ بھی تصنیف کیا تھا۔ (سرچشمۂ تصوف در ایران۔ ص ۱۳۷)

[2] بیسویں صدی کی ابتدا تک سکندر مقدونی کو ذوالقرنین کہا جاتا تھا لیکن مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر میں جو تحقیق پیش کی ہے اور جو متعدد تاریخی شواہد پیش کیے ہیں اس سے ثابت ہوگیا ہے کہ سکندر مقدونی ذوالقرنین نہ تھا بلکہ وہ فرمانروائے ایران کیخسرو تھا۔ ملاحظہ فرمائیں ترجمان القرآن جلد دوم ص ۳۹۹ تا ۴۳۰۔ مترجم کے پاس ترجمان القرآن جلد دوم کا جو نسخہ ہے اس میں مقام اشاعت اور سال اشاعت درج نہیں ہے۔ نہ اس میں مولانا ابوالکلام آزاد کا کوئی دیباچہ یا مقدمہ شامل ہے، اس لیے مترجم مقام اشاعت اور سال اشاعت درج کرنے سے قاصر ہے۔ بہر حال یہ تحقیقی مقالہ سورۂ کہف کی تفسیر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

سے دریافت کیا کہ اس بلا سے چھٹکارے کا کیا سبب تھا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور نصرت کے اور کوئی بات نہ تھی البتہ ظاہری صورت یہ ہے کہ بحرِ محیط میں ایک مچھلی ہے جس کی خصوصیات ناقابلِ بیان ہیں یہ اتنی بڑی مچھلی ہے کہ اس سے بڑی مچھلی سمندر میں نہیں ہے۔ جب اس نے نقارے کی خوفناک آواز سنی تو اپنی جگہ سے جست کرکے باہر نکل آئی اور جب پوری قوت سے تیرنے لگی تو اس کی پشت کے زور سے سمندر کا پانی تیزی سے بہنے لگا اور کشتی بہاؤ کے ساتھ پانی میں آ گئی۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں سکندر کی کشتی پرندوں کے اُڑنے کی وجہ سے نکلی لیکن پہلے بیان کی گئی وجہ ہی صحیح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جب کشتی بحرِ محیط میں داخل ہوئی تو اگرچہ وہ طلسم اور نقارہ موجود تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی نامتناہی نصرت کی بدولت وہاں سے نکل آئی۔ جب ہم جزیرے کے اوپر پہنچے تو ہم نے عجیب و غریب جسم اور شکل کے پرندے دیکھے۔ ایک پرندے کی خوبیاں بیان فرمائیں کہ اس کے دونوں پر زمرد کے تھے۔ اس کے پیر اس طرح کے تھے کہ گویا ابھی مرصع کیے گئے ہیں۔ اس کی چونچ سنہری تھی اور سینہ چاندی کا تھا۔ مختصر یہ کہ جب تک زمانہ گردش میں ہے ایسا پرندہ شاید ہی نظر آئے۔

ہم نے وہاں تین بزرگ نورانی شکل کے دیکھے۔ سفید ریش، آنکھیں لطافت میں آئینے کی طرح چمک دار اور لباس عام لوگوں جیسا نہ تھا۔ انھوں نے فقیر پر بے حد عنایت فرمائی اور نادِ علی پڑھنے کی اجازت عطا کی۔ علاوہ ازیں راہِ سلوک و معرفت سے متعلق بعض ایسے فوائد اور محققانہ و عارفانہ حقائق بھی بیان کیے جو گروہ صوفیہ کے لیے کار آمد ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں بحرِ محیط سے نکال دیا تو ہماری کشتی سمندر میں تھوڑی دور ہی چلی ہوگی کہ بتانے والا[1] ہاتھ جو سکندر رکھتا تھا نمودار ہوا، جب ہم اس طرف آئے تھے تو یہ بتانے والا ہاتھ ہمیں نظر نہیں آیا تھا۔

بہر حال ہونے والی بات تھی، ہر چند کہ ہم مگرمچھ کے منھ اور ہلاکت میں گھر گئے تھے لیکن وہاں سے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کر کے نکلے۔ رباعی:[2]

ہر کہ افتد در دمِ کامِ نہنگ
عمر اگر باشد نبود درنگ
ہمدم اگر گرد بدریا گزر
ہم بکف آوردہ زدریا گہر

---

[1] مطبوعہ فارسی نسخے میں "ید جاعل" تحریر کیا گیا ہے۔ متن میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ اس ید جاعل کی خصوصیات کیا تھیں صرف اسی قدر اشارہ ہے کہ یہ سکندر کے پاس تھا (ص ۱۸۲)۔ ناچار مترجم نے "ید جاعل" کا لفظی ترجمہ "بتانے والا ہاتھ" کیا ہے۔

[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

ترجمہ: جو کوئی مگرمچھ کے منھ میں آ پڑے اگر اس کی زندگی ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے جو حوصلے کے ساتھ دریا سے گزرے گا اپنے ہاتھ سے موتی بھی نکالے گا۔

پندرھواں معائنہ۔ علاقہ جھنگر کا ذکر اور ولایت قچاق میں ایک درویش سے نعمت پانے کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہم نواحِ دکن میں ایک علاقے میں پہنچے جسے جھنگر کہتے ہیں۔ یہاں کا فرمانروا ہندو تھا۔ یہاں کے لوگ بہت نازک اندام ہوتے ہیں خاص طور پر اس علاقے کی عورتیں بہت ہی خوبصورت ہوتی ہیں۔ اس علاقے میں ایک رسم ہے، خدا نہ کرے کہ ایسی رسم کسی اور علاقے میں ہو۔ وہ یہ ہے کہ شام کے وقت عورتیں مٹی کے ایک بہت بڑے مٹکے میں اپنے خنجر ڈال دیتی ہیں۔ ان کے جانے کے بعد مرد آتے ہیں اور گھڑے میں ہاتھ ڈال کر خنجر نکال لیتے ہیں۔ جس عورت کا خنجر جس مرد کے ہاتھ میں آتا ہے وہ عورت کو اس کے ساتھ خلوت کرتی ہے خواہ وہ اس کی بہن ہی ہو۔ حضرتؒ اس رسم سے بے حد مکدر ہوئے۔ اس علاقے کے راجہ نے حضرتؒ سے تعظیم کے ساتھ ملاقات کی اور بڑے اخلاص کا اظہار کیا۔ جب اس کا آنا جانا بڑھا تو حضرتؒ نے (اس رسم سے متعلق) اسے نصیحت کرنا شروع کیا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت صاحب کیا کروں، یہاں یہ (بری) رسم پڑ گئی ہے۔ میرے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔ پھر اس نے اپنے بڑوں کے حوالے سے یہ حکایت بیان کی کہ اُن کے عہد حکومت میں یہ ہوا کہ انھوں نے اس رسم کو بند کرنے کا حکم صادر کر دیا کہ کوئی شخص شام کو گھر سے باہر نہ نکلے۔ تقریباً ایک ماہ تک اس حکم پر عمل رہا کہ یکایک ایک بڑی بلا اور وبا اس علاقے پر نازل ہوگئی۔ وزیروں اور مصاحبوں نے راجہ سے عرض کیا کہ ہم پہلے ہی عرض کرتے تھے کہ آپ یہ رسم بند نہ کریں کیوں کہ بلا نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ آخر کار راجہ کو حکم دینا پڑا کہ زمانۂ سابق کی طرح لوگ شام کو جمع ہوں اور بدکاری کریں۔ جب یہ رسم دوبارہ جاری ہوگئی تو چند ہی دنوں میں وہ بلا رفع ہوگئی۔ حضرتؒ نے جب راجہ سے یہ بات سنی تو فرمایا، واقعی کوئی شخص تقدیرات الٰہی سے مطلع نہیں ہے کوئی شخص اسباب سے واقف نہیں ہے۔ یہ کارخانۂ الوہیت ہے اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دشت قچاق کے لوگ ترک ہیں۔ انھیں قچاق کہتے ہیں یہاں کی عورتیں اجلے جسم کی ہوتی ہیں اور اپنی خوبصورتی کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہیں۔ یہاں کی رسم تھی کہ عورتیں کھلے منھ پھرتی تھیں۔ جب ذوالقرنین کا لشکر یہاں پہنچا تو سکندر متفکر ہوا کہ عورتیں اس خوبی کے ساتھ اور مرد اس تشنگی کے ساتھ ہیں۔ مصرع

سپاہی غرب پیشہ و ننگ یاب

(اگر چہ سپاہی کا پیشہ نادر ہے لیکن اسے بدلے میں شرم ہی ملتی ہے۔)

آخر کار سکندر نے قپچاق کے سرداروں کو طلب کیا اور انھیں نصیحت کرنا شروع کیا کہ تمھاری عورتیں منھ پر نقاب نہیں ڈالتی ہیں جب کہ ہماری رسم کے خلاف کرنا جان دینا ہے۔ ہر چند اس نے اصرار کیا لیکن انھوں نے حکم نہیں مانا۔ جب سکندر نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ نہیں مان رہے ہیں تو اس نے دانشمند (بلیناس) سے مشورہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ یہ عورتیں پردہ کرنے لگیں۔ دانشمند نے عرض کیا کہ بادشاہ چند دن یہاں قیام کریں اور بعضے معدنی اور مادی آلات فراہم کیے جائیں۔ سکندر نے حکم دیا کہ دانشمند جو چیز طلب کرے مہیا کی جائے۔ دانشمند نے ایک ماہ میں عام گزرگاہ میں ایک طلسم کھڑا کیا۔ ایک صورت سیاہ پتھر سے تراشی اس کے چہرے پر بطور پردہ سنگ مرمر کی چادر پھیلادی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو عورت اس راستے سے گزرتی اور اس مجسمے کو دیکھتی اپنا منھ چھپاتی۔ اس طرح علاقے کی تمام عورتوں نے پردہ کرنا شروع کردیا۔ جب (بلیناس) دانشمند اس کام سے عہدہ برآ ہوا تو سکندر نے حقیقت دریافت کی۔ دانشمند نے کہا اس میں حکمت کا ایک نکتہ ہے اور دوسرا ظاہری سبب یہ ہے کہ جب عورت نے یہ دیکھا کہ جب پتھر کی صورت منھ چھپاتی ہے تو ہم بھی منھ چھپائیں پتھر کی نصیحت نے پتھر دلوں پر اثر کیا۔ شعر:

بہ برگرچہ سیمند سنگیں دلند
بہ سنگیں دلاں زیں سبب مائلند

ترجمہ: ان کا جسم اگرچہ چاندی کا ہے لیکن دل پتھر کا ہے اسی لیے یہ سنگین دلوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

ولایت قپچاق میں ایک بزرگ خواجہ احمد یسویؒ کے خلفا سے تھے۔ انھوں نے حضرتؒ کی کامل ضیافت کی اور چند روز خدمت میں گزارے۔ جب حضرتؒ رخصت ہونے لگے تو انھوں نے خرقہ طلب کیا، حضرتؒ نے انھیں سرفراز فرمایا۔

ان بزرگ کا ذکر جو پہاڑ کے دامن میں رہتے تھے انھوں نے شیخ ابوسعید ابوالخیر کی کلاہ قدوۃ الکبراؒ کو عنایت کی:

(ولایتِ قپچاق سے) تھوڑا سا راستہ طے کیا ہوگا کہ دامن کوہ میں ایک بڑی عمر کے بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ بعض نے ان کے عمر پانچ سو سال اور بعض نے تین سو سال بتائی۔ ان بزرگ نے جب حضرتؒ کو دیکھا تو آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ تین روز تک کامل تعظیم کے ساتھ شرطِ ضیافت بجالائے۔ تین روز کے بعد فرمایا کہ اے فرزند اشرف! میرے پاس ایک امانت ہے۔ مجھے حکم ملا ہے اور برادرم خضر علیہ السلام نے بھی بشارت دی ہے کہ میں وہ امانت آپ کے سپرد کروں۔ حضرتؒ نے عرض کیا کہ یہ تو نہایت لطف و کرم ہوگا وہ بزرگ خانقاہ کے اندر گئے اور کلاہ پہنے ہوئے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ یہ ٹوپی مجھے اپنے بزرگوں سے جن کا سلسلہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ تک پہنچتا ہے ملی ہے۔ اب بشارت ہوئی ہے کہ میں اسے آپ کو دوں، قبول فرمائیں۔ حضرتؒ نے کامل تعظیم کے ساتھ وہ کلاہ لے لی۔ (ان بزرگ نے) دوسری بات یہ فرمائی کہ

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے منسوب رباعی کی یہ فضیلت بھی ہے کہ جو شخص ہمیشہ بلا ناغہ اسے پڑھے اس کا نام اولیائے الٰہی کی کتاب میں لکھ دیتے ہیں۔ آپ ہرگز ہرگز اس رباعی کا ورد ترک نہ کریں۔ اپنے اصحاب کو بھی اس کی ترغیب دیں اور اس شخص کو بھی یہ رباعی تلقین کریں جو عنایت کل سے بہرہ ور ہو چکا ہو۔ اس رباعی کے اس درجے فواید ہیں کہ انھیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ رباعی:

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد
احسانِ ترا شمار نتوانم کرد
گر برتنِ من زباں شود ہر موئے
یک شکر تو ہزار نتوانم کرد

ترجمہ: مجھے تیرے بغیر ایک دم بھی قرار نہیں مل سکتا۔ میں تیرے احسان شمار نہیں کرسکتا۔ اگر میرے بدن کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرے شکر کا ہزاروں حصہ ادا نہیں کرسکتا۔

اس کے علاوہ یہ رباعی بھی تلقین فرمائی اور اس کی خاصیت کی بے حد تعریف کی کہ جس بیمار کے لیے اس رباعی کا تعویز بنائیں یا پڑھ کر اس پر دم کریں تو صحت یاب ہو جائے گا۔ یہ رباعی بھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے منسوب ہے۔ رباعی:

حورا بنظارۂ نگارم صف زد
رضواں ز تعجب کفِ خود برکف زد
یک خال سیہ بررخِ آں مطرف زد
ابدال زبیم چنگ در مصحف زد

ترجمہ: حوروں نے میرے محبوب کے دیدار کے لیے صف قایم کی تو جنت کے داروغہ نے تعجب سے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اس کے چہرے کے ایک سیاہ تل نے تیغ کہا۔ ابدال نے خوف سے چنگ کو کتاب پر مارا۔

حضرتؒ اس تلقین سے بے حد خوش ہوئے۔

سولھواں معائنہ۔ نواحِ عراق میں جبل القرون کی سیر اور شیخ عبداللہ سے ملاقات کا ذکر:

کوہ قرون نواحِ عراق میں واقع ہے۔ اس میں حضرت شیخ عبداللہ رہتے ہیں۔ انھیں دامنِ کوہ میں قیام کے پچاس سال گزر چکے ہیں۔ اس علاقے میں ان سے صادر ہونے والی کرامات سب لوگوں میں مشہور ہیں۔ جو مسافر وہاں جاتا ہے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ ان کی خدمت میں رہنا اس قدر موثر ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جب ہم نے ان کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا تو بہت سے باتیں دریافت کیں۔ آخر میں وداع کے وقت فرمایا کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر کی رباعی یاد رکھو

کہ خود صاحب شعر سے بھی یہ قول منقول ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کے وقت یہ رباعی پڑھے تو امید ہے کہ صحت یاب ہوگا۔ وہ رباعی یہ ہے۔ رباعی:

فتنہ انگیزی و دامن در کشی
تیر اندازی گماں پنہاں کنی
با تو نتواں گفت این و آں مکن
پادشاہی ہر چہ خواہی آں کنی

ترجمہ: تو ہی فتنہ برپا کرتا ہے اور اقرار بھی نہیں کرتا۔ تیر چلاتا ہے اور ظاہر بھی نہیں ہونے دیتا۔ اب تجھ سے یہ کیسے کہا جائے کہ یہ اور وہ نہ کرو۔ تو بادشاہ ہے جو چاہے کرتا ہے۔

یہاں حضرت شیخ جمیل الدین بھی قیام پذیر تھے۔ ان کی عمر تین سو سال تھی۔ ہم ان سے بہت سے حقائق و معارف سے بہرہ مند ہوئے۔ ان کے پاس ایک بندر تھا۔ شیخ نے اس کی بعض خارق عادت باتیں ہم سے بیان کیں، ایک بات جس کا ہم نے مشاہدہ کیا یہ ہے کہ جوگیوں کی ایک جماعت آئی۔ شیخ تھوڑی دیر ان سے باتیں کرتے رہے۔ اُن میں ایک مسلمان بھی جوگیوں کے حلیے میں تھا۔ بندر باہر آیا، سوائے اس شخص کے سب جوگی پاخانہ کر رہے تھے بندر نے اپنے آقا سے کہا کہ غالباً یہ شخص مسلمان ہے کہ اس نے ویرانے میں جا کر پاخانہ کیا ہے۔ جب اس معاملے کی تفتیش کی تو وہ شخص مسلمان نکلا۔ شعر:

بسا حیواں بود کز لطفِ انساں
تمیزے می کند ز انسان و حیواں

ترجمہ: بہت سے حیوان ہیں جو انسان کے اچھے طور طریقوں سے انسان اور حیوان میں تمیز کر لیتے ہیں۔

سترھواں معائنہ۔ کوہ البہ میں ایک درویش کو خلافت عطا کرنا۔ ملک کانورو کا سفر اور وہاں ایک جادوگرنی کے جادو سے قاضی حجت کا گائے بن جانا اور حضرت قدوۃ الکبراؒ کی دعا سے اصل صورت میں آنا:

کوہ البہ میں ایک درویش قیام پذیر تھے۔ بے حد نیک و صالح۔ انھوں نے حضرتؒ سے ملاقات کی اور آپ کی خدمت گزاری میں مصروف ہو گئے چوں کہ اس مقام پر کافی عرصے قیام رہا وہ فیض یاب بھی ہوئے۔ جب انھوں نے خرقے کی درخواست کی تو آپ نے انھیں اپنی خلافت سے مشرف فرمایا اور تحریری سند بھی عطا کی۔

اُن درویش نے آپ سے عرض کیا کہ اس علاقے کا حاکم درویش دوست اور مسافر نواز ہے۔ مجھے بے حد تسکین ہے کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ اپنے مبارک قدم سے اسے برکت عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا یہ بات مناسب نہیں ہے۔ ان کی بے حد عاجزی اور اصرار پر حاکم کے حاضر ہونے کی آپ نے اجازت دے دی۔ جب راجہ حاضر ہوا تو اس نے حضرتؒ کو اس انداز سے دیکھا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ راجہ حد سے زیادہ شرائطِ خدمت وضیافت بجالایا۔ جب اس نے اپنے متعلق حضرتؒ کا التفات دیکھا تو عرض کیا کہ میری ایک درخواست ہے۔ آپ نے فرمایا تم کافر ہو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ راجہ نے عرض کیا سلاطینِ دہلی مجھ سے کدورت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم شاہانِ دہلی کی خدمت کی شرطیں پوری کردو گے تو تمھیں کوئی شخص نقصان نہ پہنچائے گا اور نہ تمھارا ملک فتح کرنے کے خیال سے بادشاہوں کا قدم تمھاری طرف اٹھے گا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، حضرت مخدومیؒ کی ملازمت سے رخصت ہوکر فقیروں کے ارادے کی لگام سنار گاؤں کی طرف مڑی۔ درویشوں اور خوب مشربوں کے جھنڈے اور پرچم وہاں اتارے گئے۔ یہاں نادر قسم کے مکان تعمیر کیے گئے ہیں، خاص طور پر علی مردان کی تعمیر کردہ مسجد ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد نادر روزگار عمارت ہے۔ تین سو ساٹھ گنبد ظاہر طور پر نظر آتے ہیں باقی گنبد دریا کے اندر ہیں۔ ہم ایک عرصے تک اس مسجد میں گوشہ نشین رہے اور عبادت میں مشغول رہے۔ یہاں دانشمند مردوں اور عالی خاندانوں کی کثرت ہے۔ حضرت مخدومیؒ کی انفاسِ مبارک کی برکت سے یہاں تین دن تک سونے کی بارش ہوئی تھی۔ یہاں انتہائی فرحت بخش باغات اور حوض ہیں۔

سنار گاؤں سے چل کر کانورو میں آنے کا اتفاق ہوا۔ ہر چند بعضے اصحاب نے یہاں قیام کرنے سے منع کیا، چوں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور تقدیر یہی تھی کہ فقرا اس علاقے سے گزریں (گزرنا پڑا) اس زمانے میں یہاں مسلمان کم تھے۔ عورتیں صاحبِ حسن اور جادوگر تھیں۔ اتفاقاً قاضی حجت کو ان جوان عورتوں میں سے ایک عورت سے محبت ہوگئی۔ ہم نے ہر چند منع کیا لیکن باز نہیں آئے۔ جب فقیروں کا ارادہ یہاں سے لوٹ کر واپسی کا ہوا تو (اس جادوگرنی نے) قاضی حجت کو بیل بنا کر چھپا دیا اور اصحاب کو پریشانی میں مبتلا کردیا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے انھیں بیل بنا کر چھپا دیا ہے۔ (اس پر) حضرتؒ نے فرمایا، کہ ان کی عورت سورنی ہے کہ انھیں بیل بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ عورت سورنی ہوگئی۔ اس کی ماں روتی پیٹتی حاضر خدمت ہوئی آپ نے فرمایا تم نے قاضی حجت کو بیل بنایا ہے، پہلے تم اپنا جادو لوٹاؤ کہ وہ اپنی اصل حالت میں آئیں۔ آخر وہ لوگ چلے گئے اور اپنا جادو منتر کرنے لگے یہاں تک کہ قاضی حجت اپنی اصل شکل میں مبدل ہوگئے۔ اس عورت کی ماں کو لایا گیا اور آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی اپنی اصل حالت میں آجائے گی۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ عورت اپنی اصل شکل میں مبدل ہوگئی۔

اس قدر مدت یہاں گزارنے کے بعد آپ نے اصحاب کو سفر کا حکم دیا اور نصیحت کی کہ اب ہرگز علاقۂ کامرو کا رخ نہ

کرنا کہ خراب جگہ ہے۔ واپسی کے دوران ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ ان کا جذبہ بیان نہیں کیا جاسکتا آپ فرماتے تھے کہ ملک ہندوستان میں اس درویش سے زیادہ قوی جذبے کا دوسرا شخص نظر نہیں آیا۔ اس زمانہ معرفت میں کسی کو ان سے بہتر انبیا کی پیروی حاصل نہیں ہے اور اکابر مشائخ کی نسبت بھی انھیں حاصل ہے حضرتؒ کو بہت سرفراز کیا اور ایک پرانی گدڑی جو بہت سے بزرگوں اور بڑے ولیوں سے منسوب تھی حضرتؒ کو عنایت کی اور کہا:

"تو ہی ہے جس نے حضرت علاء الدین کا خزانہ لوٹا ہے اور ان کے باغ ولایت کو خشک کردیا۔"

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ فقیر کو ایک سو چودہ جگہ سے نعمت ملی ہے۔ دیگر بزرگوں سے بھی فیض حاصل ہوا۔ یہ سب کچھ ہم نے فرزند نور العین پر نثار کردیا ہے۔ رباعی:[1]

ہر آں فیضے کہ در کونین باشد
نعیم کامل دارین باشد
درِ فیض ہمہ راجمع کردہ
نثار روئے نور العین باشد

ترجمہ: ہر وہ فیض جو دونوں عالم میں ہے اور ہر کامل نعمت جو دارین میں ہے۔ فیض کے تمام موتیوں کو جمع کرکے نور العین کے رخ پر نثار کردیے ہیں۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

لطیفہ ۳۶

بزرگوں کے طعام اور ضیافت کا طریقہ
بعض کھانے اور پینے کی چیزوں کے فائدے

قال الاشرفؒ:

من اکل الطعام بلنسیہ فھوا کل، ومن لم یاکل بھذا النوع فھو حامل، کما جاء فی الرسالة الغوثیہ ثم سالت یارب ھل لک اکل وشرب قال اکل الفقیروشرب الفقیر اکلی وشوبی یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، جس شخص نے دیر سے (شدید بھوک کے وقت) کھایا وہ (صحیح) کھانے والا ہے اور جس شخص نے اس طریقے پر نہ کھایا، وہ بوجھ اٹھانے والا ہے، جیسا کہ رسالۂ غوثیہ میں ہے۔ پس میں نے خدا سے دریافت کیا، اے خدا! کیا آپ کے لیے کھانا پینا ہے، فرمایا فقیر کا کھانا اور فقیر کا پینا میرا کھانا پینا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ گروہ صوفیہ نے کھانے کے بارے میں نفاست پر اصرار نہیں کیا ہے۔ بس جیسا مل گیا کھالیا، لیکن حکما کہتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو لطیف قسم کا کھانا کھایا جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ اس سے طبیعت کی لطافت اور مزاج کی نزاکت بڑھتی ہے۔ اس کا تعلق تجربے سے ہے۔ بہر حال صوفی کے لیے ضروری ہے کہ ثقیل چیز نہ کھائے بلکہ ایسی چیزیں کھائے جو جلد ہضم ہو جائیں۔

حضرتؒ اگر چہ ہندوستانی کھانوں سے بھی رغبت رکھتے تھے لیکن ایک دو مرتبہ سفر میں ایک قسم کا ترکی کھانا بھی فراہم کیا گیا۔ فرماتے تھے کہ گروہ صوفیہ کے لیے شور بے دار کھانا نامناسب ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ رزق مرزوق کی اجل سے زیادہ طلب رکھتا ہے۔[1] الرزق مقسوم فلاتر حل له والموت مختوم لا توجل له یعنی رزق مقسوم ہے اس کے لیے سفر نہ کر اور موت مہر کردی گئی ہے اس سے خوف نہ کر۔ شعر:

---

[1] نسخے میں یہ جملہ اس طرح نقل ہوا ہے "طعام مرزوق راز یادہ طلب دارد از اجل۔"

رزقت مقدرست مکن بہر آں سفر
مرگت موجل است ازاں ہم مکن حذر

ترجمہ: تیرا رزق مقدر کر دیا گیا ہے اس کے لیے سفر نہ کر۔ تیری موت کا وقت مقرر ہے اس سے بھی فرار اختیار نہ کر۔

ایک روز حضرتؒ نے شہر جونپور کی مسجد ملک خالص میں نزول فرمایا۔ اس شہر کے درویشوں کی ایک جماعت حضرتؒ سے ملاقات کے لیے آئی اور آپ سے دنیا کے عجائب وغرائب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے موقع ومحل کے مطابق کچھ فرمایا۔ اُن میں سے ایک شخص نے ازراہ آراستگی کہا:

رزق چوں مقدرست گردیدن چیست
جب رزق مقدر کر دیا گیا ہے تو ادھر ادھر پھرنا کیا ہے

آپ نے فرمایا، مصرع:

رزّاق چو گر داند پرسیدن چیست
جب رزق دینے والا ہی ادھر ادھر پھرائے تو پوچھنا کیا ہے

جب وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے تو آپ نے فرمایا، کہ عجیب لوگ ہیں کہ سفر میں طلب رزق کے سوا دوسرے فائدوں سے واقف نہیں ہیں، خاص طور پر وہ گروہ جس نے جملہ اسباب کی بساط لپیٹ دی ہے اور لازم کردہ دستر خوان تہ کر کے رکھ دیا ہے، کس طرح یہ بات کہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کھانے کی تین صورتیں ہیں۔ فرض، سنت اور مباح، اس قدر طعام کہ ہلاکت سے محفوظ رہے فرض ہے۔ اتنی مقدار میں کھانا کہ عبادت کر سکے اور روزی کما سکے سنت ہے۔ پیٹ بھر کھانا مباح، سیر ہو جانے سے زیادہ کھانا حرام ہے البتہ روزہ رکھنے کی نیت سے یا مہمان کی خاطر سیری سے زیادہ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ رات کا کھانا ترک کرنے سے منع فرمایا ہے، کما قال علیہ السلام، ترک العشآء مھرمہ یعنی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ رات کا کھانا نہ کھانے سے ضعف پیدا ہوتا ہے۔

رات کے کھانے کا فائدہ اور ایک پہلوان کا قصہ:

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک پہلوان لڑائی کے ایک معرکے میں زخمی ہو گیا اور اپنے گھر پہنچنے کے لیے تیز تیز جا رہا تھا۔ راستے میں ایک دوست مل گیا۔ دوست نے زخم کے علاج لیے تکلیف کرنی چاہی۔ پہلوان نے دوست سے کہا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں، میں زندہ نہ بچوں گا کیوں کہ میں نے ایسے شخص کے ہاتھ سے زخم کھایا ہے جس سے تین کام کبھی ترک نہیں ہوئے ایک رات کا کھانا، دوسرے لمبے چوڑے بستر اور پلنگ پر سونا اور تیسرے دو زانوں بیٹھنا، چناں چہ جس شخص

نے ان کاموں پر ہمیشہ عمل کیا ہو اس کے ہاتھ سے پہنچا ہوا زخم بھی کاری ہوگا۔

پہلوان یہ کہہ کر رخصت ہوا۔ تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ دوسرا چاق و چوبند پہلوان ہاتھ میں تیر کمان لیے نمودار ہوا، اور پہلے پہلوان کے دوست سے دریافت کیا کہ اس راستے سے کوئی زخمی شخص گزرا ہے اور وہ کس طرف گیا ہے۔ اس نے کہا ہاں یہاں سے گزرا تھا لیکن اب تو وہ اپنے گھر پہنچ گیا ہوگا۔ دوسرے پہلوان نے کہا اچھا اب میں واپس جاتا ہوں۔ دوست نے اصرار کیا کہ رات ہو چکی ہے آپ یہیں قیام کریں تاکہ نان و نمک کے ساتھ رات بسر کر سکیں۔ اس دعوت سے دوست کی غرض یہ تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے اُن باتوں کا مشاہدہ کرے جو زخمی پہلوان نے بتائی تھیں۔ دوسرے پہلوان نے دعوت قبول کرلی اور کہا اچھا رات یہیں بسر کرتا ہوں۔

دوست اس پہلوان کو اپنے گھر لے گیا۔ زمین پر بچھانے کے لیے فرش نہ تھا۔ پہلوان حسب عادت زمین پر دوزانو بیٹھ گیا میزبان نے اپنے گھر میں کھانے کا بھی کوئی بندوبست نہیں کیا۔ جب کسی قدر رات گزر گئی تو پہلوان کو یقین ہوگیا کہ یہاں کھانا نہیں ملے گا، اس کے علاوہ سونے کے لیے پلنگ بھی چھوٹا بھجوایا ہے۔ آج رات فاقہ ہی کرنا پڑے گا اور اس چھوٹی سی چارپائی پر ٹھیک سے نیند بھی نہیں آئے گی۔ یہ بات مجھ سے ہرگز نہ ہوسکے گی (کہ بھوکا رہوں اور ٹھیک سے سو بھی نہ سکوں)۔

پہلوان نے اپنی جائے قیام کا جائزہ لیا۔ چڑیوں کے بچوں کی آواز سنائی دی۔ وہ فوراً اٹھا اور چڑیوں کو ذبح کیا۔ تھوڑی سے لکڑی جمع کرکے آگ جلائی اور ذبح کردہ چڑیوں کے کباب بنائے۔ چھری تو اس کے پاس ہی تھی اس سے چارپائی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور اس کی رسیوں سے بستر بنا کر سو گیا۔

جب میزبان نے یہ مشاہدہ کرلیا کہ پہلوان نے اپنی عادتیں پوری کرلی ہیں تو اس نے پہلوان سے بے حد معذرت کی کہ میرا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ آپ کو بھوکا رکھوں بلکہ زخمی پہلوان نے جو باتیں آپ کے بارے میں کہی تھیں ان کا مشاہدہ کرنا تھا۔ اس کے بعد میزبان نے کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا اور قسم قسم کے کھانے جو اس نے گھر میں تیار کرائے تھے، پہلوان کے آگے رکھے اور کھلائے۔ ایک نفیس پلنگ اور بیش قیمت بستر فراہم کیا۔ مہمان نے رات بہت آرام سے بسر کی۔ علی الصبح جب کہ مہمان ابھی رخصت نہ ہوا تھا لوگوں نے یہ خبر پہنچائی کہ زخمی پہلوان اس دنیا سے کوچ کر چکا ہے۔

کھانا کھانے کے آداب:

کھانا شروع کرنے سے پہلے دایاں ہاتھ دھونا چاہیے، **کما قال علیہ السلام الوضو قبل الطعام ینفی الفقر وبعدہٗ ینفی اللمم** یعنی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کھانے سے پہلے وضو کرنا فقر کو دور کرتا ہے اس کے بعد صغیرہ گناہوں کو دور کرتا ہے۔ (یہاں) طعام کے وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے۔

ہاتھ دھلانے کی ابتدا جوانوں سے کریں تاکہ بوڑھے لوگ کھانے کے لیے جوانوں کا انتظار نہ کریں۔ کھانے کے بعد

پہلے بوڑھے لوگوں کے ہاتھ دھلائیں لیکن اس فقیر کے نزدیک مناسب یہ ہے کہ ہاتھوں کا دھلانا خواہ کھانے سے پہلے ہو یا بعد میں مشائخ، اکابر اور سرداروں سے شروع کیا جائے۔ دائیں ہاتھ کی جانب سے ہاتھ دھلائے جائیں کیوں کہ ان اللہ یحب التیامن فی کل شئی حتی التنعل والتر جل یعنی اللہ تعالیٰ ہر بات میں داہنی جانب کو پسند فرماتا ہے یہاں تک کہ جوتا پہننے اور کنگھا کرنے میں بھی۔ اس کی دو روایتیں ہیں، جن کا اطلاق مجلس اور ہاتھ دھونے پر ہوتا ہے۔ مجلس اور ہاتھ دھونے کا عام طریقہ رائج ہے۔ بہتر یہ ہے کہ (آنے والے) دائیں ہاتھ کی جانب سے بیٹھنا شروع کریں کیوں کہ مجلس کے اگلے حصے کو تمام معاملات میں سبقت دی گئی ہے۔

جو شخص ہاتھ دھلائے وہ یہ دعا پڑھے، ظہرک اللّٰہ من الذنوب و براک اللّٰہ من العیوب یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے پاک اور عیبوں سے بری کرے۔ اگر میزبان ہے تو خود ہاتھ دھلائے کہ یہ بے حد پسندیدہ عمل ہے۔ امام مالکؒ نے امام شافعی کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ (علاوہ ازیں) بیان کرتے ہیں ھذہ من عادات الصوفیۃ و الاکل علی السفرۃ ھی سنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یعنی یہ بات صوفیہ کے اخلاق سے ہے اور دسترخوان پر کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس کے بعد دسترخوان بچھائیں۔ بہتر یہ ہے کہ دسترخوان سرخ رنگ کا ہو کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے، نیز وہ دسترخوان جو رب العالمین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا وہ بھی سرخ رنگ کا تھا۔ اس کے بعد دسترخوان سے جو کچھ مناسب ہو سامنے رکھیں۔ بہتر یہ ہے کہ دسترخوان تانبے اور لوہے کا نہ ہو۔

روی عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال ما اکل رسول علیہ السلام علیٰ خوان ولا اُسکرجۃ وھی القصعہ الصغیرۃ لانّہ لیس برکۃ فیھا یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول علیہ السلام نے دسترخوان پر نہ کھایا اور نہ کبھی طشتری میں کھایا جو چھوٹی رکابی جیسی ہوتی ہے کیوں کہ اس میں برکت نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے میدے کی روٹی بھی تناول نہیں فرمائی کیوں کہ بے چھنا آٹا استعمال فرماتے تھے۔ ویجتنب عن القصعۃ الصغیرۃ و نحو الصفر و النحاس فالمسنون الخشب والخذف یعنی چھوٹی رکابی نیز تانبے اور پیتل کے برتن میں کھانے سے پرہیز کرے۔ لکڑی اور مٹی کے برتن میں کھانا سنت ہے۔

پہلے مجلس کے اکابر کھانا شروع کریں۔ اگر میزبان اجازت دے تو بہتر ہے ورنہ کھانا سامنے رکھ دینا ہی ایک درجے میں اجازت ہے۔ کھانے کی ابتدا نمک سے کریں۔ کما قال علیہ السلام ابداء بالملح وا ختم بالملح فان فی الملح شفاء من سبعین دآء وا ھو نہا الجزام والجنون والبرص ووجع البطن یعنی جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ (کھانا) نمک سے شروع کرو اور نمک پر ختم کرو بے شک نمک ستر بیماریوں سے شفا دیتا ہے اور ان میں نہایت

آسان جذام، دیوانگی، برص اور دردِ شکم ہیں۔

کھانے کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے۔

ویستحب ان یقول فی اول لقمه بسم اللّٰه والثانیه بسم اللّٰه الرحمٰن وفی الثالثة بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم یتم ویشرب الماء ثلثة انفاس یقول فی النفس الاوّل الحمدللّٰه وفی نفس الثانی الحمدللّٰه رب العالمین وفی الثالث الحمدللّٰه رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔

یعنی واجب ہے کہ پہلے لقمے پر بسم اللہ دوسرے پر بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمے پر پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے اور پانی تین گھونٹ کر کے پیے پہلی گھونٹ پر الحمدللہ دوسری گھونٹ پر الحمدللہ رب العالمین اور تیسری گھونٹ پر الحمدللہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم کہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ کھانے سے متعلق چار چیزیں فرض ہیں۔ پہلے یہ کہ جو کچھ کھائے صرف حلال کمائی کا ہو۔ دوسرے یقین کرے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تیسرے یہ کہ جو کچھ بندے کو میسر ہو جائے بہ رضا و رغبت تناول کرے۔ چوتھے یہ کہ کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے بلکہ عبادت اور طاعت کی غرض سے کھائے۔ اسی طرح کھانے سے متعلق چار امور سنت ہیں۔ پہلے یہ کہ کھانے کی ابتدا بسم اللہ پڑھنے سے کرے اگر ہر لقمے پر بسم اللہ کہے تو مستحب ہے۔ دوسرے یہ کہ کھانے سے فارغ ہو تو الحمدللہ کہے۔ تیسرے یہ کہ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھوئے۔ چوتھے یہ کہ کھاتے وقت دایاں پاؤں اٹھا ہوا اور بایاں پاؤں زمین سے لگا ہوا ہو۔

آدابِ طعام میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے سامنے سے کھائے دوسرا یہ کہ چھوٹا لقمہ کھائے۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ لقمے کو خوب چبائے۔ چوتھا یہ ہے کہ دوسرے شخص کے لقمے پر نظر نہ ڈالے اور (دسترخوان پر) جو کھانا گر گیا ہے اس کا ایک ایک ریزہ اٹھا کر کھالے اور انگلیاں چاٹے۔

کھانے کو سونگھنے کی ممانعت کا بیان:

جس امر کی ممانعت ہے وہ یہ ہے کہ کھانا نہ سونگھے اور کھانے پر پھونک نہ مارے۔ پھونک مارنے کی ممانعت اس وقت ہے، جب آپ کے ساتھ دوسرا شخص شریکِ طعام ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخؒ کے ملفوظات میں آیا ہے کہ الطعام عورۃ فاستروھا ای فاستروا عیوبھا یعنی کھانا عورت ہے پس اسے چھپاؤ یعنی اس کے عیب ظاہر نہ کرو۔ اگر حقیقت کو پیشِ نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مشائخ نے ظاہر کرتے ہوئے کھانا کھایا ہے۔ یہ کس وجہ سے ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مشائخ نے اپنی عاجزی اور مسکینی کو ظاہر کیا۔

انھوں نے عیاں طور پر کھانا کھا کر یہ ثابت کیا کہ ہم فرشتہ صفت نہیں ہیں (انسان ہیں) انھیں اس اچھی نیت کی بنا پر فضلیت حاصل ہے۔ کھانے کے عیبوں کو چھپانا بہت ضروری ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ باورچی کو اشارے کنایے سے بتا دیا جائے یا کسی مناسب موقعے پر اس پر ظاہر کر دیا جائے۔ بزرگوں کے طعام میں کھاتے ہوئے معاذ اللہ کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جس سے کھانے کا عیب ظاہر ہو، ورنہ نقصان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام طالبین کو اس برائی سے محفوظ رکھے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ خفیفؒ نے سفر کا ارادہ کیا۔ وہ ابوذرعہ اردبیلی قدس سرہٗ کے پاس پہنچے۔ ابو ذرعہؒ نے انھیں تھوڑا سا پکا ہوا بودار گوشت (کھانے کے لیے) دیا لیکن شیخ نے یہ بودار گوشت نہ کھایا۔ جب آگے سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں ایک بیابان آ گیا اور قافلہ راستے سے بھٹک گیا۔ چار روز بھوکے رہے اور کوئی چیز کھانے کے لیے نہ مل سکی۔ چار دن گزرنے کے بعد شیخ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ صحرا میں جا کر کچھ تلاش کرو شاید مل جائے۔ اتفاق سے ایک کتا نظر آیا اسے بہت سے حیلوں اور بہانوں سے پکڑ کر ذبح کیا اور امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیا۔ شیخ کے حصے میں کتے کا سر آیا۔ ہر شخص نے اپنے حصے کا گوشت کھایا لیکن شیخ نے تامل کیا اور نہ کھایا۔ جب رات گزر گئی اور صبح کے آثار نمایاں ہونے لگے تو کتے کے سر نے کہا، یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے ابوذرعہ اردبیلی کے دسترخوان کا بودار گوشت نہ کھایا۔ شیخ بستر سے اٹھے، اپنے اصحاب کو جگایا اور کہا کہ چلو ابوذرعہ کی خدمت میں چل کر معذرت کرتے ہیں چنانچہ وہاں پہنچ کر اپنا قصور معاف کرایا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر کھانے کے دوران مشائخ کے اقوال اور ان کے حالات جو بھی مجلس کی کیفیت کے مطابق ہوں بیان کیے جائیں تو بہتر ہے۔ یہ عمل رافضیوں کے برعکس ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ روٹی کی عزت کرنی چاہیے۔ اور روٹی کی عزت یہ ہے کہ اس پر رکابی اور نمک دان نہ رکھیں۔ انگلیاں اور ہاتھ روٹی سے صاف نہ کریں اور دسترخوان سے بھی ہاتھ صاف نہ کریں۔ نمک دو انگلیوں سے اٹھائیں یعنی انگشت شہادت اور انگوٹھے سے۔ نمک دان کو روٹی پر نہ رکھیں کہ یہ ایک درجے میں روٹی کو بے حیثیت جاننا ہے بلکہ مکروہ ہے۔ چارپائی یا شکستہ دسترخوان پر کھانا نہیں چاہیے۔ ہمیشہ زمین پر کھانا چاہیے۔ دسترخوان پر سرکہ، پیاز اور سبزی بھی رکھیں، قال علیہ السلام نعم الا دام الخل والزیت یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا، شوربا، سرکہ اور زیتون کا تیل خوب ہیں۔ جب تک ٹوٹی ہوئی روٹی موجود ہے دوسری روٹی نہ توڑیں۔ اگر شوربے میں چوری ہوئی روٹی کا کھانا ہے تو تین انگلیوں سے کھانا چاہیے یعنی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے کھائیں۔ کھانے کے برتن میں انگلی نہ ڈالیں نہ دسترخوان کے بیچ سے لے کر کھائیں۔ کما قال علیہ السلام یتنزل البرکۃ وسط الطعام، فکلو امن حافتہ ولا تاکلوا من وسطہ یعنی جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا، کھانے کے بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے پس اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کے

پیچ سے نہ کھاؤ۔ لقمہ چھوٹا رکھنا چاہیے اور خوب چبانا چاہیے جب تک پہلا لقمہ حلق سے نہ اترے دوسرا لقمہ منہ میں نہ رکھنا چاہیے۔ کھانے کے دوران خلال نہ کریں اور ہر بات میں اہل مجلس سے موافقت کریں۔ جب تک تمام لوگ کھانے سے اپنا ہاتھ نہ کھینچیں آپ بھی اپنا ہاتھ کھانے سے نہ کھینچیں۔ جب کھانے سے فارغ ہو جائیں تو جب تک انگلیاں نہ چاٹ لیں اپنا ہاتھ دستر خوان سے صاف نہ کریں۔ البتہ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دستر خوان سے ہاتھ صاف کر سکتے ہیں۔ (بہر حال) ہاتھ چاٹنے کو فائدہ کلی تصور کرنا چاہیے، قال علیہ السلام إنّ الله وَملائکته یصلون علی الذین یلعقون اصابعهم یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اُن لوگوں پر رحمت کرتے ہیں جو اپنی انگلیاں چاٹتے ہیں۔

(شوربے سے) آلودہ ہاتھ نمک دان میں نہ ڈالے اور کھانے کے درمیان پانی نہ پیے۔ دو اعتبار سے۔ ایک یہ کہ از روئے حکمت وطب مضر ہے۔ جب تک غذا ہضم ہونے کا پہلا درجہ طے نہ کرے وہ جوں کی توں خام ہی رہتی ہے اور معدے کو اسے نرم کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ البتہ غذا ہضم ہونے کا پہلا درجہ طے کرنے کے بعد رہتا اور ہاضم ہو جاتی ہے۔ دوسرے اعتبار سے کھانے والے کے ہونٹوں سے لگا ہوا سالن پانی کے گلاس سے لگ جاتا ہے اور یہ آلودگی دوسرے لوگوں کی کراہت کا باعث ہوتی ہے۔

جہاں تک ممکن ہو کھانا تھوڑا یا بہت جماعت کے ساتھ کھانا چاہیے اور اس امر سے پرہیز نہ کرنا چاہیے کیوں کہ بھائیوں کی کثرت سے برکت نازل ہوتی ہے۔ کثرۃ الایادی برکۃ یعنی ہاتھوں کی کثرت باعث برکت ہے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک جماعت رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتے ہو۔ اب سے اکٹھے ہو کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تا کہ اس کھانے میں برکت ہو۔

حضرت مخدوم جہانیاں سے نقل کرتے تھے کہ آپ اس امر پر بے حد اصرار فرماتے تھے کہ کوئی شخص بغیر رفیقوں کے کھانا نہ کھائے بلکہ ایک روایت کے مطابق اسے مکروہ خیال کیا گیا ہے کیوں کہ اکیلے کھانا کھانا بری بات ہے۔ حیث قال علیہ السلام، ملعون من اکل وحدہ وضرب عبدہ ومنع رفدہ یعنی جیسے کہ حضور السلام نے فرمایا، وہ ملعون ہے جو اکیلے کھانا کھائے اور اپنے غلام کو مارے اور جماعت کو منع کرے۔ حضرت مخدوم جہانیاں (جہاں گشت) فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اکیلا ہو تو دوسرے شخص کا حصہ علیحدہ کر دے اس طرح اس نے جماعت کا حق ادا کر دیا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) کی مہمان بنانے کی آرزو مشہور ہے۔ آج کل بھی آپ کے مزار پر انوار پر ایک شخص ہے جو آپ کی سنت کی رعایت کرتا ہے اور دو تین میل چکر لگا کر مہمان کو تلاش کرتا ہے اس شخص کی کنیت ہی ''ابو الفضل ضیفان'' ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار مقدس پر یہ رسم آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ روزِ قیامت

تک جاری رہے گی بالنبی و آلہ امجاد۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ کھانا بے پروائی اور بے دلی سے نہ کھائے بلکہ حضور دل کے ساتھ کھانا کھانا چاہیے۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ کھانا جو حضور دل سے تناول کیا جاتا ہے وہ کھانا پیٹ میں پہنچ کر ذکر کرتا ہے اور نور بن جاتا ہے۔

حضرت مخدومیؒ نے یہ دستور مقرر کر دیا تھا کہ کھانے کے دوران حاضرین کے لیے ایک خادم مقرر کر دیا تھا جو کھڑے ہو کر تین بار بلند آواز سے کہتا تھا کہ اے صاحبو! ہرگز ہرگز غفلت کے ساتھ کھانا نہ کھائیں اور اس لذت سے باخبر رہیں جو آپ کھانے سے حاصل کر رہے ہیں۔

ایک روز کھانے کے تعلق سے ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ اصحاب تحقیق کے لیے لطیف کھانا یا کھانے کی دیگر لطیف چیزیں نقصان دہ نہیں ہیں البتہ اُن مبتدیوں کے لیے جو درجۂ کمال تک نہیں پہنچے ہیں اور مجاہدات میں مشغول ہیں سخت اور خشک قسم کا کھانا ہی مفید ہے۔

اس عورت کا ذکر جس نے اپنا بیٹا حضرت غوث الثقلین کے سپرد کیا تھا:

اسی لطیف نکتے کے تعلق سے آپ نے فرمایا، کہ (ایک روز) ایک بڑھیا حضرت غوث الثقلینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لائی تھی۔ اس نے عرض کیا کہ میں اپنے اس بیٹے کا آپ سے بے حد دلی تعلق محسوس کرتی ہوں۔ میں اسے اپنے حق کی ذمہ داری سے آزاد کرتی ہوں۔ آپ اسے اللہ تعالیٰ کے لیے قبول فرمائیں۔ شیخؒ نے اس عورت کی درخواست قبول فرمائی اور لڑکے کو ریاضت اور مجاہدہ کرنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصے بعد وہ بڑھیا اپنے بیٹے کے پاس آئی۔ دیکھا کہ بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے اور کم کھانے اور جاگنے کے باعث دبلا ہو گیا ہے۔ بیٹے سے مل کر وہ بڑھیا غوث الثقلینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہاں اس نے ایک طباق دیکھا جو شیخ کے تناول کردہ مرغ کی ہڈیوں سے پر تھا۔ بڑھیا نے شیخ سے کہا، یا سیدی آپ تو مرغ تناول فرماتے ہیں اور میرے بیٹے کے لیے صرف جو کی روٹی ہے۔ شیخؒ نے اپنا ہاتھ ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا، قم باذن الله الذی یحیی العظام وھی رمیم یعنی اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا جو ہڈیوں میں جان ڈالے گا دراں حالیکہ وہ گل سڑ گئی ہوں گی۔ فی الفور مرغ زندہ ہو گیا اور بانگ دینا شروع کر دیا۔ بعد ازیں شیخؒ نے بڑھیا سے کہا کہ جس وقت تیرا فرزند ایسا ہو جائے گا اس وقت جو چاہے کھائے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ بغیر بھوک کے کھانا تو ہر کسی کے لیے ممنوع ہے اور گروہ صوفیہ کے لیے تو قطعی جائز نہیں، چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ سے منقول ہے، ان سے دریافت کیا گیا، کیا درویش گناہ کرتا ہے۔ فرمایا نہیں مگر اس وقت جب وہ بغیر ضرورت کھاتا ہے کیوں کہ درویش کا بغیر بھوک کے کھانا عظیم گناہ ہے جہاں تک ہو سکے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے اگر چہ چند بار ایسا کرنا پڑے۔ دن میں صرف ایک بار کھانا صدیقوں کا کام ہے۔ درویش کے لیے ضروری ہے کہ جن کھانے

کی چیزوں میں شبہ ہو ان سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ صوفیہ کو مشکوک چیزیں نہیں کھلاتا۔ تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔

ایک بزرگ کا ذکر جنھوں نے خرگوش کا گوشت نہ کھایا:

اس موقعے پر آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ بیان فرماتے تھے کہ ایک روز خوبان کے حاکم نے مجھے (شکار کردہ) ہرن بھیجا اور اپنا سلام کہلوایا اور نیاز مندی ظاہر کی کہ یہ شکار کا گوشت ہے آپ تناول کریں کہ حلال ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس وقت مجھے امیر نوروز کا قصہ یاد آیا۔ ایک زمانے میں میں خراسان میں تھا اور طوس کے مزارات کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ امیر نے جب میرے بارے میں سنا تو پچاس سواروں کے ساتھ میرے تعاقب میں آیا اور کہا کہ میری آرزو ہے کہ آپ ہمیشہ خراسان میں رہیں تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ رہوں۔ بہرحال چند روز اس کے ساتھ صحبت رہی۔ ایک دن امیر دو خرگوش لے کر آیا اور کہا میں تو کھا چکا ہوں آپ بھی کھائیں۔ میں نے کہا کہ یہ خرگوش کا گوشت ہے۔ یہ اسی کے لیے جائز ہے جو خرگوش مارتا ہے، چناں چہ وہ کھائے میں نہیں کھاؤں گا۔ اس نے دریافت کیا کہ آپ کس بنا پر نہیں کھائیں گے۔ میں نے کہا کہ امام جعفر صادقؒ کے بقول حرام ہے اور جب ایک بزرگ نے حرام قرار دیا ہے تو اس کا نہ کھانا ہی مناسب ہے۔ امیر واپس ہو گیا اور دوسرے دن آیا اور ایک ہرن لے کر آیا اور کہا کہ میں نے خود اس ہرن کا شکار کیا ہے اور اس تیر سے کیا ہے جو میں نے تراشا تھا اور اس گھوڑے پر سوار تھا جو عہد قدیم سے میرے آباو اجداد کی اصطبل میں نسلاً بعد نسلٍ پیدا ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ قصہ بھی مولانا جمال الدین درکانیؒ کے قصے کی طرح ہے کہ ہمدان کے مضافات میں مغلوں کے امیروں میں سے ایک امیر تھا۔ اسے مولانا سے ارادت کا دعویٰ تھا۔ ایک روز امیر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے دو مرغابیاں رکھیں اور عرض کی انھیں میرے پالتو باز نے پکڑی ہیں، حلال ہیں، مولانا تناول فرمائیں۔ مولانا نے کہا کہ مسئلہ مرغابی کے بارے میں نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ کل تمھارے باز نے کس بیوہ عورت کے چوزے کھائے تھے کہ آج اس میں مرغابی پکڑنے کی طاقت پیدا ہوئی۔ میاں انھیں یہاں سے لے جاؤ یہ تمھارے ہی کھانے کے لائق ہیں۔ (یہ قصہ سنانے کے بعد میں نے حاکم خوبان سے کہا) اسی طرح تمھارے گھوڑے نے کل کس مظلوم کے جو کھائے تھے کہ آج اس میں اس قدر دوڑنے کی قوت میسر ہوئی کہ تم اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر ہرن کا شکار کر سکے۔ مختصر یہ کہ اس نے بہت اصرار کیا لیکن میں نے شکار کا گوشت نہیں کھایا البتہ درویشوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ کھاؤ۔ یہ نیاز مندی کے ساتھ لایا ہے شاید اس نیاز مندی کی بدولت اس کی مراد بر آئے۔ حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ اس واقعے سے دو فائدے معلوم ہوئے ایک یہ کہ (اکابر) اس حد تک تقویٰ کی مثال پیش کر گئے ہیں دوسرے یہ کہ ہر شخص کا تقویٰ اس کی ذات کی مناسبت سے ہوتا ہے اور ہر شخص کے تقوے میں دوسرے سے فرق ہوتا ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیانِ این و آنست
کہ فرقے از زمیں تا آسمانست

ترجمہ: اِس شخص اور اُس شخص میں کوئی مناسبت پیدا ہی نہیں ہوسکتی کیوں کہ یہاں زمین آسمان کا فرق ہے۔

بادشاہ کی دعوت میں قدوۃ الکبراؒ کی کرامت کا ذکر:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام لقمے سے محفوظ کردیا ہے وہ ہرگز اس برے فعل میں ملوث نہیں ہوتا ایک روز لاچین کے امیروں میں سے ایک شخص نے جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے کسی قدر برابری کا تعلق رکھتا تھا، آپ کی ضیافت کی اور انواع واقسام کے کھانے اور مشروبات آپ کے سامنے دستر خوان پر رکھے۔ ایک چھوٹے طباق میں مرغی کے دو چوزے رکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ان میں ایک چوزہ زبردستی قیمت ادا کیے بغیر حرام طریقے سے پکڑا ہوا ہے اور اصرار کیا کہ آپ مرغی کے ان چوزوں کو تناول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، اچھا جو کچھ حلال طریقے سے مہیا کیا گیا ہے وہ درویشوں کا حصہ ہے، اس کی طرف رغبت کریں گے، چناں چہ آپ نے وہ چوزہ جو حلال ذریعے سے حاصل کیا گیا تھا اپنے اصحاب کو دے دیا اور مشکوک چوزے کو امیر کی جماعت کے حوالے کردیا کہ یہ چوزہ تم لوگوں کے لائق ہے اور یہ دوسرا ہمارے لیے مناسب ہے۔ شعر:

کسے کو را خدا محفوظ دارد
برو سنگِ جفا ہرگز نہ بارد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس بندے کی حفاظت کرتا ہے اس پر ہرگز سنگِ جفا نہیں برساتا۔

حضرتؒ کی خدمت میں یہ امر تو کئی بار مشاہدے میں آیا کہ جب کبھی آپ کی خدمت میں مشکوک کھانا یا اسی طرح کا طعام عروسی پیش کیا گیا تو آپ کے بائیں پیر کی چھوٹی انگلی خود بخود ہلنے لگتی تھی اور آپ کو کھانے کا مشکوک ہونا معلوم ہوجاتا تھا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ایک روز ہم ولایت کولاب میں حضرت میر سید علی ہمدانی کے ساتھ امیر بدخشانی کی ضیافت میں موجود تھے۔ یہ امیر حضرت میر سے متعلق اچھا اعتقاد نہیں رکھتا تھا اور اُن کی بزرگی کا منکر تھا۔ اُن کے امتحان کے لیے ضیافت کو بہانہ بنایا تھا۔ وہ امتحان یہ تھا کہ اس نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ دیگ میں حلال اور مشکوک دونوں طرح کے چاول پکا کر اور ایک طباق میں رکھ کر پیش کرے۔ باورچی حکم بجا لایا۔ جب کھانے کے لیے جمع ہوئے تو امیر بدخشانی نے عرض کیا کہ ازراہِ عنایت چاول تناول فرمائیں کہ بہت لذیذ اور لطیف ہیں۔ حضرت میر نے فرمایا ضرور کھائیں گے، دوسرا طباق لائیں۔ دوسرا طباق لایا گیا فرمایا، اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادے سے علاحدہ علاحدہ ہوجاؤ۔ فی الفور چاولوں میں جنبش پیدا ہوئی اور نصف چاولوں کے قریب طباق سے باہر گر پڑے۔ اس کے بعد حضرت میر نے فرمایا کہ طباق سے خارج شدہ

چاول امیر بدخشانی کھائیں اور طباق کے چاول فقیر کا حصہ ہیں کیوں کہ حق اپنے مرکز سے پیوستہ رہتا ہے اور شے کی اصل اپنے مقام پر رہتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اہل ریاضت ہمیشہ نفس کشی نہیں کرتے بلکہ کبھی کبھی اس کی مراد بھی پوری کر دیتے ہیں۔ یہ سختی مبتدیوں کے لیے ہے۔ کامل حضرات کے لیے لذیذ چیزوں کا کھانا پینا مانع ریاضت نہیں ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ادھمؒ کعبہ شریف کے مجاور تھے۔ مدتوں اُن کے نفس نے ریزادہ کھانے پر اکسایا۔ ریزادہ ایک قسم کا شوربا ہے جسے کٹے ہوئے گوشت میں زعفران مشک اور دوسرے مصالحے ڈال کر پکاتے ہیں۔ ایک شب انھیں خواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ فرمایا، تم کب تک نفس کے کتے کو مارتے رہو گے، اس کی خواہش پوری کر دو وہ ریزادہ چاہتا ہے پکا کر اس کے آگے رکھ دو۔ جب بیدار ہوئے تو باوجود اس کے کہ خود عالم تھے، اہل علم ودانش سے اس خواب کی تعبیر معلوم کی۔ انھوں نے کہا چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مبارک ہے آپ ریزادہ تناول کرلیں۔ ابراہیم ادہمؒ نے کہا کہ یہ امر سرکار ﷺ کی شفقت ہے امر عزیمت نہیں ہے۔ خیر اس دن نہ کھایا جب دوسری رات آئی تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ (فرشتے) بہشت سے ریزادہ لائے ہیں اور انھیں کھلا رہے ہیں۔ جب بیدار ہوئے تو ریزادہ کی خوشبو ان کے منھ سے آ رہی تھی جو تا زندگی قائم وباقی رہی۔ شعر:

شرابے را کہ ساقی یار باشد
اثر تا مدت بسیار باشد

ترجمہ: وہ شراب جو ساقی پلاتا ہے اس کا اثر بہت زیادہ مدت تک باقی رہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ریاضت مبتدی اور منتہی دونوں کے لیے اہم اور ضروری ہے گروہ صوفیہ میں سے کوئی شخص ریاضت کے دائرے سے باہر نہیں نکلا ہے بلکہ راہِ ریاضت کو اس طرح طے کیا ہے کہ چالیس پچاس روز تک نفس کو بھوکا رکھا اور عنان توکل کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کی چلہ نشینی کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبراؒ ایک مرتبہ جزیرہ لنکا کے کسی شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ حاکم شہر نیاز مندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج کل سردی اور برف باری کا موسم ہے۔ ازراہ عنایت اصحاب کا یہاں چند روز قیام کرنا مناسب ہوگا اور ہمارے لیے بھی باعث سرفرازی ہوگا۔ جب اس کا اصرار حد سے گزر گیا اور اس کی نیاز مندی صدق کے ساتھ تھی تو آپ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ حاکم نے آپ کے قیام کے لیے اپنا محل تجویز کیا۔ آپ نے فرمایا درویشوں کے لیے مناسب بات یہی ہے کہ وہ مسجد میں قیام کریں۔ چوں کہ حاکم کے لیے آپ کی مرضی کا احترام اہم تھا اس نے آپ کی بات تسلیم کرلی۔ چناں چہ جامع مسجد جس کا احاطہ بڑا اور صحن وسیع تھا آپ کی جائے قیام قرار دی گئی۔

حضرتؒ نے فرمایا چوں کہ چند روز یہاں قیام کرنا ہے اس لیے ہم سفر کی نیت توڑ دیتے ہیں اور مقیم کی نیت کرتے ہیں۔ مسجد کا عبادت خانہ بہت پاک صاف ہے ہم یہاں ایک چلہ پورا کریں گے۔ اصحاب نے کہا آپ مالک ہیں۔ بہر حال آپ چلے میں بیٹھ گئے۔ افطار کے وقت خادم ایک نان آپ کو دیتے تھے۔ چالیس دن پورے ہوگئے تو آپ نے اس شہر سے کوچ کیا۔ جب عبادت کے خادم سے تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا چالیس نان جوں کے توں وہاں موجود تھے۔

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت غوث الثقلینؒ ایک گنبد میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا جب تک وہ میرے منھ میں لقمہ نہ رکھے گا اور کوئی چیز نہ پیوں گا جب تک وہ نہ پلائے گا۔ چالیس دن گزر گئے میں نے کوئی چیز نہیں کھائی۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص اندر آیا۔ وہ قدرے کھانا بھی لایا تھا۔ میرے آگے رکھ دیا۔ قریب تھا کہ شدید بھوک کے سبب میرا نفس کھانے پر ٹوٹ پڑتا (لیکن) میں نے کہا، خدا کی قسم میں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہے اسے نہیں توڑوں گا۔ میں نے اپنے باطن میں سنا کہ کوئی فریاد کر رہا ہے اور بلند آواز سے کہہ رہا ہے، بھوک بھوک، اچانک شیخ ابو سعید مخزومیؒ میرے پاس آئے۔ انھوں نے یہ آواز سنی اور فرمایا، اے عبد القادر یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ میرے نفس کی بے چینی اور اضطراب ہے لیکن روح مشاہدۂ خداوندی میں مطمئن اور بحال ہے۔ فرمایا تم میرے مکان پر آؤ اور رخصت ہوگئے۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ میں یہاں سے باہر نہ نکلوں گا۔ ناگاہ ابو العباس خضر علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور فرمایا اٹھو، شیخ ابو سعیدؒ کی خدمت میں جاؤ۔ میں اٹھ کر چل دیا۔ دیکھا کہ شیخؒ میرے انتظار میں دروازے پر کھڑے ہیں۔ (مجھے دیکھ کر) فرمایا، اے عبد القادر تمھیں میرا کہنا کافی نہ تھا کہ خضر علیہ السلام کو بھی کہنا پڑا۔ پھر مجھے مکان کے اندر لے گئے۔ کھانا لایا گیا۔ شیخؒ نے ایک ایک لقمہ میرے منھ میں رکھا حتیٰ کہ میں سیر ہوگیا۔ بعد ازاں انھوں نے الباسی خرقہ مجھے پہنایا۔

حضور علیہ السلام کے کھانے اور پینے کی چیزوں کا بیان:

مجلس میں حضور علیہ السلام کے کھانے اور پینے کی چیزوں کا ذکر آ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو کھانے اور پینے کی جن چیزوں سے رغبت تھی ان کی تفصیل سیر اور احادیث کی کتابوں میں ہے وہاں سے معلوم کریں۔ بہر حال مختصر طور پر اس مجموعے میں بیان کی جائیں گی۔

روایتوں میں آیا ہے کہ پھلوں، کھانوں اور مشروبات سے متعلق حضور علیہ السلام کا طریق زہاد اور فقرا کے دستور کے مطابق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت مندوں، ناز پروردہ لوگوں اور پراگندہ مزاجوں کے کھانوں اور مشروبات سے کلی طور پر پرہیز فرماتے تھے۔ حضور علیہ السلام اور اہل بیت کا کھانا، جو، کھجور، اونٹنی کا دودھ اور بکریوں کا دودھ تھا۔ اگر بطور ہدیہ کہیں سے گوشت آتا یا گھر کے خرچ سے حاصل ہوتا یا کوئی شخص حجرۂ مبارکہ میں بکرا ذبح کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا شوربا یا شوربے دار گوشت زہاد اور فقرا کی عبادت کے مطابق تناول فرما لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی فرمائش نہیں کی

کہ فلاں کھانا یا فلاں چیز مہیا کی جائے جو کھانا بے طلب سامنے آ گیا، رضا اور رغبت سے تناول فرماتے تھے اور اس کھانے کی تعریف بھی فرماتے تھے آپ کے خانۂ مبارک میں کبھی میدہ نیز سبز جو کی روٹی اور چپاتی نہیں پکی۔

مختلف انواع واقسام کے کھانے جیسے، تمتاج،[1] ۔ تباہجہ[2] یا مختلف قسم کے شور بے دار گوشت جو اہل دولت کے گھروں میں فخریہ طور پر پکائے جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پکواتے تھے۔ اگر کسی ضیافت میں مختلف رنگ اور اقسام کے کھانے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میزبان کا دل رکھنے کے خیال سے تھوڑا سا تناول فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائش کر کے کھانا پسند نہ تھا۔ (بعض) کھانوں کی تعریف بھی فرمائی ہے نعم الا دام الحل ونعم الا دام اللحم ونعم الخبز الشعیر ونعم البقول بقلة الحمقا والعنب والرمان الاطیبان یعنی بہترین سالن سرکہ اور گوشت ہے۔ بہترین روٹی جو کی روٹی ہے۔ بہترین ساگ خرفے کا ساگ ہے انگور اور انار پاکیزہ (پھل) ہیں۔

حضور علیہ السلام اکثر اوقات روزے سے ہوتے تھے۔ ہفتے میں فاقہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی حالت میں انگور، گوشت، سیب، ساگ، ککڑی، خربوزہ اور کھجور بھی تناول فرمائے ہیں۔ اس لیے دیکھنے والوں کو یہ گمان ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ تقاضائے بشری ہے، یہ چیزیں پسند تھیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ نقل عن عائشه رضی الله عنها قالت ماکان الزراع احب اللحم الیٰ رسول الله ولکن کان لایجداللحم الاغبا، فکان یعجل الیها لا نها نصجاً یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت سب سے زیادہ پسند نہ تھا لیکن چونکہ آپ ﷺ کو گوشت ایک روز کے بعد حاصل ہوتا تھا اس لیے کھانے کے لیے عجلت فرماتے تھے کیوں کہ دست کا گوشت دیگر اعضا کے مقابلے میں جلدی گل جاتا ہے۔ دست کے گوشت کی طرف رغبت اس کے جلد گل جانے کی وجہ سے تھی جس کی بنا پر لوگوں نے یہ گمان کیا کہ یہ رغبت تقاضائے بشری کے سبب تھی۔ حضور علیہ السلام نے پکے ہوئے گوشت کو چھری سے کاٹنا منع فرمایا ہے۔ عن عائشه رضی الله عنها قالت، قال رسول الله علیه السلام لا تقطعو اللحم بالسکین فانه من صنع الا عاجم والهسوه فانه اهنا والا مراء یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گوشت کو چھری سے مت کاٹو کیوں کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔ ہڈی کا گوشت دانتوں سے علاحدہ کر کے کھاؤ اس لیے کہ اس طرح کھانا زیادہ مناسب اور زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسن بن علی، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہم) عبد اللہ بن عباس کی والدہ کے پاس آئے اور اُن سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ کھانے کی فرمائش کی انھوں نے فرمایا اچھا تیار

---

[1] مطبوعہ نسخے میں سہو کتابت کے باعث ''تمتاج'' نقل ہوا ہے لیکن اصل لفظ ''تماج'' ہے یہ ایک قسم کا آش ہوتا ہے۔

[2] اسی طرح اس لفظ میں سہو کتابت ہے۔ اصل لفظ ''تباہچہ'' ہے لیکن مطبوعہ نسخے میں ''تباہجہ'' نقل ہوا ہے۔ تباہچہ ایک قسم کا مسالے دار بھنا ہوا گوشت ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اشٹین گاس۔

کرتی ہوں۔ پھر تھوڑے سے جو پانی میں ابالے۔ ان کا آٹا دیگچی میں ڈالا۔ تھوڑا سا روغن زیتون ڈالا۔ کسی قدر زیرہ، سیاہ مرچ اور دیگر ضروری چیزیں اس میں ملا دیں۔ یہ کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر تینوں بچوں کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ یہ وہ طعام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور مجھ سے پکواتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹھ کا گوشت پسند تھا۔ **اطیب اللحم، لحم الظهر** (بہترین گوشت پیٹھ کا گوشت ہے) کھانے میں ثرید[1] پسند تھا، **فضل عائشه علیٰ سائر النساء کفضل الثريد علیٰ سائر الطعام** یعنی عائشہؓ کو تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ درحقیقت ثرید جلد ہضم ہونے والا طعام ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے روایت کیا ہے، بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جبریل میرے پاس ہریسہ لے کر آئے اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اسے تناول فرمائیں یقیناً یہ پیٹھ کے درد کے لیے بے حد مفید ہے اور قیام شب کے لیے بھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کھجور، انار، اور انگور حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر کے فضل سے ہیں پس انھیں کھاؤ اور انار کو اس کی اندرونی جھلی کے ساتھ کھاؤ پس یہ معدے کی اصلاح کرتے ہیں۔ بے شک نبی علیہ السلام خربوزہ اور کھجور لائے اور دونوں کو تناول فرمایا اور فرمایا کہ یہ دونوں پاکیزہ ہیں۔[2]

حضور علیہ السلام کو سبزی میں ساگ سے، ترشی میں سرکے سے، کھجوروں میں عجوہ[3] سے اور مشروب میں دودھ سے زیادہ رغبت تھی۔ اگر کوئی شخص ضیافت کا اہتمام کرتا تو تشریف لے جاتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے دعوت طعام قبول کرنے کے بارے میں یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر میں بکرے کے ایک دست کے لیے بلایا جاؤں تو میں یہ دعوت قبول کرلوں گا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حد تک دعوت قبول فرماتے تھے تو صوفیہ پر لازم ہے کہ احباب کا دل رکھنے کے لیے ان کی دعوت قبول کرلیا کریں۔ حضرتؒ نے ملک محمود کے بارے میں فرمایا کہ ہم بھی جب ضرورت ہوتی ہے ملک محمود کے مکان پر جاتے ہیں اور جو کچھ وہ لاتے ہیں ہم دل سے قبول کرتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں صوفیہ کی محبت بٹھا دی ہے۔ مولانا کریم الدین سے متعلق بھی یہ ارشاد ہوا کہ مجھے ان کی ضیافت قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرؒ عالی مقام سیف خاں کی دعوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں علاقے کے مشائخ، علما، قضات اور سادات موجود تھے۔ ارباب علم میں سے ایک شخص نے گفتگو شروع کی کہ مشائخ کا شعار امتیاز اور لباس تقویٰ ہونا چاہیے۔ جب وہ اہل دولت کی ضیافت میں جاتے ہیں تو معلوم نہیں کہ وہ تقوے کی رعایت کس طرح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

---

[1] ثرید۔ شوربے میں چوری ہوئی روٹی۔

[2] مترجم نے طویل عربی عبارت کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ اس کا ترجمہ نقل کیا ہے۔

[3] عجوہ، کھجور کی ایک قسم جو مدینۂ طیبہ میں پیدا ہوتی ہے اور بہت شیریں ہوتی ہے۔

حضرت حارث محاسبیؒ کی انگلی میں ایک رگ تھی۔ جب وہ کسی مشکوک طعام کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو وہ رگ حرکت کرنے لگتی۔ میں اپنے ہاتھ میں ساٹھ رگیں رکھتا ہوں کیا عجب ہے کہ اُن میں کوئی ایک رگ حرکت کرنے لگے۔

امام یافعی کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ گذشتہ سلاطین میں سے کسی سلطان نے مشائخ میں سے کسی بزرگ کا امتحان لیا۔ کئی قسم کے کھانے لے کر حاضر ہوا۔ اُن میں سے بعض برتنوں میں ذبح کردہ جانوروں کا گوشت تھا اور بعض میں مردار جانوروں کا گوشت تھا۔ بزرگ نے ہمت سے کام لیا اور کہا کہ اے درویشو آج کی دعوت میں میں آپ کا خادم ہوں پھر وہ برتن جن میں ذبح کردہ گوشت تھا درویشوں کو دے دیا اور مردار گوشت علاحدہ کرکے بادشاہ کے سپاہیوں کو دے دیا اور فرمایا، **الطیب للطیب الخبیث للخبیث**، یعنی پاک آدمی کے لیے پاک چیز ہے اور خبیث کے لیے خبیث چیز ہے۔ سلطان اس موقعے پر وہاں موجود تھا اس نے ایسے کام سے آیندہ کے لیے توبہ کی۔

منقول ہے کہ دستر خوان سے ریزے اٹھا کر (کھانا) بڑے ثواب کی بات ہے۔ امیر المومنین حضرت علی (رضی اللہ عنہ) دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے کہ اتفاق سے ایک لقمہ ہاتھ سے گر گیا۔ آپ کے غلام نے اٹھا کر کھالیا۔ آپ نے اسے آزاد کردیا۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا، میں اسے کیوں آزاد نہ کرتا جب کہ وہ عذاب دوزخ سے آزاد ہوچکا ہے۔

حضرت میر (مخدوم جہانیاںؒ) سے روایت فرماتے تھے، کھانے والوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو صاحب ضیافت کو محتاج نہ کرے اور اس سے یہ کہنے کا موقع حاصل کرلے کہ تھوڑا سا اور تناول کیجیے۔ اگر میزبان کا دل رکھنے کے لیے کسی قدر زیادہ کھائے تو اچھی بات ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بہت سی کھجوریں دوستوں کے پاس لائے اور کہا، جو شخص یہ کھجوریں کھائے گا تو ہر کھجور کے بدلے اسے ایک درہم دوں گا اور جو کوئی زیادہ کھائے گا اسے زیادہ دوں گا کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ کھانے میں تین باتوں کی پوچھ گچھ نہیں ہے۔ ایک سحری کا کھانا، دوسرے افطار کے وقت کھانا تیسرے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دوستوں کا دوستوں کے مکان میں جمع ہونا اخلاقِ نبوی اور سیرتِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں اپنے اصحاب کے گھروں میں کھانا تناول فرمایا ہے۔ **کما قال علیہ السلام، لو دخل احد بیت صدیق واکل شیا ویعلم ان صاحب الکرام لا یکرہ ذلک لاباس** یعنی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے دوست کے مکان پر جائے اور یہ جانتے ہوئے وہاں کچھ کھائے کہ صاحب خانہ اسے ناپسند نہ کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوستوں کا جوٹھا کھانا بہت مفید ہے۔ اہل ایمان کا جوٹھا کھانا، خاص طور پر اکابر کا جوٹھا کھانا کھاؤ۔ مومنین کے جوٹھے کھانے میں شفا ہے۔ **قال علیہ السلام خیر الماء بین الطعامین وشر الماء بین النومین** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، سب سے اچھا پانی وہ ہے جو دو کھانوں کے

درمیان پیا جائے اور بدترین پانی وہ ہے جو دو نیندوں کے درمیان پیا جائے۔ قال علیه السلام ایضا اذا شربتم فاسکنوا واذا اجیتم فارکعوا ایضا البان البقر و الغنم شفاء وشحمهما دواء یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم پانی پی چکو تو ساکن رہو اور جب نیند سے جاگو تو رکوع کرو۔ نیز گائے اور بکری کے دودھ میں شفا ہے اور ان کی چربی دوا ہے۔

پیاز کا استعمال مفید ہے کہ مقوی ہوتی ہے۔ پیاز کے استعمال سے دوسرے ملک کا پانی نقصان نہیں کرتا۔ سنت نبوی میں ہے کہ بینگن جس نیت سے بھی کھائی جائے مفید ہوتی ہے کیوں کہ سبزیوں میں جو سبزی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائی وہ بینگن تھی۔ یہ مفید ہوتی ہے۔

مہمان داری کی فضیلت میں حدیث:

جو کھانا گھر والوں کے مزاج کے مطابق کھایا جائے اس کا بڑا ثواب ہے لہٰذا گھر والوں کی پسند کے مطابق کھانے پکانے چاہئیں۔ حیث قال علیه السلام، اذا دخل ضیف فی بیت اخیه المسلم دخل معه الف برکة والف رحمة وغفرالله ذنوب اهل ذلک البیت وان کان ذنو بهم اکثر من زبد البحر وورق الاشجار واعطا هم الله ثواب الف شهیدو کتب الله له بکل لقمه یا کل الضیف حجة مبرو رة وعمرة وبنی له مدینة فی الجنة ومن اکرام الضیف فقد اکرم ستین نبیا یعنی ایک مقام پر حضور علیہ السلام نے فرمایا، جب کوئی مہمان اپنے مسلمان بھائی کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں داخل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس گھر میں رہنے والوں کے گناہ بخش دیتا ہے خواہ ان کے گناہ سمندر کے جھاگ یا درختوں کے پتوں سے زیادہ ہوں اور اللہ تعالیٰ انھیں ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور مہمان کے ہر لقمے کے عوض حج مبرور اور عمرے کا ثواب عنایت کرتا ہے اور جنت میں اس کے لیے ایک شہر تعمیر کرتا ہے۔ جس شخص نے مہمان کا اکرام کیا، گویا اس نے ساٹھ نبیوں کا اکرام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے، اذا نزل الضیف نزل مع رزقه واذا یر تحل بر تحل مع ذنوب اهل البیت یعنی جب کوئی مہمان آتا ہے تو اپنے رزق کے ساتھ آتا ہے اور جب رخصت ہوتا ہے تو اپنے ساتھ گھر والوں کے گناہ لے جاتا ہے۔

یہ حدیث ایک کنجوس عورت کے بارے میں ہے جو ایک صحابی کی بیوی تھیں ایک مرتبہ ان کے شوہر نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میری بیوی بہت کنجوس ہے۔ مہمان کو پسند نہیں کرتی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری اور میرے اصحاب کی دعوت کرو اور اپنی بیوی سے کہو کہ وہ ہمارے آنے اور واپس ہونے کے وقت دروازے پر کھڑی رہے۔ جب ضیافت کا بندوبست ہوگیا اور کھانا تیار ہوگیا تو حضور علیہ السلام کو اطلاع دی گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ عورت حکم مبارک کے مطابق دروازے پر کھڑی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن خاتون کو کشف ہوا، اور انھوں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کے ہمراہ فرشتے صفیں باندھے جڑاؤ طباق اور سونے چاندی کے برتن ہاتھوں پر رکھے داخل ہو رہے ہیں۔ ان طباقوں اور برتنوں میں انواع واقسام کے زیور اور نعمتیں ہیں اور برکت کے آثار اُن خاتون پر نثار کر رہے

آئی اور دیکھا کہ میرا شوہر بکری کی کھال اتار رہا ہے۔ میں حیران رہ گئی اور سارا قصہ شوہر سے بیان کیا۔ اس نے کہا شاید اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے نعم البدل عطا فرمایا ہے کہ ہم نے مہمان کا اکرام کیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ احادیث میں آیا ہے کہ جب مہمان گھر آئے تو سنت یہ ہے کہ گھر میں جو کچھ موجود ہو اس کے سامنے رکھے۔ زیادہ تکلف کا قصد نہ کرے کہ مشکلات پیدا ہوتی ہیں، البتہ اگر قدرت ہے تو مناسبِ حال تکلف کیا جاسکتا ہے۔ اسی تعلق سے بیان کرتے ہیں کہ دو درویش ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ جو کی روٹیاں تھیں نمک نہ تھا۔ ایک درویش نے کہا کہ کاش تھوڑی سی سعتر (ایک قسم کی سبزی) ہوتی اور مناسب نمک ہوتا۔ اُن بزرگ نے اپنی چھاگل بنیے کے پاس بھیجدی اور نمک حاصل کیا۔ درویش کھانے سے فارغ ہوئے اور بولے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں روزی عطا کی اور نفع عنایت کیا۔ چوں کہ درویشوں اور بزرگ کے مابین اخلاص تھا اس لیے بزرگ نے اپنے دل کی بات نہیں چھپائی کہ نفاق پر مبنی ہوتی۔ فرمایا کہ اگر (حقیقی) قناعت ہوتی تو میری چھاگل بنیے کے پاس نہ ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی سے ملاقات کرنے آئے تو اس کے پاس کھانے کی جو چیز ہو پیش کردے خواہ تھوڑے سے چنے ہوں۔ اگر کچھ نہ ہو تو ایک پیالہ پانی یا شربت پیش کرے کیوں کہ حدیث میں آیا ہے، من زار حیا ولم یذق منہ شیأً فکانما زار میتا یعنی جو کوئی کسی زندہ شخص سے ملنے گیا اور اس کے ہاں کچھ نہ کھایا تو گویا وہ مردہ شخص سے ملا۔ قطعہ:

بنوشاں گرچہ آب سرد باشد
کسے کو آمدہ بہرِ زیارت
وگر نہ زندہ را مردہ گویند
کہ روشن گشتہ از عالی اشارت

ترجمہ: اگر کچھ نہیں ہے تو اس شخص کو ٹھنڈا پانی ہی پلادے جو تجھ سے ملنے کے لیے آیا ہے۔ نہیں تو حدیث شریف سے واضح ہوگیا ہے کہ زندہ شخص کو مردہ کہیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مکان میں کوئی مہمان نہیں آتا وہاں فرشتے نہیں آتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اقربا اور بھائیوں ہی کی ضیافت کرے اور بعض لوگوں کو ضیافت میں بلانے کے لیے مخصوص نہ کرے کیوں کہ کسی وقت بھول چوک سے انھیں مدعو نہ کیا گیا تو پریشانی اور قطع رحم کا سبب ہوسکتا ہے۔ لوگوں کو ضیافت میں بلانے کی نیت دلی محبت اور اقامتِ سنت ہونی چاہیے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کو آنے میں دشواری ہوگی تو اسے دعوت میں نہ بلائے۔ دعوت قبول کرنا سنت موکدہ ہے بلکہ بعضوں نے واجب قرار دیا ہے بہتر یہ ہے کہ دعوت میں امیر اور غریب کا امتیاز نہ کیا جائے اسی لیے بعض بزرگان سلف نے دعوت قبول نہیں کی تھی لیکن یہ اختلافی مسئلہ ہے اور مختلف حالت میں صورت مسئلہ مختلف ہوجاتی ہے اگر اس بات

یقین ہو کہ میزبان کے لیے کھانا کھلانا دشوار ہوگا تو دعوت قبول نہ کی جائے۔ اگر دعوت نمود و نمائش کے لیے کی گئی ہے تو قبول نہ کی جائے، اسی لیے بزرگوں نے کہا ہے کہ صرف اس شخص کی دعوت قبول کی جائے جس کا مدعا یہ ہو کہ آپ کا رزق میرے پاس امانتاً رکھا ہوا ہے آ کر تناول فرمایئے۔ **یجب للضیف اربعة اشیاء الاول ان یجلس حیث یجلس والثانی یرضی بما قدم الیه والثالث لا یقوم الا باذن صاحبه والرابع ان ید عوله اذا خرج** یعنی مہمان کے لیے چار امور لازم ہیں اول یہ کہ جہاں بٹھایا جائے وہاں بیٹھے، دوم یہ کہ جو چیز اس کے سامنے رکھ دی جائے اسے برضا و رغبت کھائے سوم یہ کہ میزبان کی اجازت کے بغیر نہ اٹھے چہارم یہ کہ جب رخصت ہو تو میزبان کے حق میں دعا کرے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ طلب رزق کے لیے آنا بے حد ضروری ہے اور کھانے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی شخص کی دعوت کی۔ اسے کسی وجہ سے دیر ہوگئی اور جب آخر میں آیا تو کھانا ختم ہو چکا تھا۔ اس نے دریافت کیا کہ کھانا بچا ہے اسے کہا گیا کہ کھانا بالکل نہیں بچا تو اس نے کہا کہ دیگ ہی لے آئیں تاکہ انھیں چاٹ لوں۔ اسے بتایا گیا کہ دیگیں بھی دھوئی جا چکی ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص خوشی خوشی واپس چلا گیا۔

ایک کتاب میں تحریر کیا گیا ہے، **لایکون اکثر من ثلثة ایام، تحرزا عن اشامة وورود ایضافیه ثلاثة ایام فما زادفزیادة** یعنی تکلیف سے بچنے کے لیے تین دن سے زیادہ مہمانی نہیں ہوتی اور اس کتاب میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مہمانی تین دن ہوتی ہے اس سے زیادہ زیادتی ہے۔

اگر یہ معلوم ہو کہ میزبان (مختلف قسم کے) کھانے طلب کرنے سے خوش ہوتا ہے تو ضرور طلب کرے، جیسا کہ امام شافعیؒ سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ امامؒ اپنے ایک دوست کے ہاں مہمان ہوئے۔ وہ (روزانہ) اپنی بیوی کو ضیافت کا سامان ایک کاغذ پر لکھ کر بھجواتا تھا تاکہ اس کی بیوی رقعہ کے مطابق کھانے تیار کرے۔ ایک روز وہ دوست رقعہ لکھ رہا تھا اس دوران کسی کام سے چلا گیا۔ امام رحمتہ اللہ علیہ نے بربنائے خلوص رقع میں چند کھانوں کا اضافہ کیا اور رقعہ اندر بھجوا دیا۔ جب دستر خوان پر کھانے لگائے گئے تو چند کھانے زیادہ تھے۔ میزبان نے کھانوں میں اضافے کا سبب معلوم کیا تو امامؒ نے حقیقت بیان کردی۔ دوست امامؒ کے اس فعل سے بے حد خوش ہوا۔

مہمان کے لیے نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ میزبان کی اجازت سے روزہ رکھ سکتا ہے۔ مہمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ میزبان کے گھر میں داخل ہو کر دائیں بائیں نگاہ کرے اور نہ مکان میں آراستہ فرش اور دیگر چیزوں پر نظر جمائے۔ اگر کمرے میں بعض چیزیں لائی جائیں تو ان پر توجہ نہ کرے کیوں کہ متوجہ ہونا بھی ایک طرح کا سوال ہے۔ نفیس چیزوں پر نگاہ کرنا ایک درجے میں پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا اظہار بھی ہے۔ میزبان مہمان کی موجودگی میں اپنے اہل و عیال پر غصہ نہ کرے، نہ مہمان سے یہ کہے کہ جلدی جلدی کھائیں۔

آپ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے متعلق بیان فرماتے تھے کہ اصحاب کی صحبت سے گریز فرماتے تھے اور ان کے سامنے

زیادہ دیر تک تشریف نہ رکھتے تھے۔

طعام پیش کرنے میں جلدی کرے اور کھانے میں سوائے فقیر کے کسی دوسرے کا انتظار نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ کھانا لاؤں یا نہیں۔ بس کھانا لاکر سامنے رکھ دیا جائے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مہمان کو وضو اور پیشاب کرنے کی جگہ ضرور بتائے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ اصمعیؒ صحرا میں سفر کر رہے تھے کہ رات ہوئی پھر بارش ہونے لگی دور سے آگ کی روشنی نظر آئی جو مسافروں کا طریقہ ہے کہ رات میں آگ جلاتے ہیں تاکہ جو مسافر راستے سے بھٹک گیا ہے وہ آگ کی روشنی کی طرف آجائے۔ اسے ''نار القرا'' (مہمان کی آگ) کہتے ہیں۔ اصمعیؒ بھی آگ کی جانب مانندِ آب چلے۔ جب نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور کچھ کہہ رہا ہے اس کا چہرہ شعلے کی تیز روشنی میں نظر نہیں آرہا تھا اور وہ یہ کلمات کہہ رہا تھا، اے غلام آگ بھڑکاؤ کہ رات سرد ہے اور سرد ہوا چل رہی ہے، شاید کوئی مسافر ہمارے الاؤ کی روشنی دیکھ کر آجائے۔ اگر آج رات ہمارے ہاں کوئی مہمان آجائے تو میں تجھے آزاد کردوں گا۔ اصمعیؒ نے یہ تمام باتیں توجہ سے سنیں اور اس شخص کے قریب جاکر سلام کیا۔ اس نے مرحبا کہا اور انھیں مکان کے اندر لے گیا اور ضیافت کا اہتمام کیا۔ (اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ) میں تین شبانہ روز اس کا مہمان رہا۔ وہ ہر روز ایک اونٹ ذبح کرتا تھا اس نے یہ بھی دریافت نہیں کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاؤ گے۔ جب تین دن گزر گئے تو میں نے اس سے استفسار کیا کہ آپ نے میرے آنے اور جانے کے بارے میں کبھی نہیں پوچھا۔ اس نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

ولا قول لضيفي حين ينزلني
من انت ام كم تريد المكثة يارجل

(اے شخص جب کوئی مہمان میرے ہاں قیام کرے تو میں یہ نہیں کہتا کہ تو کون ہے اور کس قدر قیام کا ارادہ ہے۔)

افديه مالي ونفسي مااقام بنا
والدمع تجري اذاما قام يرتحل

(جب تک وہ ہمارے پاس قیام کرے میں اپنی جان اور مال اس پر فدا کرتا ہوں اور وہ جب رخصت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو آنسو بہنے لگتے ہیں۔)

الرزق يبلغه والجودلي شرف
والمال يفني وسوء اليه البخل

(اللہ تعالیٰ اسے اس کا رزق پہنچاتا ہے اور سخاوت ہمارے لیے شرف ہے۔ مال فنا ہوجاتا ہے اور کنجوسی بری چیز ہے۔)

منقول ہے کہ شیخ عمران شلثی بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے جب کوئی آجاتا تو تناول کرتے ورنہ روزہ رکھتے ایک دن

کوئی مہمان نہ آیا تو انھوں نے روزے کی نیت کرلی۔ ناگاہ شام ہونے کے نزدیک ایک مہمان آ گیا۔ اسے افطار کے وقت تک باتوں میں مشغول رکھا۔ رات ہوگئی تو سو گئے۔ اس رات انھوں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے عمران ہمارے ساتھ تیری ایک عادت اچھی اور ہم نے بھی تیرے معاملے میں ایک طریقہ مقرر کرلیا تھا۔ اب چوں کہ تو نے اپنی وہ عادت بدل دی ہے اس لیے ہم نے بھی اپنا وہ طریقہ بدل دیا ہے۔ خواب سے جاگے تو بے حد غمگین ہوئے کہ حق تعالیٰ کی ناراضی کا سبب وہ تاخیر تھی جو مہمان کی ضیافت میں مجھ سے واقعہ ہوئی۔ بیان کرتے ہیں کہ والیٔ مصر نے انھیں جو گاؤں دے رکھا تھا وہ واپس لے لیا اور کسی دوسرے عامل کو دے دیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جب دستر خوان پر روٹی رکھیں تو اسی روٹی سے کھانے کی ابتدا کردیں اور سالن کا انتظار نہ کریں۔ سالن کا انتظار روٹی کی توہین ہے اور حد درجے ممنوع ہے۔ حضور علیہ السلام نے گندم کی بہت زیادہ تعظیم کی ہے اور روٹی کے ٹکڑے اٹھا کر تناول فرمائے ہیں، **كما قال عليه السلام من اكرم الخبز من السفرة فهو مغفور** یعنی جیسے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے دستر خوان پر روٹی کی تعظیم کی سو وہ شخص مغفرت یافتہ ہے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (غسل کے لیے) تالاب کی جانب جارہے تھے راستے میں روٹی کا ایک ریزہ پڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے اسے غلام کے سپرد کردیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے غلام سے وہ ریزہ مانگا۔ اس نے کہا وہ تو میں نے کھالیا۔ آپ نے فرمایا، میں تمھیں آزاد کرتا ہوں کیوں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ جو شخص روٹی کا ریزہ اٹھا کر کھائے وہ مغفرت یافتہ ہے اور جو مغفرت یافتہ ہے اس سے خدمت نہیں لینی چاہیے کیوں کہ وہ جنتی ہے اور جنتی کا خدمت سے کیا سروکار ہے۔

جبریلؑ کے جنت سے لائے ہوئے اس ہریسے کا ذکر جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائے تھے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کھانوں میں گوشت کا ہریسہ پسند فرماتے تھے اور رغبت کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریلؑ میرے لیے بہشت سے ہریسہ لائے اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ ہریسہ تناول فرمائیں کہ یہ پیٹھ کو زیادہ قوت پہنچاتا ہے اور حضور علیہ السلام ہی سے ایک دوسری روایت ہے کہ ہریسہ کھانے سے چالیس مردوں کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام ثرید کا طعام پسند فرماتے تھے۔

(مجلس میں) کھانے کے فواید کا ذکر آ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ لہسن کھانا بہت زیادہ فائدے رکھتا ہے۔ تینوں خلطوں[1] کی اصلاح کرتا ہے اس کے علاوہ دیگر جسمانی فایدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا نہ کھانا

---

[1] صفرا، سودا، بلغم

اس کی بو کی وجہ سے تھا کہ فرشتے اس کی بو سے ناخوش ہوتے تھے۔ قال علیہ السلام کلو الثوم وتداویہ فان فیہ شفاء من سبعین داء یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ لہسن کھاؤ اور اسے دوا بناؤ پس یقیناً اس عمل میں ستر بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر تم ایسے شہر میں آؤ جہاں کوئی وبا پھیلی ہوئی ہے اور تمھیں مرگ ناگہانی کا اندیشہ ہو تو تم پیاز استعمال کرو کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیاز کا استعمال بینائی کو تیز کرتا ہے، بالوں کو بڑھاتا اور پیٹھ کی رطوبت کو زیادہ کرتا ہے نیز ریاح کو جسم سے خارج کرتا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک نبی نے حق تعالیٰ سے عرض کی کہ میری امت کمزور ہے اور بیمار رہتی ہے، حکم ہوا کہ اپنی امت کو پیاز کھلائیں۔ اسی طرح ایک نبی نے قلت اولاد کی شکایت کی، حکم ہوا کہ اس کا علاج پیاز کا استعمال ہے۔

پیاز، دھنیا رائی، اسبغول، ہڑ، روغن زیتون، انجیر اور منقّی کے اوصاف کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبرا” فرماتے تھے کہ پیاز کا لازمی استعمال بہت فائدے دیتا ہے آنتوں کی بیماری اور اسی طرح کی دوسری بیماریوں کو جن کا ذکر ہو چکا ہے، رفع کرتا ہے اور لوگوں کو ان کا تجربہ ہو چکا ہے۔

دسترخوان پر ترکاریوں میں سے ساگ فراہم کرنے سے شیاطین بھاگ جاتے اور ملاعین منتشر ہو جاتے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ دھنیا بہشت سے لایا گیا ہے چناں چہ بے حد فائدے مند ہے۔ اس کے پودے پر پانچ بار باران رحمت برستا ہے۔ سیاہ دانہ ہر قسم کے درد کو دفع کرتا ہے، اگر شہد ملا کر کھائیں (تو زیادہ مفید ہے)۔ آپ نے سیاہ دانے کی اس قدر تعریف فرمائی کہ سوائے موت کے وہ تمام امراض کی دوا ہے۔ حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ اگر لوگوں کو میتھی اور رائی کے فائدے معلوم ہو جائیں تو وہ چاندی کے عوض حاصل کر کے استعمال کریں۔

جو شخص روزانہ ایک مثقال رائی نہار منھ کھائے تو اس کے باطن کی آنکھیں کھل جائیں۔ حکمت اور علوم کی باتیں اس کی زبان پر جاری ہو جائیں اور وہ شخص ستر امراض سے محفوظ ہو جائے جن میں عام مرض جذام بھی ہے۔ اسی طرح ہر مرض کے لیے اسبغول اور سیاہ ہڑ مفید ہے۔ یہ بھی جنت سے لائے گئے ہیں اور ستر بیماریوں کا علاج ہیں۔ زیتون کا تیل زیادہ مفید ہے، خاص طور پر بواسیر کے لیے نیز تین خلطوں کی باہمی ملاوٹ کے اثرات کو رفع کرتا ہے۔ انجیر کھانے کے بہت سے دنیاوی اور اخروی فائدے ہیں۔ کما قال علیہ السلام، لو یعلم الناس مافی اکل التین ثواب لاکلوہ فی کل یوم ولیلۃ یعنی جیسے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر لوگوں کو انجیر کھانے کا ثواب (فائدہ) معلوم ہوتا تو ہر شب و روز انجیر کھاتے۔ انجیر کے درخت کے ہر پتے پر لکھا ہوا ہے ”اللہ توانا کے نام سے“ انجیر تمام اندرونی امراض کو منتشر کرتا ہے۔

اسی طرح سیب کھانے کے بھی بہت فائدے ہیں قال علیہ السلام لو یعلم الناس مافی التفاح نفع لعباد اللّٰہ

ماتداو مہ مرضا کم یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ سیب میں بندگانِ الٰہی کے لیے کیا کیا فائدے ہیں تو وہ تمہاری بیماریوں کے وقت تک ہمیشہ کھاتے۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اہل عرب نکسیر پھوٹنے کے مرض میں مبتلا ہوگئے انہیں سیب کھانے کا حکم فرمایا۔

منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جسم سے سیب کی خوشبو آتی تھی۔ جب حضور علیہ السلام معراج پر تشریف لے گئے تھے تو جبریلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں سیب کھلایا تھا۔ اس کی قوت سے نطفے کا حصول ہوا اور اس سے حضرت فاطمہؓ کی ولادت ہوئی۔

بیان کیا گیا ہے کہ فاضلوں میں سے ایک شخص نے اپنے بیمار مصاحب کو سیب اور بہی بھیجے۔ اس نے شعر کہا۔ بیت:۔

آبیست ہماں قدر کہ آبی ست
سیبیست ہماں قدر کہ بہی ست

ترجمہ: بہی جس قدر بھلائی والی ہے سیب اسی قدر داد و دہش والا ہے۔

بہی کھانے سے دل کا غم دور ہوتا ہے۔ جو عورت حمل کے زمانے میں بہی کھاتی ہے اس کے بچے کو کسی طرح کا درد اور مرض نہیں ہوتا۔ منقی کھانے سے طبیعت قوی ہوتی ہے اور فرحت پیدا ہوتی ہے۔ ایک صحابی نے (رضی اللہ عنہ) ایک طشتری میں منقی رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیے۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو منقی کھانے کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتی ہے۔ گوشت دانتوں کی جڑوں کو مضبوط بناتا ہے۔ نسوں اور رگوں کو توانا کرتا ہے۔ منہ کی بدبو اور بلغم کو مٹاتا اور جسم کو تازگی بخشتا ہے۔ جو حاملہ عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کا بچہ خوش خو اور نیک طبع ہو اس سے کہو کہ منقی کھایا کرے۔ جو شخص نہار منہ سات دانے کھجور کے کھائے اس پر اس دن کسی طرح کا زہر یا جادو اثر نہ کرے گا۔ جب کھجور میں اس قدر دنیاوی فائدے ہیں تو آخرت میں اس سے زیادہ حاصل ہوں گے۔

دنیا کے پھلوں میں سے حضرت آدم (علیہ السلام) نے سب سے پہلے جو پھل کھایا وہ امرود تھا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جو شخص ککڑی نمک کے ساتھ کھائے اسے کبھی جذام کا مرض نہ ہوگا۔ پھل مقوی شہوت ہے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جو شخص خربوزے کا ایک لقمہ کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نام ہزار نیکی لکھتا ہے اور ہزار بدی مٹا دیتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خربوزے میں تیرہ فائدے مند خوبیاں ہیں۔ پہلے یہ کہ یہ غذا ہے دوسرے یہ کہ پانی ہے۔ تیسرے یہ کہ پھل ہے۔ چوتھے یہ کہ حلال ہے پانچویں یہ کہ معدہ صاف کرتا ہے۔ چھٹے یہ کہ منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے۔ ساتویں یہ کہ سر کا درد مٹاتا ہے۔ آٹھویں یہ کہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔ نویں یہ کہ پیاس مٹاتا ہے۔ دسویں یہ کہ بھوک کو مٹاتا ہے۔ گیارھویں کہ اس کا پانی منہ دھونے کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی برتا جا سکتا ہے۔ بارھویں یہ کہ پیٹ میں ہمیشہ ذکر کرتا ہے۔ تیرھویں یہ کہ مرض کو دور کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کافروں، فاسقوں اور منافقوں کو خربوزہ کھانے کی تلقین نہ کرو کیوں کہ یہ جنت کے پھلوں میں سے ہے۔ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس قسم کی نعمت کو کافروں کے حوالے کرے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خربوزہ کھانا میری اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی سنت ہے۔ خربوزہ کھانے کا طریقہ جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے کہ دو طرح کا ہے۔ ایک یہ کہ چھلکے اور بیج سمیت کھائیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چھلکا اتار کر کھائیں۔ اوّل طریقہ زیادہ صحیح ہے اگر چھلکے سمیت نہ کھا سکے تو کم از کم ایک لقمہ ضرور کھائے تاکہ سنت کی پیروی ہو سکے۔

کھجور، امرود، ککڑی، مچھلی، اور خربوزے کی خوبی، خربوزہ کھانے کا طریقہ اور بینگن، کدو، گاجر، انار اور انگور کے اوصاف:

جب حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے رخصت کیا گیا تو بہشت کی ہر شے نے افسوس کا اظہار کیا لیکن خربوزے نے اس قدر افسوس کیا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جب حضرت حوا سے (آدم علیہ السلام سے دوبارہ) ملاقات ہوئی تو دونوں اللہ تعالیٰ کے انعام اور بہشت کی نعمتوں کو یاد کرتے تھے جن میں تمام پھلوں میں خربوزے کا ذکر زیادہ ہوتا تھا۔ بعضے علما نے خربوزہ کھانے کی یہ سنت بیان کی ہے پہلے خربوزے کا ایک لقمہ دائیں ہاتھ میں پکڑے پھر روٹی کے لقمے کے ساتھ کھائے۔

حضور علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ جب معراج کی رات آپ ﷺ نے اعلیٰ مراتب کے ساتھ رتبہ عالی حاصل کیا اور سدرۃ المنتہیٰ کے قریب آئے تو آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک درخت میں بینگن لٹک رہی ہے۔[1]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بینگن کہاں سے آئی۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نباتات میں سب سے پہلے جو درخت اللہ تعالیٰ کے وحدانیت پر ایمان لایا وہ بینگن کا درخت تھا۔ اسے جس نیت سے کھائے پوری ہوتی ہے اور ہر نیت کے ساتھ کھانے سے بیماری رفع ہو جاتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے، **وکلوا من باذ نجان فانہٗ یجلی البصر و یزید ماء الصلب** یعنی بینگن کھاؤ بے شک یہ بینائی بڑھاتی ہے اور آب پشت زیادہ کرتی ہے۔

مروی ہے کہ ایک روز حضور علیہ السلام حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے۔ وہ اس وقت کدو پکا رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اس ترکاری کو کھاتا ہے اس کے دل کی روشنی اور عقل بڑھ جاتی ہے اس کا دماغ قوت پاتا ہے اور حافظہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ منہ کی بدبو جاتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے دیگر جسمانی، روحانی اور دینی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ گاجر کھانے سے قولنج کا درد مٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے روایت کیا گیا ہے کہ کھجور، انار اور انگور کو آدمؑ کی باقی ماندہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے **مامن رمان اوحبۃ رمان الا فیھا قطرۃ من ماء الجنۃ** یعنی کوئی انار یا انار کا دانہ ایسا نہیں ہے جس میں آب جنت کا قطرہ شامل نہ ہو۔ اگر کوئی انار کا دانہ جس میں آب بہشت ہوتا ہے کھانا چاہے تو

---

[1] اس سے قبل مصنف رحمۃ اللہ نے بینگن کو مونث تحریر کیا ہے، اس لیے مترجم نے اس عبارت کے پیش نظر یہاں بینگن کو ترجمے میں مونث تحریر کیا ہے۔

اسے چاہیے کہ پورا انار اور اس کے دانے کھائے، اگر چہ ایک بہشتی دانہ ہی کافی ہوتا ہے۔ اس قسم کا طعام اس ہدایت یافتہ گروہ (صوفیہ) سے مناسبت رکھتا ہے۔

(مجلس میں) جڑی بوٹیوں کے فائدوں کا ذکر آ گیا، اکثر اوقات حضرت قدوۃ الکبراؒ کے ہمراہ جتی جوگی اور اس مسلک کے دوسرے اصحاب بھی ہوتے تھے اور جڑی بوٹیوں کے فائدے بیان کرتے رہتے تھے۔ کمال جوگی نے بتایا کہ جو شخص ہمیشہ ترپھلے کا استعمال جاری رکھتا ہے اسے اس قدر جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، خاص طور پر بینائی کے لیے بے حد مفید ہے۔ درپن ناتھ عرف عبداللہ نے جو حضرت کے بڑے خادموں میں سے ہیں بتایا کہ منڈی اور پیونڈی اور چند دیگر دوائیں جن کے لیے وہ مشہور ہیں اگر ہمیشہ استعمال کی جائیں تو اس قدر جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ کسی دوسری بوٹی یا دھات سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ چناں چہ ہندی زبان کا مقولہ ہے:

منڈی پیونڈی بھنگرہ سدہ جو تھا پاؤ
چنگی چنگی کھائے ہر ی چو نسٹھ باؤ

اگر کوئی شخص پاک لوگوں کے زمرے میں ہے تو وہ بجائے سدہ کے ڈھاک کے پتے اور اس کے سیاہ شگوفے شامل کرے۔ بے حد مفید ہے۔ دوسری بوٹیوں کے مقابلے میں سہدئی اگر ہمیشہ استعمال کی جائے تو زیادہ مفید ہے لیکن اس کے ساتھ روغن گاؤ کا استعمال ضروری ہے۔ اگر بھنگرہ تنہا استعمال کیا جائے تو اچھا ہے۔ اگر بھلاواں (ایک قسم کے درخت کا پھل) ہمیشہ استعمال کیا جائے تو وہ بھی بہتر ہے۔ اس کے استعمال سے جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ حکمانے اس کا اخروی فایدہ یہ بتایا ہے کہ حافظے کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر ہمیشہ استعمال کرے تو اس کے بال سفید نہیں ہوتے۔ اس کے ساتھ اگر پرہیز بھی جاری رکھے تو سفید بال بھی سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی عزیز دوڑ میں مقابلے کے لیے کھائے تو مقصد حاصل ہوگا۔ کمال جوگی فرماتے تھے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر بھلاواں ہمیشہ کھاتا رہے تو برص اور جذام کا مریض تندرست ہو جاتا ہے اسی طرح تخم پنواڑ بھی برص کے مریض کو فائدہ پہنچاتا ہے اگر کوئی شخص تخم پنواڑ ہمیشہ استعمال کرتا رہے تو بے حد مفید ہے، اس کا خوب تجربہ کیا جا چکا ہے۔

اگر مذکورہ جڑی بوٹیوں کے علاوہ میں دوسری جڑی بوٹیوں کی تفصیل بیان کروں تو یہ کتاب بہت ضخیم ہو جائے گی جو شخص مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اطبا کی کتابوں کا مطالعہ کرے اسے اپنا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

لطیفہ ۳۷

اعتکاف کی شرائط، خلوت اور گوشہ نشینی کی حقیقت نیز تجرید اور تفرید کے بیان میں

قال الاشرفؒ:

الاعتکاف لبث المعتکف فی المسجد بتعین المدۃ حتٰی ینقضی مدتہ وفی الحقیقۃ حفظ الجوارح عن الحرکۃ الطبعی وقال الفقہاء الاعتکاف سنۃ موکدۃ لانہ علیہ السلام کان اعتکف فی العشر الاخرمن رمضان، یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، اعتکاف معتکف کا مقررہ مدت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا ہے یہاں تک کہ وہ مدت گزر جائے۔ درحقیقت اعتکاف طبعی حرکات کی نگہداشت ہے۔ فقہا نے کہا ہے کہ اعتکاف سنت موکدہ ہے کیوں کہ یقیناً حضور علیہ السلام رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے۔

اگر معتکف نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ مقررمدت تک اعتکاف میں بیٹھے گا تو اسے روزہ رکھنا لازمی ہے کیوں کہ مقررکردہ اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے۔ اگر معتکف روزہ نہ رکھے گا تو اس کا اعتکاف درست نہ ہوگا۔ یہ قول حضرت امام الاعظمؒ کا ہے۔ مثلاً یوں کہے، علی ان اعتکف یوما اوشھراً اوسنۃ وھذا لا یجوزا لا بالصوم یعنی (میری) نیت ہے کہ میں ایک روز یا ایک ماہ یا ایک سال کا اعتکاف کروں اور یہ جائز نہیں ہے مگر روزے کے ساتھ۔ اگر معتکف نفلی اعتکاف کی نیت کرتا ہے تو اس کے لیے روا ہے کہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

جو شخص مسجد میں آئے اور اعتکاف کی نیت کرے تو جتنی دیر وہ مسجد میں توقف کرے گا اتنا ہی اعتکاف کا اجر اسے ملے گا۔ (جو شخص یہ شرائط پوری کرے) وہ معتکف کہلانے کا مستحق ہے۔ اعتکاف کے لیے غروبِ آفتاب کے وقت مسجد میں داخل ہو اور اعتکاف شروع کرے۔ جب اعتکاف کی مدت پوری ہوجائے تو غروب آفتاب سے پہلے مسجد سے نہ نکلے۔ معتکف پر لازم ہے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور اگر قدرت رکھتا ہے تو جاگتا رہے۔ ذکر یا تلاوت یا جو شغل کہ اس کے پیر نے اسے بتایا ہے اس میں مصروف رہے تاہم مبتدی کے لیے ذکر جلی (بلند آواز سے ذکر کرنا) زیادہ مفید ہے، کیوں کہ قلب اور

قالب کی غلاظت کی جگہ اس پانی کے بغیر پاک وصاف نہ ہوگی۔

جس شخص کو تصفیۂ قلب حاصل نہیں ہوا ہے اور وہ اس (خامی) کا تدارک کرنا چاہتا ہے تو اسے اس مجازی دل کی جس نے چار عناصر سے ترکیب پائی ہے اور اس دل کی حقیقت سے واقف ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ (طالب کو) پہلے یہ چاہیے کہ عام لوگوں سے میل جول نہ بڑھائے۔ اور وحدت ووحدانیت سے انس پیدا کرے، جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے، اذا اراد لله بعيدا خير الفسه بالوحدة ونقل عن التوريت من اعتزل سلم یعنی جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے باندھ دیتا ہے اور اسے وحدت سے مانوس کردیتا ہے نیز توریت سے منقول ہے جو شخص گوشہ گزیں ہوا اس نے نجات پائی۔ ابیات:

خلوتے گیرد ہر آں کو عاقلست
زاں کہ درخلوت صفاہائے دلست

ترجمہ: ہر صاحبِ عقل خلوت اختیار کرتا ہے کیوں کہ خلوت میں دل کی پاکیاں مضمر ہیں۔

خلوتِ صوفی صفائے دل بود
درد مندے راچنیں حاصل بود

(صوفی کی گوشہ گیری دل کی پاکیزگی ہے۔ دردمند انسان کا حاصل یہی ہوتا ہے۔)

زآتش خلوت نہ پختہ ہر کہ تن
خام ماند در حریفاں ہم چومن

(جو وجود خلوت کی آگ سے نہ پکایا گیا وہ دوستوں کے درمیان میری طرح خام رہے گا۔)

(طالب مذکورہ امور پر عمل کرنے کی) بے حد کوشش کرے تاکہ دنیا کی مشکل گھاٹی اس پر آسان ہوجائے اور دنیا سے قطع تعلق کا مرحلہ دل سے بجالائے۔ ظاہری خلوت تو یہ ہے کہ طالب ایک گوشے میں بیٹھ جائے اور باطنی خلوت یہ ہے کہ اپنے باطن کو ماسوا اللہ سے بالکل خالی کردے۔ رباعی[1]

خلوتِ ظاہر بداں تو انزوا
باطنِ خالی شدن از ماسوا[2]
ہر کہ خلوت ظاہر و باطن گرفت
خلوتی باشد ہمہ کامن گرفت

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

[2] یہ مصرع وزن میں نہیں ہے۔

ترجمہ: جان لے کہ ظاہری خلوت گوشہ نشینی ہے۔ باطنی خلوت ماسوا سے خالی ہو جانا ہے۔ جس کسی نے ظاہری اور باطنی خلوت اختیار کی بس وہی سب سے پوشیدگی اختیار کرنے والا (حقیقی) خلوتی ہے۔

وہ پاکیزگی جو خلوت میں حاصل ہوتی ہے کسی دوسری ریاضت سے حاصل نہیں ہوتی۔ شعر:

مرد بزنداں شرف آرد بدست
یوسف زیگو نہ بزنداں نشست

ترجمہ: عالی حوصلہ شخص کو قید خانے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ یوسف (علیہ السلام) نے اس شان سے قید خانہ اختیار کیا۔

اعتکاف کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مولا کے دروازے کا محافظ ہو جائے اور اپنے دل میں نیت کرے کہ جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاؤں اس سے دست بردار نہ ہوں گا۔ اس تکلیف میں خواہ زمین اور آسمان کی بلائیں نازل ہوں، جب تک میرا مقصود عطا نہ ہوگا میں اس کام سے نہ پھروں گا۔ بیت:

چشم از رُخ تو بر نکنم گر ہزار بار
در دیدہ ام ز آتش کشند میل

ترجمہ: میں تیرے چہرے سے نگاہ نہ ہٹاؤں گا، خواہ ہزار بار میری آنکھوں میں آتش سوزاں کی سلائیاں پھیر دیں۔

میرے خواجہ نور اللہ مرقدہٗ جو کونین بخشنے والے اور جن و انس کے مرشد ہیں فرماتے تھے، شعر:

پائے من جز درِ تو بر درِ دیگر نرود
کہ مرا سر برود عشقِ تو از سر نرود

ترجمہ: میرا قدم تیرے در کے سوا دوسرے کے دروازے پر نہ جائے گا۔ میرا سر جاتا ہے لیکن اس سر سے تیرا عشق نہ جائے گا۔

جس طرح قرض دینے والا قرض لینے والے کے دروازے پر جاتا ہے اور سختی کرتا ہے کہ **لاینصرف عن بابه حتٰی یقضی دینه** یعنی جب تک قرض ادا نہ کر دیا جائے وہ اس دروازے سے نہیں لوٹتا۔

چونکہ اعتکاف میں بیٹھنے والے کی نیت خالص اللہ کے لیے ہوتی ہے، خودنمائی اور رسمِ عادت نہیں ہوتی (اس لیے) دفترِ اعمال میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں ثبت کریں اور اُن کو نیک لوگوں کی لڑی میں پرو دیں (نیکوں کی پیروی کریں) **حیث قال علیه السلام، من اعتکف یوما ابتغاء لوجه الله جعل الله بینه وبین النار ثلاث خنادق بین کل خندق بعد مابین الخافقان** یعنی ایک مقام پر رسول علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے اللہ کے لیے ایک دن کا اعتکاف کیا، اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ پیدا فرماتا ہے اور ہر خندق کا فاصلہ مشرق سے

مغرب تک ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے سالک کو خلوت میں اس قدر زیادہ روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور اس کی اس قدر روحانی تکمیل ہوتی ہے کہ کسی دوسری ریاضت میں حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ خلوت تمام ریاضتوں، تکلیفوں اور سختیوں کی جامع ہے۔ حق تعالیٰ خلوت میں بیٹھنے والے کو محبوب رکھتا ہے کیوں کہ ان اللہ وتر یحب الو تر یعنی بے شک اللہ تعالیٰ فرد ہے اور محبوب رکھتا ہے فرد کو۔ پہلے پہل حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مبارک کو خلوت اور تنہائی کی لذت بخشی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نزولِ وحی سے قبل غار حرا میں ایک ایک ہفتہ خلوت میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ وجب للعبدان یلتزم خلو تا باللہ بنفسہ یعنی بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے لیے اپنے نفس پر خلوت کو لازم کرے۔

جان لیں کہ اعتکاف کو خلوت اور عزلت پر فوقیت حاصل ہے (کیوں کہ) اعتکاف روزے کے ساتھ گوشہ نشینی ہے اور عزلت اور خلوت میں روزہ نہیں رکھا جاتا۔ الخلوۃ لاھل الصفوۃ والعزلۃ من ارباب الوصلۃ یعنی خلوت اہل صفا کے لیے ہے اور عزلت اہل وصلت کے لیے ہے۔ عزلت اللہ تعالیٰ کے غیر سے کنارہ کش ہونا اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا ہے، جب کہ خلوت تنہائی، خلق سے دوری اور اہل وعیال سے لگاؤ نہ رکھنا ہے لیکن (یہ عمل) عبادت کی نیت سے اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی میں ہو کہ تو خلق اور خاندان کی دعوت میں مشغول ہوا۔ ان کی مشغولیت سے فارغ ہونے کے بعد تو (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) استغفار اور عاجزی کر کہ اس کے غیر سے مشغول ہوا۔ یہ وہ مقام ہے کہ انی استغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ یعنی تحقیق کہ میں اللہ تعالیٰ سے ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں۔ خلوت وعزلت کی حقیقت اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ اُن مکتوبات میں مذکور ہیں جو حضرت قدوۃ الکبرؒ سے منسوب ہیں۔

رباعی[۱]:

ہرچہ جز حق باشد آں دشمن بود
بعدۂ اعدائے تو ایں تن بود
بعدازاں مال وعیال خویش داں
کیں ہمہ در راہِ دیں رہزن بود

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز دشمن ہوتی ہے۔ اس کے بعد تیرا یہ جسم دشمن ہوتا ہے۔ اس کے بعد جان لے کہ مال اور اہل وعیال بھی دشمن ہیں کیوں کہ یہ سب دین کی راہ کے رہزن ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ اس راستے کے سالک کے لیے اہم بات یہ ہے کہ ایک پل کے لیے بھی نسبت اور حضوری سے غافل نہ ہو، خاص طور پر خلوت نشین کو جو عہد کردہ نسبت کا محل ہوتا ہے اور نفس حضور کی قوت سے آگاہ ہوتا ہے

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

(اس غفلت کے نقصان کا) تدارک نہیں ہو سکتا۔ اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الشیوخ[۱] حرم کعبہ میں عزلت وخلوت میں مشغول تھے کہ حضرت خضرؑ تشریف لائے۔ شیخ الشیوخ ان کی جانب متوجہ نہیں ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد آپ کو اصحاب نے خبردار کیا اور نصیحت کرنی شروع کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا یہ بات قابلِ رحم ہے اگر خضرؑ تشریف لاکر لوٹ گئے تو پھر آجائیں گے لیکن اے نیک بختو میں اس وقت مشغول بہ حق تھا اگر وہ وقت نکل جاتا تو پھر حاصل نہ ہوتا اور مجھے قیامت تک شرمندگی رہتی۔ رباعی:[۲]

اگر وقتے مرا بایار گردد
کہ جاں را اندراں دم بار نبود
دراں وقت ار بوم من غیر پرواز
غرامت ایں ہمہ سروکار نبود

ترجمہ: اگر میں دوست کے ساتھ کوئی ساعت بسر کروں جس میں سانس جان کے لیے بار نہ ہو۔ ایسی اچھی گھڑی میں اگر میں غیر کی جانب توجہ دوں تو اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ خضر علیہ السلام دوبارہ تشریف لے آئے۔ شیخ نے اُن کا استقبال کیا اور عرض کیا، خرجوا میامن برکتکم من اللہ الکریم یعنی آپ کی برکت سے خدائے کریم سے باہر ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ گوشہ نشینی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک خلق سے دوری یعنی لوگوں سے میل جول اور صحبت ترک کرنا اور دوسرے خلق سے لاتعلق یعنی خلق کو اپنے دل سے دور کر دینا اگرچہ ان کے درمیان رہے۔ یک دانہ موتی کی طرح اکیلا۔ شعر:

گر باہمہ چوں بے منی بے ہمہ
ور بے ہمہ چو بامنی باہمہ

ترجمہ: اگر تو سب میں شامل ہے اور میری طرح مجھ سے الگ ہے تو سب کے ساتھ نہیں ہے اور اگر تو سب سے الگ میرے ساتھ ہے تو میری طرح سب میں شامل ہے۔

---

[۱] "شیخ الشیوخ" سے یہاں کون بزرگ مراد ہیں، متن کتاب سے واضح نہیں ہوتا، لیکن سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی کتابوں میں شیخ الشیوخ کا لقب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہاں غالباً حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہی مراد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، فوائد الفواد از حسن علا سجزیؒ سیر الاولیا از امیر خورد کرمانی اور خیر المجالس از حمید قلندر شاعرؒ۔ سیر الاولیا میں بعض جگہ حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے لیے بھی شیخ الشیوخ تحریر ہوا ہے لیکن حضرت گنج شکرؒ کے مکۂ معظمہ جانے کی روایت کسی مستند تذکرے میں نہیں ہے لہٰذا شیخ الشیوخ سے مراد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ہی لیے جائیں گے۔

[۲] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ عبادت کے دس حصے ہیں، اس میں نو حصے خلق سے دوری ہے اور ایک حصہ خاموش رہنا ہے۔ شعر:

بخلوت نشیں و بر خیز از ہمہ چیز
ببر از خلق ویا با خلق در آمیز

ترجمہ: (اے سالک) خلوت میں بیٹھ اور سب چیزوں سے کنارہ کش ہو جا۔ یا تو خلق سے اپنے آپ کو کاٹ لے یا خلق میں گھل مل جا۔ (اختیار تیرے ہاتھ میں ہے)

حضرت شیخ سعدی قدس اللہ سرہٗ خلوت میں تھے۔ ایک شخص داخل ہوا اور دریافت کیا کہ اے شیخ آپ تنہا ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ جب تم داخل ہوئے تو تنہا ہو گیا۔ شعر:

سکوتے نیست بہر روح باکس
سکوتِ روح خلوت آمد و بس

ترجمہ: روح کو کسی شخص سے سکون حاصل نہیں ہوتا۔ روح کو صرف خلوت ہی سے سکون ملتا ہے۔

گوشہ نشینی تین طرح کی ہے۔ (اس کا اصل اصول) اپنے شر سے لوگوں کو بچانا ہے۔ اسی اصول کے مطابق مشائخ نے فرمایا ہے کہ خلوت میں بیٹھنے والے کو چاہیے کہ دل سے یہ نیت کرے کہ لوگ میرے شر سے تنگ آ چکے ہیں اور اگر میں چند روز خلوت میں نہ بیٹھوں تو لوگ میرے نفس کے شر سے پریشان ہو جائیں گے۔ (علاوہ ازیں) میرا وجود زیور خلوت سے آراستہ ہو جائے گا۔ یہ خیال ہرگز دل میں نہ لائے کہ میں لوگوں کے شر سے تنگ آ گیا ہوں اس لیے گوشہ نشین ہوتا ہوں۔ صد ہزار رحمتیں گنجہ ؎ کے کنج نشین پر ہوں جو فرماتے ہیں۔ شعر

ملامت گرفت از من ایام را
بہ کنجِ ارم بردم آرام را

ترجمہ: میری ذات کی وجہ سے زمانے کو ملامت کیا جاتا ہے اس لیے امن وسکون کے لیے خود کو گوشۂ جنت میں لے جاتا ہوں۔

(جیسا کہ مذکور ہوا) گوشہ نشینی تین طرح کی ہے۔ ایک خلوتِ عوام یعنی خلق اور زمانے سے دور ہونے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرے اور کبھی کبھی کاروبار کی خاطر لوگوں سے ملے۔ اس کا رتبہ معلوم ہے۔ دوسری خلوتِ خاص یعنی عام لوگوں کے درمیان رہے اور بازار میں پھرے لیکن بہ باطن حق کے ساتھ مشغول اور صاحب اسرار ہو۔ خواجگانِ نقشبندیہ نے اس کی جانب "خلوت درانجمن وسفر در وطن" ؎ کی اصطلاح میں اشارہ کیا ہے۔ تیسری خواص میں خاص لوگوں کی خلوت یعنی سالک

؎ گنجہ ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔ "گنجہ کے کنج نشیں" کنایہ ہے نظامی گنجوی سے جن کا شعر نقل کیا گیا ہے۔

کے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کی یاد کے کچھ نہ ہو۔

خلوت وعزلت اور چلہ کشی کے طریقے کا ذکر:

اپنے زمانے کا ایک نامور بادشاہ اور سردار، حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ چلّے سے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ واقف کار نے گزارش کی کہ اگر اجازت ہو تو میں چند روز اعتکاف میں گزار دوں۔ آپ نے فرمایا، مردانہ چلّہ یا زنانہ چلّہ۔ سلطان نے عرض کی کہ اے میرے مرشد مردانہ اور زنانہ چلّے کا فرق واضح فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ زنانہ چلّہ یہ ہے کہ جس طرح عورتیں نفاس کے دنوں میں گوشہ نشین ہوتی ہیں وہ بھی گوشہ نشین ہو جائے۔ اس کا حاصل سوائے کم کھانے اور کم سونے کے کچھ نہیں ہے اور مردانہ چلّہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر خلق میں موجود اور بہ باطن دریائے حق میں مستغرق ہو۔ یہ استغراق اس درجہ کا ہو کہ کبھی حواس کا احساس ہو اور کبھی بالکل نہ ہو۔

کما قال المشایخ، اصل العزلت عزل الحواس عن التصرف فی المحسوسات۔ یعنی جیسا کہ مشائخ نے فرمایا ہے، اصل گوشہ نشینی محسوسات کے تصرف سے حواس کو برطرف کرنا ہے۔

مردانہ اور زنانہ چلّے کا ذکر:

ازروئے اتفاق ایک محرم خادم کو جو حریم الٰہی کے محرم اور ناز کرنے والے مخدوم کے خادم تھے، ذاتی کام کے سبب اسفند یار بیگ کی خدمت میں دارالخلافہ روم جانا ہوا، چونکہ وہ حضرت کی درگاہ کے ملازم اور آپ کی بارگاہ کے خادم تھے، اسفند یار بیگ نے اُن کا استقبال کیا اور پوری تعظیم سے اپنی جائے قیام پر لے گیا اور صدر محفل میں بٹھایا۔ ایسا سبب ہوا کہ مشائخ کے چلّے سے متعلق گفتگو نکل آئی۔ حضرت خادم نے دوران گفتگو کہا کہ مردانہ چلّہ کرنا چاہیے۔ اسفند یار بیگ نے دریافت کیا کہ زنانہ اور مردانہ چلّہ کیا ہوتا ہے؟ محرم نے حریم سلطنت سے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ سے سننے میں آیا ہے کہ مردانہ چلہ یہ ہے کہ جس مقام پر بھی ہو، اپنے مقصود سے ایک پل بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ زنانہ چلّے کا ذکر ہو ہی چکا ہے۔ دوسرے مردانہ چلّہ یہ ہے کہ مرد بہت زیادہ کھاتا ہے اور بہت زیادہ کام بھی کرتا ہے۔ اسفندر یار بیگ نے کہا کہ اگر (کر کے) دکھائیں تو سرفراز فرمائیں گے۔ محرم خادم نے کہا کہ سراپردہ کھینچ کر ایک بکرا، ایک من آٹا، آدھا من کرنج[2] اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کھانا پکانے کی مہیا کریں۔ ہر روز یہ سامان ان کی خدمت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ جناب محرم یہ تمام چیزیں کھا جاتے اور سانس تک نہ لیتے۔ پیشاب پاخانے کو بھی باہر نہ نکلتے۔ یہاں تک کہ چالیس روز پورے ہو گئے۔ جب (ضروری حاجت کے لیے) جنگل کی طرف نکلے تو دو مینگنیاں زمین پر ڈالیں۔ یاروں نے وہ مینگنیاں

---

[1] "خلوت در انجمن وسفر در وطن" لوگوں میں رہتے ہوئے خلوت میں رہنا اور اپنے باطن میں سفر کرنا۔

[2] کرنج۔ یہ لفظ کسی لغت میں نہیں ملا۔ شاید کرنب ہو جس کے معنی بند گوبھی کے ہیں یا برنج یعنی چاول ہو۔

اٹھا کر اصحاب کو دکھائیں ہتھوڑا اور گھن لا کر انھیں کوٹا لیکن وہ نہیں ٹوٹیں۔ قطعہ:[1]

کمالِ خویش را آں چلّہ بند
کہ شصت و چل تو اند چلّہ کردن
زہے مردانِ چلّہ کش کا نچنانند
کہ زیشاں چلّہ دل زاں چلّہ کردن

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ خلوت میں کھانا پینا مقررہ طریقے کے مطابق ہوتا ہے۔ درجہ بدرجہ غذا میں کمی کرے۔ ایک دم سے کمی نہ کرے۔ اگر ایک دم کمی کی جائے گی تو دل بے جان ہوجائے گا۔ ہندوستان کے اکثر لوگوں نے ریاضت ومجاہدے میں بدعت اختیار کرلی ہے۔ چناں چہ میں نے خود بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ ایک لونگ اور چچھ سر کے پر گزارہ کرتے ہیں اور جسم کو کمزور کرتے ہیں۔ اس قسم کی ریاضت کا حاصل سوائے نا جوگی اور شہرت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔ قطعہ:

بہ بیند شاہدِ رعنائے خلوت
کسے کز فاقہ کردن فربہی یافت
کسے کو در سر خلوت ز معہود
گزشتہ از غذا و فربہی یافت[2]

ترجمہ: وہ شخص خلوت کا زیبا معشوق دیکھتا ہے جو فاقہ کرنے سے فربہی پاتا ہے۔ وہ شخص جو خلوت میں مقررہ غذا سے گزر کر فربہ ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر محض بھوکا رہنے سے تکمیل ہوجاتی تو لازمی طور پر تمام جوگی قطب الاقطاب ہوتے۔ اگر چہ بھوک کو بھی مجاہدے کا ایک اصول کہا گیا ہے لیکن جب تک ذکر وفکر کی دوسری چیزیں ممد و معاون نہ ہوں مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا اور جن لوگوں نے مدت تک بھوک پیاس جھیلی ہے اور کرامت خیال کرتے ہیں انھوں نے غلطی کی ہے بلکہ ان کی توانائی صرف خواہشِ نفسانی اور شہرت یابی پر صرف ہوئی، اسی قوت سے انھوں نے بھوک برداشت کی۔

---

[1] یہ قطعہ صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے۔ تیسرا مصرع بے وزن ہے۔ صحیح نقل نہ ہونے کی وجہ سے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

[2] مطبوعہ نسخے میں اس قطعے کا چوتھا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ ''گزشتہ از غذا فربہی یافت'' پہلی بات تو یہ ہے کہ مصرع بے وزن ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مصرعے کا ترجمہ ہوگا ''غذا سے گزر کر فربہ ہوگیا'' یہ ترجمہ مہمل ہوگا اس لیے مترجم نے قیاسی تصحیح کی ہے اور چوتھا مصرع اس طرح بدل کر ترجمہ کیا ہے۔ ''گزشتہ از غذا و فربہی یافت'' احقر مترجم کا خیال ہے کہ پورا قطعہ صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے اور اس میں سہو کتابت ہے کیونکہ اس قطعے کے بعد جو مضمون آرہا ہے وہ اس قطعے کے مفہوم کے برعکس ہے۔

ایک مکار چلہ کش درویش کا قصہ :

اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ سیلون کے سفر کے دوران ہم شہر صفاہان میں پہنچے۔ اس علاقے کا والی تمام تر توجہ کے ساتھ حاضر ہوا اور ملاقات کی۔ اس نے بیان کیا کہ ہمارے شہر میں ایک درویش ہے جو چالیس روز بعد افطار کرتا ہے۔ اس کے مریدوں اور معتقدوں کی ایک جماعت (افطار کے دن) اس کی زیارت کرتی ہے اور اپنے شیخ کی ستائش کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا چلہ پورا ہونے والا ہے یا دیر ہے۔ والی نے عرض کیا کہ کل باہر آئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم شہر کے لوگوں کو اس کی زیارت کے لیے نہ جانے دو اور چھوٹے بڑے لوگ بھی اس کی زیارت کے لیے نہ جائیں۔ چناں چہ اس پر عمل کیا گیا۔ ریا کار شیخ جس نے چالیس دن تک ریا کاری کی سجاوٹ اور خود نمائی کی شکل کو شہرت سے آراستہ اور غرور سے مزین قدر پر ڈھالا تھا، سخت صدمے سے دوچار ہوا۔ اپنی کھوٹی پونجی اور فاسد مکاری کو کس خریدار کو دکھاتا اس کی چالیس روزہ قوت یہی خودنمائی اور شہرت تھی جو اسے حاصل نہ ہوئی ناچار اپنا اسباب آخرت کے سرائے کے لیے روانہ کیا (صدمے سے مرگیا۔)

گوشہ گزینی کی شرط یہ ہے کہ پہلے سلوک و معرفت، توحید، نفی و اثبات اور دل میں گزرنے والے وسوسوں اور بے جا خواہشوں کو دفع کرنے کا علم حاصل کرے، اس کے بعد خلوت میں بیٹھے، ورنہ نفسانی خیالات اور بے ہودہ شہوانی باتیں اسے ضلالت کی پستی میں ڈال دیں گی۔ والعزلت مقارنة الشیطان یعنی گوشہ نشینی شیطان کے قریب ہونا ہے۔ اس کیفیت کا شخص ایسا ہوتا ہے۔ شعر

خیالات نادان خلوت نشاں[1]
بہم برکند عاقبت کفر و دیں

ترجمہ: نادان خلوت نشیں کے بے ہودہ خیالات آخر کار کفر و دین کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر مبتدی خلوت میں بیٹھے تو پیر کی قیام گاہ سے دور گوشۂ عبادت نہ بنائے تا کہ خلوت کے دوران جو واقعہ اور مشاہدہ آئے پیر سے عرض کر سکے اور اس کی ہدایت کے مطابق منازل سلوک طے کر سکے۔ اگر مرید منتہی ہے تو اسے خلوت کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ جس مقام پر ہے خلوت ہی میں ہے۔ قطعہ:

کسے کز خویشتن بگرفت عزلت
بہر دو عالمش خلوت مہیاست
زہے آں مرشد دانائے اسرار
کہ وے را ایں چنیں خلوت بیا راست

---

[1] شعر گوئی کے قاعدے کے مطابق نشاں کے بجائے "نشیں" ہونا چاہیے کیوں کہ دوسرے مصرعے میں "دیں" کا قافیہ ہے اس لیے پہلے مصرعے میں "نشیں" قافیہ ہونا چاہیے۔

ترجمہ: جس سالک نے اپنی ہستی سے دوری اختیار کی اسے دونوں عالموں میں (ہر جگہ) خلوت میسر ہے۔ مرحبا وہ واقف راز مرشد (عظیم ہے جس نے) مرید سالک کے لیے ایسی خلوت کو آراستہ کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ طالب صادق جو خلوت میں بیٹھتا ہے اس کے لیے اس راہ کی دس شرطیں ہیں بقدر ضرورت شریعت کا علم ہونا۔ توحید و معرفت کا علم ہونا۔ جو علم سیکھا ہے اس کے مطابق عمل کرنا۔ اپنے اختیار سے مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا نہ کہ ضرورتاً اور مجبوراً تحمّل کرنا۔ اپنے آپ کو سب سے کمتر جاننا تاکہ غرور میں مبتلا نہ ہو اعمال میں فتور اور تفرقہ پیدا نہ کرنا۔ اپنی ذات میں طاعت وعبادت کے غرور کو راہ نہ دینا۔ جو کچھ غیب سے عطا ہو اسے جمع نہ کرنا۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا کرتی ہیں ان سے کامل طور پر لاتعلق ہوجانا اور (اپنے اس فیصلے کو) سرمایۂ سعادت اور نفع رساں جاننا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ اگر طالب کی کوئی دنیاوی مراد یا جان سے لپٹنے والا مقصود حاصل نہ ہو تو اسے اصل دولت اور سعادت خیال کرے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو دنیا سے باز رکھتا ہے۔

قیامت کے دن مولا اور بندے کے درمیان معاملے کا ایک عجیب نکتہ:

اسی سلسلے میں فرمایا کہ کل قیامت کے دن حساب گاہ میں بندہ اپنے نامۂ اعمال پر نظر ڈالے گا اور اس میں بعض ایسی عبادتوں کا ثواب دیکھے گا جو اس نے دنیا میں ہرگز نہیں کی تھیں وہ حیران ہوگا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ عبادتیں نہیں کی تھیں۔ جواب آئے گا کہ تو نے دنیا میں مجھ سے فلاں مراد مانگی تھی جو میں نے پوری نہیں کی۔ اب اس نارسیدہ مراد کے بدلے میں نے یہ ثواب عطا کیا ہے۔ بندہ عرض کرے گا اگر آپ کا ایسا لطف وکرم ہے تو دنیا میں میری کوئی مراد پوری نہ کی ہوتی تاکہ مجھے اس کا بدلہ یہاں ملتا۔ قطعہ:

مرادِ دل کہ زمطلوب کم شود حاصل

بگوشِ ہوش شنو کاں بروں زحکمت نیست

طبیب ہر چہ بہ بیمار خوردنی بدہد

مگر زطبع سقیمی کہ آں مروت نیست

ترجمہ: وہ مراد دلی جو محبوب سے حاصل نہیں ہوتی تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ روش بھی حکمت سے باہر نہیں ہے۔

طبیب بیمار کو جو کچھ بھی کھانے کے لیے دیتا ہے بیمار کی طبیعت کے مطابق ہے۔ مروت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ خلوت نشیں خلوت سے باہر نہ نکلے، لیکن انسانی قضائے حاجت کے لیے جیسے پیشاب پاخانہ ہے باہر آسکتا ہے۔ (اس کے علاوہ) وضو کرنے، نماز باجماعت ادا کرنے اور نماز جمعہ کے لیے باہر نکل سکتا ہے۔ نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے، اگر ممکن نہ ہو تو کسی شخص کو حجرے کے اندر بلالے اور جماعت کرے جاہلوں کا گروہ جو جمعہ

وجماعت اور پانچ نمازوں کے لیے باہر نہیں آتے غلط کرتے ہیں۔

چلے کے دنوں کے تعین اور ان کی ادائیگی کا بیان:

چلّے کے دنوں کے تعین اور انصرام کا ذکر آگیا (اس پر) حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ (بزرگوں نے) چلے کے ایام کے تعین کے باب میں سنت نبوی اور حدیث مصطفوی کو سند بنایا ہے۔ انھوں نے آیات، آثار، احادیث اور دوسری روایات کی بھی پیروی کی ہے۔[۱] رسول علیہ السلام نے فرمایا، جس نے خالص اللہ کے لیے چالیس دن خلوت میں گزارے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے حکمت کے چشمے پیدا فرماتا ہے جو اس کی زبان سے جاری ہوتے ہیں۔ نیز رسول علیہ السلام نے فرمایا، بندہ چلہ نہیں کھینچتا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ اس کے طبقے کے لیے ہے اور عوارف میں ہے، تحقیق جب داؤد علیہ السلام خطا میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خاص کر دیا ان کو، اس حال میں کہ وہ سجدہ کنندہ رہیں چالیس دن اور رات یہاں تک کہ ان پر بخشش نازل ہوئی عظیم رب سے۔

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ان ایام میں جب حضرت داؤد علیہ السلام سجدہ گزاری میں مشغول تھے سجدے سے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ صرف مفروضہ نماز کے وقت سر اٹھاتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو جاری ہوئے کہ (زمین سے) انگور اُگ آئے۔ اس مدت میں حضرت داؤد علیہ السلام نے کھانے پینے سے ہرگز سروکار نہ رکھا۔ بناش کے قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھیں رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے، اے بناش باہر آؤ۔ وہ گریہ اور تضرع کرتے ہوئے باہر نکلے پھر چالیس دن تک مشغول بحق رہے۔ اس کے بعد آسمان کی جانب سر اٹھایا اور عرض کیا کہ اے محمد اور آدم وحوا (علیہم السلام) کے رب اگر تونے (مجھے) بخش دیا ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعے خبر کر، وگرنہ آسمان سے آگ برسا کہ میں اس آگ میں خود کو جلا ڈالوں اور عذابِ دوزخ سے رہائی پاؤں۔ ناگاہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کی مغفرت کی خوش خبری سنائی۔ وقد خص اللہ تعالیٰ اربعین یوماً بالذکر، فی قصۃ موسیٰ ترک الطعام بالنہار واکلہ باللیل یطوی اربعین من غیر اکل یعنی اللہ تعالیٰ نے چالیس روز ذکر کے ساتھ مخصوص فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ آپ نے دن کا کھانا ترک کیا صرف رات کو کھاتے تھے اور چالیس دن بغیر کھائے روزے پر روزہ رکھا۔ اس طرح کی باتیں آثار واخبار میں کثرت سے بیان کی گئی ہیں جن سے چلے اور اس کے دنوں کا تعین معلوم ہوجاتا ہے۔ حق تعالیٰ نے چالیس دن میں ایک فضل اور برکت رکھی ہے اسی سبب سے صحابہ، تابعین، کامل مشائخ، متقدمین اور متاخرین نے (خلوت کے لیے) اسے اصل قرار دیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اعتکاف جس ماہ میں میسر ہوسکے بہتر ہے لیکن جن بزرگوں نے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی متابعت میں ان کی پیروی کی ہے اور اعتکاف میں بیٹھے ہیں وہ چار طرح کے ہیں۔

---

[۱] احقر مترجم نے یہاں طویل عربی عبارت کو نقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

اوّل جمادی الآخر کی اکیسویں شب سے پورے ماہ رجب تک۔ یہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی متابعت میں ہوتا ہے دوسرا ماہِ شعبان کی اکیسویں شب سے شبِ عید تک۔ یہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض علما تو وہی رمضان کے آخری عشرے کو مسنون کہتے ہیں اور دوسرا اگر وہ پورے رمضان اعتکاف کرنے پر مصر ہے۔ تیسرا ذی قعدہ کی بیسویں رات سے عید قربان کی شب تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متابعت میں ہوتا ہے اور چوتھا ذی الحجہ کی چودھویں شب سے ماہِ محرم کی پانچویں رات تک جو حضرت یونس علیہ السلام کی پیروی میں ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اعتکاف کرنے والے کو سوائے سات حالتوں کے باہر نہیں نکلنا چاہیے یعنی وضو، انسانی قضائے حاجت، غسل جنابت یا کسی طرح غسل، نماز جمعہ، اعتکاف کی جگہ تباہ ہوجائے یا بادشاہ کی مہمات کے لیے جائے بشرطیکہ کہ دوسرا شخص مہم کا انتظام نہ کرسکتا ہو اگر دوسرا شخص کرسکتا ہے تو بادشاہ کی مہم کے لیے بھی باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ معتکف کے لیے جائز ہے کہ وہ مسجد کے گوشے میں کھائے پیے اور قیام کرے۔ اس کے سوا دوسرے شخص کو جائز نہیں ہے۔ اِن مذکورہ سات حالتوں کے سوا اگر معتکف باہر نکلے تو اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔ یہی حکم مریض کی عیادت کے لیے ہے لیکن غیر نذر معتکف کو جس نے نفلی اعتکاف کیا ہے، مریض کی عیادت اور جنازے کے ساتھ جانے کی اجازت ہے۔[1] اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے ایک واجب اور دوسرا نفل۔ واجب وہ ہے کہ اپنے نفس پر واجب کرلیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے مگر روزے کے ساتھ۔ اور (کسی مسجد میں) جائز نہیں ہے مگر اس مسجد میں جس میں جماعت کے لیے امام اور موذن رکھا گیا ہے۔ جب پیشاب پاخانے کے لیے باہر نکلے تو فراغت کے بعد ٹھہرنے کا تکلف نہ کرے۔ اگر اعتکاف کی نذر کے وقت شرط کرلی ہے کہ مریض کی عیادت، نماز جنازہ اور علما کی مجلس میں حاضر ہونے کے لیے باہر نکلوں گا تو کچھ حرج نہیں ورنہ ایک ساعت کے لیے بھی باہر نکلا تو اعتکاف باطل ہوجائے گا۔

شرائطِ اعتکاف:

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب طالب صادق اور پختہ سالک خلوت میں جانے کا ارادہ کرے تو پہلے کامل غسل کرے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد خلوت کی طرف متوجہ ہو۔ جب دروازے پر پہنچے تو (یہ دعا) پڑھے۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً۔[2]

(ترجمہ) اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقے سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔

---

[1] یہاں سے آخر پیرے تک تمام مطالب عربی عبارت میں ہیں۔ احقر مترجم نے طویل عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ کیا ہے۔

[2] پارہ۔۱۵، سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۰

جب مصلے پر کھڑا ہوتو پہلے دایاں پاؤں مصلے پر رکھے اور کہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِي ذُنُوبِي وَافْتَح لِي اَبوَابَ رَحْمَتِکَ یعنی اے خدا میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، پھر آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز عجز و انکسار اور صدق و اخلاص کے ساتھ ادا کرے اور اسی حالت میں، جس صورت میں تشہد میں بیٹھتے ہیں، بیٹھے، پھر فرض اور سنت سے فارغ ہونے کے بعد اس ذکر میں مشغول ہوجائے جو اس کے مناسب حال اس کے شیخ نے تلقین کیا ہے۔ تمام مشائخ نے اذکار میں سے لا الٰہ اِلاَّ اللّٰہ کا ذکر اختیار کیا ہے۔ اگرچہ مشائخ چشت نے ذکرِ خفی کیا ہے لیکن اس فقیر کو جس کا نام اشرف ہے، حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے بلند آواز سے ذکر کرنے کی اجازت دی ہے اور اس نے اپنے اصحاب کو یہی تلقین کیا ہے۔ اشعار:

عارفانہ چو ذاکری آگاہ
خوش بگو لا الٰہ اِلا اللہ

ترجمہ: جب تو عارفانہ طور پر ذکر سے واقف ہے تو خوشی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کر۔

گر تو خواہی شہودِ یزدانی
از زباں لا الٰہ در خوانی

اگر تو اللہ تعالیٰ کے شہود کا طالب ہے تو زبان سے لا الٰہ کا ذکر کر۔

زانکہ آئینہ دل بہ زنگ
صیقلش لا الٰہ گیر بسنگ

دل کا آئینہ جو زنگ آلود ہوگیا ہے، اسے لا الٰہ کے پتھر سے صیقل کر

آہن و سنگ چوں بہم بزنی
شررِ نورِ او بروں فگنی

جب لوہے کو پتھر سے رگڑے گا تو اس کے نور کی چنگاری باہر ظاہر ہوگی۔

نفی و اثبات کے علاوہ دیگر اذکار کا طریقہ سابق لطیفے میں بیان کیا جاچکا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کھانے سے متعلق مشائخ کا عمل مختلف ہے۔ سب سے کم (غذا) یہ ہے کہ روٹی اور نمک پر قناعت کریں۔ رات میں ایک رطل کھانا کھائے۔ اگر مناسب ہو تو آخر عشا کے بعد اول شب میں آدھا کھانا کھائے اور آدھا کھانا آخر شب میں کھائے۔ یہ صورت معدے کے لیے آسانی پیدا کرتی ہے اور کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اس سے رات کی نماز، تلاوت اور اذکار (بغیر گرانی کے) جاری رہتے ہیں۔ اگر طالب کے لیے سالن ترک کرنا ممکن نہ ہو تو اپنی حالت کے مناسب مقدار میں کھائے۔

غذا میں کمی کرنا اور طے کا روزہ رکھنا:

اگر افطار پھل سے کرے بہتر ہے۔ ابتدا تھوڑے تھوڑے کھانے سے کرے تاکہ طالب کی قوت زایل نہ ہو۔ جب ہمت بلند ہو جائے تو مسلسل روزے کی کوشش کرے۔ چند روزے طے کے رکھے اور وہ بھی اس طرح کہ جسمانی قوت اس طے کو برداشت کرے۔ ہرگز ہرگز ایسے طے نہ کرے کہ مقصد حاصل ہی نہ ہو، اور جسمانی ضعف غالب آ جائے۔ ایسے عمل کی ممانعت کی گئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ میں طے کے بارے اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے تین دن کا دوسرے نے سات دن کا تیسرے گروہ نے آدھے مہینے کا روزہ رکھا ہے۔ یہ (مدّت) ترتیب سے میسر ہوتی ہے ورنہ ایک دم (مدّت کا اضافہ) مشکل ہے۔ بزرگوں نے اس کام کا دارومدار چار چیزوں پر رکھا ہے۔ بھوک۔ بیداری۔ خلوت اور فکر۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ خلوت میں غذا کو کم کرنے سے متعلق مشائخ کے مختلف احوال اور اقوال بیان کیے گئے ہیں۔ فقیر کے نزدیک قلتِ طعام اسی قدر مناسب ہے کہ انسانی ضعف پیدا نہ ہو اور جسم پر شدید اثر نہ ہو، لہٰذا خلوت میں اتنی غذا مناسب ہے جو معمول کے مطابق ہو۔ تھوڑا تھوڑا ضرور کھاتا رہے خواہ کئی مرتبہ کھانا پڑے۔ صوفی کے لیے شوربا دال مناسب ہے۔ فائدہ بخش ہے۔ انتہا بہ نسبت مبتدی اور متوسط کی بیان کی جاتی ہے لیکن منتہی بیماری کے بعد صحت یاب ہوکر آثار و انوار اور حال و مقام کی صفت پر متمکن ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ فرماتے تھے اور بار بار فرماتے تھے کہ مجھے آخرِ حال میں کھانے اور پینے کے جو فائدے حاصل ہوئے، ایسی روحانی خوشی اور حقیقت ابتدائے سلوک میں میسر نہیں ہوئی۔ میں نے ریاضتوں کی سختیاں یا مجاہدے میں زیادتی جیسے کھانے پینے میں کمی کرنا (وغیرہ) کبھی روا نہیں رکھی لیکن ہر بدنفس شخص کو یہ باتیں دستور نہیں بنانا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ خلوت میں صحبت کی تفصیلات میں مشائخ میں اختلاف ہے ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ (شیخ) کی صحبت کے بغیر خلوت و عزلت بے کار ہے۔ حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) فرماتے تھے کہ نیک لوگوں اور عارفوں کی صحبت میں بے حد منافع ہیں لیکن یہ صحبت کہاں میسر ہے۔ رباعی:

کو سوختۂ کہ سازمش محرمِ خویش
بادل شدۂ کہ یابمش ہمدمِ خویش
بس ہر دو بکنجِ خلوتے بنشستہ (اند) ؎
من ماتمِ خود دارم و او ماتمِ خویش

ترجمہ: وہ سوختہ (جاں) کہاں ہے جسے میں اپنا محرم بناؤں۔ ایسا دل گم کردہ کہاں جسے اپنا ہمدم پاؤں۔ بس دونوں اپنے اپنے

؎ طلائین میں "اند" کا قیاسی اضافہ احقر مترجم کا ہے۔ اس طرح وزن بھی پورا ہو جاتا ہے اور مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔

گوشۂ خلوت میں بیٹھے ہیں۔ میں اپنے ماتم میں مصروف ہوں اور وہ اپنے ماتم میں مصروف ہے۔

اصحاب سلوک جو ریاضتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اس لیے کرتے ہیں کہ کسی واصل بہ حق کی صحبت کے لائق اور کسی شیخِ کامل کی خدمت میں رہنے کے قابل ہو جائیں کیونکہ کسی واصل بہ حق کی ایک دن کی صحبت سو سال کے مجاہدے سے بہتر ہے۔ کما قال علیہ السلام ان الصّلوٰۃ والصّیام یقضی وصحبۃ الصالحین والعارفین لایقضی یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا بے شک نماز اور روزے کی قضا ہو سکتی ہے (لیکن) صالحین اور عارفین کی صحبت (فوت ہونے) کی قضا نہیں ہوتی۔ قطعہ:

اگر فوت از نماز و روزہ باشد
تواں کردن قضایش باز از سر
ولے گر فوت گردد صحبت دوست
قضا لیش کرد نتواں بار دیگر

ترجمہ: اگر نماز یا روزہ (کسی وجہ سے) ادا نہ ہو سکے تو دوسرے وقت اس کی قضا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر دوست کی صحبت فوت ہو جائے تو اس کی تلافی ناممکن ہے۔

منقول ہے کہ مومن سے بھلائی اور برائی دونوں واقع ہوتے ہیں اور کافر سے ہمیشہ برائی سرزد ہوتی ہے اور بھلائی کم ہی واقع ہوتی ہے۔ اس کا سبب بھی صحبت ہی ہے کہ آدم علیہ السلام کے صلب (کمر کی ہڈی) میں دونوں مصاحبت رکھتے تھے، والصحبت تؤثر یعنی "صحبت میں اثر ہوتا ہے۔" کے قول سے بزرگوں نے اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ حضرت مالک بن دینار اور ایک دہریے کے درمیان دین کی فضیلت پر بحث چھڑ گئی۔ ہر ایک نے اپنے اپنے موقف پر دلائل اور اقوال پیش کیے، آخر فیصلہ اس پر قرار پایا کہ دونوں آگ میں کودیں جس کا موقف سچا ہوگا وہ آگ سے سلامت رہے گا۔ چنانچہ دونوں آگ میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ دونوں دینار کے سرخ سونے کی مانند کسوٹی پر پورے اترے (دونوں آگ سے سلامت رہے) لوگ اس واقعے پر حیران ہوئے۔ غیب سے آواز آئی۔ اے مالک اگرچہ یہ دہریہ دین کا دشمن ہے اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے لیکن تمھاری مصاحبت کی وجہ سے ہم نے اسے بھی آگ سے سلامتی کے ساتھ نکالا۔ قطعہ:

مسلمانے اگر ماند بکافر
مصاحب مالک دینار باشد
اگر در آتش عصیاں نشیند
زصحبت بہرہ بر دینار باشد

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کسی کافر کے ساتھ رہے تو وہ کافر مالک دینار کے مصاحب کے مانند ہوگا
اگر وہ کافر گناہ کی آگ میں بیٹھ جائے تو مالک دینار کی صحبت سے بہرہ ور ہوگا۔

منقول ہے کہ عرشِ عظیم پر یہ دو کلمے تحریر شدہ ہیں، جن سے فرشتے بھی بے خبر ہیں۔ وہ دو کلمے یہ ہیں کہ اگر بندہ سب سے پہلی اور سب سے آخری طاعت ادا کرتا ہے لیکن اہل فسق سے صحبت رکھتا ہے تو ہم اس کی تمام طاعت اور نیکیاں ناپید کردیں گے۔ حیث قال علیہ السلام اتقوا من مواضع التہم یعنی رسول علیہ السلام نے ایک مقام پر فرمایا کہ تہمت لگنے کے موقعوں سے بچو۔ یہاں تہمت کے موقعوں سے مراد ہم نشینی ہی ہے صحبۃ الضد اشد من العذاب یعنی صحبتِ ضد عذاب سے سخت تر ہے۔ اگر بندہ ساری زندگی گناہ کرے لیکن جب وہ صالحین کی صحبت اختیار کرلے تو اس کی تمام برائیاں نیکیاں ہوجاتی ہیں۔ اَلْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ [۱] (ترجمہ: نیکیاں دور کردیتی ہیں برائیوں کو)۔ اسی حقیقت کا بھید ہے۔

تجرید وتفرید کا بیان:

تجرید وتفرید سے متعلق ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبرؒ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تجرید خود سے ہوتی ہے اور تفرید اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے ہوتی ہے[۲] خلق سے لاتعلق ہوجانا تاکہ مشاہدۂ حق کا فائدہ حاصل ہوجائے یہ عام لوگوں کا رتبہ ہے اور اپنی ذات اور ماسوی اللہ سے لاتعلق ہوجانا مردوں کی نشانی ہے رباعی:

در حضرت دوست ترکِ خود گوے برد
زآلائش ہر دوکون دل شوے برد
ایں ہر دو چو یک بار ترا حاصل شد
ہر جا کہ روی اوست بآں سوے برد

ترجمہ: دوست کی بارگاہ میں خود کو ترک کرنے کی گیند اُچک کرلے جا۔ دونوں جہاں کی آلائش سے دل کو پاک کرکے چل، جب ایک بار یہ دونوں (نعمتیں) تجھے حاصل ہوجائیں تو جہاں بھی تو جائے گا وہیں دوست ہوگا اور اسی کی طرف جائے گا۔

---

[۱] پارہ ۱۲۔ سورۂ ہود، آیت ۱۱۴

[۲] لطیفہ ۷ جو تصوف کی اصطلاحات پر مشتمل ہے اس میں تجرید وتفرید کے یہ معانی بیان فرمائے ہیں۔
التجرید۔ سالک کے قلب کا ماسوی اللہ سے خالی ہونا۔ غیر و مخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔
التفرید۔ بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔
ملاحظہ فرمائیں لطائف اشرفی (اردو ترجمہ) کراچی طبع اول جلد اول ۱۹۹۹ء ص ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ یہاں لطیفہ ۳۷ میں غالباً سہو کتابت کے باعث معنی ومطلب برعکس ہوگئے۔ صحیح مفہوم لطیفہ ۷ میں درج ہوا ہے۔

تجرید عاشقوں کا روز بازار ہے اور تفرید ذات سے سروکار ہے۔ مجرد کا صدق جہانوں سے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو شے حقیقتِ "کن" کے تحت ہے (یعنی مخلوق ہے) اس سے بری ہو جائے اور تفرید یہ ہے کہ جو کچھ دونوں جہانوں میں حق تعالٰی کے سوا ہے اسے دل سے نکال دے۔ تجرید خلق اور ملک سے ظاہری طور پر علاحدگی ہے اور تفرید باطنی طور پر ملک وملکوت سے رہائی ہے۔ رباعی:[1]

چواز خود واز دو عالم دست شوئی
نشینی بر سرِ خوان ہم اوئی
چو زینساں میزبانی خوردہ باشی
ز دے امروز و فردا بردہ باشی

ترجمہ: جب تو نے اپنے آپ اور دونوں عالم سے ہاتھ دھو لیے اور یک جائی کے دستر خوان پر بیٹھ گیا، اگر اس طرح تو میز بان کی مصاحبت میں رہا تو تو نے آج اور کل کا قصہ ہی ختم کر دیا۔

تجرید اور تفرید سے متعلق باقی باتیں اصطلاحات کے لطیفے میں بیان کی جا چکی ہیں۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

لطیفہ ۳۸

صبح وشام کے وظائف، اہل اسلام کی پانچ نمازوں اور نوافل کا ذکر نیز ایام متبرکہ اور روزوں میں صوفیہ کی مشہور دعاؤں کے بیان میں۔

قال الاشرفؒ:

اَلْوَظِیفَۃُ حِفْظُ النِّسْبَۃِ عَلٰی سَبِیلِ الْمَلٰکِیَۃِ بِحَیْثُ لَا یَفُوْتُ بِطَرفَۃِ الْعَیْنِ، یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ وظیفہ نسبت کی حفاظت کرنا ہے مہارت کے طور پر اس کیفیت کے ساتھ کہ ایک لمحے کے لیے بھی فوت نہ ہو حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ کی ایک جماعت نے وظیفہ اور ورد کے الفاظ ہم معنی رکھے ہیں اور دوسرے گروہ نے ایسے الفاظ مقرر کیے ہیں جو ہم معنی نہیں ہیں۔ ان بزرگوں کو ورد ووظائف اور عمدہ دعاؤں کے ارکان سے تمام تر فائدے ہوئے۔ متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی بزرگ ایسا نہ تھا جو اس نعمت سے محروم رہا ہو۔ انھوں نے صحابہؓ اور تابعین کی پیروی سے یہ راستہ طے کیا۔ قال علیہ السلام من لا وردلہ وارده یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کا ورد نہیں ہے وہ وارد (پانی پر آنے والا) ہے۔

اس حکمت سے اس کی فضیلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ [1] (مجھ سے دعا کرو میں (ضرور) قبول کروں گا)۔ یعنی [2] تم مجھے معذرت کے ساتھ پکارو میں مغفرت کے ساتھ تمھاری معذرت قبول کروں گا۔ تم مجھے غفلت کے بغیر پکارو میں بغیر مہلت کے (تمھاری دعا) قبول کروں گا۔ تم مجھے بے قراری کی حالت میں پکارو، میں (تمھاری دعا) نقصان کے اسباب دور کرتے ہوئے قبول کروں گا اور تم پر سرور کے دروازے کھول دوں گا۔)

---

[1] پارہ ۲۴۔ سورۃ المومن، آیت ۶۰

[2] یہاں سے مذکورہ آیت کے بعد عربی کی عبارت نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اس کا ترجمہ کردیا ہے۔

صاحب الورد ملعون اور تارک الورد ملعون والی حدیث شریف کی شرح:۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے حدیث میں آیا ہے کہ صاحب الورد ملعون وتارک الورد ملعون یعنی ورد کرنے والا ملعون ہے اور چھوڑ دینے والا بھی ملعون ہے۔ لوگوں نے حضرت سلطان المشائخؒ سے اس کا مطلب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا، اس حدیث کی شان کا سبب ایک کتابی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا فلاں یہودی یا نصرانی بلاناغہ بہت سے اوراد اور وظائف میں مشغول رہتا ہے اور اس شغل کو اُن کی اصطلاح میں "تخشا" کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں اوراد کے اس غلو کی بات پہنچی تو فرمایا کہ صاحب ورد ملعون ہے۔ جب یہ قول مبارک اس کتابی تک پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ صاحب ورد ملعون ہے تو اس ورد کو جو وہ پڑھتا تھا چھوڑ دیا۔ اس کے ترک ورد کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں آئی تو فرمایا کہ ورد ترک کرنے والا ملعون ہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ (حدیث) عمومیت رکھتی ہے۔ ورد کا چھوڑ دینا ایسے شخص کے بارے میں ہے جس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ باقاعدگی سے اوراد و وظائف ادا کرسکتا ہے اور جو عام لوگوں کے معاملات طے کرنے کے کام سے بری الذمہ ہے اگر وہ ورد ترک کرے تو "تارک الورد ملعون" ہوگا اس کے برعکس ایک ایسا شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرنے کا کام ہے یا اس کے سپرد مہمات ہیں یا لوگ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اس کے پاس آتے ہیں اگر وہ اوراد و وظائف میں مشغول ہوتا ہے تو "صاحب الورد ملعون" ہوگا۔

اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ حضرت شرف الدین منیریؒ ایک راستے سے گزر رہے تھے کہ اُن کی نظر ایک دولت مند اور سرکاری ملازم پر پڑی جو عبادات، نوافل اور گوشہ نشین ہوکر ریاضتوں میں مشغول تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ بے چارہ اپنے راستے سے بھٹک گیا ہے اور دوسرے لوگوں کے راستے پر چل پڑا ہے۔ خادموں نے اس ارشاد کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ اہل دولت کے مناسب کام یہ ہے کہ وہ عمدہ لباس اور پسندیدہ خلعت فراہم کریں اور محتاجوں اور مسکینوں کو عنایت کریں (اسی طرح) قسم قسم کے کھانے پکوا کر بھوکوں کو کھلائیں یہ ان کی (اہل دولت کی) روش ہے، لیکن[1] درحقیقت ترک کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس کا قبول کرنا ہے۔ صاحب ورد کے ملعون ہونے میں ایک اشارہ یہ ہے کہ اپنے اعمال کا غرور ملعونیت سے کم نہیں ہے یا صاحب الورد ہونا جو صفت اور موصوف کے قبیلے سے ہے اور دولت مندی سے متعلق نہیں ہے اگر صاحب ورد اوصاف کے فنا ہونے کے درجے میں نہیں پہنچا جن سے توحید افعالی کا ادراک ہوتا ہے تو وہ ملعون

---

[1] یہاں سے پیرے کے آخر تک تمام عبارت دقیق اور مشکل ہے۔ مترجم نے جیسا کچھ بن پڑا ترجمہ کردیا۔ عبارت یہ ہے "امانی الحقیقت اشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بترک دادن اسماع واجابان آن ملعون شدن باقست۔ صاحب الورد شدن ایمائیست بروایت اعمال خود و آن کم از ملعونیت نیست۔ صاحب الورد شدن کہ از قبیلۂ صفت وموصوف است واین بہ غنا مشعر نیست۔ چون صاحب ورد بفنائے اوصاف نرسیدہ کہ مشعر از توحید افعال شدہ از ملعون کم نیست۔ تارک الورد ظاہرست باوے نیز از قبیلۂ صفت موصوف بود۔"

سے کم نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ تارک الورد بھی صفت و موصوف کے قبیلے سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے کہ دنیا کے طول و عرض میں رہنے والے چھوٹے بڑے مشائخ روزگار جن سے اس فقیر نے ملاقات کی اور اُن کی خدمت میں پہنچا، وہ سب حضرات تمام اوراد و وظائف ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ایک ساعت بھی اوراد و وظائف سے خالی نہ ہوتے تھے۔ ہم نے کم اور زیادہ کے معاملے میں اختصار کا راستہ اختیار کیا ہے تاکہ طالب صادق اس پر ہمیشہ عمل کرسکے کیوں کہ اسے دعاؤں اور وظایف کے علاوہ دوسرے کام بھی کرنے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے ریاضتوں کے جوہر سے سروکار رہے جیسا کہ بعض مشائخ نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اشعار:

مارا نہ مرید ورد خواں می باید
نے زاہد و حافظِ قرآں می باید
صاحب ورد و سوختہ جاں می باید
آتش زدۂ بخان وماں می باید

ترجمہ: ہمیں وردخواں مرید کی ضرورت نہیں ہے اور نہ حافظِ قرآن مرید درکار ہے۔ ہمیں تو سوختہ جاں صاحب ورد چاہیے جو گھر کے مال ومتاع کو پھونک چکا ہو۔

یہ لطیفہ چودہ شرف میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (چناں چہ) جو شخص ان دعاؤں اور وظائف کا شغل اختیار کرے گا تو ایسا ہوگا کہ اس نے گویا طاعت وعبادت میں پہلے اور پچھلے مشائخ وپیران چشت، (اللہ تعالیٰ ان کی خواب گاہوں کو پاک فرمائے اور جنت کو ان کی قیام گاہ بنائے) (یعنی) حضرت خواجہ مودود چشتیؒ، شیخ اکبر یعنی خواجہ قطب الدینؒ حضرت شیخ کبیر یعنی بابا فریدؒ، حضرت شیخ نظام الدینؒ اور حضرت شیخ الاسلام مخدومی حضرت شیخ علاء الحق والدین کی موافقت کی۔ پیران چشت اور خاندانِ بہشت کی یہ روشن سیرت اور پسندیدہ روش تھی کہ جو شخص اوراد کی ادائیگی میں اس خاندانِ شریف واشرف کی پیروی کرتا ہے وہ بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں اسے عالی درجات وترقیاں نصیب ہوتی ہیں۔ جنت کی نعمتیں، حور وقصور اور رب غفور کا دیدار عطا ہوتا ہے۔ تمام ارضی وسماوی بلاؤں سے قیامت تک محفوظ ہوتا ہے۔ روزی کے دروازے اور کامیابی کے اسباب اس پر کھول دیے جاتے ہیں۔ اگر عقیدے کے خلوص اور پسندیدہ عادتوں کے ساتھ ہمیشہ ادا کرے تو تمام مخلوق اور تمام طریقوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہوجائے اور دونوں جہانوں کی سعادت اور نعمتوں سے بہرہ ور رہے۔

منقول ہے کہ ایک درویش سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اس قدر زیادہ وظیفے کیوں پڑھتے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ میں ایک کسان شخص تھا۔ بہت سی راتوں کی طرح ایک رات مجھے چند کام درپیش تھے ایک تو مجھے اپنے کھیت میں پانی دینا تھا کیوں کہ اس رات پانی دینے کی باری میری تھی۔ دوسرے پن چکی سے آٹا لانا تھا، تیسرے میرا گدھا گم ہوگیا تھا اسے تلاش کرنا تھا۔ میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ ان تینوں کاموں میں سے پہلے کونسا کام انجام دوں اس کے علاوہ نمازِ جمعہ بھی ادا

کرنی تھی۔ میں نے طے کرلیا کہ پہلے نمازِ جمعہ ادا کروں گا۔ چناں چہ میں نماز جمعہ ادا کرنے چلا گیا۔ ادائے نماز کے بعد جب گھر واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ گم شدہ گدھا میرے گھر کے دروازے پر بندھا ہوا ہے۔ گھر سے نکل کر میں کھیت پر آیا تو دیکھا کہ کھیت سیراب ہوچکا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ میرے کھیت کے ساتھ جو نہر تھی وہ دوسرے کسان کے کھیت کو سیراب کرتی تھی۔ اسے نیند آ گئی اور نہر کا بند ٹوٹ گیا۔ سارا پانی میرے کھیت میں آ گیا اور میرا کھیت سیراب ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ پن چکی کا مالک ایک گدھے پر آٹا لادے ہوئے آتا ہے۔ میں نے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے غلطی سے دوسرے کا گندم سمجھ کر تمہارا گندم پیس دیا۔ اب اپنا آٹا سنبھالو۔ الغرض میرے تینوں کام رزق پر توکل کرنے اور عبادت پر عقیدے کے سبب پورے ہوگئے۔

پہلا شرف:۔ صبح صادق کے وقت اس ترتیب سے دعائیں پڑھے جب صبح صادق نمودار ہو تو سورۂ انعام کی ابتدائی تین آیات پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًاؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

(سورہ انعام: آیت نمبر ۱ تا ۳)

اللہ نہایت رحمت والے، بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا، پھر جنہوں نے کفر کیا وہ (دوسروں کو) اپنے رب کے ساتھ برابر کرتے ہیں۔ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر (موت کی) مدت مقرر فرما دی (اور قیامت کا) معین وقت اللہ ہی کے نزدیک ہے اور اللہ ہی ہے آسمانوں اور زمینوں میں وہ جانتا ہے تمہارا چھپا اور تمہارا اعلانیہ اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ ط

بے شک اللہ پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی کو۔ نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور وہ نکالتا ہے مردے کو زندہ سے۔ یہ ہے (شان والا) اللہ پس تم کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ رات کی تاریکی چاک کرکے صبح کو نکالنے والا اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے۔ یہ مقرر کیا ہوا اندازہ ہے بہت غالب اور بے حد علم والے کا۔

ط پارہ ۔ ۷، سورۂ انعام، آیات ۹۵ اور ۹۶

(یہ بھی پڑھے)

اَلحَمدُلِلّٰہِ الَّذِی ذَھَبَ بِاللَّیلِ مُظلِماً بِقُدرَتِہٖ وَجَآءَ بِالنَّھَارِ مُبصِراً بِرَحمَتِہٖ[1]

اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو اپنی قدرت سے رات کو لے گیا دراں حالیکہ تاریک تھی اور اپنی رحمت سے روزِ روشن کو لے آیا۔

اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذا خَلقٌ جَدِیدٌ وَّ یَومٌ جَدِیدٌ فَافتَحہُ عَلَیَّ بِطَاعَتِکَ وَاختِمہُ لِی بِمَغفِرَتِکَ وَرِضوَانِکَ وَارزُقنِی فِیہِ حَسَنَۃً تَقبَلُھَا مِنِّی وَزَکِّھَا وَضَعِّفھَا لِی وَمَا عَمِلتُ فِیہِ مِن سَیِّئَۃٍ فَاغفِرھَا لِی وَارحَمنِی وَتَجَاوَز عَنِّی اِنَّکَ غَفُورٌ رَّحِیمٌ۔ اَللّٰھُمَّ اغفِرلِی وَارحَمنِی وَاھدِنِی وَ اَجِرنِی وَارزُقنِی وَعَافِنِی وَاعفُ عَنِّی۔

اے اللہ یہ نئی پیدائش اور نیا دن ہے پس اپنی طاعت کے لیے اسے مجھ پر کشادہ فرما، اور اسے میری مغفرت اور اپنی رضا کے لیے ختم فرما۔ مجھے اچھی روزی عطا فرما تو اسے میری طرف سے قبول فرما لے۔ مجھے پاک کر دے اور اسے میرے لیے بڑھا دے جو کچھ اس میں بدی سے عمل کروں تو تو مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما، مجھ سے درگزر فرما۔ بے شک تو بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ مجھے بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ مجھے ہدایت فرما۔ مجھے ثواب عطا فرما اور رزق عطا فرما میری حفاظت فرما اور مجھے معاف فرما۔

اس (دعا) کے بعد، نماز فجر کی دو رکعت سنت اپنے گھر پر ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت کرے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بواسیر کے مرض کو دفع کرنے کے لیے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الم نشرح اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑھے۔ یہ آزمودہ ہے۔ سلام کے بعد یہ دعا ستر بار پڑھے۔

اَستَغفِرُاللّٰہَ مِن کُلِّ ذَنبٍ سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِ رَبِّی۔

میں اللہ تعالیٰ سے ہر ایک گناہ کی مغفرت چاہتا ہوں، پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ کی اور اپنے رب کی حمد کرتا ہوں۔

اس کے بعد سورۂ قاف والقرآن المجید تلاوت کرے۔ سنت ادا کرنے کے بعد کسی سے بات نہ کرے۔ اگر کر چکا ہے تو دوبارہ دہرانا بہتر ہے۔ جب فجر کی فرض نماز سے فارغ ہو جائے تو مصلے پر بیٹھا رہے۔ پہلے یہ دعا دس بار پڑھے۔

---

[1] یہ دعا سورۂ انعام کی آیت ۹۵ کے ساتھ نقل کی گئی ہے لیکن یہ قرآن حکیم کی آیت نہیں، اس لیے اسے اردو ترجمے کے متن میں علاحدہ تحریر کیا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ ذَامَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِهِ الْخَیْرِ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے وہ زندہ ہے کہ کبھی نہیں مرتا، ہمیشہ صاحب جلال اور بخشش ہے۔ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر ایک بار کہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ فَلَا شَیْءَ بَعْدَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَهْلَ النِّعْمَةِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَآءِ الْحَسَنِ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَانَعْبُدُ اِلَّا مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صَاحِبَ الْوَحْدَانِیَّةَ الْفَرْدَانِیَّةَ الْقَدِیْمَةَ الْاَزَلِیَّةَ الْاَبَدِیَّةَ لَیْسَ لَهٗ ضِدٌّ وَلَا نِدٌّ وَلَا شِبْهٌ وَلَا شَرِیْکٌ وَلَانَظِیْرٌ وَلَا وَزِیْرٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بِاَمْرِهٖ وَوَحْیِهٖ

ترجمہ: سوائے اللہ کے جو یکتا ہے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ اپنے وعدے میں سچا ہے۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی۔ کفار کے لشکروں کو مغلوب کیا اور اپنے لشکر کو غالب کیا۔ پس اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے جو صاحب نعمت و فضل ہے اور اچھی تعریف والا ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں (اس حال میں کہ) اس کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہیں اگر چہ کفار پسند نہیں کرتے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ صاحب وحدانیت فردانیت، قدامت اور ازلیت ہے۔ اس کو ابدیت ہے۔ اس کا ضد، شریک اور مشابہ نہیں ہے۔ نہ اس کا مثل، مانند اور وزیر ہے محمد اس کے حکم اور اس کی وحی کے ساتھ اس کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اس کے بعد تین مرتبہ یہ کہے۔

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ برد بار اور کریم ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ برتر عظیم ہے، پاک ہے اللہ وہ سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

ایک بار یہ کہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ، لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَقَدَّسَتْ

ترجمہ: ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو عالموں کا پروردگار ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کی تعریف

اَسماؤُهٗ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ تَعَالٰى كِبْرِيَاؤُهٗ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اِيمَاناً بِاللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَمَاناً مِنَ اللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَمَانَةٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰ وَبِكَ نَمُوتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ، اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْعَظَمَةُ لِلّٰهِ، وَالْقُدْرَةُ لِلّٰهِ، وَالْكِبْرِيَاءُ لِلّٰهِ، وَالْجَبَرُوتُ لِلّٰهِ، وَالسُّلْطَانُ لِلّٰهِ، وَالْبُرْهَانُ لِلّٰهِ وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَمَا سَكَنَ فِيْهِمَا كُلُّهُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ، وَعَلٰى كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ، وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً مُسْلِماً، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَعَلٰى هٰذِهِ الشَّهَادَةِ نَحْيٰى وَعَلَيْهَا نَمُوْتُ وَعَلَيْهَا نُبْعَثُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

عظیم ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کی عظمت عظیم ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کے نام مقدس ہیں۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کی برتری (سب سے) برتر ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں میں اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرتا ہوں۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، امان اللہ کی طرف سے ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، امانت اللہ ہی کے پاس ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ ہم نے تیرے نام کے ساتھ صبح دیکھی تیرے نام کے ساتھ شام دیکھی تیرے نام کے ساتھ زندہ ہوئے تیرے نام کے ساتھ مرے اور قیامت میں زندہ ہونا (بھی) تیری طرف ہے، ہم نے صبح دیکھی، بادشاہی کی صبح اللہ کے لیے ہے، عظمت اللہ کے لیے ہے، قدرت اللہ کے لیے ہے، برتری اللہ کے لیے ہے، جلال اللہ کے لیے ہے غلبہ اللہ کے لیے ہے، دلیل اللہ کے لیے ہے اور شب وروز اور ان دونوں میں جو چیزیں موجود ہیں وہ سب اللہ کے لیے ہیں جو یکتا اور قہار ہے۔ ہم نے صبح دیکھی اسلام کے طریقے پر کلمے کے ساتھ دکھاوے کی ملاوٹ کے بغیر کلمے پر اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر جو باطل کو چھوڑ کر دین حق سے جا ملے اور جو اپنے رب کے فرماں بردار تھے اور مشرک نہ تھے۔ ہم اس گواہی پر زندہ رہیں اور اسی پر مریں گے اور اسی پر قبروں سے قیامت کے دن اٹھیں گے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

تین بار یہ کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی الْوَهَّابِ، بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ، لَا یَسُوْقُ الْخَیْرَ اِلَّا اللّٰهُ وَبِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا یَسُوْقُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَمَا کَانَ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پاک ہے، میرا رب بلند اور بہت برتر ہے اور عطا کرنے والا ہے۔ میں اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو اللہ چاہے، اللہ کے سوا کوئی نیکی کو دور نہیں کرتا۔ میں اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو اللہ چاہے، اللہ کے سوا کوئی بدی کو دور نہیں کرتا۔ اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے، اللہ کے سوا کوئی بدی کو دور نہیں کرتا۔ اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے، نعمتوں میں سے جو شے ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے، گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

ننانوے اسمائے حسنیٰ: ۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام اور اسمائے حسنیٰ ایک بار حضورِ دل سے پڑھے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ [ط] ؕ۝

اَلْخَالِقُ، اَلْبَارِئُ اَلْمُصَوِّرُ، اَلْغَفَّارُ، اَلْقَهَّارُ، اَلْوَهَّابُ، اَلرَّزَّاقُ اَلْفَتَّاحُ، اَلْعَلِیْمُ، اَلْقَابِضُ، اَلْبَاسِطُ، اَلْخَافِضُ، اَلرَّافِعُ، اَلْمُعِزُّ، اَلْمُذِلُّ، اَلسَّمِیْعُ، اَلْبَصِیْرُ، اَلْحَکَمُ اَلْعَدْلُ، اَللَّطِیْفُ، اَلْخَبِیْرُ، اَلْحَلِیْمُ، اَلْعَظِیْمُ، اَلْغَفُوْرُ، اَلشَّکُوْرُ، اَلْعَلِیُّ، اَلْکَبِیْرُ، اَلْحَفِیْظُ، اَلْمُقِیْتُ، اَلْحَسِیْبُ، اَلْجَلِیْلُ، اَلْکَرِیْمُ، اَلرَّقِیْبُ، اَلْمُجِیْبُ، اَلْوَاسِعُ، اَلْحَکِیْمُ، اَلْوَدُوْدُ، اَلْمَجِیْدُ، اَلْبَاعِثُ، اَلشَّهِیْدُ، اَلْحَقُّ، اَلْوَکِیْلُ، اَلْقَوِیُّ، اَلْمَتِیْنُ، اَلْوَلِیُّ، اَلْحَمِیْدُ، اَلْمُحْصِی، اَلْمُبْدِئُ، اَلْمُعِیْدُ،

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے پاک ذات، ہر نقص سے سالم، امان بخشنے والا، نگہبان، بہت غالب، نہایت عظمت والا، کبریائی والا۔ بنانے والا، ایجاد کرنے والا، صورت بنانے والا، بخشنے والا، قہر کرنے والا، عطا کرنے والا، روزی دینے والا، کھولنے والا، جاننے والا، بند کرنے والا، کشادگی پیدا کرنے والا، پست کرنے والا، بلند کرنے والا، عزت دینے والا، ذلت دینے والا، سننے والا، دیکھنے والا، حاکم انصاف کرنے والا، لطف کرنے والا، خبر رکھنے والا، بردبار، عظمت والا، معاف کرنے والا، شکر کی جزا دینے والا، بلند، بڑا، حفاظت کرنے والا، غذا دینے والا، حساب کرنے والا، بڑی قدر کرنے والا

[ط] یہاں تک سورۂ حشر کی آیت ۲۲ اور ۲۳ کا کچھ حصہ مطبوعہ نسخے میں نقل کیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ اردو ترجمے کے متن شامل ہے۔

اَلْمُحیُ، اَلْمُمِیْتُ، اَلْحیُ، اَلْقَیُوْمُ، اَلْوَاجِدُ، اَلْمَاجِدُ، اَلْوَاحِدُ، اَلْاَحَدُ، اَلصَّمَدُ، اَلْقَادِرُ اَلْمُقْتَدِرُ، اَلْمُقَدِّمُ، اَلْمُوَخِّرُ، اَلاَوَّلُ، اَلاٰخِرُ، اَلظَّاهِرُ، اَلْبَاطِنُ، اَلْوَالِیُ، اَلْمُتَعَالِی، اَلْبَرُّ، اَلتَّوَّابُ، اَلْمُنْعِمُ، اَلْمُنْتَقِمُ، اَلْعَفُوُّ، اَلرَّؤُف، مَالِکُ الْمُلْکِ، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، اَلرَّبُّ، اَلْمُقْسِطُ، اَلْجَامِعُ، اَلْغَنِیُّ، اَلْمُغْنِی، اَلْمُعْطِی، اَلْمَانِعُ، اَلضَّارُّ، اَلنَّافِعُ، اَلنُّوْرُ، اَلْهَادِیُ، اَلْبَدِیْعُ، اَلْبَاقِیُ، اَلْوَارِثُ، اَلرَّشِیْدُ، اَلصَّبُوْرُ اَلَّذِی لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیٌٔ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ،

کرم کرنے والا، نگہبان، قبول کرنے والا، وسعت دینے والا، حکمت والا، دوست رکھنے والا، بزرگ، اٹھانے والا، گواہ، سچا، کار ساز، قوّت والا، استحکام والا، مددگار، دوست، تعریف کیا گیا، شمار کرنے والا، نئی پیدائش کرنے والا، اعادہ کرنے والا، زندہ کرنے والا، مارنے والا، ہمیشہ زندہ رہنے والا، اپنی ذات سے قائم رہنے والا، دولت مند کرنے والا، صاحب بزرگی، یگانہ، یکتا، بے نیاز، توانا، صاحب قدرت، تقدیم کرنے والا، تاخیر کرنے والا، سب سے اوّل، سب سے آخر، ظاہر، پنہاں، مالک، بلند قدر، نیکی کرنے والا، رحمت سے متوجہ ہونے والا (توبہ قبول کرنے والا)، انعام دینے والا، سزا دینے والا، معاف کرنے والا، بہت رحمت کرنے والا، مُلک کا مالک، صاحب بزرگی اور بزرگ کرنے والا، پروردگار، انصاف کرنے والا، جمع کرنے والا، صاحب غنا، غنی کرنے والا، عطا کرنے والا، باز رکھنے والا، نقصان کرنے والا، نفع دینے والا، روشن کرنے والا، راستہ دکھانے والا، نئی شے پیدا کرنے والا، باقی رہنے والا، وارث، ہدایت کرنے والا، صبر کرنے والا، اس کی مانند کوئی شے نہیں ہے، وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے، بہتر آقا اور بہتر مددگار ہے۔

آخر میں سات مرتبہ یہ دعا پڑھے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ ط

ترجمہ: پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجیے، مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

سات بار (یہ دعا) کہے۔

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ

اے اللہ ہمیں دوزخ سے نجات دے اے پناہ دینے والے۔

ط پارہ ۱۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۲۹۔

تین مرتبہ یہ کہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَ سْمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَ رْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو ناموں میں سب سے بہتر ہے، اللہ کے نام سے جو زمین اور آسمانوں کا رب ہے۔ اللہ کے نام سے کہ اس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تین بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یُصَلِّیْ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِی الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما اس شمار کے مطابق جو لوگ ان پر رحمت بھیجتے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما اس شمار کے مطابق جو لوگ ان پر رحمت نہیں بھیجتے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما جس قدر کہ تو چاہتا ہے اور پسند فرماتا ہے کہ تو ان پر اس قدر رحمت فرمائے گا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے ہمیں ان پر صلوٰۃ کا حکم فرمایا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس قدر رحمت فرما جس قدر کہ ان کی ذاتِ مبارکہ لائق رحمت ہے۔

اکتالیس مرتبہ کہے۔

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآاَنْتَ

اے حیّ اے قیوم سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے۔

تین بار کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ، اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور سب خوبیاں اسی کی ہیں، پاک ہے اللہ بلند بزرگ ہے اپنی حمد کے ساتھ میں اپنے رب سے استغفار کرتا ہوں ہر گناہ سے اور اس کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

تین بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا مِنْ عِنْدِکَ وَاَفِضْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلِکَ وَانْشُرْ عَلَيْنَا مِنْ رَّحْمَتِکَ وَاَنْزِلْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَکَاتِکَ وَجَنِّبْنَا مِنْ سَخَطِکَ۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے ہدایت فرما اور اپنے فضل سے ہم پر فیض پہنچا اور ہم پر اپنی رحمت برسا اور اپنی برکتیں ہم پر نازل فرما اور ہم کو اپنے غضب سے بچالے۔

دس مرتبہ کہے۔

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

ترجمہ: اللہ ہی ہے نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا، اللہ ہی بڑا ہے، گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے اور میں اللہ سے جو اوّل وآخر ہے ظاہر و باطن ہے دعائے مغفرت کرتا ہوں، مُلک اسی کا ہے، حمد اسی کے لائق ہے، خیر اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تین بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنْتَ هَدَيْتَنِيْ وَاَنْتَ تُطْعِمُنِيْ وَاَنْتَ تَسْقِيْنِيْ وَاَنْتَ تُمِيْتُنِيْ وَاَنْتَ تُحْيِيْنِيْ وَاَنْتَ رَبِّيْ لَا رَبَّ لِيْ سِوَاکَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ وَاَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَيْکَ

ترجمہ: اے اللہ تو نے مجھے پیدا فرمایا اور تو نے مجھے راہ دکھائی اور تو نے مجھے کھانا عطا فرمایا اور تو نے مجھے پانی عنایت کیا اور تو ہی مجھے موت دے گا اور تو ہی مجھے زندہ رکھتا ہے اور تیرے سوا میرا کوئی پروردگار نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور میں استغفار کرتا ہوں اور تیری جانب توبہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔

ایک مرتبہ کہے،

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

ترجمہ: اے اللہ تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو نے مجھے پیدا فرمایا، میں تیرا بندہ ہوں، جب تک مجھ میں استطاعت ہے میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو مجھ سے سرزد ہوا اور تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں تیری نعمت کے سبب جو مجھ پر ہے اور تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں بہ سبب اپنے گناہ کے، پس میرے گناہوں کو بخش دے، پس تیرے سوا میرے گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا۔

ایک بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ فِیْ رِضَائِکَ ضَعْفِیْ وَاجْعَلِ الْاِ سْلَامَ مُنْتَهٰی رَغْبَتِیْ وَبَلِّغْنِیْ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ اَرْجُوامِنْ رَّحْمَتِکَ وَخُذْاِلَی الْخَیْرِ بِنَا صِیَتِیْ وَاجْعَلْ لِیْ وُدًّا فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَهْدًا عِنْدَکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ○

ترجمہ: اے اللہ بے شک میں ناتواں ہوں پس مجھے اپنی رضا میں توانا کر دے اور اسلام کو میری انتہائی رغبت بنا دے اپنی رحمت سے کہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں اور میری پیشانی نیکی کی جانب موڑ دے اور اہل ایمان کے سینوں میں میری دوستی پیدا کر دے اور اپنے پاس سے عہد، اے تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان۔

تین بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ: اے اللہ میں اس بات سے تیری پناہ پکڑتا ہوں کہ کسی شے کو تیرا شریک کروں دراں حالیکہ میں اسے جانتا ہوں اور میں تجھ سے بخشش کا طلب گار ہوں اس بات سے جو میں نہیں جانتا، میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ایک بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَ عْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ وَالْخَطَاءِ وَالْاَ هْوَاءِ وَالْاَ دْوَاءِ اَللّٰهُمَّ یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِیءُ یَا مُعِیْدُ یَارَحِیْمُ یَا وَدُوْدُ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَطَاعَتِکَ عَنْ مَعْصِیَتِکَ وَبِفَضْلِکَ عَنْ مَنْ سِوَاکَ

ترجمہ: اے اللہ مجھے برے اعمال و اخلاق سے یک سو کر دے اور خطاؤں، خواہشوں اور امراض سے بچا لے۔ اے اللہ، اے غنی، اے حمید، اے پیدا فرمانے والے، اے اعادہ کرنے والے، اے مہربان، اے دوست رکھنے والے مجھ کو بے نیاز کر دے اپنے حلال سے، اپنے حرام سے اپنی فرماں برداری سے، اپنی نافرمانی سے، اپنے فضل سے اور اپنے سوا ہر شے سے غنی کر دے۔

تین بار کہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ○

ترجمہ: میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے، شیطان مردود سے۔

تین بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِo

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے خطروں سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اے میرے پروردگار ان سے جو میرے نزدیک آتے ہیں اور میں اپنے کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

ایک بار (سورۂ حشر کی آیات ۲۱، تا ۲۴) پڑھے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ ؕ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَo ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ ۚ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُo ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَo ھُوَاللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُo ؏

ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب) ضرور تو اُسے (اللہ کے لئے) جھکتا ہو اللہ کے خوف سے پھٹا ہوا دیکھتا اور یہ مثالیں لوگوں کیلئے ہم بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے وہی ہے نہایت رحمت والا بیحد رحم فرمانے والا۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے پاک ذات، ہر نقص سے سالم، امان بخشنے والا، نگہبان، بہت غالب، نہایت عظمت والا، کبریائی والا، اللہ پاک ہے ہر اس چیز سے جسے وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہی ہے اللہ، بنانیوالا، ایجاد فرمانیوالا، صورت دینے والا، اسی کے لیے ہیں سب اچھے نام، اسی کیلئے پاکی بیان کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور وہی ہے نہایت غلبے والا بڑی حکمت والا۔

دس بار سورۂ اخلاص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ پڑھے۔

تینتیس بار سبحان اللہ کہے۔ تینتیس بار الحمدللہ کہے۔ چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔

ایک بار یہ دعا پڑھے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحِی وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیرِ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فَالْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُوْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیہِ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ الْمُصْطَفٰیﷺ وَرَسُوْلُہُ الْمُجْتَبٰی اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔

ترجمہ: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے کہ کبھی نہیں مرتا، ہمیشہ صاحب جلال اور بخشش ہے۔ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس شکر اللہ کے لیے ہے۔ ہم اس کا شکر بجا لاتے ہیں اور اس کی مدد چاہتے ہیں اور اس سے مغفرت کے طلب گار ہیں۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں بے شک خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ہے، اور ہم گواہی دیتے ہیں بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے برگزیدہ بندے اور اس کے پسندیدہ رسول ہیں۔ اُن کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے غالب کردے ہر دین پر اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔ اللہ جس کو ہدایت دے پس اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو گم راہ کرے پس اس کا کوئی ہدایت کنندہ نہیں ہے۔ ہم اللہ سے اپنے نفس کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے (بھی پناہ مانگتے ہیں)۔

دوسرا شرف مسبّعات عشر کے ذکر میں

مسبّعاتِ عشر آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے قبل پڑھے، اور ہمیشہ بلا ناغہ ورد کرے۔ مسبّعات عشر پڑھنے سے متعلق مشائخ میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ انھیں قرآن مجید کی ترتیب کے مطابق پڑھتے ہیں اور بعضے اس کے برعکس تلاوت کرتے ہیں، (لیکن) مشائخ چشت کا قول مختار اور حرف آخر ہے، جس کی فضیلت حدِّ بیان اور تقریرِ زبان سے باہر ہے۔ میں نے حالتِ سفر وحضر میں جو دیکھا اور سُنا ہے وہ یہ ہے کہ گروہ صوفیہ میں سے کوئی ایک بزرگ بھی

مسبعاتِ عشر کے ورد سے خالی نہ تھا۔ مولانا مجر کرہ؎ نے اس ورد کے ثواب کی ایک شمہ تشریح کی ہے جس سے اہلِ وظائف فیض حاصل کر چکے ہیں۔ حضرت مخدومی قدس سرہ طالبِ صادق اور سالکِ واثق کو سب سے پہلے جس ورد کی تلقین فرماتے تھے وہ مسبعات عشر ہی کا ورد تھا اور اذکار میں بلند آواز سے نفی واثبات کا ذکر۔ اس کی ترتیب اس طرح ہے۔

فاتحہ سات بار۔

چاروں قل سات سات بار، پہلے معوذتین پھر سورۂ اخلاص کیوں کہ جب تک کوئی شخص کسی کی پناہ میں نہیں آتا اسے چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا۔

قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور آیۃ الکرسی ہر ایک سات بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ۔

پھر سات بار یہ پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ ولا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر وَلَاحَولَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِo	ترجمہ: اللہ پاک ہے اور اللہ کے لیے شکر ہے اور سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ بزرگ تر ہے اور گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

ایک بار کہے۔

عَدَدَمَا عَلِمَ اللّٰہُ وَزِنَۃَ مَا عَلِمَ اللّٰہُ وَمَلَآءَ مَا عَلِمَ اللّٰہُ	ترجمہ: اس اندازے کے ساتھ جو اللہ جانتا ہے، اس وزن کے ساتھ جو اللہ جانتا ہے اور اس پیمانے کے ساتھ جو اللہ جانتا ہے۔

سات بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبدِکَ وَنَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔	ترجمہ: اے اللہ تو رحمت فرما اپنے بندے، اپنے نبی، اپنے حبیب اور اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی اُمّی ہیں اور اُن کی آل پر برکت اور سلامتی فرما۔

سات بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَوَ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِی صَغِیراً، اَللّٰھُمَّ	ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے میرے باپ اور ماں کو بخش دے اور میری اولاد کو اور دونوں پر رحم فرما جیسے کہ انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔ اے اللہ بخشش فرما تمام

؎ مولانا مجر کرہ کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون بزرگ تھے اور کس زمانے میں تھے۔

اغْفِرلِجَمِيعِ الْمُومِنِيْنَ وَالْمُومِنَاتِ وَالْمُسْلِمِين وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْإِمْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

سات بار کہے۔

مومن مردوں اور مومن عورتوں کی، تمام مسلم مردوں اور مسلم عورتوں کی جو زندہ ہیں اور مر چکے ہیں اپنی رحمت سے اے رحمت کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحمت کرنیوالے۔

اَللّٰهُمَّ يَارَبِّ افْعَل بِي، وَبِهِم عَاجِلاً وَاٰ جِلاً فِي الدِّينِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، مَا اَنْتَ لَهٗ اَهلٌ، وَلَا تَفْعَل بِنَا يَا مَولٰنَا، مَا نَحنُ لَهٗ اَهلٌ اِنَّكَ غَفُورٌ حَلِيمٌ جَوَّادٌ كَرِيمٌ بَرٌّ رَؤُفٌ الرَّحِيم۔

ترجمہ: اے اللہ! اے پروردگار! وقت کی جلدی اور وقت کی تاخیر سے، میرے اور اُن کے ساتھ دین، دنیا اور آخرت میں ایسی بات کر جو تیرے لائق ہے اور ہمارے ساتھ ایسا عمل نہ فرما جس کے ہم سزا وار ہیں۔ بے شک تو ہی بخشنے والا، بردبار، عطا کرنے والا، (بے سوال) کرم کرنے والا، بخشش کرنے والا اور مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

اکیس بار "یاجَبَّارُ" کہے۔ ایک یا تین بار کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ العَلِيِّ الدَّيَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الحَنَّانِ المَنَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الشَّدِيدِ الاَرْكَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ المُسَبَّحِ فِي كُلِّ مَكَانٍ، سُبْحَانَ مَن لَّايَشْغَلُهٗ شَانٌ عَنْ شَانٍ سُبْحَانَ مَن يُّذْهِبُ بِاللَّيلِ وَيَاتِي بِالنَّهَارِ

ترجمہ: اللہ پاک ہے، بلند اور اعمال کی جزا دینے والا، اللہ پاک ہے مہربان صاحب احسان، اللہ پاک ہے مضبوط ستون والا، اللہ پاک ہے ہر جگہ تسبیح کیا گیا، پاک ہے جس کو کوئی مشغول نہیں رکھتا ایک شان سے دوسری شان کی طرف، پاک ہے جو رات کو لے جاتا ہے اور دن کو (اس کے بجائے) لے آتا ہے۔

(اگر رات ہو تو کہے:

سُبْحَانَ مَن يُّذْهِبُ بِالنَّهَارِ وَيَاتِي بِا للَّيلِ)

(پاک ہے جو دن کو لے جاتا ہے اور (اس کے بجائے) رات کو لے آتا ہے۔)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ، سُبْحَانَ مَن لَهٗ لُطْفٌ خَفِيٌّ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِينَ تُمْسُونَ

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور ہم تیری بردباری کا شکر ادا کرتے ہیں تیرے علم کے بعد۔ اللہ پاک ہے اور ہم تیری بخشش پر حمد کرتے ہیں تیری قدرت کے بعد، پاک ہے وہ اس کی

وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الحَمْدُ فِي السَّمٰواتِ وَالأَرْضِ وَعَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُونَ يُخْرِجُ الحَيَّ مِنَ المَيِّتِ وَيُخْرِجُ المَيِّتَ مِنَ الحَيِّ وَيُحيِي الأَرْضَ بَعدَ موتِهاط وَكَذالِكَ تُخرَجُونَ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ العِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلامٌ عَلَى المُرسَلِينَ وَالحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ ۝

مہربانی پوشیدہ ہے۔ پس اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو اور اس کے لیے ہیں تمام تعریفیں آسمانوں اور زمینوں میں اور (اس کی تسبیح کرو) پچھلے پہر اور جب دوپہر کرو۔ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مردہ ہوجانے کے بعد اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ پاک ہے آپ کا رب عزت والا رب ہر اس عیب سے جو وہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے۔

تیسرا شرف۔ نمازِ اشراق کا بیان

جب آفتاب ایک یا دو نیزے بلند ہوجائے تو نمازِ اشراق ادا کرے۔ اس نماز کی رکعتوں کے تعین کے سلسلے میں مشائخ کا دستور یہ رہا ہے اور جس کا ذکر حدیث میں بھی آیا ہے۔

قَالَ عَلَيهِ السَّلَامِ، مَن مَكَثَ فِي مُصَلَّاهُ بَعدَ صلوٰةِ الفَجرِ إلىٰ طلوعِ الشَّمسِ كمن اعتقَ أربع رِقَاب مِن وُلْدِ إسمٰعيل. قَالَ عَلَيهِ السَّلام مَن صلّى الغَدَاة و جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ حَتّٰى تَرتَفِعَ الشَّمس مِقدَار قَامت الرُّمح ثُمَّ قَامَ وَصلّٰى رَكْعَتَينِ، كُتِبَ فِي دِيْوانِ المَغفُور، فَاِن جَعَلَهَا أَربَعاً كُتِبَ فِي دِيوانِ القَانِتِين، فَاِن جَعَلَهَا سِتاً كُتِبَ فِي دِيوانِ الأَوَّابِين، وَمَن جَعَلَهَا ثَمانِياً كُتِبَ فِي دِيوانِ الفَائزِين، فَاِن جَعَلَهَا عَشَر كُتِبَ مِنَ الَّذِيْنَ لَاخَوفٌ عَلَيْهِم وَلَا هُم يَحزَنُونَ وَثُمَّ قَالَ لَم يَخفُ عَاقِبَة اَمرِهٖ وَمَن

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص نماز فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اپنے مصلّے پر بیٹھا رہا وہ ایسے شخص کی مانند ہوجائے گا کہ گویا اس نے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلاموں کو آزاد کیا ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے نمازِ فجر ادا کی اور اپنے مصلّے پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ آفتاب ایک نیزہ بلند ہوجائے پھر اس نے کھڑے ہوکر دو رکعت نماز ادا کی تو اسے بخشے ہوئے لوگوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر اس نے چار رکعت نماز ادا کی تو اس کا نام فرماں برداروں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر اس نے چھ رکعت نماز ادا کی تو اس کا نام

خَافَ عَاقِبَةَ أَمْرِهٖ فَلَیْسَ مِنِّي

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر کسی نے آٹھ رکعت نماز ادا کی تو اس کا نام فائزین کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر کسی نے دس رکعت ادا کی تو اس کا نام ان لوگوں کے دفتر میں لکھا جائے گا جو خوف زدہ اور غم گین نہ ہوں گے۔ پھر فرمایا، آپ نے وہ عاقبت امر سے نہ ڈرے اور جو اپنے عاقبت امر سے ڈرا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ نماز فجر کے بعد جائے نماز پر توقف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آنے والے فرشتے اسے مشغولِ عبادت پاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرشتے ہر وقت مقرر ہیں رات کے فرشتے دن کے فرشتوں سے الگ ہوتے ہیں۔ رات کے فرشتے ان عبادتوں کو جو رات میں کی گئی ہیں (گواہ ہوتے ہیں) وہ صبح کو عبادت گذار سے رخصت ہوتے ہیں (اسی طرح) دن کے فرشتے نمازِ عصر تک دن میں ادا کردہ عبادتوں (کے گواہ ہیں)۔ وہ عبادت گزار کو مصروفِ عبادت دیکھ کر روانہ ہوتے ہیں۔ پس طالب صادق نمازِ فجر ادا کر کے اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے۔ اسے دن کے فرشتے عبادت میں پاتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے گناہ بھی کیے اور عبادت بھی کی۔ پھر نمازِ عصر ادا کر کے غروب کے وقت تک مصلّے سے نہ ہٹا تو رات کے فرشتے اسے مصروفِ عبادت پاتے ہیں بہر حال جب دن کے فرشتے واپس ہوتے ہیں تو اس کے اعمال کے دفتر کو اعلیٰ دیوان خانے میں پیش کرتے ہیں کہ (ہم نے) اسے ابتدا میں بھی مصروفِ عبادت پایا اور آخر میں بھی مصروفِ عبادت پایا تو فرمان ہوتا ہے کہ ہمارا بندہ اوّل و آخر عبادت میں تھا اس لیے ہم نے درمیان کے سب گناہ معاف کیے اسی طرح رات کے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے یہ آیت مبارکہ اس حقیقت کو بیان کرتی ہے۔ **یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ**[1] یعنی اللہ مٹاتا ہے جو چاہے اور ثابت کرتا ہے (جو چاہے)۔

مگر ہمارے مشائخ نے اوّل (نمازِ فجر کے بعد) اور آخر (نمازِ عصر کے بعد) دونوں وقت مصلّے پر توقف کرنا اپنے اوپر لازم کیا ہے اور کسی صورت میں اس کا التزام ترک نہیں کیا ہے جیسا کہ فتاویٰ صوفیہ[2] سے معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] پارہ ١٣۔ سورہ الرعد آیت ٣٩۔ مطبوعہ نسخے میں یہ آیت صحیح طور پر نقل نہیں ہوئی ہے۔ صحیح آیت یوں ہے یمحوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْکِتٰبِ۝

[2] یہ فتویٰ طویل عربی عبارت میں ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ نے "اخبار الاخیار" میں تحریر فرمایا ہے کہ "فتاویٰ صوفیہ" شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی ملتانیؒ کے کسی مرید کی تصنیف ہے۔ اس سلسلے میں "کشف الظنون" میں مزید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب کا پورا نام "فتاویٰ الصوفیہ فی طریق البہائیہ" ہے اس کے مصنف فضل اللہ بن محمد لاؤب تھے۔ (سالِ وفات نامعلوم) ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) کراچی سال اشاعت ندارد ص ٣٢٢۔ کشف الظنون جلد دوم از حاجی خلیفہ ١٣٢٠ھ طبع اوّل ص ١٢٨۔

”ہم نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ (حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانی) کو حضر اور سفر میں نہ دیکھا لیکن (ایک مرتبہ) ہم حضر میں بلند جگہ پر تھے۔ شیخ رضی اللہ عنہ کا دل نمازِ فجر ادا کرنے کی جانب مائل تھا۔ شیخ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ بے شک انھوں نے (وضو کے لیے) پانی لیا۔ بہت زیادہ گہرا ابر چھایا ہوا تھا اور بادل ایک دوسرے پررواں تھے۔ قریب تھا کہ بارش ہونے لگے۔ اس روز ان کے بھائی (عماد الدین) امام تھے۔ عالم عماد الدین نے نماز کا ارادہ کیا اور نماز کی جگہ کے لیے اشارے کے منتظر تھے وہ حضرت شیخ کی جانب بادلوں کے چھا جانے کے سبب دیر تک دیکھتے رہے۔ بادل نہ برسا تو مولانا عماد الدین نماز فجر کے لیے مصلے پر آئے اور بے شک نماز شروع کردی۔ اس وقت بارش کے چھینٹے پڑنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم نماز سے فارغ ہوگئے اور مولانا عماد الدین مقررہ اوراد پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ بے شک بارش تیز ہوگئی اور صفوں اور بوریے کے نیچے پانی بہنے لگا اور میں آخری صف میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ادب کے ساتھ شیخ اور ان کے بھائی کی طرف دیکھا۔ بے شک مولانا عماد الدین نے مسبعاتِ عشر پڑھنا شروع کردیا۔ اس روز انھوں نے باوجود بارش کے شیخ کے سامنے اوراد اور کچھ اور چیزیں پڑھیں۔ شیخ نماز کی جگہ سے نہ اٹھے لیکن آفتاب کے دو نیزے بلند ہونے کے بعد انھوں نے نمازِ اشراق کی رکعتیں ادا کیں (پھر اٹھے)۔

اللہ تعالیٰ کے شکر کی نماز کا بیان

حضرت کبیرؒ فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا وزبدۃ البلغاؒ کا التفات بہ نسبت علاقے کے دوسرے ملوک اور خوانین کے عالی مسند سیف خاں پر زیادہ تھا بلکہ سیف خاں مخلص اصحاب اور مخصوص احباب میں شامل تھے۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ نمازِ فجر ادا کرکے اپنے مقررہ اوراد و وظائف میں مشغول تھے کہ (اتفاق سے) اُس وقت سیف خاں کسی مہم پر جانے کے لیے رخصت ہونے کے خیال سے حاضر ہوئے۔ سیف خاں اس وقت تک کھڑے رہے کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے نمازِ اشراق ادا نہ کرلی پھر اس جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

اب اوراد اور اسی قسم کی دوسری باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ آخر تک اور آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آخر تک پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَصْبَحْتُ لَآ اَسْتَطِیْعُ دَفْعَ مَا اَکْرَهُهَا، وَلَآ اَمْلِکُ نَفْعَ مَا اَرْجُوْا، اَصْبَحْتُ مُرْتَهِنًا	ترجمہ: اے اللہ بے شک میں نے صبح کی، میں کسی ایسی چیز کو جسے مکروہ رکھتا ہوں دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا

بِعَمَلِي، وَاَصْبَحَ اَمرِی بِيَدِ غَيرِی فَلَا فَقِيرَ اَفْقَرُ مِنِّي. اَللّٰهُمَّ لَا تُشْمِتْ بِي عَدُوِّی، وَلَا تَسُؤْنِي صَدِيقِي،وَلَا تَجْعَل مُصِيبَتِي فِي دِينِي وَدُنْيَایَ وَلَا فِي الاٰخِرَةِ، وَلَا تَجعَل الدُّنيَا اَكْبَر هَمّی، وَلَا مَبلَغ عِلمِی، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ مَن لَّا يَرحَمُنِی فِی الدُّنيَا وَالاٰخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيَ اَعُوذُبِکَ مِنَ الذُّنُوبِ الَّتِی تُزِيلُ بِهَا النِّعَمَ وَمِنَ الذُّ نُوبِ الَّتِی تُوجِبُ بِهَا النِّقَمَ بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

اور جس چیز کا امید وار ہوں اس کے نفع کا مالک نہیں ہوں۔ میں نے اپنے عمل کے پیشِ نظر ندامت سے صبح کی۔ میرے معاملے نے غیر کے قبضے میں صبح کی پس محتاجی میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے۔ اے اللہ میری وجہ سے میرے دشمن کو نہ ہنسا اور میری وجہ سے میرے دوست کو غمگین نہ کر۔ مجھے دین، دنیا اور آخرت میں مصیبت سے بچا اور نہ آخرت میں میرے لیے دنیا کو اور میرے مبلغ علم کو بڑا غم نہ بنا۔ مجھ پر کسی ایسے شخص کو مسلّط نہ کر جو دنیا اور آخرت میں رحم نہ کرے۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اُن گناہوں سے جن کے سبب تو اُن نعمتوں سے مجھے دور کردے اور اُن گناہوں سے بھی جن کی وجہ سے تو مجھ پر عذابوں کو لازم کردے اے ارحم الراحمین۔

نمازِ استعاذہ کا بیان:

دو رکعت نمازِ استعاذہ ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس تلاوت کرے۔ سلام کے بعد درود شریف اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيَ اَعُوذُبِکَ بِاِسْمِکَ الاَ عْظَمِ، وَكَلِمَتِکَ التَّا مَّةِ مِنَ الشَّرِّ السَّامَّةِ وَالهَامَةِ، وَ اَعُوذُبِاِسْمِکَ الاَعْظَمِ وَكَلِمَتِکَ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ عِبَادِکَ وَمِن شَرِّ عَذَابِکَ، وَاَعوذُ بِاسْمِکَ الاعظمِ و كَلِمَتِکَ التَّامَّةِ مِن شَرِّعِبَادِکَ الشيطان الرَّجِيم، وَاَعوذُ بِاسْمِکَ الاَعْظَمِ وَكَلِمَتِکَ التَّامَّةِ مِن شَرِّ مَا يَجْرِی بِهِ اللَّيلُ وَالنَّهَارُ، اِنَّ رَبِّیَ اللّٰهُ الَّذِی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيهِ تَوَ كَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

ترجمہ: اے اللہ میں تیرے بزرگ نام اور کلمۂ تمام کے ساتھ تیری پناہ طلب کرتا ہوں موت اور دیوانگی کے شر سے اور تیرے عظیم نام اور مکمل کلمے کے ساتھ تیری پناہ طلب کرتا ہوں تیرے بندوں اور تیرے عذاب کے شر سے۔ اور تیرے عظیم نام اور مکمل کلمے کے ساتھ تیری پناہ میں آتا ہوں تیرے بندوں شیطان مردود کے شر سے۔ اور تیرے عظیم نام اور مکمل کلمے کے ساتھ تیری پناہ میں آتا ہوں اس چیز کے شر سے جو اس کے دن

الْعَرْشِ الْعَظِيمِ. اِلٰهِي اَنَّکَ سَلَّطْتَ عَلَيْنَا عَدُوًّا بَصِيراً بِعُيُوبِنَا يَلْعَبُ بِنَا يَرَانَا هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لاَ تَرَوْنَهُم، اَللّٰهُمَّ فَاٰيِسْهُ مِنَّا كَمَا اَيِسْتَهُ مِنْ رَّحْمَتِکَ، وَقَنِّطْهُ مِنَّا كَمَا قَنَّطْتَهُ مِنْ عَفْوِکَ وَاَبْعِدْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ كَمَا اَبْعَدْتَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ جَنَّتِکَ اِنَّکَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَبِالاِجَابَةِ جَدِيرٌ وَلاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ.

اور رات کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ بے شک میرا پروردگار اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں وہ عرشِ عظیم کا رب ہے۔

اے اللہ بے شک تو نے ہم پر ایسا دیکھنے والا دشمن مسلّط کردیا ہے جو ہمارے ساتھ کھیل کھیلتا ہے وہ اور اس کا گروہ ہمیں دیکھتا ہے۔ اور لوگ انھیں نہیں دیکھتے۔ پس اے اللہ اس کو ہم سے دور کردے جیسا کہ تو نے اسے اپنی رحمت سے دور کیا ہے اور اسے ہم سے مایوس کردے جیسا کہ تو نے اسے اپنی بخشش سے مایوس کیا ہے اور ہمارے اور اس کی درمیان دوری پیدا کردے جیسا کہ تو نے اس کے اور اپنی جنت کے درمیان دوری رکھی ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے اور قبول کرنا تیرے ہی لائق ہے اور گناہوں سے باز آنا اور طاعت کے قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

نمازِ استخارہ کا بیان:

دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت کرے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے:

اللّٰهم اِنّی اَستخیرُکَ بِعلمکَ واستقدِرُکَ بِقدرتکَ واَ سالُکَ بقدرتکَ واسئلُکَ مِن فضلکَ العظیم فَاِنَّکَ تقدِرُ ولا اَقدِرُ و انت تعلمُ ولا اعلمُ انتَ علّامُ الغیوبِ، اللّٰهم اِنیّ لا املکُ نفسی ضرّاً ولا نفعا ولا موتاً وحیوٰۃً ولا نشوراً ولا اَستطیعُ اَن اٰخذَ اِلّا مااَعطیتنی ولا اَن اتّقی اِلّا ما وقیتنی، اللّٰهم وفّقنی کما تُحبُّ وترضیٰ مِن القولِ والعَمَلِ فی الیُسرِ والعافیۃِ، اللّٰهم خیّرْ لی

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ بھلائی طلب کرتا ہوں، تیری قدرت سے قدر مانگتا ہوں، تیری قدرت سے سوال کرتا ہوں، تیرے عظیم فضل سے سوال کرتا ہوں، پس تو بے شک قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں۔ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ بے شک میں کسی کو اپنی ذات سے نقصان اور نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا اور نہ موت، نہ زندگی اور نہ (قیامت کی) پراگندگی کا مالک،

واختر لی ولا تَکِلنی اِلی اختیاری، اَللّٰہم اجعَل الخیر فی کلِّ قولِ وعَمَلٍ اُریدُہٗ فی ہذا الیَوم واللَّیل۔

ہوں میں کوئی شے حاصل نہیں کرسکتا سوائے اس کے جو تو مجھے عطا کرے۔ میں پرہیز نہیں کرسکتا مگر جس چیز سے تو مجھے بچالے۔ اے اللہ تو مجھے قول اور عمل سے آسانی اور عافیت میں اس بات کی توفیق دے جو تو پسند فرماتا ہے اور دوست رکھتا ہے۔ اے اللہ تو مجھے پسند فرما اور مجھے میرے اختیار کے سپرد کر۔ اے اللہ ہر قول اور عمل جس کا میں ارادہ کروں میرے لیے اسی دن رات میں سراسر خیر کردے۔

نمازِ اتحباب کا بیان:

دو رکعت نمازِ اتحباب ادا کرے۔ بعض کتابوں میں تحریر کیا گیا ہے کہ پہلی رکعت میں انا انزلناہ تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں انا اعطینا تلاوت کرے اور اکثر کے نزدیک پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ الواقعہ اور دوسری میں سبح اسم پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھے اور یہ دعا کرے:

اَللّٰہمّ اجعل حُبّکَ اَحبَّ الا شیاءِ اِلیَّ وخشیَتَکَ اَخوفَ الا شیاءِ عندی، اَللّٰہمّ اِذا قررتْ عیون اھل الدنیا بدنیاھُم فا قرر عینی بِکَ وبعبادتِکَ واقطع عنّی لذائذ الدنیا بأُنسکَ والشوق الیٰ لقائِکَ واجعل طاعتکَ فی کُلِّ شیءٍ مِنّی یا ذالجلال والاکرام، اَللّٰھمّ ارزقنی حُبَّکَ وحُبَّ مَن یُحبُّکَ وحُبَّ عَملٍ یقربنی الیٰ حبّکَ احبُّ الینا مِنَ الماءِ البارِدللعطشان۔

ترجمہ: اے اللہ اپنی محبت کو میرے لیے محبوب ترین شے کردے اور اپنے عذاب کو میرے لیے ڈرانے والی چیز کردے۔ اے اللہ تو نے دنیا کو اہل دنیا کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا ہے۔ پس اپنی ذات اور اپنی عبادت کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے اور اپنے انس کے ساتھ مجھ سے دنیا کی لذتیں قطع کردے۔ میرے اندر اپنی ملاقات کا شوق پیدا کردے۔ میرے ہر عمل میں اپنی طاعت کا شوق پیدا فرما اے ذوالجلال والاکرام۔ اے اللہ مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جسے تو دوست رکھتا ہے اور اس شخص کی محبت جو تجھے دوست رکھتا ہے عطا فرما۔ میرے اندر اُس عمل کی محبت پیدا کر جو مجھے تیری محبت کے قریب لے آئے۔ یہ مجھے پیاسوں کے لیے ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب ہے۔

شکر النھار کی نماز کا بیان:

دو رکعت نمازِ شکر النھار ادا کرے۔ دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد پانچ پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ تین بار یہ دعا پڑھے۔

الحمدللّٰہِ علیٰ حُسنِ الصباحِ والحمد للہِ علیٰ حُسنِ المبیتِ والحمدللہِ علیٰ حُسنِ المساءِ والحمد للہِ علیٰ کُلِّ حالٍ

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے صبح کی خوبی پر، اللہ کا شکر ہے شب گزاری کی خوبی پر، اللہ کا شکر ہے شام کی خوبی پر اور ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔

ایک بار یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم لکَ الحمدُ حمداً دائماً خالداً مَعَ خُلودِکَ ولکَ الحمدُ حمداً دائماً لا منتھی لہٗ دون عملک ولکَ الحمد حمداً دائماً لا امد لہٗ دون مشیتک ولکَ الحمد حمداً دائماً لاجزاء لقائلہ الّا رضاکَ ولکَ الحمدُ حمداً دائماً عِندَ کُلِّ طرفۃِ عینٍ وتَنَفُّسِ کُلِّ نفسٍ الحمد للہِ بِقاء حقِّہٖ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ محمّدٍ خیر خلقہٖ۔ الٰھی بِرَحمتکَ ارجوا فَلا تَکِلنی نفسی الیٰ غیرکَ طرفۃَ عینٍ وَّلا اَقلَّ مِن ذالکَ واصلح لی شانی کُلَّہٗ بِلاَ الٰہَ اِلّا انتَ وحدکَ لا شریکَ لکَ و تب علیَّ واغفرلی وارحمنی انک انت التواب الرحیم۔ اللھم لکَ الحمدو الیکَ المشتکیٰ وانت المستعانُ وبکَ المُستغاثُ وعلیکَ التُکلانُ ولاحولَ ولا قوّۃَ اِلّا باللہِ۔

ترجمہ: اے اللہ تیرا شکر ہے دائم شکر ہمیشگی کے ساتھ تیرے لیے ہی ہے۔ تیرا شکر ہے دائمی شکر جس کی تیرے علم کے نزدیک کوئی انتہا نہیں ہے۔ تیرا شکر ہے، دائمی شکر، جس کی تیری مشیت کے نزدیک انتہا نہیں ہے۔ تیرا شکر ہے دائمی شکر جس کی شکر کرنے والے کو تیری رضا کے سوا جزا نہیں ہے۔ تیرا شکر ہے دائمی شکر ہر لمحے اور ہر سانس سانس لینے پر۔ اللہ کا شکر ہے یہاں تک کہ اس کے حق کی بقا (میسر آئے)۔ درود اس کے نبی پر (جن کا اسم پاک) محمد ہے۔ وہ اسی کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پس میرے نفس کو اپنے غیر کے سپرد نہ کر ایک لمحے کے لیے یا اس سے کم کے لیے۔ میرے تمام حال کی اصلاح فرما۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو یکتا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے مجھ پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو۔ میری مغفرت فرما۔ بے شک تو رحمت کے ساتھ متوجہ ہونے والا رحیم ہے۔ اے اللہ تیرا شکر ہے تجھ ہی سے (میری) شکایت ہے۔ تو ہی مدد طلب کیے جانے کے لائق ہے۔ تجھ ہی سے فریاد ہے۔ تجھ پر ہی (میرا) بھروسہ ہے۔ گناہ سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ کی مدد کے ناممکن ہے۔

والدین کے شکرانے کی نماز کا بیان:

دو رکعت نماز والدین کے شکرانے کی ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف اور یہ دعا پڑھے۔

یا لطیفُ اُلطُف بِی ولوالدیَّ فی جمیع الا حوالِ کما تُحبُّ وترضیٰ یا علیم یا قدیر اغفرلی ولوالدیَّ اِنکَ علیٰ کُلِّ شیٍٔ قدیر۔

ترجمہ: اے لطیف! مجھ پر اور میرے والدین پر ہر حال میں لطف فرما جیسا کہ تو دوست رکھے اور پسند فرمائے۔ اے علیم! اے قدیر میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

چاشت کی نماز کا بیان:

چاشت کی نماز کا ذکر ہوا تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ، دن کی نفلی نمازوں میں سب سے بہتر اور روح افروز مشاغل سب سے خوب تر چاشت کی نماز ہوتی ہے۔ تمام انبیا اس نماز کو ادا کرتے رہے اور مشرق و مغرب کے مشائخ نے بھی جن سے میرے ملاقات ہوئی ہے اسے ترک نہیں کیا "وصایا" میں تحریر کیا گیا ہے۔[1]

"سفر اور حضر دونوں حالتوں میں نمازِ چاشت اپنے اوپر لازم کرلو، پس بے شک جنت کی بلندی سے منادی کرنے والا منادی کرے گا، تحقیق جو لوگ چاشت کی نماز ادا کرتے تھے، وہ بابِ ضُحٰی سے امن کے ساتھ جنت میں داخل ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جسے نمازِ چاشت ادا کرنے کا حکم نہ دیا ہو۔"

نمازِ چاشت کی رکعتوں کے تعین کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ اس نماز کی کم از کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ پہلی چار رکعتوں میں سورتیں پڑھنے کی ترتیب یہ ہے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ شمس دوسری میں واللیل تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی رکعت میں الم نشرح پڑھے۔ دوسری چار رکعتوں کی نماز میں فاتحہ کے بعد ایک بار آیت الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ تیسری چار رکعتوں کی نماز میں ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار الم نشرح اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

جب نماز سے فارغ ہوجائے تو سو مرتبہ یہ دعا پڑھے

اَللّٰھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وتُب علیَّ اِنکَ انتَ التَّوابُ الرَّحیم

اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، میری ہدایت فرما اور مجھے عافیت اور رزق عطا فرما، بے شک تو رحمت سے متوجہ ہونے والا رحیم ہے۔

---

[1] احقر مترجم نے مطبوعہ نسخے میں نقل کردہ عبارت نقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ تحریر کیا ہے کیوں کہ یہ دعا نہیں نصیحت ہے۔

چوتھا شرف نمازِ زوال اور نمازِ ظہر کا بیان:

جب آفتاب میں زوال نمایاں ہو تو چار رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پچاس بار، یا دس بار، یا تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہو جائے تو چار رکعت سنت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون، دوسری میں اذا جاء، تیسری میں تبت یدا اور چوتھی میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کے بعد ستر بار استغفار کرے۔ اس کے بعد فریضۂ ظہر ادا کرے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز سنت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُل یا ایُّھَا الکافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ نماز ظہر کے بعد دو رکعت حفاظتِ ایمان کے لیے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اِنَّ رَبَّکُمُ اللہُ الَّذِی..... مِنَ الْمُحسِنِین[1] تک پڑھے اور دوسری میں اِنَّ الَّذِینَ امنوا وَ عَمِلُو الصَّالِحَاتِ کَانَتْ لَھُم جَنّٰتُ الفِرْدَوْسِ نُزُلًا آخر تک پڑھے۔[2]

سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔

سبحان مَن لَم یزل کما کان کما ھوالأن، سبحان مَن لَا یزالُ یکونُ کما کان و کما ھوا لأن، سبحان مَن لَا یتغیرُ بذاتہٖ ولا فی صفاتہٖ ولا فی اسمائہٖ بحدوث الا کوانِ، سبحان الّذائم القائم، سبحان القائم الدَّائم، سبحان الّذیْ حیٌّ لا یموت، سبحان الّذی یُمیتُ الخلائق وھو حیٌّ لا یموت، سبحان الاوّلُ المبدیءُ، سبحان الباقی المغنی، سبحان من یُسمّٰی قبلَ اَن یُسمّٰی، سبحان العلی الاعلیٰ، سبحانہٗ وتعالیٰ، سبحانہٗ سبحانہٗ سبحانہٗ فسبحان الّذی بیدہٖ مَلَکُوتُ کُلِّ شیءٍ والیہ تُرجعون O

ترجمہ: پاک ہے وہ جو کہ بے زوال ہے جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے۔ پاک ہے وہ جو کہ بے زوال رہے گا وہ جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے۔ پاک ہے وہ جو کہ اپنی ذات میں، اپنی صفات میں اور اپنے اسما میں متغیر نہیں ہے نئی پیدا کردہ شے اور دنیاؤں کے ساتھ۔ پاک ہے دائم قائم ہے پاک ہے قائم دائم ہے پاک ہے وہ جو کہ زندہ ہے نہیں مرے گا۔ پاک ہے وہ جو کہ مخلوق کو موت دے گا وہ زندہ ہے نہیں مرے گا پاک ہے اوّل ابتدا کرنے والا۔ پاک ہے باقی غنی کرنے والا۔ پاک ہے وہ جو کہ نام رکھے جانے سے پہلے موسوم ہو گیا۔ پاک ہے بلند و اعلیٰ ہے۔ پاک ہے اور برتر ہے۔ پاک ہے وہ، پاک ہے وہ، پاک ہے وہ۔ پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے اور ہر شے اسی کی طرف رجوع کردہ ہوگی۔

---

[1] پارہ ۸۔ سورۂ الاعراف آیات ۵۴۔۵۵۔۵۶ (تین آیات)

[2] پارہ ۱۶۔ سورۂ الکہف آیات ۱۰۷۔۱۰۸۔۱۰۹۔۱۱۰ (چار آیات)

پانچواں شرف نمازِ عصر کا بیان:

نمازِ عصر جلدی ادا کرنی چاہیے۔ مکہ مکرمہ (اللہ اس کے شرف اور اس کی تکریم کو زیادہ کرے) میں لوگ عصر کی نماز جلد ادا کرتے ہیں اور تغیرِ آفتاب تک قطعاً تاخیر نہیں کرتے کیوں کہ اُس وقت نماز مکروہ ہوجاتی ہے۔ بعض مشائخ نے (نمازِ عصر) دیر سے ادا کرنے کو افضل کہا ہے، تاخیر العصر افضل فی الزّمان کلّھا مالم تغیرّ الشمس وحتیّٰ یتغیرّ الشمس مکروہٌ یعنی ہر زمانے میں تاخیرِ عصر افضل ہے جب تک کہ آفتاب متغیّر نہیں ہوتا اور جب متغیّر ہوجائے تو مکروہ ہے۔ (بہرحال) جب نمازِ عصر کا وقت ہوجائے تو چار رکعت سنّت نماز ادا کرے۔ جہاں تک ہوسکے اس سنّت کو ترک نہ کرے کہ احکام میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ ازروئے احکام ”صلوٰۃ الوسطیٰ“ سے یہی نماز مراد ہے اور اکثر مشائخ کے اقوال اس کی تائید میں ہیں پس اس نماز کی سنت بھی (پابندی سے) ادا کرتے رہے ہیں۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا زلزلت الارض دوسری میں والعادیات، تیسری میں القارعہ چوتھی رکعت میں الھکم التکاثر پڑھے۔ اس کے بعد فرض نماز ادا کرے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو ایک بار اِنَّا فَتَحنا اور پانچ بار سورۂ عمّ اور ایک بار والنازعات پڑھے۔

الٰھی حفظنی مِن خطر العظیم ووقنی مِن عذابِکَ الالیم، اللّٰھم الامان مِن زوالِ الایمان یا قدیم الاحسان یا غفور یا غفران

ترجمہ: اے اللہ مجھے عظیم خطرے سے بچالے۔ مجھے اپنے دردناک عذاب سے محفوظ فرما۔ اے اللہ میں ایمان کے زوال سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے قدیم الاحسان، اے غفور! اے غفران۔[1]

جب غروبِ آفتاب کا وقت قریب آجائے تو مسبعاتِ عشر پڑھے۔ جب آفتاب نیچے جائے تو سورہ واللّیل پڑھے۔ یہ ضروری ہے کہ اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹے، جہاں نمازِ عصر ادا کی ہے شام تک وہیں بیٹھا رہے جیسا کہ اشراق میں مذکور ہے۔

چھٹا شرف نمازِ مغرب کا بیان:

جب نمازِ مغرب کا وقت ہوجائے تو ابتدائے وقت میں ادا کرے تاکہ اختلافِ مذاہب کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔ فرض نماز ادا کرکے نمازِ مغرب کی دو رکعت سنّت ادا کرے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کے بعد بیس رکعت نمازِ اوّابین ادا کرے۔

پہلے چھ رکعت تین سلام کے ساتھ ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے کے اس صفحے (صفحہ ۲۲۱) حاشیے پر حضرت اشرفیؒ نے اپنے خطِ مبارک میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔ ”بعد ادائے فریضۂ عصر ایں دعا بروایت اوراد عصر بر بخواند“ (فریضۂ عصر ادا کرنے کے بعد بروایت اوراد عصر یہ دعا پڑھے)۔ یا دائِمَ الفَضلِ عَلَی البَرِیَّۃِ یاباسِطَ الیَدَینِ بِالعَطِیَّۃِ یا صاحِبَ المَوَاھِبِ السَنِیَّۃِ یا دافِعَ البَلِیَّۃِ وَالبَلیَّۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیرِالوَرٰی السَّجِیَّۃِ وَعَلٰی اٰلِہِ البَرَرَۃِ النَّقِیَّۃِ وَاغفِر لَنَا یا ذَاالمَجدِ وَالعُلٰی فِی ھٰذَا العَصرِ وَالعَشِیَّۃِ رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسلِمِینَ وَاَلحِقنَا بِالصَّالِحِینَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔ خطِ اشرفیؒ

صلوٰۃ حفظ ایمان:

اس کے بعد دو رکعت حفظ الایمان ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں سورۂ اخلاص چھ بار اور معوذتین ایک بار پڑھے۔

صلوٰۃ البروج:۔

اس کے بعد دو رکعت صلوٰۃ البروج ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد والسماء ذات البروج اور دوسری رکعت میں والسماء والطارق پڑھے۔

صلوٰۃ شکر اللّیل:

اس کے بعد دو رکعت نماز شکر اللّیل ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون پانچ بار پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد تین بار یہ دعا کرے۔ الحمدُللہِ علیٰ حُسنِ المساءِ والحمدُ للہِ علیٰ حسنِ المبیتِ والحمدُ للہ علی حسنِ الصَّباحِ والحمدُ اللہِ علیٰ کُلِّ حالٍ یعنی تعریف ہے اللہ کی شام کی خوبی پر۔ تعریف ہے اللہ کی شب گزاری کی خوبی پر۔ تعریف ہے اللہ کی صبح کی خوبی پر۔ تعریف ہے اللہ کی ہر حال پر۔

صلوٰۃ النّور:

اس کے بعد صلوٰۃ النّور کی دو رکعت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ انعام یستھزءون تک پڑھے۔[۱]

صلوٰۃ الکوثر:

اس کے بعد دو رکعت صلوٰۃ الکوثر ادا کرے اس کی پہلی اور دوسری رکعت میں تین بار یا پانچ بار انا اعطینا ک الکوثر پڑھے۔

صلوٰۃ الفردوس:

اس کے بعد صلوٰۃ الفردوس ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ ...... یَشْعُرُوْنَ[۲] تک اور وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ...... لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ[۳] تک اور سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں آیت الکرسی خالدون[۴] تک اور لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ سورۂ بقرہ[۵] کے آخر تک اور سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے۔

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں اس کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی ہے کہ صلوٰۃ النّور کی دوسری رکعت میں کونسی سورہ یا آیات پڑھی جائیں صرف یہ عبارت نقل کی گئی ہے "بعد دو رکعت صلوٰۃ النّور بگزارد۔ دو رکعتِ اوّل بعد از فاتحہ سورۂ انعام تابستھزءون بعد ازاں دو رکعت صلوٰۃ الکوثر بگزارد۔" ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۲۲۲۔

[۲] پارہ ۱۔ سورۂ بقرہ، آیات ۱ تا ۹ (نو آیتیں)

[۳] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ آیات ۱۶۳ اور ۱۶۴ (دو آیتیں)

[۴] پارہ ۳۔ سورۂ بقرہ آیات ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷ (تین آیتیں)

[۵] پارہ ۳۔ سورۂ بقرہ آیات ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶ (تین آیتیں)

صلوٰۃ حفظ الایمان:۔ اس کے بعد دو رکعت حفظ الایمان پڑھے۔ اس کی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَامِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[۱] (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت فرمائی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔) رَبِّ قَدْاٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ تا بِالصّٰلِحِیْنَ[۲] (اے میرے رب بے شک تو نے مجھے یہ سلطنت دی اور تو نے مجھے باتوں کی کچھ تاویل سکھائی، اے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں۔ مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھا اور مجھے (اپنے خاص مقرب) نیک بندوں کے ساتھ ملا۔) اور سبحان للہ والحمدللہ آخر تک پانچ پانچ بار پڑھے۔ سلام کے بعد ایمان کی سلامتی کے لیے یہ دعا پڑھے۔

بسم اللہِ الرَّحمٰن الرَّحیم

اَللّٰهُمَّ اِنّي اَسْاَلُکَ ایماناً دایماً وَاَسْاَلُکَ قلباً خاشِعاً وَاَسْاَلُکَ یقیناً صادقاً وَاَسْاَلُکَ العافیۃمِن کُلِّ بلیَّۃٍ وَاَسْاَلُکَ حُسنَ العافیۃِ وَاَسْاَلُکَ دوام العافیۃِ وَاَسْاَلُکَ تمام العافیۃِ وَاَسْاَلُکَ شکر العافیۃِ وَاَسْاَلُکَ عَنِ النَّاسِ بر حَمتِکَ یا ارحم الرَّاحمین۝

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! بے شک میں تجھ سے دائمی ایمان کا سوال کرتا ہوں۔ میں تجھ سے عاجزی کرنے والے دل کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے یقینِ صادق مانگتا ہوں۔ تجھ سے ہر مصیبت سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ تجھ سے حسنِ عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے دائمی عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے کامل عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے شکرِ عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے لوگوں سے (محفوظ رہنے) کا سوال کرتا ہوں۔ تیری رحمت سے یا ارحم الراحمین۔

اس کے بعد سجدہ کرے اور تین بار یہ کہے۔

سبحان القدیم الّذی لم یزل، سبحان العلیم الّذی لم یجھل، سبحان الجوادِ الّذی لم یبخل، سبحان الحلیم الّذی لم یعجل

ترجمہ: پاک ہے وہ قدیم جو لازوال ہے، پاک ہے وہ علیم جو ناواقف نہیں ہے، پاک ہے وہ سخی جو بخل نہیں کرتا، پاک ہے وہ بردبار جو جلدی نہیں کرتا۔

اس کے بعد سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے اس کے بعد اگر گروہ صوفیہ یا ان کے اصحاب میں شامل ہے تو ذکر کرے اور صبح وشام ذکرِ حلقہ ترک نہ کرے کیوں کہ یہ ذکر مشائخ کے معمولات میں رہا ہے۔

---

[۱] پارہ ۳۔ سورہ آل عمران آیت ۸ [۲] پارہ ۱۳۔ سورۂ یوسف، آیت ۱۰۱

ساتواں شرف نمازِ عشا کا بیان:

ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد نمازِ عشا ادا کرے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ مدتِ مدید نمازِ عشا پچھلے پہر ادا کرتے تھے۔ سفر ہو یا قیام ہو اسی رغبت کا اظہار فرماتے تھے۔

جہاز میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کی ایک عجیب کرامت:

اتفاق سے مکہ معظمہ، (اللہ، اس کے شرف اور تکریم کو بڑھائے) کے سفر میں جہاز میں تشریف فرما تھے۔ اس سفر میں چھ مہینے جہاز سمندر میں رہا کہ قسمت سے سمندر میں طوفان آ گیا۔ کشتی کے لوگ بہت پریشان ہوئے اسی عالم میں تین روز گزر گئے میرے مخدوم حضرتؒ دعا اور استغفار میں مشغول رہے۔ جب حق تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی، تو چوتھی رات بھی آپ نے مقررہ اوراد کو جاری رکھا اور حقائق و معارف کے بیان میں رات گزر گئی۔

اس رات کے پچھلے پہر آپ نے آرام فرمایا کہ صبح کے آثار نمایاں ہونے لگے یہاں تک کہ آسمان پر شفق ظاہر ہوئی۔ جب حضرت قدوۃ الکبراؒ سے یہ صورت حال عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فقیروں کی محنت ضائع نہیں فرمائے گا۔ آسمان کی طرف دیکھو شاید صبح ظاہر نہیں ہوئی۔ جوں ہی یہ بات آپ کی زبان مبارک سے نکلی اس وقت رات کی تاریکی آسمان کے تمام اطراف میں پھیل گئی۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ حمام میں تشریف لے گئے وہاں سے باہر آ کر اپنے دلی اطمینان کے مطابق کوئی عنصر نہ تھا آپ نے وضو فرمایا۔ آپ کے اصحاب نے بھی وضو کیا اور نمازِ عشا اس کی تمام سنتوں اور مستحبات کے ساتھ دل جمعی سے ادا کی۔ وہ دعائیں جو آپ نماز کے بعد پڑھتے تھے پڑھیں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام فرمایا۔ ایک گھڑی نہ گزری تھی کہ صبح نمودار ہوئی۔ شعر:

عجب نبود کہ صبح صادقانست
نفس کم زن کہ صبحہ صادقانست

ترجمہ: صادقوں کی صبح پر تعجب نہیں ہونا چاہیے صادقوں کی صبح پر سانس بھی نہ لے یعنی بحث و نزاع نہ کر۔

اس واقعے کے بعد آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آئندہ ہم نمازِ عشا رات کے پچھلے پہر ادا نہ کریں گے اور جلد ادا کریں گے چنانچہ جب تک آپ نے تختِ ارشاد پر جلوس فرمایا (حیات رہے) اس عہد میں کوئی تغیر نہ آیا۔

جب نمازِ عشا ادا کرنا شروع کرے تو چاہیے کہ سب سے پہلے ترتیب کے مطابق چار رکعت سنت ادا کرے۔ اس کے بعد فرض نماز ادا کرے۔ اس کے بعد دو رکعت سنت ادا کرے، اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کے بعد چار رکعت دوسری ادا کرے، اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار آیت الکرسی، دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار، تیسری رکعت میں آیت الکرسی تین بار اور چوتھی

رکعت میں سورۂ اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے۔ اس کے بعد آٹھ رکعت نماز ادا کرے جس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ والسماء والطارق آخرِ قرآن تک پڑھے[1]

صلوٰۃ السعادت کا بیان:

اس کے بعد چار رکعت صلوٰۃ السعادت ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس بار، دوسری رکعت میں بیس بار، تیسری رکعت میں تیس بار اور چوتھی رکعت میں چالیس بار پڑھے، سلام کے بعد ستر بار "یا وہاب" کہے۔ اسے "صلوٰۃ سعادت الدارین" کہتے ہیں۔ بہت سے اکابر اور بزرگوں نے اس نماز کو باقاعدگی سے ادا کیا ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ سے منقول ہے کہ جو شخص یہ نماز ادا کرتا ہے یقیناً اسے دونوں جہانوں کی سعادت اور فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ مخلوق سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ وہ جو حاجت حق تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، پوری ہوجاتی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد تین رکعت نمازِ وتر ادا کرے۔ بعض مشائخ نے نماز وتر ادا کرنے میں تاخیر کرکے پچھلے پہر ادا کی ہے کیوں کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ امید کلی رات کی بیداری پر منحصر ہوتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ نیند پر وتر کی تقدیم کا اہتمام کیا جائے (سونے سے پہلے وتر ادا کی جائے) اگرچہ اس کے برعکس بھی مشائخ کا معمول رہا ہے۔ (بہر حال) جب نمازِ وتر ادا کرے تو پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سبح اسم، دوسری رکعت میں الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص اور دعائے قنوت پڑھے۔ پھر سلام کے بعد تین بار کہے، تَوَکَّلْتُ علیَ الحیِّ الذی لا یموتُ سبحان اللہِ والحمد للہِ رب العالمین یعنی میں نے (اُس) زندہ پر توکل کیا جو نہیں مرے گا، اللہ پاک ہے۔ تعریف ہے اللہ کی جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ پھر سجدے میں گرجائے اور پانچ بار یہ کہے، سبحان الملک القدوس، سبوح قدوس ربّنا وربُّ الملائکۃ والروح یعنی پاک ہے مَلِک قدوس، پاک ہے مقدس ہے، ہمارا پروردگار ہے اور ملائکہ اور جبریل کا پروردگار ہے۔

اس کے بعد سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور آیت الکرسی پڑھ کر پھر سجدے میں گر جائے اور سبوح قدوس آخر تک کہے۔

اس کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا زلزلت اور دوسری رکعت میں الہٰکم التکاثر پڑھے۔ سلام کے بعد تین بار کہے۔

یَفعلُ اللہُ ما یشاءُ بقدرتہٖ ویحکم مایریدُ بعزتہٖ

ترجمہ: اللہ اپنی قدرت اور حکم سے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے اپنی عزت کے ساتھ (کرتا ہے)

---

[1] مطبوعہ نسخے میں (صفحہ ۲۲۳) اس امر کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی ہے کہ یہ آٹھ رکعتیں کتنے سلام کے ساتھ پڑھی جائیں اصل عبارت یہ ہے، "بعد ازاں ہشت رکعت نماز بگزارد، بخواند در ہر رکعتے بعد از فاتحہ والسماء والطارق تا آخرِ قرآن"

لو انزلنا ھٰذا القرآن آخر تک پڑھے۔ اگر اسے یاد نہ ہو تو سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے،

یا اوّلَ الاوّلین یا اٰخر الاٰخرینِ لا اِلٰہ اِلّا انتَ خلقتَ اوّل ما خلقتَ فی ھٰذا الیوم تخلُق اٰخرھما تخلُق فی ھٰذا الیوم اعطنی فیہ خیرہ ما اولیت فیہ انبیائکَ وَاَصفیائکَ من ثواب البلایا وَاشرَف ما اعتیتھم فیہِ من الکرامۃ بحق محمد علیہ السلام۔

ترجمہ: اے اوّلِ اوّلین اور آخرِ آخرین! تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تو نے پیدا کی پہلے جو چیز کہ تو نے پیدا کی اِس دن تک۔ تو نے تخلیق کی آخر جو چیز کہ تخلیق کی اس دن تک۔ مجھے اس خیر والے دن ایسی چیز عطا فرما جو تو نے اپنے نبیوں اور اپنے منتخب بندوں کو عنایت فرمائی ثواب بلا سے اور تقسیم فرما وہ چیز جو تو نے کرامت میں سے ان کو عنایت فرمائی بحق محمد علیہ السلام۔

یوم عاشور کا بیان اور مشائخ کے معمولات:

عاشورے کے دن غسل کرے اور تین بار سر پر پانی ڈالے اور کہے:

حَسبِیَ اللّٰہ لا اِلٰہَ اِلاّ ھُو نِعم الوَکیل نِعمَ المَولیٰ وَ نِعْمَ النَّصِیر وَ اَشْھَدُ اَن لاَ اِلٰہ اِلّا اللّٰہُ وحدہٗ لا شریکَ لہٗ لہُ الملک ولہُ الحمد یحیی ویمیت وھُوَ حیٌّ لا یموت بیدہ الخیرو ھو علیٰ کُلِّ شیٍٔ قدیر۔

ترجمہ: مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بہتر کارساز ہے وہ بہتر مولیٰ اور مددگار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ملک اس کا ہے۔ وہ زندہ ہے نہیں مرتا ہے۔ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ اس بندے کو اُس سال تمام مصائب اور آفات سے محفوظ رکھے گا۔

روزِ عاشورہ کے دوسرے اعمال صلوٰۃ الخصمان کا بیان:

چار رکعت صلوٰۃ الخصمان جسے دشمنوں کی خوشنودی کہتے ہیں پڑھے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار اور دوسری رکعت میں الکافرون تین بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے، تیسری رکعت میں الھٰکم التکاثر ایک بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار اور چوتھی رکعت میں آیت الکرسی تین بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔ جو شخص یہ نماز ادا کرے بہت زیادہ ثواب پائے گا اور اس کے دشمن اس سے راضی ہو جائیں گے۔ اپنے دشمنوں کی خوشنودی اپنی بڑی کامیابی خیال

کرے۔ آخرت میں اس کی جزا مشغولیت کے اعمال کے ساتھ ملے گی اور وہ ابدال کی حیثیت سے (بارہ گاہِ الٰہی میں) قبول ہوگا۔[1]

صلوٰۃ الخصمان کے بعد چاروں قل تین تین بار پڑھے۔ پھر کہے۔ **سبحان الله والحمد الله** تین بار، **اللّٰھم اغفرلي ولوالدی کماربیانی صغیرا** تین بار، **اللّٰھم اغفرلي والمؤمنین والمؤمنات** ایک بار اس کے بعد استغفار چار سو بار۔

مشائخ نے یہ نماز، ترویہ (آٹھ ذی الحج)، عرفہ (۱۳ شعبان یا ۹ ذی الحج)، عید الضحیٰ، پندرہ شعبان اور ماہِ رمضان کے آخری جمعے میں ادا کی ہے اور اس کے بارے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

مشائخ نیز علما وصلحا اپنے معلومات کے علاوہ عاشورے کے روز یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں جیسا کہ فاضل نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

علیکم یوم عاشورا قومی
بان یا تو العشرمن خصال

ترجمہ: اے میری قوم! عاشورے کے دن لازم کرلو اس بات کو کہ دس خصلتوں کا اظہار کرو۔

بصوم وصلوٰۃ ومسح ایدی
علیٰ راس الیتامیٰ واغتسال

ترجمہ: (۱) روزہ، (۲) نماز، (۳) یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا، (۴) غسل کرنا۔

وصلح والعیادۃ للعلیل
و توسیع اطعام علی العیال

ترجمہ: (۵) صلح کرنا (۶) بیمار کی عیادت کرنا، (۷) کنبے کے لیے کھانے (کا دسترخوان) وسیع کرنا۔

وثامنھا زیارۃ عالمیکم
وتاسعھا الدعامع اکتحال

ترجمہ: (۸) آٹھویں خصلت عالم کی زیارت، (۹) نویں دعا کرنا اور (۱۰) آنکھوں میں سرمہ لگانا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشرق ومغرب کے تمام اکابر جن سے ہم نے ملاقات کی ہے ان پر عمل کرتے تھے۔ تمام مشائخ کے اوراد سے منقول ہے کہ جو شخص عاشورے کے روز یہ دعا پڑھے اس کی عمر دراز ہوتی ہے، جس سال اس کی

---

[1] وظائف اشرفی مطبوعہ کراچی شائع کردہ جناب شیخ ہاشم رضا صاحب ص ۶۵ پر یہ ترتیب برعکس ہے یعنی چوتھی رکعت کے بجائے آیۃ الکرسی پہلی رکعت میں تین بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔

موت واقع ہوتی ہے، اس سال اسے یہ دُعا پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، چناں چہ آپ نے تمام اصحاب واحباب اور اولاد واحفاد کو روزِ عاشور طلب کرکے یہ دعا پڑھنے کا حکم فرمایا، دعا یہ ہے:

سبحان اللهِ الملأ الميزانِ ومنتهى العلم ومَبلَغ الرِّضا وزنةَ العرش وَلا مُلجاء ولا مَنجا مِن الله اِلّا اِليهِ، سبحان اللهِ عدد الشفع والوتر وعدد كلمات اللهِ التّاماتِ واسالُهُ السلامةَ برحمته ولا حول ولا قوة اِلّا باللهِ العلي العظيم[1] وصلّى الله علىٰ خير خلقه محمدٍ وّاٰلهِ اجمعين۔

میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں، میزان کے غلبے کے ساتھ اور علم کی انتہا، رضا کی حد اور عرش کے وزن کے ساتھ۔ کوئی ملجا اور پناہ نہیں اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی طرف۔ ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جفت وطاق عدد میں اور اللہ کے تمام کلمات کے عدد کے ساتھ۔ ہم اس سے اس کی سلامتی و رحمت کا سوال کرتے ہیں اور گناہ سے رُکنا اور طاعت کی قوت ہونا اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے اپنی بہترین مخلوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تمام آل پر۔

حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر اور ان کے مصائب کی یاد میں گریہ کرنا۔

یوم عاشور کے دیگر اعمال:

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے، اگر چہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور قتل کا قصہ صحیح روایات اور صریح معقولات کی تصحیح کے ساتھ پیوستہ ہے لیکن کتاب کی ضخامت میں اضافہ ہوجانے کے باعث اس مجموعے میں بیان نہیں کیا گیا۔

شہادت کا واقعہ کثیر مجمعے میں بیان کرنا ممنوع ہے، البتہ رسول علیہ السلام کے نورِ چشموں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر گوشوں اور ان کی جماعت رضی اللہ عنہم کو جو تکلیف[2] برداشت کرنا پڑی اس کا مختصر بیان ذکر شہادت میں کرنا جو اہل دل کے درد اور مقبولوں کے روحانی سرور وراحت کا سبب ہے، ثواب سے خالی نہیں ہے[3] جیسا کہ بعض احادیث اور آثار کی

---

[1] وظائف اشرفی ص ۳۴ پر یہاں سے وَهُوَ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ تک شامل دعا ہے۔

[2] اس جملے کے بعد اصل فارسی عبارت یہ ہے "از جہت استماع نوع ارازل نور دیدگان رسول وجگر گوشگان بتول و جماعہ رضی اللہ عنہم" اس عبارت میں لفظ "ارازل" کے معنی لغتوں میں تلاش کیے گئے لیکن متعدد لغات میں یہ لفظ سرے سے موجود نہیں ہے۔ قیاس ہے کہ یہ "آزارک" ہے یعنی جو تکلیف۔ اسی قیاسی تصحیح کی بنا پر "جو تکلیف" کیا گیا ہے۔ احقر مترجم

[3] یہ طویل عبارت عربی میں ہے۔ احقر مترجم نے اس پوری عبارت کو نقل کرنے کے بجائے اس کے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخے کے صفحات ۴۲۸ اور ۴۲۹

شرح میں وارد ہوا ہے کہ روزِ عاشور اور اس کی رات میں جو شخص رویا اور اس کی آنکھوں سے خوفِ خدا کے سبب آنسو جاری ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عاجزی کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اہل مشرق ومغرب کی عبادت کا ایک حصہ نصیب فرمائے گا۔ جس نے عاشورے کے دن اپنے بھائی سے مصافحہ کیا اس سے روحانیاں اور فرشتے اپنی قبر سے اٹھنے تک مصافحہ کریں گے۔ جس شخص نے عاشورے کے دن اپنے مومن بھائی کا اکرام کیا اور اسے خوشبودی اللہ تعالیٰ اس دن اس پر کرم فرمائے گا اور اس کی قبر میں جنت کی خوشبو رکھنے کا اکرام کرے گا۔ جو شخص عاشورے کے روز کسی عالم کی زیارت کرے گا وہ زیارت مہاجرین وانصار کے ثواب کی مثل ہوگی اور اُس سال اس کے لیے نیکی کے دو فرشتے اسی کی مثل لکھیں گے۔

عاشورے کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت کا بیان:

حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر مومن اللہ کی راہ میں روئے زمین پر مال خرچ کرے تو اسے (اس قدر) بزرگی حاصل نہ ہوگی جس قدر کوئی عاشورے کے روز روزہ رکھے۔ اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھل جائیں گے، وہ جس دروازے سے داخل ہونا پسند کرے گا داخل ہوگا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص عاشورے کے دن روزہ رکھے پس شب وروز کی ساعتوں میں ہر ساعت اللہ تعالیٰ اُن ساعتوں کی ہر ساعت کے بدلے اس پر سات لاکھ فرشتے نازل فرمائے گا جو قیامت تک دعا اور استغفار کریں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ کی آٹھ جنتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہر بہشت میں سات لاکھ فرشتے مقرر کرے گا کہ (عاشورے کے روزے دار کے لیے) روزہ رکھنے کے دن سے اس بندے اور بندی کی موت تک محلات اور شہر تعمیر کرے، درخت اُگائیں، نہریں جاری کریں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا، اس کا اجر توریت، انجیل، زبور اور قرآن میں جتنے حرف ہیں ان کی تعداد کے مطابق ہر حرف پر بیس نیکیاں ہوں گی۔ جس شخص نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا اسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا خاموشی اور سکوت میں وہ روزہ اس کے اُس سال کے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہوگا، اور جو شخص کامل قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ دو رکعت نماز خضوع سے پڑھے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بندے کی جزا کیا ہونی چاہیے، پس فرشتے عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ تو ہی خوب جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اس کے حساب میں ہزار ہزار نیکیاں لکھی جائیں اور ہزار ہزار بدی مٹادی جائیں۔ اس کا رتبہ ہزار ہزار درجے بلند کیا جائے۔ ہم نے اپنی بزرگی کے ہزار ہزار دروازے کھول دیے ہیں جو اس پر کبھی بند نہ کیے جائیں۔

یومِ عاشور کی دعا کا بیان:

عاشورے کے دن ان دس باتوں کا خیال رکھے۔ غسل، نماز، روزہ، سرمہ، یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا، دشمنوں سے صلح، عیال کے لیے کھانے کی وسعت، مقبروں کی زیارت، مریض کی عیادت اور دعائے شب۔ روایت ہے کہ جو مومن اس دعا کو عاشورے کے دن پڑھے وہ (عاشورے سے) عاشورے تک زندہ رہے گا

بسم اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

”سبحانَ اللهِ الملأُ الميزانِ منتهى العلمِ ومَبلَغ الرِّضاوزنة العرشِ لا مَلجاء ولا مَنجامِن الله اِلاّ اِليهِ، سبحان الله عدد الشفع والوترو عدد كلماتِ اللهِ التاماتِ واسألهُ السلامةِ برحمته ولا حول ولا قوة اِلّا باللهِ العلي العظيم وصلّى الله علىٰ خير خلقه محمدٍ وّالهِ اجمعين

ترجمہ: ”میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں، میزان کے غلبے کے ساتھ اور علم کی انتہا، رضا کی حد اور عرش کے وزن کے ساتھ۔ کوئی ملجا اور پناہ نہیں اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی طرف۔ ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جفت وطاق عدد میں اور اللہ کے تمام کلمات کے عدد کے ساتھ۔ ہم اس سے اس کی سلامتی اور رحمت کا سوال کرتے ہیں اور گناہ سے رُکنا اور طاعت کی قوت ہونا اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے اپنی بہترین مخلوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تمام آل پر۔

اس کے بعد دس بار درود شریف پڑھے اور یہ دعا مانگے:

بسم الله الرحمن الرُّحيم

يا فارِجَ كرب ذى النونِ يوم عاشوراً وياجامع شملِ يعقوب يوم عاشوراؤيّا سامع دعوة موسىٰ وهارونَ يوم عاشوراء يا رحمٰن الدنيا والأخرة ورحيمهما صلِّ علىٰ محمّد والِ محمّد وسلّم وصَلِّ علىٰ جميع الانبياء والمرسلين واقض حاجاتنا فى الدنيا والأخرة وطول عمرنا برحمتک يا ارحم الرّاحمين

ترجمہ: ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے عاشورے کے روز ذوالنون علیہ السلام پر سختی آسان کرنے والے، اے عاشورے کے روز یعقوب علیہ السلام کے بکھرے ہوئے معاملے کو جمع کرنے والے، اے عاشورے کے دن موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی پکار سننے والے اور اے دنیا وآخرت کے رحمان ورحیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت فرما اور تمام انبیا اور مرسلین پر رحمت بھیج۔ دنیا اور آخرت میں ہماری حاجتیں پوری فرما اور اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ہماری عمر دراز کر۔

دورکعت نماز برائے ایصالِ ثواب اور دورکعت نفل سنت امیر المومنین

ایسے ہی امیر المومنین امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے دو رکعت نماز ادا کرے اور دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد نو نو بار آیۃ الکرسی اور درود شریف پڑھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس روز دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری میں اذا جاء پچیس پچیس بار پڑھے۔

ایسے ہی جو شخص عاشورے کے روز حاجت کے لیے یہ دعا مانگے اس کی حاجت پوری ہوگی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی بحرمت الحسین واخیہ وامہ وابیہ وجدہ و بنیہ فرج عمانا فیہ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ اجمعین"

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے اللہ! حسینؓ، ان کے بھائی، اُن کی والدہ اُن کے والد اور اُن کے نانا کی حرمت کے واسطے سے، میں جس حاجت میں ہوں وہ مجھ پر کھول دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بہترین خلایق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی تمام آل پر رحمت فرما۔

نواں شرف ماہ صفر کا بیان

اللہ تعالیٰ صفر کے مہینے کو تمام مسلمین اور مسلمات پر خیر اور فتح مندی کے ساتھ انجام فرمائے حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ گراں ترین وقت اور مشکل ترین زمانہ ماہ صفر ہوتا ہے۔ ایک روز حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مکروہ صورت، سرکش رفتار اور سیاہ فطرت نمودار ہوا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ڈر گئے اور دولت خانے کی جانب روانہ ہوئے۔ صفر نے پیچھے سے عرض کیا، اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے پریشان نہ ہوں۔ میں ماہ صفر ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری فطرت میں سخت بلائیں اور آفتیں ودیعت کی ہیں اور اُن کا تدارک یہ رکھا ہے کہ جو شخص عبادات، دعائیں اور وظائف کی پناہ میں چلا جاتا ہے وہ میرے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے سال میں دس مصائب و آلام نازل فرماتا ہے۔ ان میں سے ایک حصہ سال کے گیارہ مہینوں میں نازل ہوتا ہے اور نو حصے بلائیں صرف ماہ صفر میں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بزرگ آل کے طفیل اس مہینے کے مصائب سے مامون و محفوظ فرمائے۔ ماہ صفر کی پہلی شب میں چھ رکعت نماز ادا کرے اور وہ دعائیں جو نئے چاند اور اس کی رات کے لیے مقرر کی گئی ہیں ان پر کاربند ہو اور یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللھم صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ عَبدک وَنبیک وَرسولک النَّبی الامّی وعلیٰ اٰله وبارک وسلم، اللھم انّی اَعوذبک مِن شرِّ ھٰذا الشھر ومن کل شدة وبلاء وبلية قدرتَ فِيه يا دھريا ديھوريا ديھار يا كان يا كينون يا كينان يا ازل يا ابد يا مبدئ يا معيد يا ذالجلال والكرام ياذی العرش المجيد انت تفعل ما تريد. اللھم احرس بعينک نفسي واھلي ومالي وولدی وديني ودنيای مِن ھٰذهِ السَّنَة وَقنا مِن شرِّما قضيتَ فيھا وَاَكرمني في الصّفر بِكَرم النظر وَاختمه بسلامةٍ وَّ بسعادةٍ واَھلي وَاَولياىٔ وَاَقرباىٔ وَجَميع اُمة مُحمد عليه السّلام

ترجمہ: اے اللہ اپنے بندے، اپنے نبی، اور اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی الامی ہیں رحمت فرما اور ان کی آل پر بھی۔ اے اللہ ان پر برکت اور سلامتی کر۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے اس ماہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ہر اس سختی، بلا اور مصیبت سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو تو نے مقدر کردی ہے۔ اے ہمیشگی والے، اے موجد، اے دیہار اے کان، اے کینوں، اے کینان، اے ازل، اے ابد، اے ابتدا کرنے والے اے اعادہ کرنے والے، اے ذوالجلال والاکرام اے بزرگ عرش والے (خدا) تو ارادہ کرتا ہے عمل میں لاتا ہے، جو چاہے۔ اے اللہ! میرے نفس، میرے اہل، میری اولاد، میرے دین، میری دنیا پر اپنی چشم عنایت سے نگاہ رکھ۔ ہمیں اس چیز کے شر سے محفوظ فرما جو تو نے اس میں مقدر کردیا ہے۔ اور مجھے

یا ذالجلال والا کرام ابتلیتنی بصحتها بحرمة الابرار والا خیار یا عزیز یا غفار یا کریم یا ستار برحمتک یا ارحم الراحمین۔

عزت دے ماہ صفر میں کرم کی نظر سے اسے سلامتی اور سعادت کے ساتھ انجام تک پہنچا۔ میرے اہل، میرے دوست، میرے اقربا اور محمد علیہ السلام کی تمام امت کو سلامتی اور سعادت سے ہم کنار فرما، اے ذوالجلال والا کرام۔ (اے اللہ) نیکوں اور اخیار کی حرمت کے طفیل درستی سے آزمائش کر۔ یا عزیز یا غفار، یا کریم، یا ستار اپنی رحمت سے اے رحم کرنے والوں میں سب سے رحم فرمانے والے۔

ماہ صفر کی پہلی شب کا بیان

(مذکورہ دعا) ماہ صفر تمام ہونے تک پڑھے۔

ایسے ہی ماہ صفر کی پہلی رات کو نماز عشاء کے بعد اور نماز وتر سے قبل چار رکعت نماز ادا کرے اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الکافرون، دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص، تیسری میں سورۂ الفلق اور چوتھی میں والناس پڑھے۔ سلام کے بعد ستر بار درود شریف اور سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم۔ (میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں، تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بزرگ و برتر ہے، گناہ سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) پڑھے تو تمام بلاؤں سے محفوظ رہے۔

ماہ صفر کے آخری بدھ کو اشراق کے بعد غسل کر کے چار رکعت نماز ادا کرے اور اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد انا اعطینا ستر ہ بار، سورۂ اخلاص پانچ بار اور معوذتین ایک بار پڑھے۔ پورے سال اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے گا۔ سات سلام (کاغذ پر) لکھے اور دھو کر پیے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

(۱) سلام قولا من رب الرحیم۔ (۲) سلام علیٰ نوح فی العالمین۔ (۳) سلام علی ابراهیم انا کذالک نجزی المحسنین۔ (۴)سلام علی موسیٰ و هرون ان کذالک نجزی المحسنین۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلام ہوگا رب رحیم کا فرمایا ہوا۔ سلام ہو نوح پر جہاں والوں میں سلام ہو ابراہیم پر، بے شک نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ سلام ہو موسیٰ اور ہارونؑ پر بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

(۵) سلام علی الیاسین انا کذالک نجزی المحسنین (۶) سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین (۷) سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر۔[1]

سلام ہو الیاس پر بیشک ہم اسی طرح نیکو کو جزا دیتے ہیں اور سلام ہو تم پر تم بہت اچھے رہے اب جنت میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ وہ (رات) سلامتی ہے فجر طلوع ہونے تک۔

منقول ہے کہ ماہ صفر کے آخری بدھ کو سورۂ الم نشرح، والتین، اذا جاء، سورۂ اخلاص اسی (۸۰) بار پڑھے۔ وہ مہینہ ختم نہ ہوگا کہ غنی ہو جائے گا۔

دسواں شرف ماہ ربیع الاوّل کی نماز اور دعا کے ذکر میں

پہلی شب کو نماز مغرب کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد سو بار کہے۔ **اللھم صلِّ علی محمد وعلی ال محمد وبارک وسلّم برحمتک یا ارحم الراحمین۔** یعنی اے اللہ محمد اور آلِ محمد پر رحمت فرما اور برکت وسلام کر اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

تیسری شب چار رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی، سورۂ طٰہٰ، یٰسین اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

ایضاً، بارہ ربیع الاوّل کو تین سو ساٹھ بار سورۂ اخلاص پڑھے اس مہینے کی اکیس تاریخ کو دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ مزمل پڑھے۔

گیارھواں شرف، ماہِ ربیع الثانی کا بیان

ربیع الثانی کے مہینے کی تیسری شب کو چار رکعت نماز ادا کرے۔ قرآن حکیم میں سے جو کچھ یاد ہے پڑھے۔ سلام کے بعد یا بدوح یا بدیع کہے۔ اس ماہ کی پندرہ کو چاشت کے بعد چودہ رکعتیں دو دو رکعت کرکے ادا کرے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اقرا سات بار پڑھے۔

---

[1] یہ سات سلام قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کی آیات سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، سورۂ یاسین ۵۸، الصافات ۷۹۔ ۱۰۹، ۱۱۰۔ ۱۲۰، ۱۳۰۔ ۱۳۱ سورۂ الزمر ۷۳، سورۂ قدر ۵۔

بارھواں شرف، ماہ جمادی الاولیٰ کا بیان

ماہ جمادی الاوّل کی پہلی شب میں دو رکعتیں ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ مزمّل پڑھے۔ پہلے دن چار رکعت نماز ادا کرے اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا جاء سات بار پڑھے۔ تیسری شب میں دس سلام کے ساتھ بیس رکعت نماز ادا کرے اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ القدر دس دس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو صبح تک یہ تسبیح پڑھے۔

یَا عَظِیم تعظَّمْت بِا العَظْمَۃِ وَالعَظْمَۃُ فِي العَظْمَۃِ عَظْمَتِکَ یَا عَظِیمُ۔

ترجمہ: اے عظیم! میں عظمت کی بدولت بزرگ ہوگیا۔ عظمت در عظمت تیری ہی ہے۔ اے عظیم۔

اس ماہ کی ستائیسویں شب کو آٹھ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ والضحیٰ پڑھے۔ سلام کے بعد سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح کہے۔[1]

تیرھواں شرف، ماہِ جمادی الثانی کی نماز اور دعا کا بیان

جمادی الثانی کی پہلی شب میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ سلام کے بعد استغفار کہے۔ دسویں روز چھ سلام کے ساتھ بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ لایلاف پڑھے۔ سلام کے بعد سورۂ یوسف پڑھے۔ اس سال کے اندر محتاجی اور آفاتِ زمانہ سے محفوظ رہے گا۔ اٹھائیسویں شب کو نماز مغرب کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے۔ سلام کے بعد یا سعلوئی کہے۔ لوگوں کی نگاہ میں عزیز تر ہوگا۔

چودھواں شرف، ماہِ رجب کا بیان

ماہِ رجب کی پہلی شب میں نماز مغرب کے بعد بیس رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھے اور پھر لا الہ الّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ محمد رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، محمد اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم) کہے اس کی بہت فضیلت ہے۔ ماہِ رجب میں دن میں غروبِ آفتاب کے وقت ایک بار کہے لاحول ولا قوۃ الّا باللہ العظیم (گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) اس کے چالیس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ رجب کی پہلی، پندرہ اور آخری تاریخ کو روزہ رکھے اور غسل کرے۔

ماہِ رجب میں بہت استغفار کرے۔ ماہِ رجب کا استغفار یہ ہے:

---

[1] ترجمہ: پاک ومقدس ہے پروردگار فرشتوں اور جبریل کا۔

استغفر الله من ذنوبی کلها، سرها وجهرها، صغیر ها وکبیرها، قدیمها وجدیدها، اولها واٰخرها، ظاهرها وباطنها واتوب الیه اللهم اغفرلی برحمتک۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں، وہ چھپے ہوئے ہوں اور آشکار ہوں، وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، وہ قدیم ہوں یا جدید ہوں وہ پہلے ہوں یا آخر ہوں، ظاہر ہوں یا باطن ہوں۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اے اللہ اپنی رحمت سے مجھے بخش دے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ حضرت عبدالرزاق کاشانی سے نقل فرماتے تھے جو شخص ماہ رجب میں تین ہزار بار یہ استغفار پڑھے وہ البتہ بخش دیا جائے گا۔ استغفر الله یا ذالجلال والاکرام من جمیع الذنوب والاٰثام یعنی میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں، اے ذوالجلال والاکرام تمام گناہوں اور خطاؤں سے۔

پندرھواں شرف، لیلۃ الرغایب کا ذکر

پہلی جمعرات جو ماہ رجب میں آئے اس دن روزہ رکھے۔ ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ میں نماز مغرب کے بعد چھ سلام کے ساتھ بارہ رکعت نماز پڑھے[۱] اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد انا انزلنا تین بار اور سورۂ اخلاص بارہ بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو بیٹھ جائے اور ستر بار کہے اللهم صلّ علیٰ محمد النبی الامی وعلیٰ اٰله یعنی اے اللہ رحمت فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ نبی اُمی ہیں اور آپ کی آل پر بھی۔ اس کے بعد سجدہ کرے اور ستر بار کہے، سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح یعنی پاک ومقدس ہے ہمارا رب اور اور فرشتوں اور جبریل کا رب۔ پھر سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور ستر بار کہے، رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم فانک انت العلی العظیم۔ (اے اللہ بخش دے اور رحم فرما اور تجاوز کر اس بات سے جسے تو جانتا ہے بے شک تو بلند بزرگ ہے) اس کے بعد سجدہ کرے اور سبوح قدوس آخر تک ستر بار کہے۔ پھر سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور حاجت طلب کرے۔ حضرت سلطان المشائخؒ سے منقول ہے کہ جو شخص لیلۃ الرغایب کی نماز ادا کرے اس سال اسے موت نہ آئے گی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بعض مشائخ نے "نماز خواجہ اویس قرنیؓ ادا کی ہے، اگر ہو سکے تو ضرور ادا کرے۔ اس نماز کی ترتیب مشہور ہے۔ (بزرگوں نے) ہر عشرے میں جب بھی توفیق نے ساتھ دیا اس نماز کو روا رکھا ہے۔

---

(۱) مطبوعہ نسخے میں یہاں (صفحہ ۲۳۲) پر سہو کتابت واقع ہوا ہے۔ اصل عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے، "وشب آدینہ اول ماہ رجب بعد از نماز شام دوازدہ رکعت نماز پیشیں بشش سلام بگذارد" نماز شام مغرب کی نماز اور نماز پیشیں نماز ظہر کو کہتے ہیں۔ "نماز پیشیں" کے الفاظ سہواً نقل ہو گئے ہیں۔ یہ بارہ رکعتوں کی نماز ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ میں ادا ہوتی ہے تو نماز مغرب کے بعد ادا ہونی چاہیے اس لیے احقر مترجم نے اپنے ترجمے میں نماز پیشیں کے الفاظ، حذف کر دیے ہیں)

پندرھویں روز، مدد چاہنے کے لیے، اشراق کے بعد دو دو رکعت کی پچاس رکعت نماز پڑھے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور پندرہ رمضان کے روز بھی یہ نماز ادا کرے اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ دعائے استفتاح (مدد چاہنے کی دعا) مشہور ہے جیسا کہ شرح اوراد میں تحریر کردہ ہے۔

ایضاً۔ ماہِ رجب کی پندرھویں شب میں مشائخؒ کا معمول رہا ہے چناں چہ دس رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار اور دوسرے قول کے مطابق دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو سو بار پڑھے: سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر (اللہ پاک ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔) اس کا بے حد ثواب ہے۔

ایضاً۔ تیرہ، چودہ اور پندرہ رجب کو روزہ رکھے اور ان تین راتوں میں تین سو رکعت نماز ادا کرے ہر شب سو رکعت نماز پڑھے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو ہزار مرتبہ استغفار پڑھے۔ زمانے کی جملہ بلاؤں اور آسمان کی آفتوں سے محفوظ رہے گا اور فلکی شر اور زمینی خرابیوں سے سلامت رہے گا۔ اگر ان راتوں میں موت واقع ہو جائے تو شہید کا درجہ پائے گا۔

پندرھویں دن غسل کرے اور چاشت فراخ کے وقت پچاس رکعت مذکورہ نماز استفتاح ادا کرے۔

سولھواں شرف، ماہِ شعبان کا بیان

ماہِ شعبان کی پہلی شب بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ اس کا بہت ثواب ہے۔ آخر شب میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص سو بار پڑھے۔ رکوع اور سجود میں یہ کہے، سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح۔ سبحان خالق النور سبحان من ھوقائم علیٰ کل نفس بما کسبت۔ (پاک اور مقدس ہے ہمارا، فرشتوں اور جبریل کا پروردگار، پاک ہے نور پیدا کرنے والا، پاک ہے وہ ذات جو جو ہر نفس پر قایم ہے اس چیز کے ساتھ جو اس نے کسب کی۔) اس کے بعد جو دعا جانتا ہے (یاد ہے) پڑھے، قبول ہوگی۔

شب برأت کا ذکر

شب برأت میں سو رکعت نماز ادا کرے پچاس سلام کے ساتھ۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو سجدے میں سر رکھ کر یہ دعا پڑھے:

بسم الله الرحمن الرحيم، اعوذبنورو جهک الذى بصارت به السموٰت والارض السبع وكشفت به الظلمات وصلح عليه امرمن الاوّلين والآخرين من فجاء نعمتک ومن تحويل عافيتک ومن شر كتاب سبق۔ اعوذ بعفوک من عقابک واعوذبرضاک من سخطک اعوذبک منک جل ثناء ک وما ابلغ رحمتک ولا احصى ثناء عليک انت كما اثنيت علىٰ نفسک۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے چہرے کے نور سے جس سے سات آسمان اور سات زمین روشن ہیں۔ اور اس سے تاریکیاں چھٹ گئیں اور صالح ہوگیا اس پر امر اولین و آخرین۔ تیری نعمت کے آنے سے اور تیری آخرت کے لپیٹنے سے اور تحریر شدہ بدی سے جو سابق میں سرزد ہوئی۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے، تیری ثنا عظیم ہے، تیری رحمت بے انتہا ہے میں تیری ثنا کا احاطہ اس طرح نہیں کرسکتا جس طرح تو نے خود اپنی ثنا کی ہے۔

اس کے بعد بیٹھ جائے اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگے، اللهم هب لی قلبا نقيا من الشرک برياولا شقيا یعنی اے اللہ مجھے ایسا دل عطافرما جو شرک سے پاک اور بدبختی سے بری ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حاجت طلب کرے البتہ قبول ہوگی۔

سترھواں شرف، ماہ رمضان کا بیان

جب ماہِ رمضان کا چاند دیکھے تو یہ دعا پڑھے:

اللهم رب رمضان ادخله علينا بامن وايمان وصحة من السقم وفراغ من الشغل واعنا على الصيام، والقيام، وتلاوة القرآن، حتىٰ ينقضى عنا، قد غفرت لنا ورضيت عنا۔

ترجمہ: اے رب! ہم پر رمضان داخل فرما، امن اور ایمان کے ساتھ اور مرض سے صحت اور اشغال کی فراغت کے ساتھ، ہماری مدد فرما روزہ، نماز اور تلاوت قرآن میں یہاں تک کہ ہم سے (یہ مہینہ) اس حال میں گزر جائے کہ تو ہمیں بخش دے اور ہم سے راضی ہوجائے۔

(۱) ماہِ رمضان کی پہلی شب میں سورہ انا فتحنا پڑھے۔ اس سال اور دوسرے سال اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوگا۔

(۲) ماہِ رمضان کی ہر شب میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے بے حد ثواب ہوتا ہے۔

(۳) ماہ رمضان کی ہر شب سوتے وقت فاتحہ، سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے۔ اس کا بہت ثواب ہے۔

(۴) ماہ رمضان کی ہر شب یہ دعا پڑھے، **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی** (اے اللہ بے شک تو معاف فرمانے والا ہے اور عفو سے محبت کرتا ہے پس مجھے معاف فرمادے)

تراویح کا بیان

(رمضان کے مہینے میں) ہر شب نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز ادا کرے۔ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے۔ بعضوں کے نزدیک تین قرآن ختم کرنا یعنی ہر عشرے ایک قرآن ختم کرنا (ضروری ہے) لیکن اس مہینے میں ایک قرآن ختم کرنا افضل ہے۔

بخاری کے مشائخ نے تمام قرآن کو پانچ سو چالیس رکوع میں تقسیم کیا ہے تاکہ ستائیسویں شب میں قرآن ختم ہوجائے۔

آخری تین راتوں میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھے۔ اگر قرآن حفظ نہیں ہے تو الم ترکیف سے آخر قرآن تک دس سورتوں کی دوبار تکرار کرے، لیکن سورۂ اخلاص پڑھنا دراصل معارف، اخلاق اور عرفان کے دروازوں کا کھل جانا ہے۔

اسی سلسلے میں آپ نے یہ حکایت نقل فرمائی کہ حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) کی خدمت میں ایک متعصب معلم حاضر ہوا کہ خانقاہ شریف میں تراویح ختم کرے۔ اسے قرآن بہت اچھی طرح یاد تھا۔ جب نماز تراویح کا وقت ہوا تو حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ وہ معلم امامت کرے۔ وہ مصلے پر آیا اور ہر چند کوشش کی کہ قرآن از بر پڑھے لیکن معذور رہا۔ حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ مولوی صاحب اخلاص پیدا کیجئے۔ جب اس نے نیت خالص کی تو تراویح پوری کی۔

تراویح کی تسبیحات

پہلی چار رکعتوں کے بعد **لا الہ اِلا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہٗ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھوعلیٰ کل شیٔ قدیر** (ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ملک اسی کا ہے تعریف اسی کے لیے ہے۔ مردے کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔) اور دوسری چار رکعتوں کے بعد پڑھے، **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ اِلّا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولاقوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم، عدد ما علم اللہ وزنۃ ما علم اللہ وملاء ما علم اللہ** (اللہ پاک ہے۔ حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ ہی بڑا ہے۔ گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عدد معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی معلومات کے وزن کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے غلبہ علم کے مطابق۔)

تیسری چار رکعتوں کے بعد پڑھے:

سبحان الله الملک الجبار، سبحان الله الواحد القہار، سبحان الله الکریم الستار، سبحان الله الکبیر المتعال، سبحان خالق اللیل والنہار سبحان الله الذی لم یزل ولم یزال۔

ترجمہ: اللہ پاک ہے، جبار بادشاہ ہے۔ اللہ پاک ہے، یگانہ قہر کرنے والا۔ اللہ پاک ہے، کریم (عیب) چھپانے والا اللہ پاک ہے بزرگ وبرتر ہے۔ پاک ہے دن اور رات پیدا کرنے والا۔ اللہ پاک ہے جو دائم وقائم ہے اسے زوال نہیں ہے۔

چوتھی چار رکعتوں کے بعد پڑھے،

سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والہیبة والقدرة والکبریاء والجبروت، سبحان الملک الحی الذی لایموت ابداً ابداً۔

ترجمہ: پاک ہے صاحب ملک اور بادشاہ ہے۔ پاک ہے صاحب عزت وعظمت، ہیبت وقدرت، صاحب کبریا وجبروت پاک ہے، زندہ بادشاہ جو کبھی نہیں مرتا ہے۔

پانچویں چار رکعتوں کے بعد پڑھے،

استغفر الله الذی لاالٰہ الا ھو الحی القیوم، غفار الذنوب، ستار العیوب، واتوب الیہ توبة عبدٍ ظالمٍ ذلیلٍ لایملک لنفسہ ضرا ولا نفعاً ولا موتا ولا حیوٰة ولا نشورا۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ زندہ اور قیوم ہے۔ گناہوں کو بخشنے والا اور عیبوں کو چھپانے والا ہے۔ میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں ایک ظالم اور ذلیل بندے کی مانند جسے اپنے نفس پر کوئی اختیار نہیں ہے جو اپنے آپ کو نقصان اور نفع نہیں پہنچا سکتا جسے موت اور زندگی اور قیامت پر اختیار نہیں۔

تراویح ختم ہونے پر یہ دعا پڑھے:

اللھم مدلی فی عمری ووسع علی رزقی وصحح لی جسمی وبلغنی اصلی فانک تمحوا ما تشآء وتثبت عندک اُم الکتاب۔ اللھم انی اسألک بکرم وجھک الجنة واعوذبک من النّار۔

ترجمہ: اے اللہ میری عمر بڑھا دے اور مجھ پر میرا رزق کشادہ کردے۔ مجھے تندرستی عطا کر۔ میری آرزو پوری فرما۔ پس بے شک تو جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور ثابت رکھتا ہے۔ تیرے پاس ہے اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) اے اللہ میں تیرے کرم سے بہشت کا خواستگار ہوں اور آتشِ دوزخ سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کا مقررہ دستور تھا کہ بہت کم افطار کے بعد تراویح ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد شوربا یا کوئی اور کھانا جو اصحاب کے مناسب حال ہوتا تھا، پیش کیا جاتا اور آپ اسے تناول فرماتے۔ آپ افطار میں کم کھاتے لیکن تراویح کے بعد رغبت سے کھانا تناول فرماتے تھے۔

افطاری میں اگر پھل ہوں تو بہتر ہے ورنہ پانی سے افطار کرنا مناسب ہوتا ہے۔ افطار کے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللھم لک صمت وبک امنت وعلیک توکلت	یعنی اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا، میں تجھ پر
وعلیٰ رزقک افطرت	ایمان لایا، میں نے تجھ پر توکل کیا، اور تیرے عطا کردہ
	رزق سے روزہ افطار کیا۔

اگر رات کی صبح کو روزہ رکھنا ہو تو کہے، بصوم غد نویت (میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں)۔

اٹھارواں شرف، شب قدر کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شب قدر کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت ہے۔ یہ پوشیدگی اُس رات کی قدر و منزلت کی خبر دیتی ہے، کیوں کہ شب براَت میں پورے سال اور مہینے کے احکام مقرر کردیے جاتے ہیں اور اسے (یعنی شب براَت کو) ظاہر رکھا گیا ہے، اگر شب قدر بھی متعین ہوتی تو جو لوگ تمام سال فسق وفجور اور مختلف قسم کی برائیاں کرتے ہیں، جب شب قدر آتی تو (ایسے لوگ) شب قدر کے مقرر احکام جاگ کر، دعائیں مانگ کر اور نفل نمازیں پڑھ کر بجالاتے (اور یہ عمل) سال کے جرایم اور ماہانہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا۔

شب قدر کے تعین میں خاصہ اختلاف ہے۔ مشائخ کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ پورے سال میں ایک شب ہے ایک فرقہ کہتا ہے کہ تین مہینوں، رجب، شعبان اور رمضان میں ایک رات ہے جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں لیکن اکثر مشائخ کہتے ہیں کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے۔

حضرت مخدومیؒ سے نقل فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ سلطان علی مردان کے عہد حکومت میں دار الملک جنت آباد عرف بنگالہ میں علما اور مشائخ کے درمیان شب قدر کے تعین کے بارے میں بحث چھڑ گئی۔ سب نے سخت کاوش کی، آخر کار مولانا قطب الدین متقی مشتی نے جو نادر علوم کے زیور سے آراستہ اور فہم عجیب کے سراپا سے پیراستہ تھے نیز گروہ صوفیہ کے مقتدا اور اس بلند فرقے کے پیشوا تھے، فرمایا کہ شب قدر ماہ رمضان کی ستائیسویں شب کو واقع ہوتی ہے۔

مشائخ کرام کے دستور کے مطابق شب قدر کی نماز کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کوئی سال ایسا نہیں گزرا جب ہم نے اصحاب کے ساتھ شب قدر جاگ کر نہ گزاری ہو۔ ہم نے اسی رات اس کے آثار پائے اور نباتات، اشجار اور دیوار و کہسار کے سجدہ کرنے کا مشاہدہ کیا۔ مشائخ میں شب قدر کی نماز کا معمول یہ ہے:

اس کی بارہ رکعتیں ہیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے۔ سلام کے بعد سو مرتبہ سبحان الله والحمدلله[1] آخر تک کہے۔ (اللہ پاک ہے اور تعریف اس کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔)

ایک دوسری روایت کے مطابق دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک بار انا انزلناہ اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو سو بار استغفار اور سو بار درود شریف پڑھے۔

ایک اور روایت کے مطابق دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں ایک بار فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب سلام پھیرے یہ تسبیح پڑھے:

سبحان الله والحمدلله ولا اِلٰه الا الله وَ الله اکبر۔ سبحانک یاعظیم یا عظیم اغفرلی الذنوب العظیم وصلی الله علیٰ خیر خلقه محمدو اٰله اجمعین۔

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ میں تسبیح کرتا ہوں، اے عظیم، اے عظیم اے عظیم، میرے بڑے بڑے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ رحمت فرما بہترین خلائق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی تمام آل پر۔

ایک دوسری روایت کے مطابق پچاس سلام کے ساتھ سو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں ایک بار فاتحہ اور پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر اکیسویں، تیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں شب کو زندہ رکھے تو شب قدر کی نعمت حاصل ہوگی۔

اگر ہو سکے تو رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف میں بیٹھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرے کا اعتکاف کبھی ترک نہیں فرمایا۔ ستائیسویں شب کو یہ دعا ایک بار پڑھے۔[2]

---

[1] سبحان الله والحمدلله ولا اِلٰه الا الله والله اکبر۔

[2] یہ دعا قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کی بعض آیات سے ترتیب دی گئی ہے۔

ربنا لا تزغ قلو بنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب (سورہ ال عمران آیت ۸) ربنا اننا سمعنا منادیاینادی للایمان ان امنو ابربکم فامنا ربنا فاغفرلنا ذنو بنا وکفر عنا سیاتنا وتو فنامع الابرار، ربنا وا تنا ماوعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامة انک لاتخلف المیعاد (ایضاً آیات ۱۹۳ اور ۱۹۴) ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطا نا الیٰ اخرہ۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶) ربنا صل علیٰ محمد واستجب دعانا واغفرلنا ولو الدینا وما ولدنا انک انت الغفور الرحیم۔

ترجمہ: (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر، اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت فرمائی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے رب بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا، وہ ایمان کے لیے پکارتا ہے کہ (اے لوگو) اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے، اور ہمارا خاتمہ اچھے لوگوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے رب ہمیں دے جس کا تو نے اپنے رسولوں (کی زبان) پر وعدہ فرمایا اور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کرنا۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑ اگر بھول جائیں یا بے قصد ہم سے قصور سرزد ہو جائے (آخر سورہ تک) اے رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما۔ ہماری دعا قبول کر۔ ہمیں بخش دے اور ہمارے والدین اور اولاد کو بھی۔ بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

ستائیس رمضان دن میں بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ، آیت الکرسی اور انا انزلنا ایک بار اور سورۂ اخلاص سات بار پڑھئے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو تین بار کہے: لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پھر تین بار درود شریف بھیجے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے بے حساب عذاب دور فرمائے گا اور وہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا۔ ستائیس رمضان دن میں یہ دعا ایک بار پڑھئے:

اللھم وفر حظی فیه من النوافل واکرمنی بالا جابة فی المسائل وقرب وسیلتی الیک من الوسائل یا من لا یشغله الحاح المسلمین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

ترجمہ: اے اللہ! ان نوافل میں میرا حصہ زیادہ فرما، حاجات کی قبولیت کے ساتھ میرا اکرام کر۔ اپنی جانب وسیلوں سے میرا وسیلہ قریب تر فرما، اے وہ جو کسی کو مسلمانوں کی عاجزی کرنے میں مشغول نہیں رکھتا۔ اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

تیسویں دعا (آخری شب)

اللهم اختم صيامي بالشكر والقول علىٰ ماير ضاه الرسول محكمةً فروعه بالا صول بحق محمد وآله الطيبين الطاهرين.

ترجمہ: اے اللہ! میرے روزوں کو انجام تک پہنچا شکر و گفتار کے ساتھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مرضیات کے مطابق اس حال میں کہ ان کے فروع اصول کے ساتھ محکم ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کی طیب وطاہر آل کے طفیل۔

فصل۔ عید الفطر کے روز اور فطر کی شب کا بیان

فطر کی رات میں چوبیس رکعت بارہ سلام کے ساتھ ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ، اخلاص اور سورہ الکافرون، والشمس اور الہٰکم التکاثر ایک ایک بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو استغفار اور لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم پڑھے (گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) بے شمار ثواب ملتا ہے۔

انیسواں شرف، ماہِ شوال کا بیان

عید کے دن غسل کرے، نئے اور پاکیزہ کپڑے پہنے۔ عطر لگائے کہ مستحب ہے۔ عید گاہ میں جانے سے قبل صدقۂ فطر ادا کرے۔ پہلے کوئی چیز کھائے تب عید گاہ روانہ ہو۔ عرب میں دودھ اور خرما کھانے کا رواج ہے اور ہندوستان میں دودھ سویاں کھاتے ہیں جو لطافت سے خالی نہیں ہے۔

خطبۂ عید سننے کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سبح اسم، دوسری میں والشمس، تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں سورۂ اخلاص پڑھے۔

دن یا رات میں آٹھ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو ستر بار سبحان اللہ آخر تک پڑھے۔ رسول علیہ السلام پر ستر بار درود بھیجے، بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ اگر اس ماہ میں انتقال ہوجائے تو شہید کا درجہ ملے گا اور بخش دیا جائے گا۔ اس نماز کو "صلوٰة العشاء" کہتے ہیں۔

روزِ عید کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روز روزہ رکھے۔ ہر چھ رات کو زندہ رکھے۔ ہر شب سو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ بے حد ثواب ہوتا ہے۔

بیسواں شرف۔ ذکر نوافل وادعیہ ماہ ذی القعدہ ☆

چاند رات کو تیس رکعت پندرہ سلام کے ساتھ پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اذا زلزلت الارض ایک مرتبہ پڑھے بعد سلام کے عَمَّ یَتَسَاءَ لُون ایک مرتبہ پڑھے۔ نویں تاریخ ماہ ذی القعدہ کو ترقی درجات کے واسطے دو رکعت نفل پڑھے اور دونوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ مزمل پڑھے اور سلام کے بعد تین بار سورہ یسین کا ورد کرے اس مہینے کے آخر میں چاشت کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ القدر تین تین بار پڑھے اور سلام کے بعد گیارہ بار درود شریف اور گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھ کر سجدہ کرے اور جناب الٰہی میں دعا مانگے جو کچھ مانگے گا ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اکیسواں شرف۔ ماہ ذی الحجہ کا بیان

ذی الحجہ کے مہینے کی ابتدا میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اول آیات سورۃ اخلاص اور دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون پڑھے۔ بہشت میں جائے گا۔ ☆☆

عید الضحیٰ کی رات بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک بار، سورۃ اخلاص پانچ بار پڑھے۔

اس کے بعد دو رکعت دوسری نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں قرآن حکیم سے سو آیات کے بقدر پڑھے سلام کے بعد سات بار یہ عظیم دعا پڑھے۔ دعا یہ ہے:

☆ اس لطیفہ کی ابتدا میں اس کے چودہ شرف بیان کئے گئے ہیں لیکن مطبوعہ نسخے میں اس کے کل بیس شرف بیان کئے گئے ہیں جن میں ماہ ذیقعدہ کے نوافل وادعیہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جبکہ حضرت شاہ علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ کے "وظائف اشرفی" میں ماہ ذیقعدہ کے نوافل وادعیہ کا ذکر ہے۔ قیاس ہے کہ یہ لطیفہ ۳۸ کل اکیس شرف پر مشتمل ہوگا اور بیسواں شرف صفحہ گم ہوجانے یا پھٹ جانے کے باعث ضائع ہوگیا اور موجودہ نسخہ میں نقل نہ ہوسکا۔ اس لئے قارئین کے استفادہ کے لئے بیسواں شرف "وظائف اشرفی" سے شامل کیا گیا ہے۔

☆☆ وظائف اشرفی ص ۸۴ پر تحریر ہے کہ دونوں رکعتوں میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ الکافرون ایک بار پڑھے۔ لہذا فارسی نسخہ میں سہو کتابت ہے۔

اللھم ما عملت من عمل فی ھذہ السنۃ مما تنھیٰ عنہ ولم ترضہ ونسیتہ ولم تنسہ حلمت عنی بقدر تک علی عقوبتی ودعوتی الی التوبۃ بعد جرأتی علیک۔ اللھم انی استغفرک منھایا غفور فاغفرلی وما عملت من عمل ترضہ ووعدتنی علیہ للثواب منی ولا تقطع رجائی یا عظیم برحمتک یا ارحم الرّاحمین۔

ترجمہ: اے اللہ! میں نے اس سال عمل میں سے جو چیز کی، ان اعمال سے کہ جن کو تو نے منع فرمایا اور پسند نہ کیا۔ میں نے اس کو فراموش کردیا اور تو نے اس کو فراموش نہ کیا۔ حلم فرمایا تو نے باوجود قدرت کے میرے سزا دینے پر۔ پس میری جرأت سے تیرے حضور میں میری پکار تیری طرف لوٹنا ہے۔ اے اللہ! میں اُن (اعمال) سے بے شک استغفار کرتا ہوں۔ اے غفور! پس مجھے بخش دے۔ میں نے کوئی عمل نہ کیا جو تو پسند کرے اور تو وعدہ کرے مجھ سے ان پر ثواب کا اپنی جانب سے۔ اے عظیم میری امید قطع نہ کر اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

جوشخص یہ عظیم دعا ایک بار مانگے اسے چالیس حج کا ثواب حاصل ہوگا گویا اس نے چالیس حج ادا کیے ہیں۔ اگر بیس بار یہ دعا پڑھے تو حضرت رب العالمین کو خواب میں دیکھے۔ اگر پندرہ بار پڑھے تو اس دعا کی برکت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمدللہ الذی فی السماء عرشہٗ والحمدللہ الذی فی الارض قدرتہ، والحمدللہ الذی فی القیمۃ ھیبتہ، والحمد للہ الذی فی القبور قضاء ہ، والحمدللہ الذی فی الجنۃ رحمتہ والحمد للہ الذی فی جھنم سلطانہ، والحمدللہ الذی فی البروالبحر برھانہٗ والحمد للہ الذی فی الھواء ریحہ، والحمدللہ الذی لا مفرّو لا ملجاء اِلا اللہ والحمدللہ رب العالمین۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہر خوبی اللہ کے لیے ہے جس کا عرش آسمان میں ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی قدرت زمین پر ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی ہیبت قیامت میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کا حکم قبروں پر ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی رحمت جنت میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی دلیل جہنم میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی برہان خشکی اور سمندر میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی خوشبو ہوا میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے کہ سوائے اس کی ذات کے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔

ایام بیض کے روزوں کا بیان

سب سے بہتر متبرک ایام جن کا مشائخ نے ہمیشہ احترام کیا ہے اور خوب ترین بزرگ ایام جن کی صوفیہ نے عزت کی ہے، وہ ایام بیض[1] ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِن دنوں میں قیام کیا تھا۔ ایام بیض کا سبب اور اس کی وجہ تسمیہ (نام ہونے کی وجہ) بہت زیادہ مشہور ہے چھ شوال، عشرۂ محرم، جمعرات اور جمعہ کو بھی اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو روزہ رکھے۔ بعض مشائخ کا یہ معمول تھا کہ ایک دن افطار کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] ہر مہینے کے چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخوں کو "ایام بیض" کہتے ہیں

نوٹ: مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۰۸، سطر ۳ پر یہ عبارت تحریر کی گئی ہے:

"واین لطیفہ منقسم کردہ شد بر چہاردہ شرف، ہرکہ بایں ادعیہ و وظائف مواظبت نماید چناں باشد کہ.........")

اس عبارت سے قطعی واضح ہے کہ زیرِ نظر لطیفہ ۳۸ میں چودہ شرف ہیں لیکن جیسا کہ قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا یہ لطیفہ بیس شرف پر مشتمل ہے۔ اس کی صراحت نہ جامع رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور نہ کسی اور بزرگ نے فرمائی۔ جناب مشیر احمد کاکوروی نے بھی جنھوں نے لطائف اشرفی کی تلخیص کی ہے، اس سلسلے میں کسی طرح کا اظہار خیال نہیں فرمایا احقر مترجم کا قیاس ہے کہ زیرِ نظر لطیفہ بیس شرف پر ہی ہوگا لیکن کسی خطی نسخے میں سہواً بیس کے بجائے چودہ شرف نقل کیا گیا اور جس خطی نسخے کے مطبوعہ نسخے کی کتابت ہوئی وہ بھی اس سہو کتابت کا حامل نسخہ تھا۔ واللہ اعلم:)